بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

وَاِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

فرقان کا مصلح موعود نمبر

جلد ۳ | ماہ شہادت ۱۳۲۳ھ مطابق اپریل ۱۹۴۴ء | نمبر ۴

حضرت اُمّ المؤمنین اطال اللہ بقاءھا کا اظہارِ شکر

اور

جماعت کو دردمندانہ نصیحت

میں اپنے خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔ کہ اس نے مجھ ناچیز کو اپنے پاک و بزرگ مسیح کی زوجیت کے لئے چنا۔ اور میرے سر کو اپنے انتہائی انعام کے تاج سے مزین فرمایا۔ اور پھر میں اپنے خدا کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اس نے میرے بیٹے محمود کو مصلح موعود کے مقام پر فائز کر کے میری عمر کے آخری حصہ میں مجھے ایک دوسرا تاج عطا کیا۔ پس مجھے میرے اوپر کی طرف سے بھی تاج ملا۔ اور میرے نیچے کی طرف سے بھی۔ اور یہ میرے خدا کا سراسر فضل و احسان ہے جس میں میری کسی خواہش اور کسی عمل اور کسی استحقاق کا ذرہ بھر بھی دخل نہیں۔ اور یہ دو تاج صرف میرا ہی حصہ نہیں ہیں۔ بلکہ میری پیاری جماعت بھی ان میں میرے ساتھ برابر کی حصہ دار ہے۔ مگر خدا کا ہر خاص انعام اپنے ساتھ خاص ذمہ واریوں کو بھی لاتا ہے اور میری یہ دعا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے بھی اور جماعت کو بھی ان اہم ذمہ واریوں کے پورا کرنے کی توفیق دے۔ جو اس کی طرف سے ہم پر عائد کی گئی ہیں۔ اے ہمارے خدا تو ایسا ہی کر۔ آمین والسلام اُمّ محمود

۵ اپریل ۱۹۴۴ء

میں نے بڑی دُعاؤں کے بعد اعلان کیا ہے

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ کا ایک ایمان افروز گرامی نامہ

جناب مولوی عزیز بخش صاحب برادر جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے نام حسب ذیل مکتوب ارسال کیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ مکرم و معظم صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آج بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ پیکٹ ایک پرچہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۹ فروری ۱۹۴۴ء آپکی خدمت میں ارسال ہے۔ اس کے صفحہ ۳ پر آپکے خواب کی صحیح تعبیر دی گئی ہے۔ بلکہ اسے غور سے پڑھیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دُعا کریں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو دائیں طرف والے رستہ پر آجانے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مسلک ہے میں بھی دُعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ قبول فرماوے آمین۔ والسلام ۱۰/۲/۴۴۔ خاکسار عزیز بخش خادم مسیح موعود آنریری جائنٹ سکرٹری۔۔"

اس کے جواب میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے لفافہ کی پشت پر ہی تحریر فرمایا:

"پرچہ مل گیا۔ میں نے جو اعلان کیا ہے۔ بڑی دُعاؤں کے بعد کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ پر جھوٹ نہیں بولا۔ باقی آپ جو مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری کی تعبیر کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس کا جواب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں موجود ہے۔ جب شائع ہوگا۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ درمیانی رستہ پر جانے والا غلطی پر ہے۔ یا ان تعبیروں کے مرتکب اور خدا تعالےٰ کے دین پر ہنسی کرنے والے؟ ۔۔۔ آپ کی دُعاؤں کا بہت بہت شکریہ۔ مگر یہ سمجھ میں نہ آیا کہ **آپ کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر بھر کی دُعائیں آپ کی اولاد کے حق میں رد گئیں۔ تو آپ کی ایک دُعا سے کیا بنیگا؟** آپ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دُعاؤں کو جس امر کے بارہ میں بیکار قرار دیتے ہیں۔ تو اپنی دُعاؤں کو اس بارے میں کیا اور کیوں وقعت دیتے ہیں!!"

فرقان:۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا مندرجہ بالا جواب ۱۴ فروری ۱۹۴۴ء کو جناب پرائیویٹ سکرٹری صاحب نے جناب مولوی عزیز بخش صاحب کو باقاعدہ مکتوب کی صورت میں پہونچا دیا۔ جس حدیث نبوی کا حضور نے ذکر فرمایا ہے۔ وہ اسی وقت الفضل و فرقان میں شائع کر دی گئی تھی۔ جو حسب ذیل ہے:۔ عن عبد اللہ بن مسعود قال خط لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً ثم قال ھٰذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینہ و عن شمالہ و قال ھٰذہ سبل علیٰ کل سبیل منھا شیطان یدعوا الیہ (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۳۰)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ **اللہ کا راستہ** ہے۔ پھر حضور نے اس کے **دائیں اور بائیں** اور کئی خطوط کھینچے اور فرمایا۔ کہ یہ ایسے راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر **شیطان** موجود ہے۔ اور اپنی طرف بلا رہا ہے۔

"قوم کے لوگو اِدھر آؤ کہ نکلا آفتاب"

تحریر فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے

حدیث میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ یا رسُول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ شریف النسب کون ہے؟ پُوچھنے والے کی مراد تو غالباً یہ ہوگی۔ کہ عرب کے معروف قبائل میں سے سبؐ نسب میں کون سب سے بڑھ کر ہے۔ مگر آنحضرت صلعم نے جو ہر موقعہ کو دینی تربیت کا ذریعہ بنا لیتے تھے بے ساختہ فرمایا کہ تم سب سے اشرف کی بابت پوچھتے ہو؟ سب سے اشرف تو حضرت یوسفؑ ہیں۔ کہ خود نبی، باپ نبی، دادا نبی، پڑدادا نبی" یہ کیسے پیارے الفاظ تھے۔ جنہوں نے عربوں کے دُنیوی تفاخر کے جذبہ کو جڑ سے کاٹ کر ان کے خیالات کو دینی بڑائی اور شرافت کے رستہ پر ڈال دیا۔ واقعی اس میں کیا شبہ ہے (اور یہ نظارہ غالباً دُنیا نے اس کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا) کہ ایک شخص نہ صرف خود خدا کا برگزیدہ نبی بنتا ہے۔ بلکہ مسلسل چار پشتوں تک اس کی اولاد نبوت کا بلند رُتبہ انعام پاتی چلی جاتی ہے۔ پس حضرت یوسفؑ تو اس لحاظ سے اشرف تھے۔ کہ وُہ نہ صرف خود نبی تھے۔ بلکہ ایک نبی کے بیٹے اور نبی کے پوتے اور نبی کے پڑپوتے بھی تھے۔ اور حضرت ابراہیمؑ اس لحاظ سے اشرف تھے۔ کہ نہ صرف خود ایک عظیم الشان نبی تھے۔ بلکہ ایک نبی (بلکہ دو نبیوں) کے باپ اور نبی کے دادا اور نبی کے پڑدادا بھی تھے۔ اللہ اللہ! یہ کیسا عظیم الشان شرف ہے، جو اس خاندان کو حاصل ہُوا۔ جو حقیقتہً تاریخ عالم میں عدیم المثال ہے۔ مگر حضرت ابراہیمؑ کے قریباً چار ہزار سال بعد ہم دیکھتے ہیں۔ کہ موجودہ زمانہ میں پھر خدا نے اپنے ایک برگزیدہ بندے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابراہیمؑ کے پاک خطاب سے یاد فرمایا۔ اور ایک دفعہ نہیں۔ بلکہ کئی دفعہ اس مبارک نام سے پکارا گیا۔ کہ مثلاً ایک الہام میں فرمایا۔ اِنِّیْ مَعَكَ یَا اِبْرَاهِیْمُ۔ اور ایک دُوسرے الہام میں فرمایا۔ انا اخرجنا لک زروعاً یا ابراھیم۔ پس ضروری تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی کوئی خصُوصیت اس نوع کی پائی جائے جو ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ میں پائی جاتی تھی۔ اور وُہ خصُوصیت یہی نسلی اصطفا کی خصوصیت تھی چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں اس خصوصیت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہُوں ٭ نیز ابراہیم ہُوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اس جگہ یقیناً نسل سے عام نسل مراد نہیں۔ کیونکہ نیک لوگوں کے نزدیک محض اولاد کا ہونا یا زیادہ اولاد کا ہونا ہرگز کوئی فخر کی بات نہیں۔ بلکہ اگر اولاد گندی ہو۔ تو اس کا وجود باعثِ ننگ و عار ہوتا ہے۔ اور ایسی

اولاد کی کثرت اس ننگ و عار کو اور بھی زیادہ بھیانک بنا دیتی ہے۔ پس لاریب اگر خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابراہیم کے نام سے یاد کیا۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس نام کی تشریح میں اپنے کثیر النسل ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔ تو اس میں ہرگز ہرگز محض اولاد یا محض کثرتِ اولاد مراد نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ ابراہیمی طریق پر اولاد کے ایک حصہ کا اُوپر تلے اور نسلاً بعد نسلٍ خاص طور پر باخدا ہونا مراد ہے۔ اور ابراہیم کے نام میں ہی میں نے ہمیشہ یہ اشارہ سمجھا ہے۔ کہ مصلح موعود نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودہ اولاد میں سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے ظاہر ہونا تھا۔ اور آپ کا خلیفہ بننا تھا۔ جس طرح کہ حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ اپنے بزرگ باپ ابراہیمؑ کے خلیفہ ہوئے۔ اور کیا عجب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتوں میں سے بھی کسی سعید رُوح کے لئے اس ابراہیمی پہلو کا مظہر بننا مقدر ہو والغیب عند اللّٰہ وقال اللّٰہ تعالیٰ انّا نبشّرک بغلام نافلۃً لک و لعلّ اللّٰہ یحدث بعد ذالک امراً۔

مصلح موعود کی علامات خواہ وہ اس کے زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا اس کے ذاتی اوصاف سے یا اس کے کام سے (اور یہی علامات کے تین اہم پہلو ہیں) سب اس قدر صاف اور واضح ہیں۔ کہ اس بارے میں سوائے ایسے شخص کے جس نے خود تعصب کو اپنا وتیرہ بنا رکھا ہو، کوئی عقلمند انسان شک و شبہ کی گنجائش نہیں پاتا۔ بلکہ اگر غور کیا جائے۔ تو مصلح موعود کی علامات مسیح موعود کی علامات سے بھی زیادہ صاف اور نمایاں ہیں۔ کیونکہ جہاں مسیح موعود کی علامات اکثر صورتوں میں زبانی روایتوں کے ذریعہ صدیوں کی مسافت طے کر کے ہمیں پہنچی ہیں جس کی وجہ سے غلطی اور غلط فہمی کا امکان بہت بڑھ گیا ہے۔ وہاں مصلح موعود کی علامات خدا کی تازہ بتازہ وحی کے ذریعہ ساتھ ساتھ تحریر میں آکر ہماری آنکھوں کے بالکل سامنے موجود ہیں۔ پس علامات کا سوال میرے نزدیک زیادہ بحث طلب نہیں۔ اور اسی لئے میں اس جگہ اس بحث میں نہیں جاتا۔ اور نہ موجودہ مضمون کی گنجائش کے لحاظ سے اس جگہ اس بحث میں جا سکتا ہوں۔ مگر میں ایک اصولی بات جو غالباً کئی دوستوں کے لئے نئی ہوگی۔ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ لوگوں کا یہ خیال ہے۔ اور درست خیال ہے۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے بلکہ اپنے اس خیال کی بنیاد الہام الٰہی پر رکھی ہے۔ کہ جو پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مصلح موعود کے بارے میں درج ہے۔ وہ دو لڑکوں سے متعلق ہے۔ ایک بشیر اوّل کے متعلق جس کے ساتھ ان الہامات کا ابتدائی حصہ تعلق رکھتا ہے۔ اور دُوسرے مصلح موعود کے متعلق جس کے ساتھ بعد کے الہامات کا تعلق ہے۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتے ہیں۔ کہ "اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا" مگر اول تو ساری الہامی عبارت پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے۔ کہ بشیر اول کے ساتھ تعلق رکھنے والا الہام صرف ایک درمیانی پیرے میں بیان ہوا ہے۔ اور اوپر اور نیچے ہر دو جگہ مصلح موعود کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں میرا یقین ہے۔ کہ درحقیقت یہ سارے الہامات معہ درمیانی پیرے کے مصلح موعود

ہی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے۔ کہ بعض الفاظ بشیر اول کے ساتھ براہ راست تعلق رکھتے ہیں اور مصلح موعود کے ساتھ بالواسطہ۔ اور بعض الفاظ مصلح موعود ہی کے ساتھ براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ در اصل بات یہ ہے اور افسوس ہے۔ کہ اس بات کو اکثر لوگوں نے ابھی تک نہیں سمجھا۔ کہ مصلح موعود کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں میں بشیر ثانی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔ "ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائیگا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی مثیل نہیں۔ بلکہ حضور کے متوفی لڑکے بشیر اول کا بھی مثیل ہے۔ یعنی اس کی بالقوۃ استعدادوں کا وارث ہے۔ اس لئے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے الہامات کا ایک حصہ گو بیشک اصالۃً بشیر اول سے تعلق رکھتا ہے۔ مگر اس کے مثیل ہونے کے لحاظ سے وہ بالواسطہ مصلح موعود پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔ اور اس طرح یہ ساری پیشگوئی ہی در اصل مصلح موعود سے تعلق رکھنے والی قرار پاتی ہے۔ کچھ براہ راست۔ اور کچھ بالواسطہ۔ میری یہ تشریح خدا کے فضل سے ایسی ہے۔ کہ اسے غور سے مطالعہ کرنے والے انشاء اللہ اس کے ذریعہ بہت سے مخفی علوم کو پائیں گے۔ اور انہیں کئی الجھنوں کا علاج مل جائیگا مگر افسوس ہے۔ کہ میں خود اس جگہ اس کی زیادہ تفصیل میں نہیں جا سکتا۔ اور اسی اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

لیکن کسی ربانی موعود کے متعلق اصل سوال علامات کا بھی نہیں ہے۔ کیونکہ علامات بھی ایک درمیانی چیز ہیں۔ بلکہ اصل سوال اور اصل مقصد اسے قبول کر کے خدائی انعامات کے وارث بننے سے تعلق رکھتا ہے اور چونکہ مصلح موعود کا کام جیسا کہ اس کے نام اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے الہامات سے ظاہر ہے۔ اندرونی اور بیرونی اصلاح ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کے دعویٰ کا سب سے پہلا اور سب سے فوری نتیجہ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ آپ کو ماننے والے آپ کے اس خداداد منصب کو لوگوں تک پہونچائیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو دنیا کے سامنے ایک عظیم الشان آیت اور نشان کے طور پر رکھیں اور دوسری طرف نہ ماننے والوں پر سب سے پہلا فرض یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اس خدائی انکشاف کے بارے میں جو ایک رحمت کے نشان کا مقدمہ ہے۔ خالی الذہن ہو کر غور کریں۔ اور اگر اسے سچا پائیں۔ تو اس کا انکار کر کے خدا کے غضب کو بھڑکانے والے نہ بنیں۔ اس ذیل میں ہمارا سب سے پہلا خطاب اپنے غیر مبایع بھائیوں سے ہے۔ جو ہمارے قریب تر ہیں۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہاموں کو خدائی وحی یقین کرنے اور آپ کی پیشگوئیوں پر ایمان لانے کے مدعی بنتے ہیں۔ آج سے پہلے تو وہ عموماً یہ کہکر ٹال دیا کرتے تھے۔ کہ جب خود حضرت میاں صاحب کو ہی مصلح موعود ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ اور نہ ان پر اس بارے میں خدا تعالےٰ نے کوئی انکشاف کیا ہے۔ تو ہم خواہ مخواہ کیوں اس طرف توجہ دیں۔ اور عدا پر تقدم کرنے والے کیوں بنیں مگر اب تو ان کا یہ عذر بھی خدا نے توڑ دیا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ نے خدا کی طرف سے

ایک واضح رؤیا کے ذریعہ علم پا کر اپنے دعویٰ کا اعلان فرما دیا ہے۔ پس اب ہمارے ان بھائیوں کا کوئی عذر باقی نہیں رہا۔ اور کم از کم تقوی اللہ اور خشیۃ اللہ کے ماتحت ان کا یہ فرض ہو گیا ہے کہ وہ اس کے متعلق خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اور انکار کی طرف جلدی قدم نہ اٹھائیں۔ کہ یہ راہ بے حد خطرناک ہے۔ پس اے ہمارے رُوٹھے ہُوئے بھائیو! خدا آپ کی آنکھیں کھولے۔ اب آپ کے لئے ان دو راستوں کے سوا کوئی تیسرا راستہ کھُلا نہیں۔ کہ یا تو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو بغیر سوچے سمجھے مفتری علی اللہ قرار دے کر ان کے ربانی انکشاف کو ٹھکرا دیں (لیکن میں یقین کرتا ہوں۔ کہ آپ میں سے اکثر باوجود انتہائی مخالفت کے ابھی تک ایسی جرأت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ لوگوں کے دل مانتے ہیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ مفتری علی اللہ نہیں) اور یا ان کے دعوے پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے خدائی آواز کو جو اپنے ساتھ بھاری شواہد رکھتی ہے۔ قبول کریں اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک سرسری اظہار ہی نہیں ہے۔ بلکہ آپ نے متعدد مرتبہ مؤکد بعذاب قسم کھا کر یہ اعلان کیا ہے۔ کہ خدا نے آپ کو بتایا ہے۔ کہ آپ مصلح موعود اور مثیل مسیح اور اس کے برحق خلیفہ ہیں۔ پس بھائیو! خدا کے لئے انکار کی طرف جلدی نہ کرو۔ اور سوچو۔ اور سمجھو۔ آپ میں سے کئی خدا کے برگزیدہ مسیح کے صحبت یافتہ ہیں۔ اور اے کاش! آپ کو یہ معلوم ہو سکتا۔ کہ ہمارے دل آپ کی جدائی پر کس قدر زخمی اور کس قدر دردمند ہیں۔ پس میں پھر کہتا ہُوں۔ کہ انکار کی طرف جلدی نہ کرو۔ اور سوچو، اور سمجھو۔ اور پھر سوچو اور سمجھو۔ خدا نے اپنے تین زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی مشیت کو ظاہر فرمایا ہے:۔ اوّل اپنے قول سے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر مشتمل ہے۔ دُوسرے اپنے فعل سے جو غیبی نصرت اور آسمانی تائید کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اور تیسرے اس تازہ شہادت سے جو خدا نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ پر اس پیشگوئی کے بارے میں انکشاف کرنے کی صورت میں پیش کی ہے۔ پس کیا آپ ان تینوں نشانوں کو رد کر دیں گے؟

اور پھر صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا اپنا رؤیا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ سینکڑوں مومنوں کی خوابیں بھی شامل ہیں۔ اور آپ لوگ یقیناً یہ جرأت نہیں کر سکتے اور خدا کے لئے یہ جرأت نہ کرنا کہ ان سب کو مفتری اور کذاب کہہ کر ان کی شہادت کو رد کر دو۔ لیکن میں کہتا ہُوں۔ کہ اگر آپ لوگوں کو ان خوابوں پر تسلی نہیں۔ تو یہ نسخہ بھی آزما دیکھو۔ کہ کم از کم ایک ہفتہ تک بالکل خالی الذہن ہو کر، اور خدا کی طرف توجہ لگا کر اور اسی کو اپنا حکم بنا کر اس

سے دُعا کرو۔ کہ وُہ اس بارے میں آپ پر حق کھولدے۔ مگر ضروری ہے۔ کہ آپ کی دُعائیں محض رسمی دُعائیں نہ ہوں۔ بلکہ تقویٰ اللہ اور خشیت اللہ پر مبنی ہوں۔ اور اسی خشوع و خضوع اور سچائی کی تڑپ کے ساتھ زبان پر آئیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے۔ تو بعید نہیں۔ کہ خدا آپ پر رحم کرے۔ اور اپنے مبارک منشاء کو آپ پر ظاہر فرمائے۔ اور یاد رہے ہی ان دُعاؤں کے نتیجہ میں آپ پر حق کھل جائے۔ اے خدا تو اپنے فضل و رحم سے ایسا ہی کر۔ اور اپنے پاک مسیحؑ کے نام لیوؤں کی ہدایت کا سامان پیدا کرے۔ آمین یا ارحم الراحمین ؛

بالآخر گو میں اس کا عادی نہیں۔ اور اس قسم کے اظہار سے طبعاً گریز کرتا ہوں۔ مگر اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کی ہدایت کی غرض سے اس جگہ اپنی بھی ایک رؤیا بیان کئے دیتا ہوں۔ تا شائد وُہی کسی بھٹکے ہوئے دوست کی ہدایت کا باعث بن جائے۔ وانما الاعمال بالنیات۔ قریباً دو سال یا شائد سوا دو سال کا عرصہ ہوا۔ جبکہ ابھی حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی طرف سے مصلح موعود کے بارے میں کوئی معین اعلان نہیں ہوا تھا۔ اور نہ آپ پر اس بارے میں خدا کی طرف سے کوئی انکشاف ہی ہوا تھا۔ اور میرے وہم و گمان میں بھی مصلح موعود والی پیشگوئی کا مضمون نہیں تھا۔ کہ میں نے ایک خواب دیکھی۔ میں نے دیکھا۔ کہ میں اپنے مکان کے صحن میں کھڑا ہوں۔ اور اسی صحن کے شرقی جانب جو مکان حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کا ہے۔ جس میں آجکل حضور کی حرم اول سیدہ ام ناصر احمد صاحبہ رہتی ہیں۔ اس کے سب سے بالائی حصہ میں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک علیحدہ خانگی مسجد سی بنا رکھی تھی۔ ایک خوبصورت نوجوان کھڑا ہوا ہمارے صحن کی طرف جھانک رہا ہے۔ اس نوجوان کا رنگ شفاف اور سفید تھا۔ جو اپنی سفیدی کی وجہ سے گویا چمک رہا تھا۔ میں نے جب اس نوجوان کی طرف نظر اٹھائی۔ تو اشارے کے ساتھ اس سے پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ اس نے اس کے جواب میں مجھے آہستہ سے کہا "خلیفہ . . . . الدین" یعنی خلیفہ کے لفظ کے بعد کوئی لفظ بولا۔ جو میں سمجھ نہیں سکا۔ اور آخری لفظ الدین تھا۔ اس پر میں نے تصریح کے خیال سے سوالیہ رنگ میں کہا۔ "خلیفہ ناصر الدین" ؟ اس نے غالباً سر ہلا کر جواب دیا۔ کہ نہیں۔ بلکہ میرا نام کچھ اور ہے۔ جس پر میں نے کہا۔ "خلیفہ صلاح الدین" ؟ اس پر اس نے آہستگی کے ساتھ گویا اس بات کو مخفی رکھ کر بتا رہا ہے۔ عربی میں جواب دیا "نعم"۔ پھر میں قدم بڑھا کر اپنے کمرہ کی طرف جانے لگا۔ تو جب میں دروازہ کے قریب پہنچا۔ تو یہ نوجوان نہایت آہستگی اور وقار کے ساتھ ہوا میں اُترتا ہوا میرے دائیں کندھے پر اس طرح آ بیٹھا۔ کہ اس کی ایک ٹانگ میرے سامنے کی طرف آگئی۔ اور ایک پیچھے کی طرف پیٹھ کے ساتھ رہی۔ اور منہ میری طرف تھا۔ جونہی کہ یہ نوجوان میرے کندھے پر اترا۔ میں نے اس کی ٹانگوں کو سہارا دے

کے رنگ میں اپنے ہاتھوں کے ساتھ تھام لیا۔ اور اسے آہستگی کے ساتھ کہا۔ "بڑی دیر سے آئے"۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اور صبح اُٹھنے پر مجھے اس کی کوئی تعبیر تو کچھ سمجھ نہیں آئی۔ البتہ میں نے اسے ایک عجیب سی خواب سمجھکر اس کا ذکر اپنے کئی عزیزوں کے ساتھ کیا۔ اور اس کے بعد میں اس خواب کو بھول گیا۔ اور دو سال تک بالکل بھولا رہا۔ آخر جب حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے گزشتہ ایام میں ایک رؤیا کی بنا پر اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ تو اس وقت مجھے میری لڑکی عزیزہ امۃ الحمید بیگم اور میری بھانجی عزیزہ محمودہ بیگم سلمہا اللہ نے یاد کرایا۔ کہ دو سال ہوئے آپ نے یہ خواب دیکھی تھی۔ اور ساتھ ہی کہا۔ کہ ہمارے خیال میں یہ خواب حضرت صاحب کے دعویٰ مصلح موعود پر چسپاں ہوتی ہے۔ تب میں سمجھا۔ کہ واقعی یہ خواب اسی امر کے متعلق تھی۔ چنانچہ غور کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس خواب میں کئی باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔ مثلاً:-

(۱) اس نوجوان کا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے مکان پر اور اس کے بلند ترین حصہ میں نظر آنا جس میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے وجود کی طرف اشارہ تھا۔

(۲) اس کا اپنا نام "خلیفہ صلاح الدین" ظاہر کرنا جو ان الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ کہ وہ مصلح موعود جو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ بھی ہے۔ اور سب جانتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا بعینہٖ یہی دعویٰ ہے۔

(۳) اس کا آہستگی اور اخفا کے رنگ میں بولنا گویا کہ ابھی پورے انکشاف اور اعلان کا وقت نہیں آیا تھا۔

(۴) اس کا میرے سوال کے جواب میں عربی زبان میں "نعم" کہنا جو عین حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے اس رؤیا کے مطابق ہے جس میں آپ نے اپنے آپ کو عربی میں گفتگو فرماتے دیکھا ہے۔

(۵) میرا اسے یہ الفاظ کہنا۔ کہ "بڑی دیر سے آئے" جو مصلح موعود کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الہامی الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ کہ "دیر آمدہ"۔

پس یہ ایک واضح خواب تھی۔ جو خدا تعالےٰ نے مجھے آج سے قریباً دو سال قبل دکھائی۔ اور اس خواب کی شہادت اس بات سے اور بھی زیادہ قوی ہو جاتی ہے۔ کہ جب میں نے یہ خواب دیکھی۔ اس وقت نہ میرے خیال میں یہ آیا۔ کہ یہ خواب مصلح موعود کے متعلق ہے۔ اور نہ ہی ان لوگوں کا خیال اس طرف گیا جنہیں میں نے یہ خواب سنائی۔ بلکہ مجھے تو یہ خواب بھی بھولی ہوئی تھی۔ جو دو سال بعد بعض عزیزوں کے یاد دلانے سے یاد آئی۔ مگر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے آج سے دو یا سوا دو سال قبل یہ خواب دیکھی۔ اور گو اس کا کوئی لفظ حافظہ کی غلطی سے بدل گیا ہو۔ مگر مفہوم اور حقیقت بالکل یہی۔ اور اہم الفاظ بھی یہی تھے۔ اور میں نے یہ خواب اسی وقت اپنے بعض عزیزوں کو سنا دی تھی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرے یہ عزیز ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے اور یہ خواب ان سینکڑوں خوابوں میں سے ایک خواب ہے۔ جو جماعت کے کثیر التعداد دوستوں کو آ چکی ہیں۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا اپنا رؤیا ان سب سے بالا ہے۔ پس خدا را ہمارے غیر مبایع احباب ان حقائق پر غور کریں۔ اور اس محبت کے ہاتھ کو رد نہ کریں۔ جو خدائے رحیم و کریم نے دنیا کی طرف بڑھایا ہے۔ یہ ایک رحمت کا نشان تھا۔ اور سب کے لئے رحمت ہی رہنا چاہیئے۔ اور خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔ خاکسار مرزا بشیر احمد

قادیان

زندہ معجزہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے نظیر نشانِ صداقت

درخواست

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی دربارہ مصلح موعود کا ظہور اللہ تعالیٰ کی ہستی، اسلام کی صداقت، رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے سنہ ۱۹۰۱ء میں تحریر فرمایا تھا:

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا　　جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا　　دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی　　فسبحان الذی اخزی الاعادی

اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ متحقق ہوچکا، اور پسر موعود اپنی شان محبوبیت کے ساتھ ہمارے درمیان موجود ہے۔ وہ جسے حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہونے کے باعث مہ (چاند) قرار دیا گیا اپنے انوار و انفاس قدسیہ کے ذریعہ انقلاب عالم کا موجب ہو رہا ہے۔ مبارک وہ آنکھ جو اسے شناخت کرے، مبارک وہ لوگ جو خدا کے موعود کو مانیں۔

غیر مبایع بھائیوں سے **درخواست** ہے کہ وہ جلد بازی سے اس نشان رحمت کو رد نہ کردیں بلکہ خدا ترسی اور پورے غور سے ہمارے معروضات کو مطالعہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں کہ وہ خود ان پر حقیقت کھول دے۔ دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

شرط تقویٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر　　شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر اور کچھ دن قرار
کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے　　کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

فصل اوّل

عظیم الشان آسمانی نشان

[۱ پیشگوئی مصلح موعودؑ کی تقریب۔ ۲ پیشگوئی کی غرض وغائت ۳ پیشگوئی کے الہامی الفاظ ۴ پیشگوئی کی بے نظیری۔]

پیشگوئی کی تقریب سنہ ۱۸۸۵ء کا واقعہ ہے۔ کہ قادیان کے "ساہوکاران و دیگر ہنود صاحبان" میں سے منشی تاراچند صاحب کھتری۔ لچھمن رام صاحب۔ پنڈت نہال چند صاحب وغیرہ دس اصحاب نے بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک مخلصانہ چٹھی لکھی۔ اس کے ابتداء میں تحریر کیا کہ

"بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے۔ کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں۔ کہ جو طالب صادق ہو۔ اور ایک برس تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے۔ تو خدا تعالےٰ اس کو ایسے نشان دربارۂ اثبات حقیتِ اسلام ضرور دکھائے گا۔ کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہم شہری ہیں۔ لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ حقدار ہیں"

آگے چل کر تحریر کیا کہ :-

"ہاں ایسے **نشان** ضرور چاہئیں۔ جو انسانی **طاقتوں سے بالاتر** ہوں۔ جن سے یہ معلوم ہو سکے۔ کہ وُہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راستبازی دینی کے عین **محبت** اور کرپا کی راہ سے آپ کی **دُعاؤں کو قبول** کرلیتا ہے۔ اور قبولیت دُعا سے قبل از وقت اطلاع بخشتا ہے۔ یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور **پیشگوئی** ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے۔ یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے۔ جیسے وُہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے"!

اس چٹھی کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ :-

"بعد ما وجب۔ آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے۔ مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت

طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے۔ اس کو لکھا ہے۔ اس لئے بتمام تر شکر گزاری اس کے مضمون کو قبول و منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں۔ کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے۔ کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں۔ تو ضرور خدائے قادر مطلق جلشانہٗ کی تائید و نصرت سے **ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا۔ جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔**"

فریقین کے مکمل خطوط اپنی تمہیدی عبارت کے ساتھ اسی وقت لالہ شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان نے تین گواہوں کی گواہی کے ساتھ ریاض ہند پریس امرتسر میں بصورت اشتہار شائع کر دئے (تبلیغ رسالت جلد ۱۔ صفحہ ۷۹ تا ۵۴) ساہوکار صاحبان کے مکتوب میں نشان آسمانی کے لئے مدت بایں الفاظ مقرر کی گئی تھی:۔

"سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا جس کا اختتام **ستمبر ۱۸۸۶ء** کے اخیر تک ہو جائے گا۔"

اواخر دسمبر ۱۸۸۵ء یا اوائل جنوری ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بتایا گیا۔ کہ:۔

"تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔"

چنانچہ حضور ۲۲ جنوری ۱۸۸۶ء میں حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوری، حضرت شیخ حامد علی صاحب رضی اور ایک تیسرے شخص کی معیت میں ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ اور چالیس دن تک پوری خلوت نشینی اختیار فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنے فضل کے دروازے کھولے اور بہت مکالمات فرمائے۔ اس مجاہدہ عظیمہ کے خاتمہ پر حضور نے ہوشیار پور سے ہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں **انسانی طاقتوں سے بالاتر قبولیت دعا کے نشان** کے بارے میں پیشگوئی شائع فرمائی۔

پیشگوئی کی غرض و غائت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

(الف) "خدائے رحیم و کریم۔ بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلشانہٗ و عز اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

میں تجھے ایک **رحمت کا نشان** دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا۔ اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح

اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا۔ تا وُہ جو زندگی کے خواہاں ہیں، موت کے پنجہ سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں۔ کہ میں قادر ہوں۔ جو چاہتا ہوں۔ کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں۔ کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے۔ اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسُول محمد مصطفےٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ایک کھُلی نشانی ملے۔ اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

(ب) "یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں۔ بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم۔ رؤف و رحیم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلےٰ و اولےٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔" (اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

ان اقتباسات سے بوضاحت ثابت ہے۔ کہ پیشگوئی مصلح موعود کی اغراض حسب ذیل ہیں:۔

(۱) زندگی کے خواہاں موت کے پنجہ سے نجات پائیں۔ یعنی لوگوں کو رُوحانی زندگی حاصل کرنے کا موقعہ ملے۔

(۲)۔ دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

(۳)۔ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔

(۴)۔ لوگ قادرِ مطلق خدا کی قدرتوں پر ایمان لائیں۔

(۵)۔ لوگ یقین کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہے۔ اور ان کی دُعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

(۶)۔ منکرینِ اسلام پر اس ذریعہ سے اتمام حجت ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت کا اظہار ہو۔

پیشگوئی کے الہامی الفاظ

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں الہامات کا ایک حصہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ آپ کی ذریت طیبہ۔ اور آپ کی جماعت کے مستقبل سے عمومی تعلق رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا "تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہونچائے گا۔ میں تجھے اُٹھاؤں گا۔ اور اپنی طرف بلاؤنگا۔ پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اُٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا۔ کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں

اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں۔ وُہ خود ناکام رہیں گے۔ اور ناکامی اور نامرادی میں مرینگے۔ لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے **خالص** اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس واموال میں **برکت** دُونگا۔ اور ان میں **کثرت** بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دُوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے۔ جو **حاسدوں اور معاندوں** کا گروہ ہے"

ان الہامات میں اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کامیابی وکامرانی کی بشارت دی۔ آپ کی ذریت طیبہ کے تاقیامت سرسبز رہنے کی خبر دی۔ آپ کی جماعت کے دائمی غلبہ وتفوق کا کھلا اعلان فرمایا ہے۔ نیز حضور کے دشمنوں کے نامراد وابتر رہنے کی پیشگوئی کی ہے۔ یہ تمام امور ہمیشہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت پر براہین قاطع ہیں۔ اور اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کا حصہ ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ **قریب ترین زمانہ** کے لئے **ایک معین پیشگوئی** جو ان سب امور کے لئے بمنزلہ **اساس وبنیاد** اور انسانی طاقتوں سے **بالاتر نشان** ہے۔ اور ساہوکاران قادیان کے مطالبہ کا جواب بھی ہے۔ وہ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں بایں الفاظ بہ پیرایۂ الہام ووحی درج ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

"تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملیگا وُہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل سے ہوگا۔

خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دیگئی ہے۔ اور وُہ رجس سے پاک ہے۔ وُہ نور اللہ ہے۔ مبارک وُہ جو آسمان سے آتا ہے۔

اس (بشیر ثانی) کے ساتھ **فضل** ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وُہ دُنیا میں آئے گا۔ اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وُہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وُہ سخت ذہین وفہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم۔ اور علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وُہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالینگے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وُہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا

اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا۔ وکان امراً مقضیاً" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

اس عبارت میں جس فرزندِ گرامی کی بشارت دی گئی ہے۔ اور جس کی صفات و خصائل ذکر کئے گئے ہیں۔ اسی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اختصاراً "مصلح موعود" کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ اس اقتباس کے بارے میں یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ **الہامی تشریح** کے مطابق لفظ "خوبصورت پاک لڑکا" سے لے کر لفظ "آسمان سے آتا ہے" تک عبارت **بشیر اول** کے متعلق بھی ہے جو بطور مہمان آیا۔ اور جلد فوت ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ سارا اقتباس **مصلح موعود یا بشیر ثانی** کے لئے ہے۔ (مکتوب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بنام حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۱۰)

پیشگوئی کی بے نظیری کی تحدی

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا جو اقتباس اوپر درج ہوا ہے اس سے پیشگوئی کی عظمت اور جلالت شان ظاہر ہے۔ یہ عظمت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب یہ معلوم ہو کہ کلام الٰہی میں اس پیشگوئی کی **بے نظیری** کی تحدی کی گئی، اور مخالفین و منکرین کو اس کی مثال لانے کے لئے چیلنج کیا گیا۔ مگر وہ عاجز و ناکام رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ:

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو۔ اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو **اس نشان رحمت** کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کرسکو۔ اور یاد رکھو۔ کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو۔ کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ظاہر ہے۔ کہ یہ تحدی، اور یہ چیلنج اسی صورت میں دیا جاسکتا تھا۔ جبکہ پیشگوئی مصلح موعود کا ظہور ان منکرین اور مخالفین کی زندگی میں ہونے والا تھا۔ ورنہ اگر مصلح موعود نے صدیوں بعد ظاہر ہونا ہوتا۔ جیسا کہ بعض غیر مبایع خیال کرتے ہیں۔ تو منکروں کو کیوں نہ للکارا جاتا کہ:-

"اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو!"

پس پیشگوئی کی تقریب، پیشگوئی کی غرض و غایت، پیشگوئی کے الہامی الفاظ، اور پیشگوئی کی بے نظیری کی تحدی سے صاف ثابت ہے۔ کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا **صلبی فرزند** اور بشیر اول کے بعد فوراً پیدا ہونے والا لڑکا ہے۔

فصل دوم

مُبارک نسل کے متعلق خُدائی وعدے

پنڈت لیکھرام اور سعد اللہ لدھیانوی کی ابتری کا نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ولادت ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو ہوئی تھی۔ ۱۸۸۴ء میں آپ کی شادی حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم اطال اللہ بقاءھا سے ہوئی۔ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں آپ نے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ شائع فرمایا کہ:-

"تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی۔ اور آخری دِنوں تک سرسبز رہے گی"

یعنی آپ کی عُمر اکاون ۵۱ برس ہو چکی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ کہ آپ کی ذریت ہمیشہ قائم رہے گی۔ اور آپ کو ایک خاص اور نہایت ہی بابرکت فرزند بھی بخشا جائیگا۔ اس وعدہ کا ان حالات میں پورا ہونا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے ایک کُھلا نشان تھا۔ مخالفین یہ تو نہ کر سکے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کی تحدی کے مطابق اپنے متعلق بھی کوئی ایسا ہی نشان پیش کرتے البتہ انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی اپنی ذریت اور مصلح موعود کے بارے میں کبھی پوری نہ ہوگی۔ بلکہ آپ (نعوذ باللہ) ابتر رہیں گے، اور ناکام و بے اولاد ثابت ہوں گے۔ آریوں میں سے پنڈت لیکھرام اور مسلمان کہلانے والوں میں سے مولوی سعد اللہ لدھیانوی اس بدزبانی میں پیش پیش تھے۔ پنڈت لیکھرام نے لکھا تھا کہ:-

(۱) "آپ کی ذریت بہت جلد منقطع ہو جائے گی۔ غایت درجہ تین سال تک شہرت نہ رہے گی"

(۲) "ہمارا الہام یہ کہتا ہے۔ کہ لڑکا کیا تین سال کے اندر اندر آپ کا خاتمہ ہو جائیگا اور آپ کی ذریت سے کوئی باقی نہ رہے گا" (کلیات آریہ مسافر صفحہ ۴۹۸ و صفحہ ۵۰۱)

مولوی سعد اللہ لدھیانوی نے لکھا تھا کہ ؎

"اخذ مبین و قطع و تین است بہر تو .. بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوری

اکنوں باصطلاح شما نام ابتلاء است   آخر بروز حشر وبایں دار خسارسری“

(رسالہ شہاب ثاقب بر مسیح کاذب)

یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو **ابتر** دیکھنا چاہتے تھے۔ اور وحی الٰہی نے حضور ؑ سے کہا۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ کہ تو ابتر نہ ہوگا۔ تیرے معاند ہی ابتر ہوں گے۔ حضور سعد اللہ لدھیانوی کو مخاطب کرکے تحریر فرماتے ہیں:۔

”حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مردار تو دیکھے گا۔ کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت ۲۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے۔ اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے۔ اور یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔“ (رسالہ انوار الاسلام ص۱۲)

کیا یہ **چمکتا ہوا نشان** نہیں۔ کہ پنڈت لیکھرام **بے اولاد** اس دنیا سے چل بسا۔ اس کی ذریت میں سے کوئی باقی نہ رہا۔ سعد اللہ لدھیانوی کا بھی اس الہام کے بعد کوئی لڑکا زندہ نہ رہا۔ اس الہام سے پہلے کا لڑکا بھی لاولد مر گیا؟ یقیناً یہ خدا کا عظیم الشان نشان ہے۔ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت کے انقطاع کا دعوےٰ کیا۔ ان کی ذریت منقطع ہو گئی۔ کیا اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت کا سامان نہیں۔ جو لاہوری احمدی کہلا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **مبارک نسل** کے انقطاع کا اعلان کر رہے ہیں؟ کیا اس کا نتیجہ یہ نہ ہوگا۔ کہ خدا ان کی نسلوں سے **برکت** اور **روحانیت** چھین لے گا؟ ہاں میں کہتا ہوں کہ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو۔ کہ کیا خدا کے مسیح کی ذریت کو روحانیت و برکات سماویہ سے محروم قرار دینے والے اپنی اولادوں کو تباہی کے گڑھے میں نہیں دھکیل رہے کیا ان کی اولادیں اسلام و احمدیت کی بجائے کفر و الحاد کی آغوش میں نہیں جا رہیں؟ خدارا پنڈت لیکھرام اور سعد اللہ لدھیانوی کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی **ذریت طیبہ** کے متعلق حضور سے جو وعدے فرمائے اور جس طرح ان کا ایفاء فرمایا۔ اس پر مندرجہ ذیل دس اقتباسات شاہد ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) ”قد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج و یولد له۔ ففی هذا اشارة الی ان اللہ یعطیه **ولداً صالحاً یشابه اباه ولا یاباه**

ویکون من عباد اللہ المکرمین والسرّ فی ذٰلک ان اللہ لا یبشر الانبیاء والاولیاء بذریۃ الّا اذا قدر تولید الصالحین وھٰذہ ھی البشارۃ التی قد بشرت بھا من سنین ومن قبل ھٰذہ الدعوٰی لیعرفنی اللہ بھٰذا العلم فی اعین الذین یستشرفون وکانوا للمسیح کالمستعجلین" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۸ و صفحہ ۵۷۹)

ترجمہ:۔ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ آنے والا مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس پیشگوئی میں اس طرف اشارہ تھا۔ کہ اللہ تعالے مسیح موعود کو خاص طور پر ایک صالح فرزند عطا کرے گا۔ جو حسن و احسان میں اس کا نظیر ہوگا۔ اور ہر بات میں اس کا مطیع و فرمانبردار۔ وہ اللہ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔ اس میں بھید یہ ہے۔ کہ اللہ کی سنت یہی ہے۔ کہ وہ نبیوں اور ولیوں کو بھی اولاد کی بشارت دیا کرتا ہے جب اس نے ان کی اولاد کو صالح بنانا مقدر فرمایا ہو۔ خود مجھے بھی کئی سال پیشتر بلکہ اس دعوے سے بھی قبل یہی بشارت مل چکی ہے۔ تا اس علامت کے ذریعہ اللہ تعالے ان لوگوں کو میری شناخت کرائے۔ جو مسیح کے منتظر اور اس بارے میں جلدی کرنے والے تھے۔"

(۲) "اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ خدا اس کی نسل سے ایک ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا۔ اور دین اسلام کی حمایت کرے گا۔ جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۱۲)

(۳) "خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا۔ کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا۔ اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا۔ کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے۔ جو ان نُوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے۔ دُنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۶۵)

(۴) الہام اشکر نعمتی رأیت خدیجتی پر تحریر فرمایا:-

"یہ ایک بشارت کئی سال پہلے اس نکاح کی طرف تھی۔ جو سادات کے گھر میں دہلی میں ہوا۔ جس سے بفضلہ تعالیٰ چار لڑکے پیدا ہوئے۔ اور خدیجہ اس لئے میری بیوی کا نام رکھا۔ کہ وُہ ایک مبارک نسل کی ماں ہے۔ جیسا کہ اس جگہ بھی مبارک نسل کا وعدہ تھا اور نیز یہ اس طرف اشارہ تھا۔ کہ وُہ بیوی سادات کی قوم میں سے ہوگی" (نزول المسیح ص۱۴۶)

(۵) "جیسا کہ خدا کے فضل بطور نشان میرے واسطہ سے ظہور میں آرہے ہیں۔ اور اولاد بھی نشان ہوگی۔ جیسا کہ خدا نے نیک اور بابرکت اولاد کا وعدہ دیا۔ اور پورا کیا" (سراج منیر ص۵۷)

(۶) "الہام یہ بتلاتا تھا۔ کہ چار لڑکے ہونگے۔ اور ایک کو ان میں سے ایک مرد خدا مسیح صفت الہام نے بیان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے چار لڑکے پیدا ہو گئے"

(تریاق القلوب ص۴۱)

(۷) "تمام پیشگوئیوں کے مجموعی الفاظ یہ ہیں۔ کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ اور ایک لڑکا خدا تعالیٰ سے ہدایت میں کمال پائیگا" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۰۵)

(۸) "خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں رُوح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وُہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا۔ اور مظہر الحق والعلاء ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے نازل ہوا" (تحفہ گولڑویہ ص۱۷)

(۹) "ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وُہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الحق والعلاء کان اللّٰہ نزل من السّماء" (ازالہ اوہام ص۱۵۵)

(۱۰) شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی کے تذکرہ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"دورِ او چوں شود تمام بکام ✽ پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا۔ تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا۔ یعنی مقدر یوں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا۔ جو اس کے نمونہ پر ہوگا۔ اور اس کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا۔ اور وُہ اس کے بعد اس کی یادگار ہوگا۔ یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے۔ جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے" (نشان آسمانی ص۱۳)

ان اقتباسات سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "مبارک نسل" "آسمانی نوروں کو پھیلانے والی" "نیک اور بابرکت اولاد" کا وعدہ دیا تھا۔ اور اسے پورا فرمایا۔ نیز اس مبارک نسل میں سے **ایک فرزند** کے متعلق خصوصیت سے **وعدہ** فرمایا۔ کہ وُہ "حسن و احسان میں حضرت مسیح موعودؑ کا نظیر" "مردِ خدا مسیح صفت" "ہدایت میں کمال پانے والا" "رُوح القدس کی برکات پانے والا"۔ اور "مسیح موعود کا جانشین و یادگار بننے والا" ہوگا۔ اسی موعود فرزند کو **مصلح موعود** اور **پسر موعود** کی اصطلاحات سے یاد کیا گیا ہے:۔

فصل سوم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودہ اولاد و ذریّت طیّبہ

آسمانی شہادتیں اور اہلِ پیغام کا اقرار

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عام قانون کے طور پر فرمایا ہے:۔

" انّ اللّٰہ لا یبشّر الانبیاء والاولیاء بذریّۃ الّا اذا قدّر تولید الصّالحین"

کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اسی اولاد کی **بشارت** دیتا ہے جس کا صالح اور پاکیزہ ہونا علم الٰہی میں مقدر ہوتا ہے۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۷۹)

اور پھر اپنی موجودہ اولاد کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد ۔ **بشارت** تُو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ۔ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُو نے **بارہا** دی ۔ فسبحان الّذی اخزی الاعادی
مری **اولاد** سب تیری عطا ہے ۔ ہر اک تیری **بشارت** سے ہوا ہے
یہ پانچوں جو کہ نسلِ سیّدہ ہے ۔ یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے
یہ تیرا فضل ہے اے میرے ہادی ۔ فسبحان الّذی اخزی الاعادی"

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے سلسلہ میں

الہاماً بتلایا کہ :-

"من اعرض عن ذکری نبتلہ بذریۃ فاسقۃ ملحدۃ یمیلون الی الدنیا ولا یعبدوننی شیئاً۔ جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا۔ ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جنکی ملحدانہ زندگی ہوگی۔ وہ دُنیا پر گرینگے۔ اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ ۶ حاشیہ)

(۳) حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ :-

"میں التزاماً چند دُعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل اپنے نفس کے لئے دُعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وُہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو۔ اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دُعا مانگتا ہوں۔ کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دُعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔ اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہیں۔ یا نہیں جانتے۔" (رسالہ سیرت حضرت مسیح موعود مصنفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم صفحہ ۲۲)

مولوی محمد علی صاحب یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ :- حضرت صاحب کی دُعائیں میاں صاحب کے حق میں ہیں۔ لکھتے ہیں کہ :-

"دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و حسین کے لئے بھی دُعائیں کی ہوں گی۔ بلکہ انہیں اپنی چادر کے اندر لے کر ان کے لئے دعائیں کیں۔ مگر باوجود ان دعاؤں کے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حاصل شدہ خلافت کو معاویہ کے حق میں ترک کیا۔ صرف دُعاؤں کے کرنے سے خلیفہ بن جانا لازم نہیں آتا۔" (پیغام صلح ۱۴ جنوری ۱۹۱۵ء صفحہ ۳)

گویا جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائیں کیں۔ اور وُہ طاہر و مطہر اور سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ تھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے لئے دُعائیں کیں۔ اور یہ سب طاہر و مطہر اور اہل الجنۃ بھی ہیں۔ اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا :- انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (تذکرہ صفحہ ۶۹۳ و ۹۲۲ وغیرہ) کہ میں ان کا طاہر و مطہر ہونا کھلے طور پر ثابت کر دوں گا۔ چنانچہ

غیر مبایعین نے بھی اختلاف کے باوجود اقرار کیا کہ :-

"اس میں کس ایمان دار کو کلام ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب خدا کے مامور اور برگزیدہ کے فرزند، صاحب علم، صاحب عفت، صالح، اور نہایت نیک اطوار اور ائمۃ الہدیٰ ہونے کے ہر طرح قابل ہیں۔ اور یہ سب فرزند بلاشبہ روحانی اور جسمانی دونوں معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعودؑ کی آل ہیں۔ اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَکَ وَمَعَ اَھْلِکَ کے الہام کے پورے مصداق ہیں" (پیغام صلح ۲۹ مارچ ۱۹۱۴ء لیڈنگ آرٹیکل)

اس جگہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسب ذیل تین حوالے خاص طور پر قابل توجہ ہیں حضور تحریر فرماتے ہیں :-

(۱) "ان پیشگوئیوں میں **بہت سی نسل** کا وعدہ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کو دیا تھا۔ چنانچہ اس وعدہ کی بناء پر **مجھے یہ چار بیٹے** دیئے۔ جو اب موجود ہیں" (براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۶۴-۶۵)

(۲) "مجھے بشارت دی گئی تھی۔ کہ تمہاری شادی خاندان سادات میں ہوگی۔ اور اس میں سے اولاد ہوگی۔ تا پیشگوئی حدیث یتزوج ویولد لہ پوری ہو جائے۔ یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے۔ کہ مسیح موعود کو خاندان سیادت سے تعلق دامادی ہوگا۔ کیونکہ مسیح موعود کا تعلق جس سے وعدہ یولد لہ کے موافق **صالح اور طیب اولاد** پیدا ہو۔ اعلیٰ اور طیب خاندان سے چاہیئے۔ اور وہ خاندان سادات ہے" (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۶ حاشیہ طبع ثانی)

(۳) "**میری نسبت**، اور میرے **اہل و عیال** کی نسبت خدا نے **استثناء** رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو۔ ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی۔ اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا" (الوصیت صفحہ ۲۶)

پس بالبداہت ثابت ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جس **ذریت طیبہ** کا وعدہ دیا گیا۔ اس کے اولین مصداق موجودہ فرزند ہیں۔ اور اسی مبارک نسل میں **ہر دو مسیحی صفت** موجود ہے۔ یہی وہ نسل ابراہیم ہے جس میں سے وحی الٰہی **یُخْرِجُ ھَمَّہٗ وَغَمَّہٗ دَوْحَۃُ اِسْمٰعِیْلَ فَاخْفِھُمَا حَتّٰی یَخْرُجَ**" (تذکرہ صفحہ ۵۳۹) کے مطابق **نخل اسمٰعیل** نے پیدا ہونا تھا۔ بہر حال مصلح موعود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موجودہ فرزندوں میں سے ایک ہے۔ مولوی محمد علی صاحب خود لکھ چکے ہیں :-

"قرائن اگر میاں محمود صاحب کے حق میں ہیں۔ تو اس سے بہت زیادہ دوسرے بچوں کے حق میں ہیں" (رسالہ المصلح الموعود مطبوعہ جون ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۳)

فصلِ چہارم

مصلح موعود کی ولادت کے زمانہ کی تعیین

نوسالہ میعاد میں بشیر اوّل کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والا فرزند

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات و بیانات پر نظر کرنے سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ مصلح موعود کی ولادت کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے **نوسال** کی میعاد مقرر تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں اپنے لڑکوں کی ولادت کے سلسلہ میں شائع کیا تھا کہ:-

"بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے"

لیکن مصلح موعود کا اس کی مقررہ صفات کے ماتحت **عمر پانے والا** ہونا لازمی تھا۔ اس لئے عوام کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے وحیٔ خفی نے مصلح موعود کی ولادت کے لئے **نوسال** کی میعاد مقرر کر دی۔ جس کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں:-

(۱) "ہم جانتے ہیں۔ کہ ایسا لڑکا (مندرجہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء) بموجب **وعدۂ الٰہی نوسال** کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو۔ خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر اندر پیدا ہو جائیگا۔" (اشتہار

(۲) "اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مرادآبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے۔ کہ **نوبرس** کی حد جو پسرِ موعود کے لئے بیان کی گئی ہے۔ یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔" (اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء)

(۳) "اس کے جواب میں یہ واضح ہو۔ کہ جن **صفاتِ خاصہ** کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو **نوبرس** سے بھی دوچند ہوتی۔ اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔" (اشتہار ۸ر اپریل ۱۸۸۶ء)

(۴) "غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے۔ یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہوگا۔ یہ وہی لڑکا ہے۔ یا وہ کسی اور وقت میں **نوبرس** کے عرصہ میں پیدا ہوگا۔" (اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء)

(۵) "نہیں دیکھتے کہ اشتہار ۲۲؍مارچ ۱۸۸۶ء میں صاف صاف تولد فرزند موصوف کے لئے نو برس کی میعاد لکھی ہے۔ اور اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء میں کسی برس یا مہینے کا ذکر نہیں۔ اور نہ اس میں یہ ذکر ہے۔ کہ جو نو برس کی میعاد رکھی گئی تھی۔ وہ اب منسوخ ہو گئی ہے۔" (اشتہار محک اخیار و اشرار)

(۶) "نو برس کے عرصہ تک تو خود اپنے زندہ رہنے کا ہی حال معلوم نہیں۔ اور نہ یہ معلوم کہ اس عرصہ تک کسی قسم کی اولاد خواہ نخواہ پیدا ہو گی۔ چہ جائیکہ لڑکا پیدا ہونے پر کسی اٹکل سے قطع اور یقین کیا جائے۔" (اشتہار محک اخیار و اشرار)

ان اقتباسات سے عیاں ہے۔ کہ ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے پسر موعود کے تولد کے لئے نو سال کی میعاد مقرر تھی۔ ۷؍اگست ۱۸۸۷ء کو صاحبزادہ بشیر اول پیدا ہوئے۔ اور کم عمری میں فوت ہو جانے والے بیٹوں کی پیشگوئی کو پورا کرتے ہوئے ۴؍نومبر ۱۸۸۸ء کو وفات پا گئے۔ اس پر مخالفین نے ایک طوفانِ بے تمیزی برپا کر دیا کہ مصلح موعود فوت ہو گیا۔ اور پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ حالانکہ انہیں الہاماً کبھی بھی مصلح موعود قرار نہ دیا گیا تھا وہ وحی کی عبارت کے رُو سے مہمان تھے۔ اس شورِ مخالفت کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نو سالہ میعاد میں ایک مزید تعیین کی تصریح ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ بشیر ثانی یا مصلح موعود اب بلا توقف پیدا ہو گا۔ یہ تعیین اگرچہ اشتہار ۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء کے الہامی فقرہ مندرجہ ذیل میں موجود تھی۔ کہ:-

"اس (بشیر اول) کے ساتھ فضل (بشیر ثانی یا مصلح موعود) ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئیگا"

لیکن بشیر اول کی وفات سے جہاں دشمنوں کا اندرونہ ظاہر ہو گیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید تسلی کے طور پر دوبارہ صراحتاً یہی خبر دی گئی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:-

(الف) "بشیر اول جو فوت ہو گیا ہے۔ بشیر ثانی کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس لئے دونوں کا ایک ہی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا۔" (اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

(ب) "ظلمت اور روشنی دونوں اس لڑکے (بشیر اول) کے قدموں کے نیچے ہیں۔ یعنی اس کے قدم اٹھانے کے بعد جو موت سے مراد ہے ان کا آنا ضروری ہے۔ سو اے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو۔ بلکہ خوش ہو، اور خوشی سے اچھلو۔ کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی۔" (سبز اشتہار مطبوعہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

(ج) "ہاں سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے۔ اگر خدا کا خوف ہے۔ تو پاک دل

کے ساتھ سوچو" (سراج منیر صفحہ ۳۴ حاشیہ)

دشمنوں نے خیال کیا تھا۔ کہ بشیر اول کی وفات سے مصلح موعود والی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی۔ یا ٹل گئی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا:۔

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا لگاتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اس کی نظر سے پوشیدہ ہے اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے" (سبز اشتہار)

خلاصہ یہ ہے۔ کہ مصلح موعود کی ولادت کے لئے نو سال کی میعاد مقرر تھی۔ اور اس عرصہ میں اس کا بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونا معین تھا۔

فصل پنجم

حضرت مصلح موعود کی باسعادت ولادت اور پاکیزہ جوانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان سلسلہ کی شہادتیں"

(۱) بشیر اول کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ کہ:۔

"خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے ہیں۔ (۱) اول یہ کہ کوئی مصیبت اور غم اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے ...... دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے۔ تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے

نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔ پس اول کی اس نے قسمِ اول کے انزالِ رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا۔ تا بَشِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن کا سامان مومنوں کے لئے تیار کر کے اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے ...... اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجیگا۔ جیسا کہ بشیر اول کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللّٰہ ما یشاء" (سبز اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

چنانچہ اس اشتہار کے قریباً ڈیڑھ ماہ بعد ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو بشیر ثانی۔ محمود۔ یعنی حضرت مصلح موعود کی ولادت باسعادت ہوئی، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی دن ایک اشتہار بعنوان "تکمیل تبلیغ" شایع فرمایا جس میں دس شرائط بیعت پیش کر کے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ گویا جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکمیل رحمت کے لئے بشیر ثانی کا تولد ہوا۔ اسی دن تکمیل تبلیغ کے لئے شرائط بیعت کا اعلان ہوا۔ اس طرح احمدیہ سلسلہ اور مصلح موعود توأم قرار پائے۔ اس اشتہار میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا:۔

"آج ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔" (اشتہار تکمیل تبلیغ)

اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محض اللہ تعالیٰ کے استغنا اور پیشگوئیوں کے بارے میں بعض اخفائی پہلو کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہونے والے فرزند کے نام بشیر اور محمود کو "تفاؤل" قرار دیا، اور "کامل انکشاف" پر دوبارہ اطلاع دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ لفظ "کامل انکشاف" سے ثابت ہے کہ عمومی انکشاف تو موجود تھا۔ ہاں کامل انکشاف کا انتظار تھا۔ اصولی طور پر تو اتنا کافی تھا کہ اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس تعیین مصلح موعود کو بطور "تفاؤل" قرار دیا تھا بعد ازاں ۱۹۰۸ء تک اس کی تردید نہیں فرمائی۔ لیکن معاندین پر اتمام حجت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور صریح حوالہ بھی موجود ہے۔ حضور ۱۸۹۴ء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"انا لی کان ابنًا صغیرًا وکان اسمہٗ بشیرًا فتوفاہ اللّٰہ فی ایام الرضاع واللّٰہ

خیر و ابقی للذین اٰثروا سبل التقوی والارتیاع فالھمت من ربی انا نردہ
علیک تفضلاً علیک وکذالک رأت امہ فی رؤیاھا ان البشیر قد جاء
وقال انی اعانقک اشد المعانقۃ ولا افارق بالسرعۃ فاعطانی اللہ بعدہ
ابناً اٰخر وھو خیر المعطیین فعلمت انہ ھو البشیر وقد صدق الخبیر فسمیتہ
باسمہ واری حلیۃ الاول فی جسمہ" (سر الخلافۃ طبع دوم ص۵)

ترجمہ:- میرا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کا نام بشیر (اول) تھا۔ اللہ نے اسے شیر خوارگی میں ہی وفات دے دی۔ تقویٰ و خدا ترسی کی راہوں کو ترجیح دینے والوں کے لئے اللہ ہی بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تب مجھے اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا۔ انا نردہ علیک تفضلاً علیک۔ کہ ہم اسے ازراہِ احسان تمہارے پاس واپس بھیج دیں گے۔ ایسا ہی اس بچے کی والدہ نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ بشیر آگیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ اب میں آپ سے مضبوطی سے چمٹ جاؤں گا۔ اور جلد جُدا نہ ہونگا۔ اس الہام اور رؤیا کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے دُوسرا فرزند بخشا۔ اور وُہ بہتر عطا کرنے والا ہے۔ تب میں نے جان لیا۔ کہ یہ وُہی بشیر موعود ہے۔ اور خدا تعالیٰ اپنی خبر میں صادق ہے۔ چنانچہ میں نے اس بچے کا نام بشیر ہی رکھا۔ اور مجھے اس کے جسم میں بھی پہلے بشیر کا حلیہ نظر آتا ہے۔"

یہ ایک فیصلہ کُن حوالہ ہے۔ کہ الہام اور رؤیا کے رُو سے ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہونے والا فرزند ہی بشیر ثانی / اور مصلح موعود قرار دیا گیا ہے۔ پھر ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت (پیشگوئی) کی تھی۔ کہ وُہ اب پیدا ہوگا۔ اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں۔ اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وُہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا۔ اور اب نویں سال میں ہے۔" (سراج منیر ص۳۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایسا ہی جب میرا پہلا لڑکا فوت ہوگیا۔ تو نادان مولویوں، اور ان کے دوستوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ اور بار بار ان کو کہا گیا۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے۔ کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے۔ پس ضرور تھا۔ کہ کوئی لڑکا خورد سالی میں فوت ہو جاتا۔ تب بھی وُہ لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا تعالیٰ نے ایک دُوسرے لڑکے کی مجھے بشارت دی۔ چنانچہ میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں اس

دُوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے۔ دُوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وُہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہُوا۔ مگر خدا تعالےٰ کے وعدہ کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔ یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہُوا۔ جس کا نام محمود رکھا گیا۔ اور اب تک بفضلہ تعالےٰ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۶)

(۲)۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان پر ریویو کرتے ہوئے ایک مضمون کا کچھ حصہ نقل کرنے کے بعد لکھا۔ کہ:۔

"اس وقت صاحبزادہ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے اور تمام دُنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق، اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلےٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی، اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارقِ عادت بات ہے۔ ...... اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں۔ کہ اگر یہ افترا ہے۔ تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا۔ کہ گندہ ہوتا۔ نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔"
(رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۸)

(۳) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نور الدین رضؓ نے فرمایا:۔

(الف) "میں چاہتا تھا۔ کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا۔ اور اسی واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا۔" (اخبار بدر ۲؍ جون ۱۹۰۸ء)

(ب) مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں: "۱۹۱۱ء میں جو وصیت آپ (حضرت خلیفۂ اول) نے لکھوائی تھی۔ اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی۔ اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہُوا ہے۔ کہ اس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا۔" (رسالہ حقیقت اختلاف صفحہ ۴۹)

(ج) جناب پیر منظور محمد صاحب نے حضرت خلیفۂ اولؓ سے عرض کیا۔ کہ "مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ مل گیا ہے۔ کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔" تو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

"ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں۔ اور اُن کا ادب کرتے ہیں"

پیر صاحب موصوف نے یہی الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے۔ تو حضرت خلیفہ اول رضؓ نے ان پر تحریر فرمایا:

یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد سے کہے ہیں

نورالدین ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء

("یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمدؐ سے کہے ہیں۔ نورالدین ۱۰ ستمبر ۱۹۱۳ء) (رسالہ پسر موعود ص ۲۸)

(۴) جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے فیروز پور میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ:۔

"صاحبزادہ صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ اپنے لیکچر کو ختم کیا ہے۔ میں اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مگر جو حقانیت ان کے دل پر مرتسم ہے۔ وہ بڑے بڑے آدمیوں میں نہیں۔ اگرچہ ہم نے کوئی گدی نہیں بنائی۔ مگر میں اتنا کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اور پیروں کے بیچے بھی دیکھے ہیں میرے مرشد زادہ اور پیر زادہ کو بھی آپ نے دیکھا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم پر کیسا شیدا ہے۔ اور اس کے حقائق و معارف بیان کرنے میں کیسا قابل ہے" (الحکم ۸۔ جون ۱۹۰۹ء)

(۵) جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرحوم نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۰ء کے موقعہ پہ فرمایا کہ:۔

"ایک یہ بھی الہام تھا۔ کہ انا نبشرك بغلام مظهر الحق والعلا الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعودؑ کے بارہ میں ہے۔ کہ یتزوج ویولد له یعنی آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں۔ بجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انہوں نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا اور سنایا ہے۔ اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے ہیں۔ وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انہیں معمولی سمجھے اور کہے۔ یہ تو کل کے بچے ہیں۔ ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں۔ اور کھیلتے کودتے پھرتے ہیں۔ تو یاد رہے۔ یہ فرعونی خیالات ہیں .... انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے جیسے کہ الہام میں تھی۔ اور میں نے تو ارہاص کے طور پہ یہ سب ارشاد مشاہدہ کئے ہیں۔ اس نے

میں مان چکا ہوں۔ کہ یہی وہ فرزند ارجمند ہیں۔ جن کا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے۔" (ضمیمہ اخبار بدر ۲۶ر جنوری ۱۹۱۱ء)

(۶) غیر مبایعین نے ۱۹۱۴ء میں اختلاف کے بعد بھی اقرار کیا۔ کہ:۔

"پیارے ناظرین! ہم آپ کو یقین کلی دلاتے ہیں۔ کہ ہم صاحبزادہ صاحب کو اپنا ایک بزرگ اور امیر اور ملجأ و ماوی سمجھتے ہیں۔ اور ان کی پاکیزگیٔ رُوح اور بلندیٔ فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کو مانتے ہیں۔ اور دل سے ان سے محبت کرتے ہیں۔ واللہ علی مانقول شہید۔ صرف اعتقاد میں فرق ہونے کی وجہ سے ہم ان سے بیعت نہیں کرسکتے۔" (مقالہ افتتاحیہ پیغام صلح ۲۹ر مارچ ۱۹۱۴ء)

یہ تمام اقتباس اپنے مفہوم میں نہایت واضح ہیں۔ اے کاش غیر مبایع دوست خداترسی اور تدبر سے کام لیں۔

فصل ششم

موجودہ اولاد میں سے مصلح موعود ہونے پر جماعت احمدیہ کا اجماع

غیر مبایعین کے مسلّمہ حوالہ جات

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مرزا خدابخش صاحب نے جو غیر مبایعین کے مایۂ ناز عالم تھے۔ اپنی کتاب عسل مصفّی مطبوعہ ۱۹۰۰ء میں لکھا۔ کہ:۔

"ایک دفعہ ایسے وقت میں جبکہ ابھی تک مسیح موعود کی کوئی اولاد نئی زوجہ سے جو ایک بڑے مشہور خاندان سادات سے ہیں۔ نہیں ہوئی تھی پیشگوئی کی۔ کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام کو پھیلائے گا۔ اس کا نام بشیر اور عمانوایل ہوگا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دیکھو ضمیمہ ریاض ہند مورخہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء سو یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہوگئی۔ اس وقت تک چار ہی لڑکے موجود ہیں۔ جن میں سے ایک وہ موعود بھی ہے۔ جو اپنے وقت پر اپنے کمالات ظاہر کریگا اور جو حضرت اقدس کا جانشین ہوگا۔" (عسل مصفی جلد ۲۔ ص ۵۸۲ مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

(۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیات طیبہ میں جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے اپنی کتاب موسومہ آیات الرحمٰن مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں تحریر کیا کہ:-

"حضرت اقدس کا زیادہ تر خیال چوتھے فرزند کی طرف ہے۔ کہ وُہی موعود خاص ہوں لیکن پھر ہم کہتے ہیں۔ کہ ان ہر چہار صاحبزادوں میں سے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے موعود خاص مقرر فرمائے۔ وہی ہوگا۔ الہامًا ابھی کسی کی تعیین نہیں ہُوئی۔ اب ناظرین غور کریں۔ کہ یہ کیسی زبردست پیشین گوئیاں ہیں۔ جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہُوئی ہیں" (آیات الرحمٰن صفحہ ۴۸)

جناب مولوی صاحب کا ایک بیان (بدر ۲۶ جنوری ۱۹۱۱ء) سے اوپر نقل ہوچکا ہے۔ ۱۹۰۲ء میں آپ تعیین نہ سمجھتے تھے۔ مگر اس پر کامل یقین رکھتے تھے۔ کہ موجودہ اولاد میں سے ہی موعود خاص یا مصلح موعود معین کیا جائیگا۔

(۳) ۱۹۱۳ء میں ایک فتنہ پرداز شخص نے ٹریکٹ اظہار الحق نامی شائع کیا جس میں لکھا کہ:-

"مصلح موعود آئندہ صدی کے سر پر آئے گا۔ ابھی سے اس کا انتظار فضول ہے"

اس پر انجمن انصار اللہ نے اس ٹریکٹ کا جواب بنام "اظہار حقیقت" مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۳ء کو شائع کیا جس میں لکھا کہ:- "ہمارے خیال میں تیرا یہ لکھنا ہی فضول ہے۔ خدا نے جسے بھیجنا ہے اس کا وقت کسی کو کیا معلوم۔ خدا جب چاہے گا بھیجدیگا۔ اور تیرا یہ لکھنا درست نہیں۔ کہ وُہ صدی کے سر پر آئیگا۔ کیا حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق۔ اور حضرت اسحاقؑ کے بعد حضرت یعقوبؑ اور ان کے بعد حضرت یوسفؑ یکے بعد دیگرے نبی نہیں ہُوئے؟ پھر کیا حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نہیں ہُوئے۔ صدی کے سر پر کی شرط کہاں سے آئی؟ حدیث میں تو یہ ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد ضرور آئیں گے۔ نہ یہ کہ درمیان میں نہیں آئیں گے۔ یہ بات کہ نہیں آئیں گے۔ حدیث سے نکال کر دکھا۔ یا حضرت اقدسؑ کی کتب سے ثابت کر۔ حضرت اقدسؑ نے تو بشیر اول کی پیدائش پر اس کے مصلح موعود ہونے کو ممکن اور جائز قرار دیا تھا۔ چنانچہ سبز اشتہار کے صفحہ ۴ سطر ۶ میں لکھتے ہیں۔ کہ اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو۔ اب تم خود ہی سمجھ لو۔ کہ آئندہ صدی کے سر سے پہلے مصلح موعود آسکتا ہے یا نہیں؟" (رسالہ اظہار حقیقت صفحہ ۱)

یہ اقتباس ثابت کر رہا ہے۔ کہ خلافت اولیٰ میں جماعت احمدیہ کا مصلح موعود کے ظہور کے بارے میں کیا عقیدہ تھا۔ نیز اس عبارت سے مولوی محمد علی صاحب کے اس اعتراض کا جواب بھی مل جاتا ہے۔ جو انہوں نے

حدیث مجدد کو پیش کر کے کیا ہے۔ کہ ضروری ہے۔ کہ مصلح موعود "صدی کے سر پر آئے" (پیغام صلح ۸ مارچ ۱۹۴۴ء) یہ جواب آج نہیں دیا جا رہا۔ بلکہ جماعت احمدیہ نے یہ رسالہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی زندگی میں شائع کیا۔ اور کسی کی طرف سے اس کی تردید نہ ہوئی۔ جس سے اس کا مسلّمہ عقیدہ ہونا واضح ہے:۔

فصل ہفتم

دعویٰ مصلح موعود کا الہامی اعلان اور حلفیہ بیانات

غیر مبایعین کے مطالبہ کے رُو سے بھی ان پر اتمام حجت ہو گئی

۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ نے غیر مبایعین کے سامنے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مصلح موعود ہونے کو پیش کیا۔ تو انہوں نے مطالبہ کیا۔ کہ خود ان کی طرف سے الہامی دعویٰ اور حلفیہ بیان پیش ہونے پر ہم مان لیں گے۔ اخبار "پیغام صلح" میں لکھا گیا کہ:۔

"ہمیں حضرت صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب کے موعود لڑکا ماننے میں کوئی بھی عذر نہیں۔ اور نہ ہمیں مسیح موعودؑ کے لڑکوں میں سے کسی لڑکے کی جانشینی کا کوئی سوال ہے۔ صرف اس موعود لڑکے کے متعلق حضرت مسیح موعود نے الوصیت میں یہ علامت بتلائی کہ وہ قرب اور وحی کے ساتھ مخصوص کیا جائے گا۔ سو وحی اور مامور ہونے کا ہمیں انتظار ہے۔ کسی بات سے انکار نہیں" (۲۹ مارچ سنہ۱۹۱۴ء ص۲)

جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے رسالہ موسومہ "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب" میں حلفیہ بیان کا مطالبہ کرتے ہوئے تحریر کیا:۔

"کم از کم میں اپنے متعلق فیصلہ کرنا چاہتا ہوں گو اس حلف کے بعد مجھ پر حرام ہوگا۔ کہ میں حضرت میاں صاحب کے عقائد کے خلاف کچھ لکھوں۔ یا میں قبول کر لوں گا۔ یا میں دعاؤں میں لگ جاؤں گا۔ بہر حال میں خاموش ہو جاؤں گا۔ اگر وہ مصلح موعود ہیں۔ تو پھر وہ حلفاً یہ بیان کریں۔ کہ آیا الہاماً ان کو اطلاع ملی۔ کہ وہ وہی فرزند ہیں جس کا اشارہ

سبز اشتہار میں ہے۔" (صلا)

۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۴ء تک تیس ۳۰ برس کے لمبے عرصہ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے دلائل و براہین کے رُو سے غیر مبایعین پر حجت تمام ہوتی رہی۔ کتابیں اور رسالے شائع ہوئے۔ مناظرات بھی ہوئے۔ لیکن ۱۹۴۴ء کے آغاز میں جب فریقین اس پیشگوئی کے بارے میں مدت سے خاموش تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پر بذریعہ رؤیا انکشاف ہوا۔ کہ آپ ہی وُہ مثیلِ مسیح موعود ہیں جسے حضرت اقدس نے مصلح موعود کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے۔ آپ پر الہاماً بھی نازل ہوا۔ "انا المسیح الموعود مثیلہ و خلیفتہ"۔ یہ حقیقت روحانیہ ایک فولادی میخ کی طرح آپ کے دل میں گڑ گئی۔ تب بڑی دعاؤں کے بعد کامل خشیت اللہ کے ساتھ حضور ایدہ اللہ و اعزہ و نصرہ نے اس امر کا پہلے قادیان میں (۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو) اعلان فرمایا۔ پھر دُوسرے شہروں میں ہزاروں کے مجمعوں میں اس آیۃ اللہ کی منادی کی۔ چند اقتباسات درج ذیل ہیں:-

(۱) "یہ جو فرمایا۔ کہ مثیلہ و خلیفتہ۔ اس خدائی الہام نے وُہ بات جو ہمیشہ میرے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ اور جس کا جواب دینے سے ہمیشہ میری طبیعت انقباض محسوس کیا کرتی تھی۔ آج میرے لیے بالکل حل کر دی ہے۔ یعنی اس الہام الٰہی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وُہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے متعلق تھی۔ خدا تعالیٰ نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی۔" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء خطبہ جمعہ صلا)

(۲) "بہرحال میرے لئے خدا تعالیٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اور اب میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہہ سکتا ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء صٹ)

(۳) "میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وُہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام پہنچانا ہے۔" (الفضل ۲۴ر فروری ۱۹۴۴ء۔ تقریر جلسہ ہوشیارپور)

(۴) "میں اسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور میں ہی وُہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دُنیا کے کناروں تک پہنچیگا۔ اور توحید دُنیا میں قائم ہوگی۔" (الفضل ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء۔ تقریر جلسہ لاہور)

ان اقتباسات کے علاوہ حضورؓ نے لدھیانہ کے جلسہ کے موقعہ پر بھی حلفیہ اعلان فرمایا۔ کہ میں ہی مصلح موعود ہوں۔ اب خدا ترس غیر مبائع دوستوں کے لئے بجز اس کے چارہ نہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کی بیعت میں داخل ہو جائیں۔ یا کم از کم اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری سے دعا میں لگ جائیں:۔

فصل ہشتم

مصلح موعود کی سب سے بڑی خصوصیت

"تین کو چار کرنے والا" موعود فرزند کون ہے؟

اہل پیغام کی ہدایت کیلئے نہایت عجیب حوالہ

اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الہامی الفاظ " اور وُہ تین کو چار کرنے والا ہوگا " کے بعد بریکٹوں میں تحریر فرمایا ہے " اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے " پھر " تریاق القلوب" میں رقم فرماتے ہیں:۔ " اشتہار مذکور میں یہ لکھا ہے۔ کہ وُہ تین کو چار کرنے والا ہوگا جس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وُہ چوتھا لڑکا ہوگا۔ یا چوتھا بچہ ہوگا " (ص۴۳) بعد ازاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:۔

" اللہ تعالیٰ کے کاموں میں بھی کیسا اخفاء ہوتا ہے۔ پسر موعود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وُہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ مگر ہمارے موجودہ سات[1] لڑکے ہی کسی نہ کسی

[1] اس جگہ اگر یہ سوال ہو۔ کہ نو سالہ میعاد کے رُو سے صاحبزادہ مبارک احمد مرحوم کو حضرت اقدس کس طرح شامل فرماتے تھے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یا تو اللہ تعالیٰ کی پیشگوئیوں میں اخفاء کے پہلو کے غالب خیال کے باعث حضور علیہ السلام نے ایسا فرمایا ہے۔ اور یا پھر بعض دفعہ مصلحت الٰہی ایک بات کو ذہن سے اوجھل کر دیتی ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ مجھے یاد ہی نہ تھا کہ آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قبل قرآن مجید میں نازل ہو چکی تھی۔ (بخاری) علاوہ ازیں یہ بھی یاد رہے۔ کہ صاحبزادہ مبارک احمد کے لئے تین کو چار کرنے والا علیحدہ الہام بھی تھا:۔

طرح تین کو چار کرنے والے ہیں الخ" (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۴۳۔ روائت حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

جناب مولوی محمد علی صاحب نے جون ۱۹۱۴ء میں ایک رسالہ "المصلح الموعود" لکھا۔ تا ثابت کریں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ مصلح موعود نہیں۔ انہوں نے خیال کیا۔ کہ وہ بشیر اول کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ تین کو چار کرنے والے قرار نہیں پا سکتے۔ لہٰذا انہوں نے اسی کو مصلح موعود کی **امتیازی صفت** اور "**اصل شناخت**" قرار دے دیا لکھتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ ۲۰۔ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ اس میں موعود کی ایک **خاص صفت** کا ذکر ہے۔ جس سے اس کا تعین ہو جاتا ہے۔ اور وہ صفت یہ ہے۔ کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" یہی ایک صفت ایسی ہے۔ جو اس کا تعین کرتی ہے۔ اور باقی صفات عام الفاظ ہیں اس کی آئندہ کامیابیوں کے متعلق ہیں لیکن تین کو چار کرنے کی صفت خاص ہے" (المصلح الموعود صفحہ ۱۴۔۱۵)

مولوی صاحب نے جس نیت سے یہ الفاظ لکھے تھے۔ وہ تو ظاہر ہی ہے۔ مگر آؤ خدا کی قدرت کا عجیب نشان ملاحظہ کرو۔ کہ کس طرح اس نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو اس خاص صفت سے متصف کر کے متعین کر دیا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے۔ کہ ۱۹۱۵ء-۱۶ء میں جب جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب رض نے اخبار "پیغام صلح" میں بعض مضامین شائع کرائے۔ تو "پیغام صلح" میں اس سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔ جو آج جملہ غیر مبائعین پر حجت ملزمہ ہے۔ وہ حوالہ حسب ذیل ہے:۔

"تین کو چار کرنے والا"

مکرم بندہ! جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح" سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پیغام صلح مجریہ ۲۵/۱/۱۶ میں جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب اڈیشنل جج ومجسٹریٹ لاہور کا ایک مضمون جس کا ہیڈ نگ "میلاد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم" ہے۔ پڑھ کر از حد خوشی ہوئی۔ شروع سے آخر تک مضمون کو خوب نبھایا ہے۔ اور ساتھ ہی مجھ کو

ایک کشف یا خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا (جس کے راوی ہمارے قبلہ حضرت میر صاحب میر ناصر نواب صاحب ہیں) جناب خان بہادر صاحب موصوف کی نسبت یاد آگیا۔ امید ہے حضرت قبلہ میر صاحب کو بھی خوب یاد ہوگا۔ کیونکہ حضرت میر صاحب نے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ ریل کے سفر میں خاکسار کو سنایا تھا۔ وہو ھذا۔

"حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں نے کشف میں دیکھا۔ کہ چار کرسیاں بچھی ہیں۔ تین پر ہیں۔ اور ایک خالی پڑی ہے۔ سامنے سے مرزا سلطان احمد خانصاحب آگئے ہیں۔ تو میں نے مرزا سلطان احمد خانصاحب کو کہا ہے۔ کہ چوتھی کرسی پر آپ بیٹھ جاویں"

م یعنی حضرت اقدس نے

یہ حضرت میر صاحب کی روایت کا مفہوم ہے۔ امید ہے۔ حضرت قبلہ میر صاحب، یا حضرت صاحبزادہ خان صاحب اس کی تعبیر فرما کر احمدی احباب کو مشکور فرمائیں گے۔ خداوند تعالےٰ کے دربار میں ممکن ہے۔ کہ تین کو چار کرنے والا آخر مرزا سلطان احمد خان صاحب ہی ہوں۔ خاکسار محمد جان احمدی۔ از وزیر آباد"

(اخبار پیغام صلح جلد ۳۔ ع ۸۴۔ ۳ فروری ۱۹۱۶ء۔ ص ۶۔ کالم ۲)

(اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہے کہ ایک وقت آنے والا تھا۔ جب خود حضور علیہ السلام جناب مرزا سلطان احمد صاحب کو چوتھی کرسی پر بیٹھنے کا حکم دینے والے تھے۔ یہ کوئی اتفاقی بات نہیں۔ بلکہ خدائی تقدیر کا زبردست ہاتھ تھا۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم نے نہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور نہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے وقت میں سلسلہ میں شامل ہوئے۔ ان کی چوتھی کرسی خالی ہی رہی۔ مگر جب وقتِ مقدر آیا۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کے "حسن و احسان میں نظیر" نے اپنے عہد خلافت میں انہیں خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے احمدیت کی حلقہ بگوشی میں داخل ہو گئے۔ اس طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسمانی و روحانی فرزندوں میں ایک کا اضافہ کر کے تین کو چار کر دیا الحمد للہ) جس مقدس وجود نے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کیا۔ وہی تین کو چار کرنے والا ہے۔ اگر غیر مبایع غور کریں۔ تو یہ نہایت واضح نشان ہے۔

اس کے علاوہ کئی اور طرح سے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ تین کو چار کرنے والے ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً (۱) بشارت سے بالکل چوتھے سال کے شروع میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مطابق ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۳ھ کو اس پیشگوئی کا اعلان ہوا۔ اور اس سے قبل چالیس روز کے عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خوشخبری مل چکی تھی اور ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مطابق ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ولادت ہوئی قمری لحاظ سے خوشخبری کے اصل دنوں کے اعتبار سے اس وقت صاف طور پر چوتھا سال شروع ہو چکا تھا۔ اور یوں پیشگوئیوں میں کسر حذف بھی کر دیجاتی ہیں (۲) نیز آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چوتھے بیٹے بھی ہیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب۔ مرزا فضل احمد صاحب۔ صاحبزادہ بشیر اوّل۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی۔ غرض پیشگوئی کا حصہ (تین کو چار کرنے والا) کئی لحاظ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ پر صادق آتا ہے، اور پیغام صلح ۳ فروری ۱۹۱۶ء کے مندرجہ بالا حوالہ کے رُو سے تو غیر مبایعین پر کامل طور پر اتمام حجت ہو گیا ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

فصل نہم

زمین کے کناروں تک شہرت پانے کا نشان

مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک مصلح موعود کی شناخت کا معیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کے متعلق ظاہر فرمایا کہ "(وہ) زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

مولوی محمد علی صاحب نے ۱۹۱۴ء میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضرت میاں صاحب تو ابھی "بچہ" ہیں۔ انہیں زمین کے کناروں تک کہاں شہرت حاصل ہو گی۔ لکھا تھا کہ:-

"اگر حضرت صاحب کی تحریروں، اور الہاموں پر غور کیا جائے۔ تو مصلح موعود کی وہ بڑی شناخت جو اس کے کاموں سے ہو گی۔ یہ ہے۔ کہ وہ دُنیا کے کناروں تک شہرت پائے۔ اور قومیں اس سے

برکت پائیں۔ اور ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ وُہ دُنیا کو راہِ راست پر لانے والا ہوگا۔ (تریاق القلوب صفحہ ۴۷) جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا زمانہ حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کے عظیم الشان غلبہ کا زمانہ ہے" (المصلح موعود صفحہ ۲۵)

اللہ تعالےٰ کے کام عجیب ہوتے ہیں۔ جس طرح اس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو زمین کے کناروں تک شہرت دی۔ اور مختلف اکنافِ عالم میں احمدی جماعت قائم کر دی۔ اس کا ذکر تو قارئین کرام جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے ایک مختصر مضمون میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مصلح موعودؓ کی عالمگیر شہرت کو دیکھ کر اب جناب مولوی محمد علی صاحب کا نظریہ کس طرح تبدیل ہو گیا ہے۔ خطبہ جمعہ میں نہایت سنجیدگی سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ ان کی شہرت دُنیا کے کناروں تک پھیل گئی۔ لیکن صرف شہرت تو پاکٹ کترنے والوں یعنی مشکا تاڑنے والوں کی بھی پھیل جاتی ہے۔ ایکٹرس اور ایکڑسوں کی بھی شہرت ہو جاتی ہے۔ دُنیا کے کناروں تک ان کا نام پہونچ جاتا ہے۔ چارلی چپلن کی بھی دُنیا میں شہرت ہے۔ یہ تو کوئی فخر کا مقام نہیں"

(پیغام صلح ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۷ء)

خدا ترس غیر مبایع بھائی بتائیں۔ کہ جناب مولوی صاحب کے اس "ذوقِ سلیم" اور ان "معلوماتِ عامہ" کا ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جو امر مصلح موعود کی شناخت کی بڑی نشانی تھا ۱۹۴۷ء میں اس کے پورا ہو جانے کا نظارہ دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب چارلی چپلن کا وظیفہ پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ شائد مولوی صاحب بھول گئے۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ذو مقدسوں کے بارے میں یہ پیشگوئی ہے۔ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح موعودؑ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ:۔

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے۔ عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہونچا دے گا"

حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق فرمایا:۔ "اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی" خدا کے واسطے مولوی صاحب اور ان کے ساتھی غور فرمائیں۔ کہ اگر غیر احمدی حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں "چارلی چیلپن" والا اعتراض کریں۔ تو ان کے پاس کیا جواب ہے؟ وہی جواب ہمارے پاس نمایاں رنگ میں مولوی محمد علی صاحب کے اعتراض کا موجود ہے۔

فصل دہم

مصلح موعود کے الہامی اعلان کے اثرات

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
درباغ لالہ روئید و در شورہ بوم خس

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے اعلان دعوی مصلح موعود سے اللہ تعالے کی سنت کے مطابق موافق و مخالف پر اثر ہوا ہے۔ احباب جماعت ایمان و عرفان اور اخلاص و قربانی میں ترقی کر رہے ہیں۔ جائدادیں وقف کی جا رہی ہیں۔ نوجوان اپنی زندگیاں پیش کر رہے ہیں ساری جماعت خاص دعاؤں میں لگ گئی ہے اور بارگاہِ ایزدی میں زاری کر رہی ہے۔ اللہ تعالے ہندوستان اور دوسرے دور دراز ممالک میں اسلام و احمدیت کی اشاعت کے غیر معمولی سامان کر رہا ہے۔ افریقہ اور دیگر علاقوں سے مبلغین کا جلد جلد مطالبہ ہو رہا ہے۔ غرض جماعت میں ایک نمایاں رُوحِ عمل نظر آتی ہے۔ اور ہر دیدہ واکے لئے اس میں خدا کے فضل کا نشان ہے۔

غیر مبایعین میں سے سنجیدہ دوست اس بارے میں غور فرما رہے ہیں۔ اور اب تک ان کے بڑے اراکین میں سے مندرجہ ذیل چار اصحاب بیعتِ خلافت کر چکے ہیں۔ (۱) جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو انجمن غیر مبایعین کے آڈیٹر، اور جناب مولوی محمد علی صاحب کے امام الصلوٰۃ تھے (۲) جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب لاہور ریٹائرڈ ڈی ایس۔پی۔ جو ان کے آنریری جنرل سکرٹری رہ چکے ہیں۔ (۳) جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ۔ جو انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آنریری معتمد تھے۔ (۴) جناب کیپٹن سید محمد اسلم صاحب ایم۔بی۔بی ایس جنہیں غیر مبایعین بطور مبلغ سپین تیار کرنے کا بارہا اعلان کر چکے ہیں۔ یہ چاروں دوست تو بیعت کر چکے ہیں۔ اور اللہ نے چاہا۔ تو اور بھی بہت سے خدا ترس دوست غور کر کے جلد خلافت ثانیہ سے وابستہ ہو جائیں گے۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

اعلان مصلح موعود کا جناب مولوی محمد علی صاحب پر جو اثر ہوا ہے۔ وہ ان کے خطبات سے عیاں ہے۔ ان کے اعتراضات کا نمونہ حسب ذیل ہے:۔

(اوّل) "صدی کے سر کا انتظار کرو شائد اللہ تعالیٰ کسی کو کھڑا کرے۔ ابھی بڑا وقت باقی ہے چالیس سال باقی ہیں۔" (پیغام ۹ فروری ۱۹۴۴ء)

الجواب:۔ اب آپ کہہ رہے ہیں۔ کہ مصلح موعود کا پندرھویں صدی کے سر پر یعنی چالیس برس کے بعد انتظار کرو۔ حالانکہ ۱۹۱۴ء میں آپ نے لکھا تھا۔ کہ:۔

"اسی طرح پر وہ مصلح موعود تین صدیوں کو چار کرنے والا بھی ہو۔" (المصلح الموعود صـ ۲۵)

کیا یہ اختلاف آپ کے خیال کے باطل ہونے پر گواہ نہیں؟ نیز آپ کو یہ کس نے اختیار دیا ہے۔ کہ اپنی طرف سے غیر احمدیوں کی طرح تاریخیں مقرر کرتے رہیں۔

(دوم) "اگر اس فساد کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ جماعت احمدیہ لاہور کا ایک ایک آدمی مصلح موعود ہے۔ اور وہ ایسا دعویٰ کریں۔ تو حق بجانب ہیں۔" (پیغام ۹ فروری)

الجواب:۔ فساد آپ نے تسلیم کر لیا۔ اس لئے معلوم ہوا۔ کہ مصلح موعود کا یہی زمانہ ہے۔ باقی یہ کہ لاہوری فریق کا ہر ایک آدمی مصلح موعود ہے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات و بیانات سے استہزاء ہے۔ اگر مولوی صاحب کا قول سچ ہے۔ تو اور لوگوں کو تو جانے دیں۔ خود آپ ہی مؤکد بعذاب قسم کے ساتھ دعویٰ کریں۔ کہ جس مصلح موعود کا حضرت مسیح موعودؑ کو وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ میں ہوں۔ کیا مولوی صاحب ایسا کریں گے؟

(سوم) "اس (رؤیا) میں موعود کا لفظ کہیں نہیں۔ نہ مصلح موعود نہ پسر موعود۔ رہا یہ کہ مثیل اور خلیفہ کہا ہے۔ تو خلیفے سینکڑوں اور ہزاروں ہو سکتے ہیں۔" (")

الجواب:۔ الحمد للہ کہ اب مولوی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد سلسلہ خلافت کو تو جاری تسلیم کر لیا۔ جناب مولوی صاحب! مصلح موعود کا لفظ پہلے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات میں نہیں آیا۔ اس لئے اس کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ سے الہاماً کہلایا گیا۔ انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ۔ کہ میں مثیل مسیح موعود ہوں۔ اور پیشگوئی میں تھا۔ کہ:۔

"ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ تیری ہی نسل سے ہوگا۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔" (ازالہ اوہام صـ ۱۳۵)

پس رؤیا کے الفاظ پیشگوئی کے عین مطابق ہیں۔ اور ایسا مثیل "ایک" ہی ہے ۔

(چہارم) "ایک اور بات ہے جس سے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ کہ یہ لوگ نمازوں اور جلسوں کے اندر کس طرح روتے ہیں" (پیغام صلح ۲۹ مارچ ۴۴ء)

الجواب:- لوگ تو اس ایمان پرور نظارہ کو دیکھ کر خدا کے کلام پر یقین کرتے ہیں۔ جس میں پہلے سے خبر دی گئی تھی:-

"واتل علیھم ما اوحی الیک من ربک۔ اصحاب الصفۃ وما ادراک ما اصحاب الصفۃ تری اعینھم تفیض من الدمع یصلون علیک ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان وداعیا الی اللہ وسراجا منیرا"

کہ اہل ایمان خدا کے کلام کو سنکر زار زار روئیں گے۔ پس اس میں ٹھوکر کی تو کوئی بات نہیں ہاں کج دل آدمی ہر سچی بات سے ٹھوکر کھاتا ہے ۔

مولوی صاحب کے اعتراضات کا یہ نمونہ ہے۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اب وہ جماعت احمدیہ کے مقابلہ پر کن ہتھیاروں سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دعویٰ مصلح موعود ایک فرقان ہے جس نے دونوں فریقوں میں کامل فیصلہ کر دیا ہے۔ آخر پر پھر غیر مبائع دوستوں سے درخواست ہے۔ کہ حضرت اقدس ؑ کی پیشگوئیوں پر غور فرمائیں۔ زمانہ کے حالات پر نگاہ کریں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ خدائی تائید و نصرت کو مشاہدہ کریں۔ اور حق کو قبول کریں تا احمدیت کے جلد تر مستحکم ہونے کا زمانہ آئے۔ اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے روبرو سرخرو ہو کر جا سکیں۔ اللھم آمین یا رب العالمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہایت ضروری ہدایت

پیشگوئی کے ظہور سے قبل جو معنے کئے جاتے ہیں۔ ان میں بعض دفعہ ابتلا منظور ہوتا ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:- "صاف ظاہر ہے۔ کہ جب پیشگوئی ظہور میں آجائے۔ اور اپنے ظہور سے اپنے معنے آپ کھول دے۔ اور ان معنوں کو پیشگوئی کے الفاظ کے آگے رکھ کر بدیہی طور پر معلوم ہو۔ کہ وہی سچے ہیں۔ تو پھر ان میں نکتہ چینی کرنا ایمانداری نہیں ہے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۷)

جب کھل گئی سچائی پھر اس کو مان لیتا ۔ نیکوں کی ہے یہ خصلت راہِ حیا یہی ہے

جناب مولوی محمد علی صاحب کے ایک تازہ ترین اعتراض کا جواب

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
مہر و ماہ کی آنکھ غم سے ہو گئی تاریک و تار

از قلم جناب صاحبزادہ حافظ مرزا ناصر احمد صاحب بی اے

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر الہام نازل فرمایا۔ وَاِذَا نَصَرَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنَ جَعَلَ لَہُ الْحَاسِدِیْنَ۔ (تذکرہ صفحہ ۲۳) کہ جب میں کسی مومن بندے کو تائید و نصرت سے مشرف کرتا ہوں۔ تو اس کے حاسد پیدا ہو جاتے ہیں جب سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ پر مصلح موعود کے بارے میں آسمانی انکشاف کے بعد غیر معمولی تائید الٰہی آپ کے شامل حال ہوئی ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کا بغض و حسد انتہا تک پہونچ گیا ہے جس کا کھلا ثبوت وہ اعتراض بھی ہے جس کا جواب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے رقم فرمایا ہے۔ (ایڈیٹر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دعوئ مصلح موعود اور اس سے متعلق جلسوں کی کامیابی سے مولوی محمد علی صاحب کے بغض و حسد کے جذبات کو ضرب پہونچنا ضروری تھا۔ اور پہونچا۔ اپنے غیظ و غضب کے اظہار کے لئے مولوی صاحب موصوف نے خطبات جمعہ کو بہترین موقعہ خیال کرتے ہوئے بہت سے غیر معقول اعتراضات کے ذریعہ اپنی پیاس کو بجھانے کی کوشش کی ہے۔ ان اعتراضوں میں سے جو اس سلسلہ میں مولوی صاحب موصوف نے جماعت احمدیہ پر کئے ہیں۔ ایک بڑا اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ :-

"ادھر میاں صاحب بولے۔ اور ان لوگوں (جماعت احمدیہ) نے رونا شروع کر دیا۔ ہوشیارپور اور لاہور کے جلسوں کی یہی کیفیت تھی۔ جیسا کہ اخباروں میں اس کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا گیا ہے۔ اور اب تو اسے ضروری چیز سمجھا جاتا ہے کہ دوسروں پر اثر ڈالنے کے لئے رونا بھی ضروری ہے۔ اس رونے کا عام لوگوں پر اثر ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ رونا گداز سے ہوتا ہے اس لئے اس کا روحانیت سے تعلق ہے"!

اپنے اس خیال کی تائید میں مولوی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مندرجہ ذیل حوالہ (ایک نہایت ہی اہم حصہ کو چھوڑ کر) نقل کیا ہے کہ :-

"مشاہدہ صریحہ اس بات پر گواہ ہے۔ کہ بہت سے لوگ پند و نصیحت کی مجلسوں اور وعظ و تذکیر کی محفلوں یا نماز اور یاد الٰہی کی حالت میں خوب روتے۔ اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں۔ اور آنسو ان کے رخساروں پر پانی کی طرح رواں ہو جاتے ہیں۔ بلکہ بعض کا رونا تو مونہہ پر رکھا ہوا ہوتا ہے .... لیکن میں اپنی شہادت سے گواہی دیتا ہوں۔ کہ اکثر ایسے شخص میں نے بڑے مکار، بلکہ دنیا داروں سے آگے بڑھے ہوئے پائے ہیں۔ اور بعض کو میں نے ایسے خبیث طبع اور بد دیانت، اور ہر پہلو سے بدمعاش پایا ہے۔ کہ مجھے ان کی گریہ و زاری کی عادت اور خضوع و خشوع کی خصلت دیکھ کر اس بات سے کراہت آتی ہے۔ کہ کسی مجلس میں ایسی رقت اور سوز و گداز ظاہر کروں"

اس اقتباس کو پڑھ کر طبیعت پر یہ اثر لیتی ہے۔ کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک وعظ و تذکیر کی محفلوں یا نماز اور یاد الٰہی کی حالت میں رونے والوں میں سے ہر زمانہ میں اکثر مکار اور خبیث الطبع و بد دیانت لوگ ہیں۔ اور یہ کہ حضورؑ کے نزدیک ایسا کرنا مکروہات میں سے ہے۔ حاشا و کلا۔ جو اثر مولوی محمد علی صاحب اپنے سامعین پر ڈالنا چاہتے ہیں۔ وُہ ہرگز ہرگز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کے مطابق نہیں۔ بلکہ سراسر اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔ اور جیسا کہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۶ سے صـ۴۲ تک مکمل حوالہ پڑھنے والوں پر عیاں ہو جائے گا۔ لیکن اگر بفرض محال مولوی صاحب کی رائے کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو بھی مولوی صاحب کا اکثر لوگوں کے بناوٹ اور تصنع والے رونے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جماعت کے وُہ ہزاروں افراد جو ان جلسوں میں شامل ہوتے رہے ہیں۔ وُہ خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوق کو دھوکا دینے کے لئے خشوع و خضوع کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ صرف غیر معقول ہی نہیں۔ تقویٰ کی راہوں سے بھی بہت بعید ہے۔ غیر معقول اس لئے کہ واضح الفاظ میں مولوی صاحب کے بیان کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ چونکہ اکثر لوگ تصنع سے روتے ہیں۔ اس لئے سارے ہی تصنع سے روتے ہیں۔ اس نتیجہ پر صرف مولوی صاحب ہی پہونچ سکتے ہیں۔ اور تقویٰ کی راہوں سے بعید اس لئے کہ جو غیر مبایع اور غیر احمدی اور ہندو و سکھ وغیرہ دوست ان جلسوں میں شامل ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ان جلسوں کی حالت کو دیکھا۔ اور حقیقت کو مشاہدہ کیا ہے۔ انہیں تصنع کا کوئی رنگ اس میں نظر نہیں آیا۔ تب ہی تو مولوی صاحب کے نزدیک یہ جلسے ٹھوکر کا موجب بنتے ہیں۔ اور ان کا "عام لوگوں پر اثر ہوتا ہے"۔ مگر مولوی صاحب موصوف جو گھر بیٹھے ہے جنہوں نے ان جلسوں

کی تقاریر کو نہ سُنا۔ نہ ان جلسوں کے سامعین کے حالات و کیفیات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ ان پر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا۔ کہ محض ایک تصنع اور بناوٹ تھی۔ آپ تو اپنے دعویٰ کی بنیاد خوابوں پر نہیں رکھتے۔ پس خدا کی طرف سے تو آپ کو ایسا نہیں بنایا گیا۔ پھر یہ محض بدظنی اور بہتان نہیں۔ تو اور کیا ہے افسوس کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جن ہزاروں مخلص غلاموں نے اللہ تعالےٰ کے حضور جھک کر اسلام اور احمدیت کے غلبہ کے لئے خون کو آنکھوں کے راستے بہایا۔ اُن پر آپ تصنع اور بناوٹ کا الزام لگاتے ہیں۔ اور اس دعویٰ کی دلیل میں ایک عبارت کا صرف ایک جزء پیش کرتے ہیں۔ مگر ایسا ہونا ضروری تھا۔ خدا کی بتائی ہُوئی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے فرمایا تھا۔ "یأتی علیك زمن کمثل زمن موسٰی۔ جس کے ایک معنی یہ بھی ہیں۔ کہ آپ کی جماعت کا ایک حصہ، ایک قلیل سا حصہ ایک زمانہ میں اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ٹھہرے گا۔ جناب مولوی صاحب غیروں کے لئے آپ نے اپنوں کو چھوڑا۔ اپنوں کو غیر بنا لیا۔ غیر بھی اپنے نہ بنے۔ اس سے بڑھ کر ناکامی کسی کی کیا ہو سکتی ہے؟

کیا دیانت داری کا تقاضا نہ تھا۔ کہ آپ براہین احمدیہ حصہ پنجم کا حوالہ، یا کم از کم اس کا مفہوم مکمل طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرتے۔ مگر آپ میں یہ جرأت نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ حوالہ آپ کی تائید میں نہیں آپ کے خلاف ہے۔ چونکہ سارے حوالہ کو بوجہ طوالت نقل کرنا ممکن نہیں۔ اس لئے ناظرین ضمیمہ براہین احمدیہ کو خود غور سے پڑھیں۔ اور پھر صحیح نتیجہ پر پہنچیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس جگہ یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔ کہ "رُوحانی وجُود کا پہلا مرتبہ جو حالتِ خشوع ہے" وُہ نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے۔ اور جس طرح نطفہ بہت سے حوادث سے ضائع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خشوع و خضوع جو رُوحانی حالت کا پہلا مرتبہ ہے۔ انواع و اقسام کے حوادث سے ضائع ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر خشوع کی حالت میں (۱) مشرکانہ ملونی ہو۔ (۲) کسی بدعت کی آمیزش ہو۔ (۳) نفسانی ناپاک جذبات بھی جوش مارتے رہیں۔ (۴) یا سفلی تعلقات نے دل کو پکڑ رکھا ہو (۵) یا جیفۂ دُنیا کی لغو خواہشوں نے زیر کر دیا ہو۔ تو "ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالتِ خشوع اس لائق نہیں ٹھہرتی۔ کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے" یعنی حالتِ خشوع مکروہات میں سے نہیں۔ اس کے برعکس روحانی وجُود کا پہلا مرتبہ یہی حالت خشوع ہے۔ ہاں اگر ناپاک عوارض اس سے لگ جائیں۔ تب ان عوارض کی ناپاکی اور گندگی کی وجہ سے یہ حالت مکروہات میں شامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کی مثال میں آپ نے بُت پرستوں، اور مخلوق پرستوں کا خشوع و

خضوع بیان کیا ہے۔ یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دُنیا و یہ کی بناء پر خدا کو یاد کرتے ہیں۔" اور ساتھ ہی حضور نے یہ تحریر فرمایا ہے:۔

"راست باز لوگ میری اس تحریر سے مستثنیٰ ہیں۔ جن کی ہر ایک بات بطور جوش اور حال کے ہوتی ہے۔ نہ بطور تکلف اور قال کے"

اس حقیقت کو بتاتے ہُوئے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہُوں۔ کہ مولوی صاحب کا یہ اعتراض ہمیں تعجب میں نہیں ڈالتا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی عبارت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"واصلانِ حضرت عزت پر اس جہان میں یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ جو اہلِ دُنیا اور محجوبوں کے لئے ایک امر فوق الفہم ہے"

پھر خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اُسوہ ہمارے سامنے ہے۔ اگر ان جلسوں میں ہماری خشوع و خضوع کی کیفیات قابل اعتراض ہیں۔ تو یہ اعتراض خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی پڑتا ہے جُون ۱۸۹۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کی جوبلی کے موقعہ پر جو جلسہ حضور نے منعقد کیا تھا۔ اور جس میں دوستوں کو باہر سے بھی بلایا گیا تھا۔ اس جلسہ میں شکریہ اور دُعا پر مشتمل تقریر اردو زبان میں بھی بلند آواز سے پڑھی گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حاضرین کو اپنی ان دُعاؤں میں اپنے ساتھ شامل ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ اور دُعا کے موقعہ پر جو خشوع و خضوع اور رقت کی حالت مجمع پر طاری ہوئی تھی۔ اس کا نقشہ حضور نے بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:۔

اس مبارک موقعہ پر ساٹھ ستر آدمیوں نے ہر ایک گناہ اور بدچلنی سے رو رو کر توبہ کی۔ یہاں تک کہ ان کی گریہ وزاری سے مسجد گونج رہی تھی" (تبلیغ رسالت جلد ۶۔ صـ ۱۳۱)

علاوہ ازیں جناب مولوی صاحب! آپ کو یاد ہوگا۔ کہ جب آپ نے خلافتِ اولیٰ سے بغاوت اختیار کی۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ سب کو مسجد مبارک میں جمع کر کے زجر و توبیخ فرمائی۔ اس کے بعد جب حضور نماز کے لئے کھڑے ہُوئے۔ اور تلاوت میں قرآن کریم کی ان آیات پر پہنچے۔ کہ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ۔ تو حاضرین کی چیخ و پکار اور گریہ وزاری سے صرف مسجد ہی نہ گونجی تھی۔ گرد و نواح کے مکانات کے رہنے والوں نے بھی ان چیخوں کو سُنا۔ اور ان سے متاثر ہوئے آپ خود ہی بتائیں:۔ کہ (۱) کیا آپ پر بھی وُہ حالتِ رقت اور سوز و گداز طاری ہُوئی تھی۔ یا نہیں؟

(۲) اگر ہوئی تھی۔ تو کیا وہ محض تصنع اور بناوٹ تھی۔ یا اس میں کوئی حقیقت پائی جاتی تھی۔

(۳)۔ اگر اس موقعہ پر بھی آپ کے دل میں سوز وگداز پیدا نہیں ہوا تھا۔ تو کیا یہ شقاوتِ قلبی نہیں؟ اور اگر آپ کا اس وقت کا سوز وگداز محض تصنع اور بناوٹ کی بناء پر تھا۔ تو ظاہر ہے۔ کہ آپ محض المرء یقیس علی نفسہ کی بناء پر ہی آج سینکڑوں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اور ہزاروں مخلصین جماعت کی گریہ وزاری کو ایسا خیال کرتے ہیں:۔

(۴)۔ اور اگر آپ کی اس وقت کی گریہ وزاری میں کوئی حقیقت تھی۔ آپ کی آہ وپکار جس نے مسجد اور گرد ونواح کے مکانات میں گونج پیدا کی تھی۔ رُوحانی وجود کے پہلے مرتبہ کا ظہور تھا تو مخلصین جماعت اور صحابہ کرام کا اپنے رب کے حضور گریہ وزاری کرنا اور رو رو کر اپنے گناہوں سے توبہ نصوح کرنا۔ اور اسلام کی کمزور حالت کو دیکھ کر ان کے دلوں کا پگھل جانا اور ان گداز دلوں کو اپنے رب کے حضور پیش کر کے غلبہ اسلام کے لئے دعائیں مانگنا کس طرح قابلِ اعتراض ہو سکتا ہے؟:۔

مولوی صاحب جس رُوحانی چیز سے آپ کو مس نہ تھی۔ آپ نے اس کی طرف توجہ ہی کیوں کی خود بھی ٹھوکر کھائی۔ اور بعض دُوسروں کی ٹھوکر کا بھی موجب بنے۔ اللہ تعالےٰ صاف فرما چکا ہے لا تقف ما لیس لک بہ علم۔ آپ کا میلان تجارت کی طرف بہت معلوم ہوتا ہے اگر آپ خشیت اللہ سے کام لے کر اپنے ساتھیوں میں دیانت پیدا کرنے کی کوشش فرماتے۔ تو شائد خدا کے کئی بندے ٹھوکر کھانے سے محفوظ رہتے یہ آپ کی تاجرانہ بلند ہمتی ہی ہے۔ کہ آپ ایک لمبا عرصہ جماعت احمدیہ سے تنخواہ لے کر ترجمہ قرآن کرتے رہے۔ اور جب آپ کے محسن اور معلم کی رُوح اپنے رب کی طرف اٹھائی گئی۔ تو سب سے پہلا خیال آپ کے دل میں اس ترجمہ قرآن کو لے کر مسیح کی مقدس بستی سے بھاگ جانے کا پیدا ہوا۔ اور پھر لاہور میں جا کر بھی آپ نے اس ترجمۂ قرآن کو اس "جماعت" کے سپرد نہ کیا جس کی بنیاد بقول آپ کے آپ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔ (پیغام صلح ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۴۷ء) بلکہ اُسے خود اپنی ملکیت بنایا۔ اور رائلٹی سے خود فائدہ اٹھایا۔ اور اٹھا رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ اب بطور ورثہ اسے تقسیم کرنے کی بھی آپ نے وصیت کی ہے۔ خدارا غور فرمائیں۔ کہ خدا کے مسیح کے دامن کو چھوڑ کر آپ کس حالت تک جا پہنچے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

"ایک اولوالعزم پیدا ہوگا"

مکرم جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے

---

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ایک زلزلۂ عظیمہ کا دن تھا۔ اُس دن اللہ تعالیٰ کا فرستادہ جسے اُس نے اس زمانہ کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تھا۔ اس دُنیا میں اپنا کام ختم کر چکنے پر "پیارے ساقی" کی طرف سے "شربتِ ملاقی" کا جام پلایا گیا۔ اور اسے "بالرفیق الاعلیٰ" کا مقام عطا کیا گیا لیکن پیچھے رہنے والے متبعین کے لئے ایک آن کی آن میں دُنیا اندھیر ہو گئی بیشک عارف دل باوجود جُدائی کے غم سے پھٹے جانے کے اپنے مولیٰ کی رضا پر اپنے تئیں راضی کرنے کی فکر میں تھے۔ اور دُور بین نگاہیں گھٹا ٹوپ اندھیرے میں "قدرتِ ثانیہ" کی شعاعوں کی جستجو میں سرگردان تھیں لیکن پھر بھی معرفت کے باوجود سب دل نہایت مضبوط سہارے کے محتاج تھے۔ اور ساری نگاہیں اپنی ماندگی کے علاج کی حاجت مند ہو رہی تھیں۔ اُس کوہِ الم کے ٹوٹ پڑنے پر وہ کونسا دل تھا۔ جو سب سے زیادہ مغلوبِ غم ہونے پر بھی ملامت کا نشانہ نہ بن سکتا تھا۔ وہ کونسے دیدے تھے جو غرقِ خون ہونے پر بھی زیرِ الزام نہ آسکتے تھے۔ وہ کونسے کندھے تھے۔ جو آئندہ ذمہ داریوں کے بوجھ کے احساس سے خم ہوئے جاتے تھے۔ کیا وہ دل اور دیدے اور کندھے اُسی اُنیس سالہ نوجوان کے نہیں تھے۔ جو اپنے نہایت شفیق باپ اور محسن مربی سے اس دُنیا میں ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا گیا تھا؟ وہ باپ جو خدا کا مسیحؑ اور مہدیؑ جری اللہ فی حلل الانبیاء تھا، اپنے دل سے شہادت طلب کرو۔ کہ اس حالت میں اُس نوجوان کے دِل کی کیا کیفیت ہوگی۔ جذبات کا کس قدر ہجوم ہوگا۔ پریشانیوں اور تفکرات کا کس قدر غلبہ۔ ایک طرف اپنی واجب الاحترام اور ذی شان ماں کی دلداری، اور تسلی کی فکر۔ دُوسری طرف ننھے اور معصوم بھائی بہنوں کے حیران دِلوں کو دلاسا دینے کی ضرورت آئندہ کے متعلق ہزاروں پریشانیاں۔ لیکن کیا وہ نوجوان واقعہ میں جذبات کی رَو میں بہہ گیا۔ کیا حقیقت میں پریشانیوں اور تفکرات نے اُسے مغلوب کر لیا؟ آؤ اُسے تلاش کریں۔ اور دیکھیں۔ کہ اُس کے دل میں کن جذبات کا تلاطم ہے۔ کونسے

نفکرات اُس کے دماغ کو پریشان کر رہے ہیں۔ وُہ اپنے مقدس باپ کی نعش کے سرہانے کھڑا اپنے مالک حقیقی کو گواہ رکھ کر اس عزم کا اعلان کر رہا ہے۔ کہ خواہ تمام جماعت اُسے چھوڑ دے وُہ اکیلا دُنیا میں وُہ امانت پہونچا کر چھوڑے گا۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُس کے مقدس باپ کے سپرد کی گئی تھی۔ کس قدر اولوالعزم ہے یہ اکیس سالہ نوجوان!! پھر سلسلہ احمدیہ کی پچھلی چھتیس ۳۶ سالہ تاریخ کی ورق گردانی کر کے دیکھ لو۔ اس کے ہر صفحہ پر اس کے اولوالعزم ہونے کا ثبوت رقم پاؤ گے۔ کیا کیا منصوبے اس کے خلاف نہ کئے گئے۔ کیا کیا روکیں اس کے رستہ میں کھڑی نہ کی گئیں۔ کیا اس کے عزم میں کوئی فرق آیا؟ کیا اس کے قدم کبھی ڈگمگائے؟

اس سانحۂ عظیم پر جس کا ذکر ہم نے کیا ہے۔ ابھی چھ سال کا عرصہ گزرنے نہ پایا تھا۔ کہ جماعت احمدیہ کی قیادت اور امامت اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُس نوجوان کے سپرد ہوئی جس کا سن ابھی پچیس ۲۵ سال کو پہونچا ہی تھا۔ اور جو اپنے معاندین کی نگاہوں میں ایک "بچہ" سے بڑھکر حیثیت نہ رکھتا تھا۔ اور ساتھ ہی بہت سے وُہ لوگ جن کے ہاتھوں میں سلسلہ کے نظام کی باگ ڈور تھی۔ اور جو نادانی سے اپنے تئیں سلسلہ کے اندر سیاہ اور سفید کے مالک سمجھتے تھے۔ الگ ہو گئے۔ اور بزعم ان کے ۱/۲ ۹۹ حصہ جماعت ان کے ساتھ تھا۔ گویا بظاہر بہت خطرناک وُہی حالت پیدا ہو گئی۔ جس کے تصور کے ماتحت اُس نوجوان نے اپنے عزم کا اظہار کیا تھا۔ اور اللہ تعالےٰ کے روبرو ایک عہد باندھا تھا۔ یہ بھی ایک زلزلہ تھا۔ جو جماعت احمدیہ پر وارد ہوا۔ ایک سیل بلا انگیز تھا جس سے سلسلہ کی ناؤ کو گزرنا پڑا۔ کیا اس ناؤ کا ناخدا ایک لحظہ کے لئے بھی گھبرایا؟ کیا اُس کے عزم میں ایک رتی بھی فرق آیا؟ پچھلے تیس سالوں کا ہر دن، اور ہر رات شاہد ہے۔ کہ جو اُس سے ٹکرایا۔ وُہ بھی پاش پاش ہوا۔ اور جس سے یہ ٹکرایا۔ وُہ بھی چکنا چور ہوا۔ یہ تجربہ "اپنوں" اور "بیگانوں" اندرونی و بیرونی مخالفوں اور معاندوں سب نے کر کے دیکھ لیا۔ یہ اولوالعزم امام ہر میدان میں آزمایا گیا۔ اور ہر مقابلہ میں فتحمند، اور ظفریاب ہوا۔ عقائد اور ایمانیات۔ اخلاق اور روحانیات۔ سیاست اور معاشیات۔ تمدن اور اقتصادیات یہ سب کا شہسوار نکلا۔ اس کی ہمت کی بلندی اور اُس کے ارادوں کی وسعت پر نظر ڈالو۔ اور بتاؤ۔ کہ کیا خدا کا یہ فرمودہ اس کی ذات میں پورا ہوا یا نہیں۔ کہ:۔

"ایک اولوالعزم پیدا ہوگا"

زیادہ تلاش کی ضرورت نہیں۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۴۲ء میں سے دو ۲ مختصر اقتباس

کافی ہونگے۔ فرمایا:-

"ہمارے سپرد جو کام کیا گیا ہے۔ وہ نہایت ہی اہم ہے۔ اور ایسے زمانہ میں یہ کام ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ جب دہریت اور عیش پرستی انتہاء کو پہونچ چکی ہے۔ سائنس کے ذریعہ اسلام پر نئے نئے حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور ایمان کے خلاف دُنیا میں ایک شدید زہریلی ہوا جاری ہے۔ دُوسری طرف ظلم یہ ہو رہا ہے۔ کہ آدھی دُنیا دُوسری آدھی دُنیا پر حکومت کر رہی ہے۔ . . . . تمام ایشیا۔ تمام افریقہ الاماشاء اللہ تمام جزائر الاماشاء اللہ سارے کے سارے غلامی اور ماتحتی میں اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ ان سارے حالات کو بدلنا اور محبت سے، پیار سے، نیکی سے، رافت سے اور شفقت سے لوگوں کی اصلاح کرنا ہمارا کام ہے۔"

اور پھر فرمایا:- "ہم نے اسلام کی حکومت دُنیا میں قائم کرنی ہے۔ ہم نے دُنیا میں وُہ نظام قائم کرنا ہے۔ جو اسلام کرنا چاہتا ہے۔ ہم نے ہر شخص کے لئے کھانا مہیا کرنا ہے۔ ہم نے ہر شخص کے لئے کپڑا مہیا کرنا ہے۔ ہم نے ہر شخص کے لئے مکان مہیا کرنا ہے ہم نے ہر بیمار کے لئے علاج مہیا کرنا ہے۔ ہم نے ہر انسان کے لئے تعلیم کا سامان مہیا کرنا ہے۔" (الفضل ۷۔ اپریل ۱۹۴۴ء)

نئی کتابوں پر ریویو

(۱) موعود اقوام عالم

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مبشر مدرس مدرسہ احمدیہ نے ایک کتاب اس عنوان سے شائع فرمائی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اقوام عالم کی پیشگوئیوں کو مختلف جگہوں سے لیکر جمع کر دیا ہے۔ طریق ترتیب عمدہ اور مؤثر ہے۔ کتاب کی بکثرت اشاعت ہونی چاہیئے۔ احباب کو چاہیئے۔ کہ اس مفید کتاب کو اقوام عالم تک پہونچائیں۔ دُعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ کہ اس دَور گرانی میں انہوں نے ہمت کی ہے صفحات ۲۰۰ قیمت حسب کاغذ عہ ۱۲ عہ

(۲) ظہور مصلح موعود

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ کے اعلان مصلح موعود کے بہت جلد بعد مولوی شریف احمد صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ نے ایک رسالہ اس پیشگوئی کے سلسلہ میں شائع فرمایا ہے۔ اس میں دس باب قائم کئے گئے ہیں۔ اور پیشگوئی مصلح موعود پر ہر پہلو سے دلکش بحث کی گئی ہے۔ احباب اس رسالہ کو بھی خرید کر بکثرت شائع فرمائیں۔ قیمت صرف چھ آنے ہے۔

حصۂ منظوم

برکاتِ مصلح موعود

نتیجۂ فکر جناب نسیم سیفی بی اے دہلی

اے میکدۂ احمدؐ ہدیٰ کے بلانوش
اُٹھ دیکھ زمانے کی ہر اک چیز ہے زرپوش

ہر ذرۂ کمتاب کو ہے زعمِ جوانی
ہر نقش پہ قربان ہیں صد صورتِ مانی

اک روح سی آتی ہے نظر قلب و جگر میں
اک جلوۂ بیتاب ہے مومن کی نظر میں

کھولن میں ہے خوابیدہ جوانوں کا لہو آج
لرزیدہ ہے ہر اک جفاکار کی خو آج

باطل نے یہ چاہا تھا کہ ایماں کو کچل دے
آئینِ وفاداریٔ ملت کو بدل دے

کھلتے ہوئے غنچوں کی ادا اس پہ گراں تھی
گلشن کی معطر سی فضا اس پہ گراں تھی

کام آئی نہ تدبیر، نہ یاور ہوئے کس بل
ناکام رہی اس کی ہر اک سعیٔ مسلسل

رعنائی فردوس بآغوشِ بہاریں
لوٹ آئی ہیں ایماں کے خزاں خوردہ چمن میں

ہر گوشۂ عالم میں ہیں وحدت کے ترانے
ہر لب پہ ہیں انوارِ حقیقت کے فسانے

یورپ کی فضاؤں میں مؤذن کی اذاں ہے
باطل کے پرستار پہ ہر لمحہ گراں ہے

دنیا کے کناروں نے سنیں حق کی صدائیں
ایمان کی خوشبو سے ہیں لبریز فضائیں

ہے رفعتِ کہسار جماعت کو میسر
جھک جاتا ہے خورشید بھی نقشِ کفِ پا پر

افلاک سے برسے ہوئے انوار کی سوگند
تقدیس کے ہر جذبۂ بیدار کی سوگند

ہیں مصلح موعود کے یہ فیض و عنایات
بدلی سی نظر آتی ہے دنیا کی ہر اک بات

منتظر تھے جس کے مدت سے وہ دن آ ہی گیا

نتیجۂ فکر جناب ثاقب زیروی

ہمنشیں آیا ہوں دل کو گدگدانے کے لئے — اک حقیقت آفریں مژدہ سنانے کے لئے
آج تیرے واسطے ہے اک پیامِ جانفزا — میری تیری روز کی بحثوں کا بیّن فیصلا
وحیٔ حق نے آخرش توڑا یہ آہوں کا طلسم — منتشر نغموں کا متجسّس نگاہوں کا طلسم
تیرے امکاں اور گنجائش کی زحمت اڑ گئی — میری جانب سے دلائل کی ضرورت اڑ گئی

منتظر تھے جس کے مدت سے وہ دن آ ہی گیا
اور خدا نے خواب میں حضرت کو جتلا ہی دیا

ہے مبارک "مصلح موعود" وہ "فضل عمر" — مہدیٔ موعودؑ کی اُس پیشگوئی کا ثمر
"وہ" وجیہہ اور پاک لڑکا" "صاحب عزم بلند" — ہاں وہی "فرزند دلبند و گرامی ارجمند"
"وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر" "فہیم" — "وہ مسیحی نفس"، "الوالعزم و زکی" "دل کا حلیم"
"روح کی برکت سے جو دیگا مریضوں کو شفا" — "کلمۃ اللہ" "کلمۂ تمجید سے بھیجا ہوا"
جو "شکوہ و تمکنت سے اس جہاں میں آئیگا" — اور کناروں تک زمیں کے جو "شہرت پائیگا"
جس کے سر پر سایہ ہوگا "اُس خدائے پاک کا" — جس نے "پائی قدس کی برکات سے نشوونما"
"قیدیوں کا رستگار" اور یارِ بیکساں — مظہر شانِ خدا وہ ماہ وشِ الانساں
جو "مجسم نور ہے" "مولا کی رحمت کا نشاں" — حسن و احساں میں نظیر مہدیٔ آخر زماں

جس کے دم سے قومیں برکت پائیں گی وہ آپ ہیں
جس سے بگڑی قسمتیں بن جائیں گی وہ آپ ہیں

دیکھ لو آکر مسیحا کی دعاؤں کا نشاں

از جناب چودھری فیض عالم خان صاحب فیض شملہ

قادیاں میں چشمۂ تنویر آکر دیکھئے
جس "میاں محمود" کو سمجھے تھے بچہ ہے ابھی
مصلح موعود بھی اس کے نصیبوں ہی میں تھا
دیکھ لو آکر مسیحا کی دعاؤں کا نشاں
نطقِ پیغمبر سے جو نکلی تھی اجمالاً کبھی
وقت کی آنکھوں نے دیکھی تھی جو تصویرِ جمال
جو مقدس سلسلہ اُمّی نبی سے تھا چلا
یعنی منہاجِ نبوت پر خلیفوں کا قیام
راز کیا ہے الوصیّت اور تحریکِ جدید
جو مقدس خواب چشمِ انبیاء میں تھا نہاں
جس کی بنیادوں کو مستحکم مسیحا نے کیا
قادیاں جنت نشاں یہ جنتِ اہلِ یقیں
جو کرن پھوٹی تھی احمدؐ کی نگاہِ ناز سے
دشمنوں کی چھاتیوں پر لوٹتے مارِ سیاہ

اپنے دل کے خواب کی تعبیر آکر دیکھئے
اُس میاں محمود کی تقدیر آکر دیکھئے
قادیاں کی خاک کی توقیر آکر دیکھئے
میرزا کا نالۂ شبگیر آکر دیکھئے
آج اُس اجمال کی تفسیر آکر دیکھئے
حسن و احساں کی وہی تصویر آکر دیکھئے
وہ یہاں زنجیر در زنجیر آکر دیکھئے
دینِ احمدؐ کے امانت گیر آکر دیکھئے
اک نظامِ نو کی یہ تعمیر آکر دیکھئے
اُس مقدس خواب کی تعبیر آکر دیکھئے
ہوگیا وہ قصرِ دیں تعمیر آکر دیکھئے
اس میں کوثر اس میں جوئے شیر آکر دیکھئے
وہ تجلی آج کشور گیر آکر دیکھئے
سرسراتا سارگوں میں تیر آکر دیکھئے

مُصلحِ موعود کی مدحت خود اک اعجاز ہے
فیض کے اشعار کی تاثیر آکر دیکھئے

دورِ مصلح موعود

نتیجۂ فکر جناب مولوی محمد احمد صاحب مظہر بی اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ کپورتھلہ

نہ مشہورِ زمانم کُن نہ مقبولِ جہاں گرداں
مقامِ خاکِ پایت دِہ مقیمِ آستاں گرداں

سرت گردم، بلاگردانِ خود گرداں غلامے را
سرش سودا ہمیں دارد کرم فرما ہماں گرداں

غلامانِ مسیحا در سفر از بہرِ تبلیغ اند
خداوندا جہاں گرداں بکامِ ایں جہاں گرداں

نفاذِ شرع اندر عالمِ آفاق و انفس کُن
بسوئے قادیاں ہر ملک و ملت را عناں گرداں

بدستِ مصلحِ موعود حسبِ وعدہ ہائے خود
مبدل ساز عالم را زمین و آسماں گرداں

چو "دورِ خسروی" اندر جہاں آغاز خود کردی
مسلماں باز مسلم کُن برہمن مسیحہ خواں گرداں

بنانِ آذری را غرقۂ دریائے ظلمت کُن
زگیتی فتنۂ تثلیث بے نام و نشاں گرداں

ہدایت شد مکمل ہاں مکمل کُن اشاعت را
ہمہ معمورہ را معمورۂ ایمانیاں گرداں

حدیثِ دل نمے گنجد بحرفِ ناتمامِ ما
چناں کز خود ہمے خواہی جہاں را آنچناں گرداں

بنا کُن عالمے دیگر کہ با مومن ہمے سازد
زمینش آسماں گرداں مکانش لامکاں گرداں

جہانداری نمے زیبد بجز با سیدِ بطحا
،، بہ عالم سکۂ نامِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم را رواں گرداں

قلم خود ایں چنیں رفت است با دشمن بگو مظہر
اگر طاقت ہمے داری قضائے آسماں گرداں

دورِ جدید

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکملؔ

{جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چو دورِ خسروی آغاز کردند اور بدور اش رسولاں ناز کردند کی وحی نازل ہوئی۔ تو ایک نظم لکھی تھی۔ جس کی تکمیل و تذییل حالات وواقعات نے اب کرادی ہے۔ جو میں پیش کش محفل مؤدت منزل کرتا ہوں۔ مجھے فارسی میں شد بد تو بچپن سے ہے۔ مگر اس میں شعر کہنے کی مہارت نہیں۔ اس لئے جو سقم ہوں۔ اُن ادبا جلیل صفح جمیل فرمائیں (اکمل)}

"چو دورِ خسروی آغاز کردند — مسلماں را مسلماں باز کردند"
شہِ ما آمد از ابناءِ فارس — بنامِ خسروش ممتاز کردند
سلیمانے است کز سلمانیاں خاست — پئے اسلام سرافراز کردند
درخشاں آفتابے ظلِ احمدؐ — بہ انوارِ نبوت ساز کردند
چو رُو پوشید اسلامِ حقیقی — بنورِ چہرہ اش ابراز کردند
چو باز آورد قرآں از ثریا — بہ ایمان۔ معرفت۔ ہمراز کردند
خدا ناترس۔ ترسا مشرکانہ — مسیحا را بحق انباز کردند
پئے کسرِ صلیب و قتلِ خنزیر — مسیحِ احمدی ممتاز کردند
مسیحے از یسوعِ ناصرت بہ — بکارِ ملت و اعجاز کردند
بہ حجت قتلِ دجالِ شقی کرد — مسیحِ ما چہ قدر انداز کردند
ملائک بہرِ تعریفش ز باطن — بگوشش عارفاں آواز کردند
ندائے غیب چو حسنش عیاں کرد — بدیدارش دل و جاں آز کردند
رُخِ پُر نور او عشاق دیدہ — چو پروانہ سوزش پرواز کردند
بروحانیت اے روحِ قدسی — کمالاتِ ہمہ احراز کردند
گلی بارنگ و بوئے ہر کمالے — بباغِ احمدت اعزاز کردند

گلستانِ نبوت در وجودت — پس از ختم الرسل ایجاز کردند
منم آن بلبلِ گلزارِ فیضت — کہ دراز عشق بر وے باز کردند
بہ نخلستانِ احمدؐ برلبِ جو — ترا پروردہ سروِ ناز کردند
مرا چوں قمریئے کوکو نوازے — بمدحت گوئیت شہباز کردند
خوشا وقتے و خرّم روزگارے — کہ پابوسم چو پا اعزاز کردند
پسِ او مصلحِ موعود محمودؔ — پئے امداد سرافراز کردند
بہ اقصائے جہاں صیتش بلند است — بہر ملکے ورا اعزاز کردند
زِ انفاسِ مسیحی زندگی یاب — کسانے تا درش تگتاز کردند
اسیرانِ ہوا و حرصِ دنیا — ز فیضش ترکِ فسق و آز کردند
بہر قومے مبلّغہا فرستاد — منوّر اسمِ احمدؐ باز کردند
چو حق آید ازو باطل گریزد — شکستہ ہر بُتِ طنّاز کردند
قدومش انقلاب انداخت ہرسو — دگرگوں حالِ عالم ساز کردند
بشیر الدولہ و عالم کبابے — بہر رنگے ورا ابراز کردند
نظیرِ حسن و احسانِ مسیحا — بخلق و خوبیش ممتاز کردند
مبارک ہست دوشنبہ مبارک — کہ فضلش بر عمر آواز کردند
وجودِ او بفرزندان مہدیؑ — بہر سہ چار ریں انداز کردند
فروغِ جلسۂ ہوشیار پورے — گواہِ صدق چوں اعجاز کردند

بنازد خادمِ دیرینہ اکمل
"بہ دورانش رسولاں ناز کردند"

مقامِ محمود، اور شانِ مصلح موعود

از سعود احمد صاحب ابن جناب ماسٹر محمد حسن صاحب آسان دہلوی

مصلح موعود کی کتنی مقدس شان ہے — اپنے آقا کا نظیرِ حسن اور احسان ہے
اس کی آمد آسماں سے ہے نزول اللہ کا — وہ خدا کے کلمۂ تمجید سے بھیجا گیا
نور ہے وہ نور اسیروں کا بھی ہے وہ رستگار — وہ اولوالعزم جہاں برکت کا ہے اور مدار
عطر ہے حق کی رضامندی کے وہ ممسوح ہے — کون وہ محمود ہے میرا امام و کامگار

ظہورِ مصلح موعود

از جناب مولوی محمد علی صاحب اظہرؔ۔ دارالرحمت قادیان

لِلّٰہ الحمد خوش زماں آیا — رحمت و فضل کا نشاں آیا
حبذا حبذا مبارک ہو — رُوحِ تسکین و امتناں آیا
کیا ہی اچھے نصیب ہیں اپنے — ہو کے ہم پر وُہ مہرباں آیا
منتظر تھے ہم ایک مدت سے — وقتِ نصرت وُہ بے گماں آیا
حسب فرمانِ داورِ یکتا — لے کے مژدہ وُہ خوش عناں آیا
سامنے احمدی جماعت کے — اس ادا سے وُہ گل فشاں آیا

بشنوید اے عبادِ ربِّ وَدُود

شانِ من ہست مصلحِ موعُود

ایسا مژدہ سُنا دیا تُو نے — پھُول دِل کا کھِلا دیا تُو نے
دیر سے تھیں ترس رہی آنکھیں — جلوہ آخر دکھا دیا تُو نے
آج دِل کی مُراد بر آئی — کیا کہیں ہم کو کیا دیا تُو نے
کھول کر ہم پہ اس حقیقت کو — سب قضیہ چُکا دیا تُو نے
کرکے دعوائے مسیح و مصلح کا — اِک جہاں کو جگا دیا تُو نے
مصلحانہ قدم سے اَے محمُود — سب کو اِک حوصلہ دیا تُو نے

مَظہرُ الحقِّ والعلیٰ ہستی
گویا تُو نازِل از سما ہستی

سب رسُولوں کو فخر ہے تجھ پر — قربِ حق میں ہُوا ہے تو برتر
تین کو چار کرنے والا ہے — اور وحیِ دوشنبہ کا مظہر

دوسرا ہے بشیر فضل عمر — اور پُر نور ہے رُخِ انور
برکتوں کو تو ساتھ لایا ہے — ہے جلالِ الٰہی بھی اظہر
اپنی اللہ نے رُوح ڈالی ہے — اور اللہ کا سایہ ہے سر پر
ہیں تری شوکت اور عظمت کے — ہو گئے قائل اسود و احمر

این حکومت ترا مبارک باد
اے مسیح الوریٰ مبارک باد

آیتِ رحمتِ خدا تو ہے — مظہرِ شانِ کبریا تو ہے
فتح کی اور ہے ظفر کی کلید — ناصرِ دینِ مصطفےٰ تو ہے
ماحئے کفر و شرک و بدعت ہے — ناشرِ رحمت و ہدےٰ تو ہے
تیرا آنا خدا کا آنا ہے — منزلِ قدرتِ خدا تو ہے
تجھ سے مُردے حیات پاتے ہیں — منبعِ چشمۂ بقا تو ہے
کلمۃ اللہ خدا نے فرمایا — کلمۃ المجد والعلےٰ تو ہے

ہستی از رُوحِ حق تو عطر آگیں
پُر شدہ از نورِ تو زمان و زمیں

رحم کی اک نظر اِدھر کر دے — میرا کچکول نور سے بھر دے
کر دُعا پیشِ حق خدا کے لئے — کھول رحمت کے اپنے وہ دَر دے
احمدیت سمائے ہر دِل میں — اپنی تجلی کی رَو رواں کر دے
اس کی راہ میں شہید ہو جائے — ایسا شوریدہ وہ ہمیں سر دے
اُڑ کے سے پہنچیں کوئے جاناں میں — تیز پرواز ایسے وہ پر دے
ہم کو دے وہ دِلِ تعشق زا — قلبِ محبوب میں جو گھر کر دے

اظہر این از تو التجا دارد
وز تو خلعے البشد ہا دارد

ہمارا محمود — مصلح موعود

از جناب عبدالمنان صاحب ناہید سیالکوٹی

زمیں کو کیا آسماں نے اشارا
کہ پھر تیری قسمت کا چمکا ستارا

کوئی وارثِ عظمت و دولتِ دیں
بصد شوکتِ شہریاری پکارا

یہاں جھک گئے سر کئی سرکشوں کے
نہ تھا ذکر جن کو ہمارا گوارا

کوئی جا کے کہدے یہ اس قافلہ سے
جو لاہور کو قادیاں سے سدھارا

کہ جس کو تہیدست چھوڑا انہوں نے
مقدر نے ہر کام اس کا سنوارا

وہ کشتی جسے وہ ڈبو کر گئے تھے
اسے موجۂ بحر نے خود ابھارا

ہلال آسا چمکا تھا جو اوّل اوّل
ہوا ماہ کامل وہی ماہ پارا

وہ بچہ، وہ "ناتجربہ کار" بچہ
کیا جس سے "اہلِ خرد" نے کنارا

جسے راہِ گم گشتہ سمجھا گیا تھا
وہی راہبر تھا ہمارا تمہارا

مسیحا میں تھا جو، وہی حسن و احساں
وہی ہو بہو ہے وہ سارے کا سارا

مسیحی نفس، روحِ حق، نورِ یزداں
اسیروں کے ٹوٹے دلوں کا سہارا

وہ موعود مصلح، وہ محمود مفلح
خدیجہؓ کا احمدؑ کی آنکھوں کا تارا

اسی کے لئے تھا مقدر وہ سہرا
جسے حق نے خود اپنے ہاتھوں سنوارا

آمد مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ الودود

از جناب محمد شریف صاحب شاکر بنگلوری مقیم سکندرآباد دکن

پہن کر فضلِ عمر تاجِ خلافت آئے
غل زمانہ میں اٹھا ہادیٔ امت آئے

بحرِ عرفان کے غواص و ذہین اور فہیم
گلِ رعنائے گلستانِ فصاحت آئے

منبعِ جود و عطا معدنِ الطاف و کرم
مظہرِ ذاتِ احد پیکرِ رحمت آئے

راہبرِ راہِ ہدیٰ ناسخِ اوہامِ سلف
مصلحِ دینِ متیں صاحبِ حشمت آئے

حسنِ احساں میں یکتا ہیں اولوالعزم بھی ہیں
بختِ غربا کے کھلے بہرِ سخاوت آئے

بالیقیں مرجعِ شاہانِ زمانہ ہیں وُہ
پھر نہ کیوں سایۂ الطاف میں خلقت آئے

دین زندہ ہے۔ نبی زندہ۔ خدا زندہ ہے
یہ دکھانے کے لئے شاہِ کرامت آئے

نورِ توحید سے پُرنُور زمانہ ہوگا
ظلمتِ کفر مٹی، شمعِ ہدایت آئے

حق کی تبلیغ میں باطل سے نہ دبنے والے
شیر دِل۔ وُہ شہِ اقلیمِ صداقت آئے

ہے تمنا درِ اطہر پہ جبیں سائی کی
یا الٰہی کوئی دن زور پہ قسمت آئے

خاک سمجھیگا اُسے کوچۂ مہدی کا گدا
ہفت کشور کی اگر ہاتھ حکومت آئے

آرزو ہے یہی شاکر ہو ایازِ محمود
فضلِ حق ہو تو میسّر یہ سعادت آئے

آنا تھا جس نے مصلح موعُود آگیا

از جناب منشی محمد ابراہیم صاحب شاد ضلع شیخوپورہ

تجھ کو ہے کیوں عناد بھلا قادیان سے
اس تخت گاہِ مہدیٔ آخر زمان سے

نکلا تو تھا یہاں سے بڑے ادعا کیساتھ
اور عزم بھی بلند تھے وہم و گمان سے

پہنچا ہُوا تھا چرخ پر اپنے خیال میں
بڑھ کر تصورات تھے حدِ بیان سے

آیا تھا انتخابِ خلیفہ پر ابتلاء
ناکام حیف تم ہُوئے اس امتحان سے

اب تیری بزمِ ناز کی رعنائیاں کہاں
رخصت ہوئی بہار ترے گلستان سے

ثابت ہوئیں وہ کثرتیں ماضی کا ایک خواب
رہتے تھے جن کے ذکر میں رطب اللسان سے

"صالح" تھے جبکہ آپ ارادے بھی نیک تھے
جاتا رہا خلوص۔ ہُوئے بدگمان سے

دُنیا ہے اس کی سلکِ عقیدت میں منسلک
بغض و عناد تجھ کو ہے جس خاندان سے

کیوں ڈھونڈتا ہے عیب خلیفے کی ذات میں
یہ بات تو بعید ہے مومن کی شان سے

بگڑا نہ کچھ بھی بزمِ خلافت کا آج تک
تم نے لگایا زورِ قلم سے زبان سے

دامن میں آکے تُو بھی خلافت کے لے پناہ
کیوں دُور بھاگتا ہے خدا کی امان سے

آنا تھا جس نے مصلح موعُود آگیا
انکار کیوں ہے تم کو خدا کے نشان سے

دعوٰی کہاں ہے "آپ کا اِک عذرِ خام تھا
اب اُٹھ گیا سوال بھی یہ درمیان سے

موعودِ وقت" وقت پہ اعلان کر چکا
حکمِ خدائے خالقِ کون و مکان سے

نازل ہوں لاکھ بارشیں رحمت کی اسپہ شاد
ذرّہ بھی جس کو عشق ہو دارالامان سے

اہلِ پیغام سے خطاب

از جناب میاں غلام محمد صاحب اختر - راشننگ آفیسر نئی دہلی

مجھے یہ کہنا ہے تجھ سے پیامیٔ لاہور
نبی کے وقت میں تیرے تو ایسے رنگ نہ تھے
نبی کو تم بھی تو کہہ کے پکارتے تھے نبی
وہ ایک مردِ خدا صاحبِ علوم خفی
جہاں کے سوئے ہوؤں کو جگا دیا جس نے
یہ وقت آیا کہ اب تم ہی اس کے منکر ہو
اس اختلاف کی یارو! دلیل تو لاؤ
ہوئے ہو فیضِ نبوت سے کس لئے عاری
بتاؤ زندگی پا کے یہ مرنا کیسا ہے
اگر جہاں میں نبوت کا فیض عام نہیں
ہمیں غرض نہیں دنیا میں خاص و عام سے کچھ

کہ تیرے طور ہوئے جا رہے ہیں بے طور
یہ طور طرز۔ طریقے۔ نرالے ڈھنگ نہ تھے
نبی کے فیض سے تم بھی تھے سرفراز کبھی
رموزِ علمِ نبوت ہوئے تھے جس پہ جلی
نشانِ ملتِ بیضا دکھا دیا جس نے
تمہاری بات کا ہم کو یقین کیوں؟ پھر ہو
جو نکتے سمجھے ہیں تم نے ہمیں بھی سمجھاؤ
یہ فیض وہ ہے رہے گا جو تا ابد جاری
نبی کو مان کے انکار کرنا کیسا ہے
تو کھل گیا کہ خدا صاحب کلام نہیں
بس ایک عشق ہے اختر نبی کے نام سے کچھ

مبارک صد مبارک ساعتِ مسعود کا آنا

از جناب مولوی عبداللہ صاحب اختر - جتوئی - حال سندھ

وہ رویا صد مبارک جس نے پردے چاک کر ڈالے
نظیر حسن و احساں کی یہی عقدہ کشائی ہے
مجازی رنگ میں خود ہی تجلی پاش ہوتا ہے
ہوئی تشریح سے تفہیم دعویٰ صد مبارک ہو
بحمد اللہ ہم نے بھی تو اک موعود کو پایا
مبارک پنجہزاری فوج کی دس سال قربانی
ہماری خوش نصیبی کی نہیں ہے انتہا اختر

مبارک صد مبارک مصلح موعود کا آنا
اسی تعبیر کی خاطر مسیح وقت کا آنا
مبارک مل کے باہم شاہد و مشہود کا آنا
غرض ہر رنگ میں ثابت ہوا موعود کا آنا
انا الحق سے کہیں بڑھ کر انا الموجود کا آنا
ابھی نزدیک تر ہے منزلِ مقصود کا آنا
مبارک صد مبارک ساعتِ مسعود کا آنا

فرزندانِ احمدیت کے نام ایک پیغام

(از جناب عبد الرشید صاحب شیدا۔ دہلی)

تیری منزل فلک کے چاند تاروں سے بھی آگے ہے — جہانِ رنگ و بو کے لالہ زاروں سے بھی آگے ہے
نہیں واقف خزاں کے تند جھونکوں سے ترا گلشن — تن آسانی کی آلائش سے تیرا پاک ہے دامن
ترا عزمِ مصمم تو چٹانوں سے بھی محکم ہے — تری عظمت کے آگے رفعتِ گردوں کا سر خم ہے
تری فطرت میں پنہاں وُہ محبت کے شرارے ہیں — کہ جن سے ماند گردوں کے درخشاں چاند تارے ہیں
تجھے تو کچھ نرالے ہی جہاں آباد کرنے ہیں — انوکھے ہی زمین و آسمان آباد کرنے ہیں
وُہ نغمہ چھیڑ جس سے زندگی بیدار ہو جائے — تن آسانی حریفِ لذتِ آزار ہو جائے
مشیت کا تقاضا ہے کہ اُٹھ محوِ عمل ہو جا — جہانِ جستجو میں بن کے روحِ زندگی کھو جا
زمانہ منتظر ہے انقلابِ تازہ تر کا پھر — مناسب ہے کہ اب تو پھیر دے رُخ بحر و بر کا پھر
جہاں میں چار سُو دینِ محمدؐ آشکارا کر — تو اُٹھ اور دامنِ جہل و ضلالت پارہ پارہ کر
فضائے آب و گِل میں پھر پیامِ احمدیت دے — نئے سر سے جہاں والوں کو درسِ آدمیت دے
رگ و پے میں جنونِ عشق کی چنگاریاں بھر دے — دِلوں کو لذتِ سوزِ دروں سے آشنا کر دے
نویدِ آمدِ احمد جہاں والوں میں پھیلا دے — زمیں کے گوشے گوشے میں خدا کا نام پہنچا دے
مُبارک ہو تجھے محمود سا سالار حاصل ہے — خدا والوں کے لشکر کا علم بردار حاصل ہے

ڈرا سکتی نہیں یہ گردشِ دورِ جہاں تجھکو
ابھی سو بار ہونا ہے حریفِ آسماں تجھکو

حسن و احسان میں ہے حضرت احمدؑ کا نظیر

از جناب شیخ احسان علی صاحب احسان

مرحبا صلِ علیٰ حسن نظامِ محمُود — آج اسلام کا جرنیل ہے نامِ محمُود
کل جسے کہتے تھے ناداں کہ یہ اک بچہ ہے — آج وُہ دیکھ لیں آنکھوں سے نظامِ محمُود
حسن و احسان میں ہے حضرت احمد کا نظیر — زندگی بخش نہ کیوں ہوگا کلامِ محمُود
میرا محبُوب بنا مصلحِ موعود زماں — کیوں نہ اترائے خوشی سے یہ غلامِ محمُود
لیجئے احسان یہ اک اور تو احسان کر دے — لب پہ ہو نزع میں اللہ کا نام محمُود

حضرت مصلح موعودؑ اور اسیروں کی رستگاری

از جناب صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

---

۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں مصلح موعود کے جو کام بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر بفضلہ تعالےٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے ہاتھوں بڑی حد تک پورے ہو چکے ہیں۔ اور مستقبل قریب میں (جیسا کہ قرائن سے ظاہر ہوتا ہے) نہایت شاندار طور پر پورے ہونے والے ہیں۔ ان کارناموں کا اگر تفصیلی تذکرہ کیا جائے۔ تو یہ ایک کتاب بن جائے گی۔ لہٰذا نہایت اختصار کے ساتھ صرف ایک کام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ حضرت مصلح موعود کے متعلق الہامی الفاظ میں ہے۔ کہ وہ:۔

"اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"! (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۰)

ریاست کشمیر جو پنجاب کے شمال میں ایک بہت بڑی ریاست ہے۔ اور اپنے رقبہ کے لحاظ سے ہندوستان کی سب ریاستوں میں بڑی ہے۔ اس ریاست میں مسلمانوں کی آبادی خالص کشمیر کے حصہ میں نوے فیصدی کے قریب ہے۔ مگر چونکہ وزارت کی باگ دوڑ ایک لمبے عرصہ سے ہندوؤں کے ہاتھ میں چلی آ رہی ہے۔ اس لئے باوجود اپنی اس عظیم اکثریت کے مسلمان اپنے حقوق سے محروم ہے۔ ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ قریباً نہ ہونے کے برابر تھا۔ زمینوں پر ان کے حقوق "مالکانہ" تصور نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ زمینوں کا گھاس بھی ریاست کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اور جانور بغیر ٹیکس ادا کئے چرائے نہ جا سکتے تھے۔ تعلیم کا یہ حال تھا۔ کہ اکثریت جاہلوں کی تھی۔ طرح طرح کی مشکلات کی وجہ سے مسلمان اعلےٰ تعلیم حاصل نہ کر سکتے تھے۔ ایک تو لمبے عرصہ کی غلامی کی وجہ سے ہمتیں سلب ہو گئی تھیں۔ دوسرے اگر کوئی آواز کبھی اٹھتی بھی۔ تو اسے نہایت سختی سے دبا دیا جاتا تھا۔ جلد ہی یہ حالات نہایت بھیانک صورت اختیار کر گئے۔ اور خود ہندوؤں نے بھی اقرار کیا۔ کہ:۔

"مسلمانان کشمیر کے اکثر مطالبات دیگر ریاستوں کی مانند جائز، اور شکایات بجا ہیں۔ وہاں جہالت عام ہے۔ چاروں طرف افلاس اور ناداری کا دور دورہ ہے۔ حصولِ تعلیم اور اقتصادی ترقی کی سہولتیں محدود، بلکہ مفقود ہیں۔ کشمیریوں کو سیاسی حقوق حاصل نہیں۔ حکومت میں ان کی فریاد کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی۔ مسلمانوں کا ایک بڑا مطالبہ یہ ہے۔ کہ انہیں ریاست کی اعلےٰ ملازمتوں میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا۔ ہندوؤں کو ہر جگہ غلبہ اور اکثریت حاصل ہے۔ یہ ایسی شکایات اور ایسے مطالبات ہیں۔ جن میں کسی کو شک و شبہ نہیں ہو سکتا"!

لے اخبار "ہندو" مدراس منقول از اخبار "انقلاب" ۱۲۔ مارچ ۱۹۳۲ء صلہ

اس کے بعد ذیل میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا تناسب کیا تھا۔ یہ نقشہ گلینسی کمیشن رپورٹ سے لیا گیا ہے۔ رپورٹ میں یہ ذکر کرنے کے بعد کہ:

"اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کہ سرکاری ملازمت کے معاملہ میں مسلمانوں کو جو آبادی میں بہت بڑی اکثریت رکھتے ہیں۔ کافی نیابت حاصل نہیں ہے ...."

ذیل کا نقشہ دیا گیا ہے:-

	محکمہ	غیر مسلم	مسلم
شعبۂ انتظامی	تعمیرات عامہ	۱۸۳	۵۴
	الیکٹریکل ومکینیکل	۴۷	۳
	ٹیلیگراف وٹیلیفون	۷۲	۷
	کسٹم (اسسٹنٹ محالدار اور اس سے اوپر	۱۹۵	۱۴
	مال (گرداور اور پٹواری) میرپور	۱۳۱	۳۱
	" " " ریاسی	۸۵	۹
کلیریکل	فنانس	۳۶۸	۲۹
	محکمہ تعمیراتِ عامہ	۱۹۴	۳
	معدلت	۱۶۲	۲۱
ادنےٰ ملازم	محکمہ تعمیرات عامہ	۱۲۰	۲۳
	کسٹم	۳۱۴	۱۰۸
	سٹیشنری ڈپو اور چھاپہ خانہ	۶۶	۵

مذکورہ بالا اعداد وشمار متعلقہ محکمہ جات سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اور یقین کیا جاتا ہے۔ کہ موجودہ حالات میں یہ بالکل صحیح (اپ ٹو ڈیٹ) ہیں۔" (گلینسی کمیشن رپورٹ)

مسلمانانِ کشمیر کی یہ بے کسی کی حالت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بچشمِ خود مشاہدہ فرما چکے تھے۔ اور ان کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے موزون وقت کے انتظار میں تھے۔ جونہی یہ حالاتِ ریاست سے باہر آئے۔ اور اخبارات میں ان کا چرچا ہوا

تب حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے بعض مسلمان لیڈروں کو تاروں کے ذریعہ حالاتِ کشمیر کی طرف توجہ دلائی۔ اور کہا۔ کہ ان حالات میں ہمیں ضرور کچھ کرنا چاہیئے۔ اس کے نتیجہ میں ۲۵ اگست سنہ ۱۹۳۱ء کو شملہ میں ایک جلسہ منعقد ہؤا۔ اس جلسہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے مسلمان لیڈروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ آپ لوگوں میں سے کوئی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر بن جائے۔ میں اس کی قیادت میں کام کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن ان لیڈروں نے نہایت مایوس کن خیالات کا اظہار کیا۔ اور کہا۔ کہ ہمیں تو کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اگر آپ کو کامیابی کی کوئی امید ہے۔ تو آپ صدر بن جائیں۔ چونکہ ان حالات میں کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا۔ اور مسلمان لیڈروں میں سے ہر ایک صدارت سے انکار کر رہا تھا۔ ان کے اصرار پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے صدارت قبول فرمالی۔ اور کام شروع ہوگیا۔ اس سارے کام میں درحقیقت مشیت الٰہی کارفرما تھی۔ خدا تعالےٰ حضور سے اسیروں کی رستگاری کا کام لینا چاہتا تھا۔ اور دنیا کو یہ بتا دینا چاہتا تھا۔ کہ ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو پیشگوئی فرمائی ہے۔ اس کی مصداق حضور ہی کی ذات والاصفات ہے۔ اور کوئی نہیں؛

جونہی حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ نے یہ کام اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا۔ حالات جلد جلد پلٹا کھانے لگے۔ اور ایک قلیل عرصہ کی جدوجہد کے بعد صدیوں کا غلام کشمیری آزادی کی ہوا کھانے لگا۔ اور دنیا نے یہ سنا۔ کہ اہلِ کشمیر کو اسمبلی مل گئی ہے۔ پریس کی آزادی مل گئی ہے مسلمانوں کو ملازمتوں میں برابر کے حقوق۔ فصلوں پر قبضہ اور تعلیم میں سہولتیں مل گئی ہیں۔ آئندہ کے لئے ان کی ترقی کا راستہ کھل گیا ہے۔ یہ سب امور حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہی مساعی جمیلہ کے نتائج تھے؛

تاریخ کشمیر ان کارناموں کو اپنے اوراق سے محو نہیں کرسکتی۔ تاریخ کشمیر کا مورخ جب لکھتا لکھتا یہاں پہنچے گا۔ کہ کشمیریوں کو ان کی مظلومانہ حالت سے نجات کس نے دلائی؟ اور ظالم کا ہاتھ کس نے روکا؟ تو وہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کا نام مبارک جلی حروف سے لکھے گا۔ اہلِ کشمیر نے بھی اپنے جذبات عقیدت حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں پیش کئے اور وادیٔ کشمیر "امام جماعت احمدیہ زندہ باد" "صدر کشمیر کمیٹی زندہ باد" کے فلک بوس نعروں سے گونج اُٹھی۔ اور ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء والے "نشانِ رحمت" کی ایک غرض پوری ہوگئی۔ کہ "تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں۔ موت کے پنجہ سے نجات پائیں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں۔ باہر آئیں۔" (تبلیغ رسالت جلد ۱۔ صفحہ ۵۹)

آسمانوں پر مقبول امام

ایک دیرینہ اور پر کیف رؤیا

نوشتہ جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

مَیں امرتسر میں غالباً نویں یا دسویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ اس زمانے کا خواب ہے جس کا اثر اس وقت بھی اور اس کے بعد بھی ہمیشہ نہایت گہرا رہا ہے۔ اور میں ہمیشہ اسے ایک آسمانی اشارہ سمجھتا رہا ہوں اور اس کی تفاصیل کبھی نہیں بھولا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا۔ کہ کسی اہم واقعہ کی انتظار میں لوگ باہر گول باغ میں جمع ہو رہے ہیں۔ یہ بھی احساس ہے۔ کہ شام کے قریب وُہ واقعہ ہونے والا ہے۔ لوگ اپنے بستر اور کچھ مختصر سامان بھی اپنے ہمراہ لیجا رہے ہیں۔ اور باغ میں ادھر اُدھر جمع ہو رہے ہیں۔ ہم بھی یعنی مَیں اور کچھ اور اعزہ بھی اس ہجوم میں اور اسی انتظار میں ہیں۔ ہجوم میں سب قسم کے لوگ ہیں۔ اور سب کی نظر اُفق مغرب کی طرف ہے۔ کیونکہ خیال ہے کہ مغرب[1] کی طرف جدھر منہ کر کے نماز پڑھی جاتی ہے۔ کوئی بات ظاہر ہونے والی ہے۔ آخر نماز مغرب کا وقت آیا۔ اندھیرا زیادہ ہونے لگا۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آسمان پر مغرب کی طرف جو ستارے ہیں۔ اور جو اندھیرے کے بڑھنے سے زیادہ چمکنے لگے ہیں۔ وُہ اپنی اپنی جگہ سے ہلنا شروع ہوئے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہوتے جاتے ہیں لیکن ایسی ترتیب اور نظام سے جمع ہو رہے ہیں۔ کہ ان سے ایک تصویر بن رہی ہے آخر وُہ تصویر مکمل ہو گئی ہے۔ اور وُہ شبیہ ہے حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی کا۔ اتنا حصہ ہے جسے بسٹ کہتے ہیں۔ مجھے یہ یاد نہیں۔ کہ مَیں نے اس وقت حضرت صاحب کو اچھی طرح سے دیکھا ہوا تھا۔ یا نہیں۔ بہرحال حضور کا حلیہ وغیرہ سُنا ہوا تھا۔ اور ستاروں کی اس تصویر کو دیکھ کر فوراً میں نے سمجھ لیا۔ کہ حضور کی تصویر ہے۔ خواب میں یہ وُہ واقعہ نکلا جس کی انتظار میں لوگ گھروں کو چھوڑ کر باغ میں جمع ہو رہے تھے۔ اس تصویر کو لوگ دیر تک ہیبت اور تعجب کے پُر جذبات سے دیکھتے رہے۔ یہ وُہ زمانہ تھا جبکہ حضور کی خلافت پر پیغامی فریق نے اختلاف کر رکھا تھا۔ اور روز یہ بحثیں سُننے میں آتی تھیں۔ کہ اب جماعت کا مستقبل اس نئے امام اور خلیفہ کی قیادت میں کیا ہوگا۔ میں نے ہمیشہ اس خواب سے یہی سمجھا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ آسمان پر ایک مقبول مقام رکھتے ہیں۔ اور حضور کا نام خوب روشن ہوگا۔ سو الحمد للہ۔ کہ ایسا ہی ہوا:۔

[1] یہ بھی ایک عجیب بات ہے۔ کہ جنوری ۱۹۴۴ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ پر مصلح موعود ہونے کا آسمانی انکشاف لاہور شہر میں ہی ہوا۔ جو امرتسر سے جانب مغرب ہے۔ (ایڈیٹر)

مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ

کی تفسیر

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی زبان مبارک سے

{ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۵ راپریل ۱۹۴۴ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں ایک دوست کے سوال پر مندرجہ بالا الہام کی جو اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کے متعلق وارد ہوا ہے حسب ذیل تفسیر ارشاد فرمائی۔ جسے مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل نے مرتب کیا۔ اور اب حضور کے ملاحظہ کے بعد شایع کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر) }

دُنیا میں ہر کام کی ایک ابتداء ہوتی ہے اور ایک انتہاء ہوتی ہے۔ کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو کام کی ابتداء تو کرتے ہیں، مگر انہیں اس کام کی انتہاء دیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔ وہ مظہر الاوّل تو ہوتے ہیں لیکن مظہر الآخر نہیں ہوتے۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو انتہاء کے وقت تو آجاتے ہیں۔ مگر ابتداء میں اُن کا دخل نہیں ہوتا۔ گویا وہ مظہر الآخر تو ہوتے ہیں مگر مظہر الاوّل نہیں ہوتے۔ لیکن مصلح موعود کے متعلق اللہ تعالےٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ مظہر الاوّل بھی ہوگا اور مظہر الآخر بھی ہوگا۔ گویا ایک طرف سلسلہ کا ابتدائی زمانہ اسنے دیکھا ہوا ہوگا۔ وہ مشکلات جو سلسلہ احمدیہ پر آئیں، وہ قربانیاں جو لوگوں کو کرنی پڑیں، وہ تکالیف جو انہوں نے برداشت کیں، یہ سب واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے ہونگے۔ یہ نہیں ہوگا کہ وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہو جب تکالیف کا زمانہ گذر جائے گا مشکلات دُور ہو جائیں گی اور احمدیت کو غلبہ میسر آجائیگا۔ اس لئے وہ وقت بھی دیکھا ہوگا جب احمدیت ابھی ابتدائی حالت میں ہوگی لیکن پھر اللہ تعالیٰ اُسے لمبی عمر دیکر وہ وقت بھی اُس کی آنکھوں کے سامنے لے آئیگا۔ جب احمدیت پھیل جائے گی اور اسلام دُنیا پر غالب آجائیگا۔ پس وہ مظہر الاوّل بھی ہوگا، اور مظہر الآخر بھی ہوگا۔

مظہر الحق کے متعلق تو مَیں سمجھتا ہوں کہ اِس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقاید اور آپ کی تعلیمات کو بعض لوگ بگاڑ کر پیش کرینگے اور آپ کے درجہ کو کم کرینگے

کوشش کرینگے۔ ایسی صورت میں وہ ان کا مقابلہ کریگا اور عقائدِ حقہ کو جماعت میں قائم کر دیگا۔ پس مظہر الحق میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے ذریعہ عقائد حقہ قائم کئے جائیں گے۔ اور مظہر العُلیٰ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عقائد حقہ اس کے ذریعہ سے قلوب میں راسخ کر دیئے جائیں گے اور باوجود اِس کے کہ بظاہر ان کا قائم اور راسخ ہونا بہت مشکل دکھائی دیگا اللہ تعالیٰ اُسے کامیابی عطا فرمائیگا۔

حقیقت یہ ہے کہ عقائد حقہ کو قائم کرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی۔ اُس کے لئے بڑی بھاری قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ جب لوگ سُنتے ہیں کہ یہ لوگ اِس بات کے قائل ہیں کہ نبوت بند نہیں بلکہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہیگی۔ وحی و الہام کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔ یا جنازہ کا مسئلہ سُنتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ غیروں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ یا یہ سُنتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اُن کو لڑکیاں دینی منع ہیں، تو وہ کہتے ہیں کہ جو شخص ایسا کہیگا وہ یقیناً ناکام ہوگا کیونکہ ان عقائد کے ساتھ ساری دُنیا سے لڑائی چھڑ جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ یہ عقائد دُنیا میں پھیل ہی نہیں سکتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے ان الفاظ کے ذریعہ بتا دیا کہ ایک طرف تو وہ عقائد حقہ قائم کریگا جو بوجہ حق ہونے کے لازماً تلخ بھی ہوں گے۔ اور دوسری طرف وہ مظہر العلیٰ ہوگا یعنی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیگا اور جو باتیں منوانا چاہتا ہے گا وہ لوگوں سے منوا لیگا۔ ہم پیغامیوں کو دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملانے اور انہیں ہمارے خلاف اشتعال دلانے کے لئے کہا کرتے ہیں کہ دیکھو یہ تمہیں کافر کہتے ہیں۔ یہ تمہارے پیچھے نمازیں پڑھنا حرام سمجھتے ہیں یہ تمہیں لڑکیاں دینا ناجائز بتاتے ہیں۔ یہ تمہارے جنازے پڑھنے کے بھی قائل نہیں ہیں۔ غرض ہر رنگ میں وہ اُنہیں ہمارے خلاف بھڑکانے اور اشتعال دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب بھی کوئی شخص جماعت میں داخل ہونا چاہتا ہے اِدھر ہی آتا ہے اُن کی طرف نہیں جاتا۔ ایک دفعہ یہیں ایک شخص آئے محمد یعقوب اُن کا نام تھا اور لائلپوری غیر مبایعین کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ انہوں نے نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل پر بحث کرنی شروع کر دی۔ دَوران گفتگو میں وہ بار بار جماعت کے اُن دوستوں کی طرف جو اُسوقت مجلس میں موجود تھے اشارہ کریں اور کہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اتنا ایمان نہیں رکھتے جتنا میں ایمان رکھتا ہوں۔ میں نے آپ کی کتابوں اور اشتہاروں وغیرہ کو خوب غور سے پڑھا ہے اور میں جانتا ہوں کہ نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل کے بارے میں آپ کے عقائد درست نہیں ہیں۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکے تو میں نے اُن سے

کہا میاں صاحب! اس میں مشکل بات کونسی ہے۔ لاہور میں وہ لوگ موجود ہیں جو یہی عقائد رکھتے ہیں آپ جائیں اور اُن کی بیعت کریں۔ وہ کہنے لگے۔ بیعت کرنی ہوگی تو یہیں کرینگے وہاں کیوں کریں۔ تو باوجود اس کے کہ ہم باتیں وہ کہتے ہیں جنکو ماننا بظاہر بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ مگر لوگ پھر بھی ادہر ہی آتے ہیں اُدھر نہیں جاتے۔

پس مظہر الحق میں اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایسے عقائد پیش کریگا جو اَلْحَقُّ مُرٌّ کے ماتحت بظاہر کڑوے اور تکلیف دہ ہوں گے اور سمجھا یہ جائے گا کہ اگر ہم نے اِن عقائد کو مانا، تو لوگ ہمارے مخالف ہو جائیں گے اور ہماری تکالیف پہلے سے بڑھ جائیں گی۔ لیکن باوجود اس کے وہ باتیں ایسی پیش کریگا جو غصہ دلانے والی اور جذبات کو بھڑکانیوالی ہوں گی مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ اُسے کامیابی عطا فرمائیگا اور وہ مظہر العُلیٰ قرار پائے گا۔ گویا باوجود اس کے کہ اُس کی باتیں بظاہر کڑوی ہوں گی، جیسے کہا جاتا ہے اَلْحَقُّ مُرٌّ سچی بات انسان کو کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ پھر بھی لوگ اُس کی کڑوی چیز پئیں گے، دوسروں کے میٹھے شربت کو اپنا مُنہ نہیں لگائیں گے۔

جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص دُنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ مامور ہو یا غیر مامور اور اُسے کسی خاص مقصد اور مدعا کے لئے دُنیا میں ظاہر کیا جائے تو قرآن کریم کے محاورہ کے مطابق اُس کا آنا خود اللہ تعالیٰ کا آنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَیْھِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِھِمْ (النحل ع۳) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص کھڑا کیا جاتا ہے تو اس کا مقابلہ شروع ہوتا ہے۔ مگر ایسے مقابلہ میں کوئی انسانی طاقت دشمن کو تباہ نہیں کر سکتی۔ اُن کے قلعے مضبوط ہوتے ہیں اور وہ آسانی سے اُن میں پناہ گزیں ہو جاتے ہیں۔ پس جب قلعہ مضبوط ہو تو اس صورت میں قاعدہ یہی ہے کہ نیچے سے سرنگ لگا کر اس میں داخل ہونیکی کوشش کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حق کے مقابلہ کے وقت بظاہر دشمن یہ سمجھتا ہے کہ اس کا قلعہ فتح نہیں ہو سکتا۔ کوئی طاقت اس کی دیواروں کو توڑ نہیں سکتی، کوئی فوج اس کو شکست نہیں دے سکتی۔ مگر جب وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے تو اَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ اللہ تعالیٰ بُنیان (بنیاد) میں سے نکلکر اُسکے قلعہ کو پاش پاش کر دیتا اور انکا مکین کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

پس مظہر الحق والعلاء میں جس امر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اسے کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ میں زیادہ واضح کر دیا اور بتا دیا کہ اس کی کامیابی معمولی نہیں ہوگی، بلکہ اس کے ذریعہ کفر کی بنیاد بالکل گرا دیجائیگی۔ گویا یہ الفاظ اس کی کامیابی کی تکمیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ مل کر دشمن کی بنیادوں کو ہمیشہ کے لئے اکھیڑ دیگا۔ یہ تو پیشگوئی کے ان الفاظ کے معنے ہیں۔ لیکن اگر ہم حقیقت کو دیکھیں تو بعض پیشگوئیاں ایسی ہوتی ہیں جو ان تمام لوگوں میں مشترک ہوتی ہیں جن کے سپرد اللہ تعالیٰ اصلاحِ عالم کا کام کرتا ہے۔ خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ اگر انبیاء ہوں گے تب بھی ان کا آنا کان اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا اور اگر غیر انبیاء ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان سے اصلاح کا کام خاص طور پر لینا چاہے گا تو ان کا آنا بھی کانّ اللہ نزل من السماء کا مصداق ہوگا۔ گویا انبیاء اور وہ سب لوگ جو ان انبیاء کے تابع ہو کر اصلاحِ خلق کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اُن سب پر یہ الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اگر وہ کھڑے ہوں اور اپنے کام میں کامیاب نہ ہوں تو دشمن کو اعتراض کا موقع مل سکتا ہے اور وہ غرض فوت ہو جاتی ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ انہیں کھڑا کرتا ہے۔ پس کانّ اللہ نزل من السماءِ کا ظہور ہر نبی یا اس کے خاص اتباع کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمان سے نہ اُترے تو دلوں کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔

اسی طرح ان الفاظ میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان لوگوں کے قلوب میں پیدا ہو جائیگا۔ شرک مٹ جائیگا۔ عقائد میں پختگی پیدا ہو جائے گی اور اسلام کی صداقت پر کامل یقین اور ایمان انہیں حاصل ہو جائیگا۔

حضور کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ کہ نفسی نقطہ سے کیا مراد ہے جس کا ذکر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں ان الفاظ میں آتا ہے۔ کہ "تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائیگا"۔ حضور نے فرمایا نفسی نقطہ سے مراد یہی ہے۔ کہ اس کا تعلق خدا سے مضبوط ہوگا۔ اور آخر وہ اپنے نفسی نقطہ کیطرف واپس چلا جائیگا۔ ان الفاظ میں وفات کی طرف اشارہ ہے

فرمایا نفسی نقطہ کے الفاظ بڑھا کر بتایا گیا ہے۔ کہ اس کی روح کو اللہ تعالیٰ سے خاص وابستگی ہوگی۔ نفس کا لفظ قلب کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور قلب اللہ تعالیٰ کے انوار اور اسکے جلال کا مہبط ہوتا ہے۔ درحقیقت خدا تعالیٰ کے دو مقام ہیں۔ ایک مقام بلندی کی طرف ہے، اور دوسرا مقام وہ ہے جب وہ تدلّی اختیار کر کے انسانی قلب میں آجاتا ہے۔ جب تک انسان زندہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تدلّی اختیار کرتا اور اس کے قلب میں موجود رہتا ہے لیکن جب اُس کی وفات کا وقت آتا ہے تو اُس وقت وہ عرش پر چلا جاتا ہے جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہر وقت ہی خدا رہتا تھا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یدُ اللہِ

فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں وہ جلوہ نما نہیں ہوتا تھا تو یہ کس طرح کہا جا سکتا تھا کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ مگر جب آپؐ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ بالرّفیق الاعلیٰ۔ گویا اس وقت خدا اپنی شانِ بلند کے لحاظ سے عرش پر چلا گیا تھا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعہ بتا دیا کہ پہلے تو وہ مجھ سے ملنے کے لئے آیا کرتا تھا۔ مگر اب میں اس سے ملنے کے لئے جا رہا ہوں۔ تو نفسی نقطہ کے الفاظ میں وہ دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں جو دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں بیان کئے گئے ہیں۔

انسان کے لئے دنو پہلے ہوتا ہے اور تدلّی بعد میں لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے تدلی پہلے ہوتی ہے اور دنو بعد میں۔ پہلے وہ آسمان پر چلا جاتا ہے اور پھر اپنے بندے سے کہتا ہے کہ اب تم بھی یہیں آجاؤ۔

جناب مولوی محمد علی صاحب اور انکی محترمہ بیگم صاحبہ میں شدید اختلاف

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے دعویٰ مصلح موعود پر جناب مولوی محمد علی صاحب تو آپے سے باہر ہو ہی رہے تھے۔ اب محترمہ بیگم صاحبہ جناب مولوی صاحب موصوف نے بھی اپنے زنانہ جلسہ میں اس دعوے کے خلاف ایک تقریر فرمائی ہے۔ الفاظ قابلِ ملاحظہ ہیں فرماتی ہیں:

"اس وقت قادیانی مصلح موعود کی پیشگوئی میاں صاحب پر چسپاں کرنے میں بہت شور مچا رہے ہیں۔ تو یہ کوئی عجوبہ چیز نہیں۔ بلکہ قادیان میں بچوں کو شروع ہی سے یہ ذہن نشیں کرایا جا رہا تھا۔ کہ میاں محمود ہی مصلح موعود ہیں ہیں۔ حالانکہ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا اثر قائم ہے۔ ان کے اصحابی زندہ ہیں اور ان کی تعلیم پر کاربند ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے مصلح موعود کا دور کے زمانہ میں ظاہر ہونا بتایا تھا"

اس قدر تہذیب و متانت کے اظہار پر اکتفا نہ کرتے ہوئے محترمہ فرماتی ہیں:۔

"ہمیں قادیان والوں کی اِس اندھا دھند عقیدت سے مرعوب نہ ہونا چاہیئے بلکہ یہ ایک ابتلاء کا وقت ہے ہمیں اس میں ثابت قدم رہنا چاہئیے"۔

(پیغام صلح ۲۹ر مارچ ۱۹۴۲ء صہ ۳)

چونکہ فرقان محترمہ بیگم صاحبہ مولوی محمد علی صاحب کے نام بھیجا جاتا ہے اسلئے مناسب ہے کہ فرقان کے ذریعہ ہی ان کی غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے۔ پہلی عرض یہ ہے۔ کہ جب قادیان میں بچوں کو شروع سے ہی یہ ذہن نشین کرایا جاتا ہے، کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ہی مصلح موعود ہیں۔ تو اب "قادیانیوں" کو اس کے لئے "شور مچانے" کی کیا ضرورت ہے؟ دوسری عرض یہ ہے کہ مصلح موعود کے متعلق الہامی الفاظ "دیر آمدہ" کے سمجھنے میں جناب کو غلطی لگی ہے۔ براہِ نوازش اشتہار "تکمیل تبلیغ" مجریہ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ولادت تک کی دیر کو بھی اس الہام کا مصداق تسلیم فرمایا ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد ۱ صہ ۱۴۹ حاشیہ)

تیسری عرض یہ ہے کہ "مرعوب" ہونے کا سوال نہیں ہے، آپ بیشک "ثابت قدم" رہیں اور دوسروں کو نصیحت کریں، لیکن خدا کے واسطے یہ ضرور تسلیم فرمائیں کہ جس طرح صحابہ نبیوں کے خلفاء پر فدا ہوا کرتے ہیں وہی جذبہ آج جماعت احمدیہ میں اپنے امام کے لئے موجود ہے۔ اور یہ "اندھا دھند عقیدت" فریق لاہور کو اپنے امیر سے نہیں ہے۔

چوتھی عرض یہ ہے۔ کہ یہ تو درست ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی اللہ کیونکہ صحابی نبی کے ہی ہوتے ہیں۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۶ کے صحابی زندہ ہیں۔ اور حضور کا اثر بھی قائم ہے لیکن آپ اس بیان میں جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے سے شدید اختلاف کر رہی ہیں، کیونکہ وہ تو خانۂ خدا میں کھڑے ہو کر فرما چکے ہیں کہ:۔

"آج کل ایک ہوا چلی ہوئی ہے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا ایک کثیر حصہ بگڑ گیا ہے"۔ (پیغام صلح ۱۵ر مارچ ۱۹۴۲ء)

اب آپ ہی فرمائیں۔ کہ دونوں متضاد بیانات ہیں سے ہم کس بیان کو درست اور راست تسلیم کریں۔ اگر آپ تطبیق دے سکیں تو شوق سے فرقان میں شائع ہونے کے لئے ارسال فرمائیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر جماعت کا "کثیر حصہ" بگڑ گیا ہے تو یہ کہنا کس طرح درست ہے کہ حضرت مسیح موعود کا اثر قائم ہے؟

(وہ) "زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا"

(مکرم جناب چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے)

پچھلے تیس سالوں کے عرصہ میں جہاں جہاں بھی احمدیت کا پیغام پہنچایا گیا ہے وہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے عزم اور سعی کا نتیجہ ہے۔ اور جس مقام پر بھی احمدیت کا ذکر کیا گیا ہے وہاں حضور نے شہرت پائی ہے۔ اِس فرمودۂ الٰہی میں جو بطور عنوان اوپر درج کیا گیا ہے "زمین کے کناروں" سے مراد مُلک کی انتہا بھی ہوسکتی ہے اور اکنافِ عالم بھی ہوسکتی ہے۔ گو ہم یہی یقین رکھتے ہیں کہ زمین کے کناروں سے مراد اس جگہ دُنیا کے کنارے ہی ہیں۔ یہ دونو مفہوم سامنے رکھکر ہندوستان کے نقشہ اور دُنیا کے نقشہ پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈالی جائے تو دیکھنے والا یہ تصدیق کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ یہ نشان بھی اس اولوالعزم پسر موعود کے حق میں پُورا ہوچکا ہے ہندوستان کا نقشہ سامنے رکھکر کراچی سے لیکر ڈبرو گڑھ (ملک آسام) تک ایک خط کھینچیے۔ اور پھر سرینگر سے لیکر راسکماری تک دوسرا خط کھینچیے۔ اور یوں مُلک کے کنارے متعین کرنے کے بعد غور کرلیجیے کہ آیا اِس اولوالعزم نے مُلک کے کناروں تک شہرت پائی ہے یا نہیں؟

پھر ایشیا کا نقشہ سامنے رکھیے اور ایک خط حیفا (فلسطین) سے دمشق۔ دمشق سے بغداد۔ بغداد سے طہران۔ طہران سے بخارا۔ بخارا سے کاشغر۔ کاشغر سے ٹوکیو۔ ٹوکیو سے ہانگ کانگ۔ ہانگ کانگ سے بٹاویہ۔ بٹاویہ سے کولمبو۔ کولمبو سے عدن اور عدن سے پھر حیفا تک خط کھینچیے اور دیکھ لیجیے کہ ایشیا کے کناروں تک یہ موعود فرزند شہرت پاچکا ہے یا نہیں؟ اِن مقامات میں سے حیفا، دمشق، بغداد، بٹاویہ (بلکہ تمام جزائر شرق الہند)، کولمبو، عدن میں تو جماعتہائے احمدیہ قائم ہیں۔ عربی اور دوسری زبانوں میں رسائل جاری ہیں۔ طہران، بخارا، کاشغر، ٹوکیو اور ہانگ کانگ میں سلسلہ کی باقاعدہ تبلیغ کی جاچکی ہے۔ کاشغر کے احمدیوں میں سے حاجی آل احمد صاحب اور حاجی جنود اللہ صاحب تو خود قادیان میں شاہد موجود ہیں۔

پھر افریقہ کا نقشہ لیجیے اور قاہرہ سے ممباسہ، ممباسہ سے لیگوس (ملک نائیجیریا)، لیگوس سے سالٹ پانڈ (ملک گولڈ کوسٹ)۔ اور سالٹ پانڈ سے فری ٹاؤن (ملک سیرالیون) تک خط کھینچیے اور ملاحظہ کرلیجیے کہ افریقہ کے کناروں تک یہ اولوالعزم شہرت پاچکا ہے۔ اِن تمام مقامات پر جن کا ذکر میں نے کیا ہے جماعتہائے احمدیہ موجود ہیں اور مغربی افریقہ کے ممالک میں تو ان کی تعداد کئی ہزار

تک پہنچی ہوئی ہے۔ مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ مدرسے جاری ہیں اور روز بروز اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیوں کی تعداد، ان کے اخلاص اور انکی سرگرمیوں میں ترقی ہو رہی ہے۔ احباب ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اکیلے ملک سیرالیون سے بارہ مبلغین کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ یہ تمام جماعتیں اپنے تمام تبلیغی اور تنظیمی اخراجات خود برداشت کرتی ہیں۔ نئے مبلغین کے اخراجات بھی پہلے چھ ماہ کے بعد جماعتیں خود برداشت کرنے کے قابل ہو جائینگی۔

اب یورپ کے نقشہ کی طرف توجہ کیجئے۔ لندن میں تو ہمارا ۳۰ سال سے مشن قائم ہے اور ۲۰ سال سے وہاں ایک مرکز اور بعد میں مسجد بھی بن چکی ہے۔ یہ مشن بفضل اللہ نہایت اہم خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ علاوہ اس کے برلن (ملک جرمنی)۔ وارسا (ملک پولینڈ)، ماسکو (ملک روس)، بوڈاپسٹ (ملک ہنگری)۔ بلغراڈ (ملک یوگوسلاویہ)۔ روما (ملک اٹلی) میں بذریعہ مبلغین تبلیغ سلسلہ ہو چکی ہے۔ اور لندن۔ پیرس، روما۔ وینس وغیرہ شہروں میں تو حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنفس نفیس تشریف لے جا چکے ہیں۔ واضح ہے کہ یورپ کے کناروں کے متعلق بھی یہ نشان پورا ہو چکا ہے۔

باقی رہا امریکہ۔ سو شمالی امریکہ کے ۲۰ کے قریب شہروں میں بفضل اللہ جماعتہائے احمدیہ قائم ہیں اور شکاگو سے ہمارا سہ ماہی رسالہ مسلم سن رائز بھی شائع ہوتا ہے۔ اور جنوبی امریکہ میں بوئنس آئرز (ملک ارجنٹائن) تبلیغ احمدیت کا مرکز ہے۔

ان مختصر سے کوائف سے اندازہ کر لیا جائے۔ کہ اس نشان کا جس کا اعلان آج سے ۵۸ سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا، یہ حصہ کس آب و تاب کے ساتھ پورا ہو چکا ہے۔ اور پورا ہو رہا ہے۔ یہ عزم اور سعی اور پھر اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر نصرت اور فتحمندی انسان کے اپنے اختیار کی بات نہیں ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست!
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

معذرت اور شکریہ باوجودیکہ مصلح موعود نمبر کے صفحات میں غیر معمولی اضافہ کیا گیا ہے لیکن کئی ایک مہربان دوستوں کے مضامین درج رسالہ نہیں ہو سکے۔ ان سے معذرت خواہ ہوں بہرحال جملہ معاونین کا شکریہ۔ فوٹوز کے حصول میں ڈاکٹر حسن احمد صاحب لاہور اور ملک عطاء الرحمٰن صاحب قادیان شکریہ کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

آسمانی شہادت کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کا غلط رویہ

(از جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ بی۔اے۔ایل ایل۔بی واقفِ زندگی تحریک جدید):

کتاب مقدس میں لکھا ہے:۔

"خدا فرماتا ہے کہ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ میں اپنی رُوح میں سے ہر بشر پر ڈالونگا اور تمہارے بیٹے اور بیٹیاں نبوّت کرینگی اور تمہارے جوان رویا اور تمہارے بُڈھے خواب دیکھیں گے۔ بلکہ میں اپنے بندوں اور اپنی بندیوں پر بھی اُن دنوں میں اپنے رُوح میں سے ڈالوں گا اور وہ نبوّت کریں گی۔" (اعمال ۲ ۱۷-۱۸)

یہ آخری دن حضرت مسیحؑ کی بعثتِ ثانیہ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایام ہیں۔ ہمنے اپنی آنکھوں سے اِس پیشگوئی کو پورے ہوتے دیکھا۔ خدا تعالیٰ نے بیٹوں اور بیٹیوں کو، مردوں اور عورتوں کو، جوانوں اور بوڑھوں کو اکناف عالم میں اِس ذریعہ سے اپنے مسیح کی صداقت کا علم دیا اور ایمان کی توفیق بخشی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں کئی ایسی خوابوں کو اپنی تائید میں بیان فرمایا ہے۔ (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۶ تا صفحہ ۳۳۹، حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۶) حضور نے اپنی تصنیف نشانِ آسمانی میں تمام طالبانِ حق کو دعوتِ استخارہ دی اور اس طرح آسمانی نور کے حاصل کرنیکا ایک مستقل اور عظیم الشان ذریعہ اُن کے لئے مہیا فرما دیا۔ کئی سعید رُوحیں ان استخاروں کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئیں۔ اور خلافتِ ثانیہ سے وابستگی کی انہیں توفیق حاصل ہوئی۔

یہ ایک آسمانی راستہ ہے اور اِس پر کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہئے۔ مگر تعجب ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو یہ طریق بھی نہیں بھاتا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ کئی لوگ جو پہلے اُن سے عقیدت رکھتے تھے اُنکی خدا تعالیٰ نے خواب میں رہنمائی فرمائی اور وہ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بیعت میں شامل ہو گئے۔ اس پر مولوی صاحب نے سرے سے خواب کی ہی تضحیک شروع کر دی۔ ابھی کچھ دوست غیر مبایعین میں سے ہم میں آکر شامل ہوئے۔ مولوی صاحب اُن کا اپنے خطبہ میں ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

"ایک تیسرے بزرگ ہیں اُن سے قادیانی ہونیکی وجہ پُوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہمارے افسر ایک قادیانی بزرگ ہیں انہوں نے کہا تھا توجہ کرو۔ **تو خواب میں اشارہ**

ہوا کہ قادیانی ہو جاؤ۔ جب اُن سے کہا گیا کہ عقاید سے دیکھنا چاہیئے کہ حق کس کے ساتھ ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کا ذکر نہ کرو۔ سو یہ کیا چیز ہے۔ یہ سب دُنیا کی طرف میلان ہے۔" (پیغام صلح ۲۹ مارچ ۴۴ء)

مولوی صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کریں۔ کیا آپکو علم نہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سچی خواب کی کیا اہمیت قرار دی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"..... بعض لوگ محض خوابوں کے ہی ذریعہ سے عناد اور کینہ کو ترک کر کے کامل مخلصین میں داخل ہو گئے اور اسی بناء پر اپنے مالوں سے امداد کرنے لگے۔" (نشان آسمانی ص ۳۹)

مولوی صاحب! یہ خوابیں کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ تو خدا کا فضل اور احسان ہے۔ اِس پر کُڑھنے کی بجائے اس عظیم الشان نشان کو شناخت کر کے خلافتِ حقّہ کی مخالفت سے توبہ کرنی چاہیئے پھر یہ ایک خواب نہیں، یہ خوابوں کا ایک بڑا لمبا سلسلہ ہے۔ اور عجیب تر یہ کہ جب بھی سلسلہ پر کوئی بڑا حملہ کیا جاتا ہے، جب بھی خاص طور پر آسمانی انوار کے نزول کا وقت ہوتا ہے، جب بھی جماعت کیلئے آسمانی تسکین کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ خوابوں کا ایک بڑا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ خود مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:-

"جب ہم قادیان کو چھوڑ کر آئے تھے تو اُس وقت ہمارے دلوں کے اندر یقین تھا کہ قادیان میں پیر پرستی کی بنیاد پڑ رہی ہے۔ اُس وقت ہمیں نظر آ گیا تھا۔ شاید بعض لوگوں کو یاد ہو گا کہ ان ایام میں بھی خوابوں کا ایک بڑا سلسلہ چلا تھا کسی نے آکر کہدیا، کہ فلاں یکہ والے کو بھی خواب آئی ہے۔ حکم ہوا کہ اس کو بھی لکھ لو۔ وہ کون تھا یہ بھی کوئی نہ پوچھتا تھا۔ ان خوابوں کی بناء پر خلافت بنی۔ اب خوابوں کی بناء پر مصلح موعود بن رہے ہیں۔" (پیغام صلح ۲۳ فروری)

خداترس لوگ جانتے ہیں، کہ سچی خوابوں کا آنا جماعت کے قلوب پر خدائی تصرّف کی دلیل ہے، یہ خدائی موہبت ہے۔ ان کے ذریعہ مومنین کو تسکین بہم پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ یہ اُسی فضل کا پرتو ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں سعید طبائع پر نازل ہوتا تھا۔ وہی فضل آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "حُسن و احسان میں نظیر" حضرت مصلح موعود کے متبعین پر نازل ہو رہا ہے۔ ایک شخص کے متعلق تو شبہ ہو سکتا ہے کہ شائد اس کے نفس کا اس کی خواب میں دخل ہو لیکن جب اُس امر کی تائید "خوابوں کا ایک بڑا سلسلہ" کرے تو اس شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں رہتی مولوی

محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاک لخت جگر پر حملہ کیا ہے کہ ان کا خواب خواہشات

کا اثر ہے اس کا بھی ان خوابوں میں جواب موجود ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ پر خدا تعالیٰ نے ایک انکشاف فرمایا اور اس انکشاف کی تائید میں خدا تعالیٰ نے احباب جماعت اور خواتینِ جماعت کو بھی کثرت سے بذریعہ خواب مطلع کر دیا۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ یہ رویائے صادقہ ہیں، اِن میں کسی خواہش کا دخل نہیں اور ان میں کسی کذب کا دخل نہیں۔ یہ خود ساختہ معیار نہیں، بلکہ خود آقائے نامدار حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یراھا الرّجل المسلم او یریٰ لہ۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے پیش فرمایا ہے۔ یہ "خوابوں کا ایک بڑا سلسلہ" حضرت امیر المومنین اور مختلف دوستوں کی خوابوں میں اشتراک، کیا یہ اُن خوابوں کی سچائی کی دلیل نہیں ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کو اپنی صداقت کے متعلق استخارہ کی تحریک فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص سچی خواب دیکھتا ہے اور خدا تعالیٰ اس کے کسی مخلص کو بطور گواہ ٹھہرانے کے وہی خواب یا اس کے کوئی ہم شکل دکھلا دیتا ہے تب اُس خواب کو دوسرے کی خواب سے قوت مِل جاتی ہے۔ سو بہتر ہے کہ آپ کسی اپنے دوست کو رفیقِ خواب کر لیں جو صلاحیت اور تقویٰ رکھتا ہو اور اس کو کہدیں کہ جب کوئی خواب دیکھے لکھ کر دکھلا دے اور آپ بھی لکھکر دکھلا دیں۔ تب امید ہے کہ اگر سچی خواب آئیگی، تو اسکے کئی اجزاء آپ کی خواب میں اور اس کی خواب میں مشترک ہونگے۔ اور ایسا اشتراک ہوگا کہ آپ تعجب کرینگے" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۵۵)

مولوی صاحب! حیف ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق کو پیر پرستی قرار دیتے ہیں۔ یہ پیر پرستی نہیں، یہ خدا پرستی ہے۔ پھر مولوی صاحب ایک خطبہ میں کہتے ہیں:-

"قادیان کی جماعت نے حضرت صاحب کے نام اور مقاصد کو چھوڑ دیا اور خوابوں کے پیچھے پڑ گئے ہیں" (پیغام صلح ۵ ارمارچ ۱۹۴۴ء)

مولوی صاحب! ان "خوابوں کے پیچھے پڑنا" حضرت صاحب کے کام اور مقاصد کو چھوڑنا نہیں ہے، بلکہ اُن کے پیچھے پڑنا بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے کام اور مقاصد کی تکمیل ہے۔ یہ خوابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اسلئے دکھائی جاتی ہیں کہ تا وہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضور کے خلفاء کے حقیقی مقام کو شناخت کر سکیں۔ اور حضرت اقدس اور حضور کے خلفاء کے مقاصد کی تکمیل میں کوشاں ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"مجھے یاد آیا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۱ میں یہ الہام درج ہے جسکو دس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ یہ ہے۔ ینصرك رجال نوحی الیھم من السّماء یعنی ایسے لوگ تیری مدد کرینگے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کریں گے۔ سو وہ وقت آگیا۔ اس لئے میرے نزدیک قرینِ مصلحت ہے۔ کہ جب معقول اندازہ ان خوابوں اور الہاموں کا ہو جائے تو ان کو ایک رسالہ مستقلہ کی صورت میں طبع کر کے شائع کیا جائے۔ کیونکہ یہ بھی ایک شہادت آسمانی اور نعمت الٰہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے واما بنعمت ربك فحدّث۔" (نشان آسمانی ص۳۹،۴۰)

پس یہ خوابیں ثبوت ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا! یہ خوابیں ثبوت ہیں حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت حقہ کا، یہ خوابیں ثبوت ہیں حضرت امیرالمومنین کے مصلح موعود ہونیکا۔ اور ان سے ایمان تازہ ہوتا ہے، قربانی کا جذبہ ترقی پذیر ہوتا ہے۔ عمل کی قوت بڑھتی ہے۔ یہ نعمت الٰہی ہے جس کا شائع کرنا واما بنعمت ربك فحدّث کی تعمیل ہے۔ یہ شہادت آسمانی ہے جس کے آگے ہر تعصب اور بغض وکینہ کو دُور کرتے ہوئے جُھک جانا چاہیئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مولوی صاحب اس آسمانی شہادت کو قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں۔

مولوی صاحب! یہ خوابیں ان مبشرات میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے آیات ذیل میں وعدہ فرمایا ہے۔ (۱) اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (یونس)، (۲) اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ (حٰم سجدہ)، مومنین کی جماعت کے لئے ملکوتی تسکین کی صورت میں خدائی انعام نازل ہوتا ہے کسی مدعیٔ ایمان کا اس پر ہنسنا قطعاً زیبا نہیں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزءًا من النبوۃ (بخاری ومسلم) کہ سچی خوابیں چھیالیسواں حصہ نبوت ہیں۔ پس اس نبوت کے چھیالیسویں حصہ کی تحقیر ایمان کے منافی ہے۔ ہاں یہ خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے نزدیک "بکہ والا" اس انعام کا مستحق ہے یا مسلم ٹاؤن کے بنگلہ میں رہنے والا امیر پیغام۔ وما علینا الا البلاغ المبین +

اُولوالعزم مُصلح موعودؑ اور ترقیٔ احمدیّت

:(از خواجہ خورشید احمد صاحب مجاہد سیالکوٹی واقفِ زندگی) :

(۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

"اِس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہٖ و بہ برکت حضرت خاتم الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خداوند کریم نے اِس عاجز کی دُعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جسکی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔" (اشتہار ۲۲ر مارچ ۱۸۸۶ء)

جب حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ہوئی تو بڑے بڑے صاحب دل بھی کانپ اُٹھے۔ اسی ہوشربا گھڑی میں یہ اولوالعزم نوجوان اپنے مقدس باپؑ کی مبارک نعش کے قریب کھڑا ہو جاتا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے کہ :-

"اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور مَیں اکیلا رہ جاؤں گا تو مَیں اکیلا ہی ساری دُنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کرونگا۔"

(بحوالہ الحکم خلافت جوبلی نمبر صا)

(۲)

غیر مبایعین نے خلافتِ ثانیہ سے علیحدہ ہوتے ہی کہنا شروع کر دیا کہ :-

(۱) "بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ بطور نفل ان کا کر لینا انہیں ہمیشہ کے لئے فرض نہیں کر دیتا۔ اور تاریخ بتاتی ہے کہ خلافت کا سلسلہ صرف چندروزہ ہوتا ہے۔ تو کس طرح یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ اگر ایک شخص کی بیعت کر لی تو اب آئندہ بھی کرتے جاؤ۔" (پیغام صلح ۲ اپریل ۱۹۱۴ء)

(۲) "ہم انگلستان میں لوگوں کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کی کوشش سردست ٹھیک نہیں سمجھتے۔ کیونکہ اس سے وہاں فرقہ بندی کا بازار گرم ہونے کا احتمال ہے۔" (پیغام صلح ۲۳ جون ۱۹۳۰ء)

پھر لکھا کہ "بلاشبہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کا وجود اور دعویٰ ووکنگ میں نہیں پیش کرتے" (حوالہ مذکور)

اِس نازک زمانہ میں جبکہ اکابر الگ ہو گئے اور احمدیت کو سمِ قاتل کہنے لگے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا :- "خدا کرے کہ میرے ہاتھ سے یہ فساد فرو ہو جائے اور یہ فتنہ کی آگ بجھ جائے۔ تاکہ وہ

عظیم الشان کام جو خلیفہ کا فرضِ اوّل ہے یعنی کُل دُنیا میں اپنے مطاع کی صداقت کو پہنچانا میں اس کی طرف پوری توجہ کرسکوں۔ کاش! میں اپنی موت سے پہلے دُنیا کے دُور دراز علاقوں میں صداقتِ احمدیہ روشن دیکھ لوں۔ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز۔" (رسالہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے ص۱)

پھر فرمایا:۔ "اب میں یقین رکھتا ہوں کہ دُنیا کو ہدایت میرے ہی ذریعہ سے ہوگی اور قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ گذریگا جسمیں میرے شاگرد نہ ہونگے کیونکہ آپ لوگ جو کام کرینگے وہ میرا ہی کام ہوگا۔" (منصب خلافت ص۱۲)

نیز فرمایا:۔ "اسوقت دشمن کہہ رہا ہے کہ اب احمدیت گئی لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ آگے سے بھی زیادہ اسے ترقی دے اور اسلام کے شیدا خوش ہوجائیں کہ اب خزاں کے بعد بہار آنیوالی ہے، اور مسیح موعودؑ کے وعدوں کے پورے ہونیکے دن آگئے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے مامور اور اسکے اوّل خلیفہؓ کی دعاؤں کو ضایع نہیں کریگا اور ضرور اسلام کی مصیبت کو دُور کردیگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کام کو پورا کرنے کیلئے میرے دل میں ڈالا ہے کہ میں اب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے خاص جد و جہد کروں۔" (شکریہ و اعلان ضروری ص۸)

(۳)

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کو مسلّم ہے، کہ احمدیت کی شاندار ترقی مصلح موعودؑ کی ذات کیساتھ وابستہ ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے شخص کیلئے جو خاص نشان قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اُسکے ذریعہ سے حق ترقی کریگا۔ پس اوّل وہ وحی کے حصہ پاکر کھڑا ہوگا۔ پھر اسکی تائید آسمان سے اس طرح ہوگی کہ سلسلۂ حقہ اور دین اسلام میں اس کے ذریعہ کثرت سے لوگ داخل ہونگے۔ یہ ہیں اُس کے نشان جنکے پورا ہونے پر کسی شخص کو یقینی طور پر اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے۔"

(حاشیہ الوصیت شایع کردہ غیر مبایعین ص۱۴)

مرزا خدا بخش صاحب غیر مبایع نے لکھا کہ:۔

"ایکدفعہ ایسے وقت میں جبکہ ابھی تک کوئی اولاد نہیں تھی پیشگوئی کی کہ ایک لڑکا ہوگا جو مشرق سے مغرب تک دین اسلام کو پھیلائیگا اس کا نام بشیر عمانوایل ہوگا اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا ...... یہ پیشگوئی بھی بکمال صفائی پوری ہوگئی۔ اسوقت تک چار ہی لڑکے موجود ہیں جنمیں سے ایک وہ موعود بھی ہے جو اپنے وقت پر اپنے کمالات ظاہر کریگا اور جو حضرت اقدس کا جانشین ہوگا۔" (عسل مصفّٰی ص۹۹ جلد دوم طبع ثانی ۱۹۱۳ء)

غیر مبایع دوست سوچیں کہ وہ اولوالعزم مصلح موعود کون ہے؟ جسکے عہد مقدس میں اسکے خدام کے ہاتھوں ممالکِ غیر میں بیسیوں مشن قائم ہوچکے ہیں۔

مُصلح موعودؑ کی شناخت کا واضح معیار

"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا"

(از جناب سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں تحریر فرمایا ہے کہ مصلح موعودؑ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"

یاد رکھنا چاہیئے کہ آیت قرآنیہ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ کے مطابق علم قرآنی حقیقی رنگ میں صرف متقیوں کو ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "مومن کامل پر قرآن کریم کے حقائق و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں۔ اور ان چاروں علامتوں میں مومن کامل نسبتی طور پر دوسروں پر غالب رہتا ہے۔" (آسمانی فیصلہ ص۱۳)

(۲) "اول فضیلت اور کمال کسی دل کا یہ ہے کہ علم قرآنی اسکو عطا کیا جائے ... وہ آپ فرماتا ہے کہ میں جسکو حقیقی پاکیزگی بخشتا ہوں اسپر قرآنی علوم کے چشمے کھولتا ہوں اور نیز فرماتا ہے کہ جسکو چاہتا ہوں علم قرآنی دیتا ہوں۔ اور جسکو علم قرآن دیا گیا اسکو وہ چیز دی گئی جسکے ساتھ کوئی چیز برابر نہیں۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۲۶۳)

(۳) "اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں" ... "بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ جو شخص دل کو پاک کر کے اور خدا اور اسکے رسول سے سچی محبت رکھکر میری پیروی کریگا وہ بھی خدا تعالیٰ سے یہ نعمت پائیگا۔ مگر یاد رکھو کہ تمام مخالفوں کے لئے یہ دروازہ بند ہے۔" (اربعین نمبر ۱ ص۴)

(۴) "علم قرآن سے بلا شبہ باخدا اور راستباز ہونا بھی ثابت ہے۔

کیونکہ بموجب آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ صرف پاک باطن لوگوں کو ہی کتاب عزیز کا علم دیا جاتا ہے لیکن صرف دعویٰ قابلِ تسلیم نہیں بلکہ ہر ایک چیز کا قدر امتحان سے

ہوسکتا ہے اور امتحان کا ذریعہ مقابلہ ہے۔ کیونکہ روشنی ظلمت سے ہی شناخت کیجاتی ہے"

(اشتہار بنام پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء ص۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِن اقتباسات سے ظاہر ہے کہ "قرآن کریم کے حقائق و معارف جدیدہ" کا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا جانا نہ صرف "مومن کامل"، "حقیقی پاکیزگی"، "بلاشبہ باخدا اور راستبازہونیکا ثبوت ہے۔ بلکہ "اوّل فضیلت اور کمال کسی ولی کا یہ ہے کہ علم قرآن اسکو عطا کیا جائے"۔ آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ کے سلسلہ میں جناب مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں :۔

"اس کے مضامین عالیہ تک رسائی انہی لوگوں کو ملتی ہے، جو اپنے آپکو گناہوں سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں۔ یہ مطہرین کے قرآن شریف تک پہنچنے کے دو رنگ ہیں ایک ظاہری ایک باطنی"۔ (ترجمۃ القرآن ص۱۸۱۱)

اِن اقتباسات مسلّمہ فریقین کی روشنی میں اگر کسی کو مصلح موعودؑ کے بارہ میں تحقیقِ حق مدنظر ہو تو اسکے لئے حق کا معلوم کرنا کچھ مشکل امر نہیں کیونکہ مصلح موعودؑ کے نشانات میں مندرج ہے کہ وہ :۔

"علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا"

لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت مندرجہ حوالہ ۲ سے روشن ہے کہ "صرف دعوے قابلِ تسلیم نہیں بلکہ ہر ایک چیز کا قدر امتحان سے ہوسکتا ہے اور امتحان کا ذریعہ مقابلہ ہے"۔ حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

(۱) امیر امان اللہ خان سابق شاہ افغانستان کو مخاطب کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آیت لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ کے مضمون کیطرف توجہ دلا کر بار بار اپنے مخالفوں کو توجہ دلائی ۔ ۔ ۔ کہ اگر تم میں سے کوئی عالم یا شیخ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہو تو میرے مقابلہ پر علوم قرآن کو ظاہر کرے۔ اور ایسا کیا جائے کہ ایک جگہ ایک ثالث شخص بطور قرعہ اندازی قرآن کریم کا کوئی ٹکڑا نکال کر دونوں کو دے اور اس کی تفسیر **معارف جدیدہ** پر مشتمل دونوں لکھیں۔ پھر دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس فریق کی مدد کرتا ہے مگر باوجود بار بار کہنے کے کوئی مقابلہ پر نہ آیا اور آتا بھی کیونکر؟ کیونکہ آپ کا مقابلہ تو الگ رہا **علوم قرآن میں آپ کے خدام کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا**۔ اور قرآن کریم گویا اِس وقت صرف ہمارا ہی ہے"۔ (دعوۃ الامیر ص۱۹۵)

(۲) علماء دیوبند کے نام چیلنج میں تحریر فرمایا کہ :۔

"اگر حقائق و معارف سے وہ حقیقی معارف مراد ہیں جن سے قرآن کریم بھرا پڑا ہے اور جن میں انسان کے اخلاق و اعمال کی درستی اور اسکے تعلق باللہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ ذرائع بتائے گئے ہیں تو انکے لکھنے میں ان مولویوں کو میں اپنے مقابلہ پر بلاتا ہوں اگر وہ آئے تو دیکھینگے کہ حضرت مرزا صاحب کے ایک ادنیٰ غلام کے مقابلہ میں انکا کیا حشر ہوتا ہے۔ انکی قلمیں ٹوٹ جائینگی، انکے دماغوں پر پردے پڑ جائینگے اور وہ کچھ نہیں لکھ سکینگے۔ اگر انہیں ہمت جرأت ہے تو مقابلہ پر آئیں۔"[1]

(۳) پھر ایک اور موقعہ پر حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ارشاد فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح موعودؑ نے ان علماء کو چیلنج دیا کہ میرے مقابل پر آکر تفسیر لکھو۔ اگر ان علماء میں علم ہوتا تو وہ اسے قبول کیوں نہ کرتے؟ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ تفسیر کا کام میرا ہے یا اسکا جو مجھ سے ہو اور اسطرح یہ دروازہ اپنی جماعت کیلئے بھی کھلا رکھا ہے۔ اب میں نے بھی کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈالکر کوئی مقام نکال لو اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تمکو زیادہ عبور ہو بلکہ یہانتک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو اور مجھے وہ نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابل پر آکر اسکی تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لیگی کہ علوم کے دروازے مجھپر کھلتے ہیں یا ان پر مگر کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ سامنے آئے۔"[2]

(۴) چونکہ پیشگوئی مصلح موعود میں صرف باطنی علوم یعنی قرآن کریم کی تفسیر اور معارف جدیدہ سے پر ہونا ہی نشان نہیں بلکہ ظاہری علوم کا بھی ذکر ہے اسلئے مندرجہ ذیل اقتباس خاص دلچسپی سے پڑھنے کے قابل ہے۔ حضور نے ۸ر اپریل ۱۹۳۴ء کو لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:-

"آپ (مسیح موعود علیہ السلام) کے طفیل مجھے بھی ایسے قرآن کریم کے معارف عطا کئے گئے ہیں کہ کوئی شخص خواہ کسی علم کا جاننے والا اور کسی مذہب کا پیرو ہو قرآن کریم پر جو چاہے اعتراض کرے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس قرآن سے ہی اسکا جواب دونگا۔ میں نے بارہا دنیا کو چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآن میرے مقابل میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں ہوں مگر کوئی اس کیلئے تیار نہیں ہوا۔ . . . میرا دعویٰ تو یہ ہے کہ نئے معارف بیان کروں گا۔" (تبلیغ حق صـ۳۷-۳۸) پھر اپنی تقریر میں آگے چلکر فرماتے ہیں:

"غرض اسوقت تک کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی کہ جسکی دنیا کو ضرورت ہو اور قرآن کریم میں مذکور نہ ہو۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کا کوئی انسان کسی علم سے اعتراض کرے میں انشاء اللہ العزیز قرآن کریم سے ہی اسے جواب دونگا اور میرا دعویٰ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آکر دنیا کی ضرورتوں کو پورا کر دیا۔"[3]

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کے بارہ میں جو فرمایا تھا کہ وہ "علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا" یہ نشان اور عظیم الشان علامت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ ہی میں پائی

[1] الفضل ۱۶ر جولائی ۱۹۲۵ء صد ۴ - [2] الفضل ۷ر مارچ ۱۹۳۶ء - [3] تبلیغ حق صـ۶۵

اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ کی حقیقت

(نوشتہ مکرم جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے جمعہ کے خطبہ میں اپنی ایک عظیم الشان رویا بیان فرمائی جو یکم فروری ۱۹۴۴ء کے الفضل میں شایع ہو چکی ہے رویا بہت لمبی ہے اور اس کا ایک حصہ یعنی انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ الہام الٰہی ہے۔ حضور کی زبان پر جو کچھ جاری ہوا وہ مشیت ایزدی سے ہوا ہے، حضور کا اس میں کیا اختیار، اللہ تعالیٰ حضور کو مسیح موعودؑ یعنی آپؑ کا موعود مثیل اور کامل خلیفہ قرار دے رہا ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ درد بھرے دل کیساتھ اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ حضور میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ آپ کا عشق قرآن پاک کیساتھ انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ کے اندر قرآن کریم کی روشنی کی شعاعیں داخل ہو رہی ہیں۔ اور اس روشنی کے باعث آپ نے دُنیا جہان کو چیلنج کیا ہے، ہاں اسی طرح چیلنج جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا تھا۔ کہ قرآن پاک کی تعلیم پر کوئی شخص اعتراض کر کے دیکھ لے، حضور اس کا مدلل اور معقول جواب قرآن کریم سے ہی دیں گے۔

اِس کلام پاک کی روشنی کی موجودگی میں آج مشرق اور مغرب کے علماء کو محوِ حیرت کر دیا ہے۔ وہ آج حضور کے مقابل پر مذہب کی صداقت کا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں نہیں آتے۔

ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ جب بھی کوئی شخص خواہ کسی علم کا، کسی درجہ کا عالم حضور کے سامنے آیا اور علوم مروّجہ کے پیش نظر اسلام کی تعلیمات پر اس نے اعتراض کیا تو حضور نے اس کا نہایت تسلّی بخش جواب دیا۔

علاوہ ازیں ہم نے حضور والا کو اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق رکھنے والا پایا ہے۔ حتّٰی کہ بعض مخالفوں نے بھی حضور کے تعلق باللہ کی شہادت دی۔

حضور کی دُعاؤں کی قبولیّت کے آثار دوستوں اور دشمنوں نے محسوس کئے ہیں۔ صلہ رحمی میں بھی حضور نمونہ ہیں۔ حضور نے ہر چھوٹے بڑے عزیز و اقارب کے ساتھ حسب مراتب سلوک کیا ہے۔ پھر حضور نے سلسلہ حقّہ کو دُنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے اور اس عظیم الشان کام کو انجام

دیتے ہوئے جہاں اپنے عہد کو پورا کیا، وہاں "دنیا کے کناروں تک شہرت پائیگا" کی پیشگوئی کے مصداق بھی بن گئے۔

پھر حضور والا نے اِس دجالی فتنہ کے دُنیا پر قابض ہو جانیوالے زمانہ میں اور اسلام کی تعلیم کے نہایت زبردست مخالف رَو کے وقت میں تعدد ازدواج جیسے نہایت مشکل مسئلہ کو عملی جامہ پہنایا ہے اور انصاف کو قائم رکھتے ہوئے دُنیا کے لئے نمونہ قائم کیا ہے

الغرض جبکہ حضور سے وہی کارہائے نمایاں صادر ہو رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام انجام دے رہے تھے تو پھر انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ کے الہامی الفاظ کا زبان پر جاری ہونا خاص منشاء الہٰی سے معلوم ہوتا ہے ۔ ۱۹۲۴ء میں حضور دمشق میں المنارۃ البیضاء کے قرب میں نزول فرما ہوئے اور حدیث نبی اکرم صلعم کی پیشگوئی کے مطابق خلیفہ برحق ثابت ہوئے تھے ۔

اگر یہ سوال ہو کہ پھر الہام انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ اتنی دیر بعد کیوں ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے ۔ کہ ہر ایک کام کے لئے زمانہ اور وقت مقرر فرما دیتا ہے ۔ حضور والا کو یہ الہام کہ انا المسیح الموعود مثیلہٗ وخلیفتہٗ آج ہوا ہے ۔ لیکن میرے نزدیک حضور مسیح موعودؑ کے مظہر اور خلیفہ آج سے بہت پہلے بن چکے تھے ۔ اور اس بارہ میں کھلا الہام دیر بعد ہونے کی میرے نزدیک حکمت یہ ہے ، کہ اللہ تعالیٰ نے اِس قدر عرصہ میں جماعت احمدیہ کے سینوں کو قبول کرنے کے لئے کھول دیا ۔ اور اس قدر عرصہ میں بعض غیب کی باتیں حضور کے ذریعہ ایسی معلوم ہوئیں جو بجز مقبولین کے اور کسی کے ذریعہ ظاہر نہیں ہوتیں ۔

سینکڑوں نشان اور ہزاروں برکتیں اللہ کے حضور سے حضور کو ملیں کہ دوست اور دشمن محو حیرت ہو گئے ۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضور والا کو انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہٗ کا الہام فرمایا اور اسکے اعلان کی اجازت فرما دی ۔ پس جبکہ حضور سے مسیح موعود ہونے کے کام اور نشان پہلے سے ہی سرزد ہو رہے ہیں تو پھر حضور کو اور حضور کے خدام کو اٰمنّا و صدّقنا کہنے میں کونسی روک ہے ۔

۱۹۳۰ء کے ماہ رمضان کا واقعہ ہے ۔ یہ عاجز ماہ رمضان کی بارھویں تاریخ کو بعد نماز فجر سویا ہوا تھا کہ رؤیا میں مجھے معلوم ہوا کہ اس بات کا اعلان ہو رہا ہے ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

تشریف لا رہے ہیں (یعنے زندہ ہو کر واپس آ رہے ہیں) اس اعلان پر حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ اور یہ عاجز حضور مسیح موعود علیہ السلام کے استقبال کے لئے مسجد مبارک کے نیچے والے چوک میں نکلے ہیں۔ اور اس وقت بجز سیدنا حضرت محمود اور اس عاجز کے اور کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سفید نقاب پہنے جانب شمال سے آتے ہوئے نظر آئے ہیں اور جب حضرت خلیفہ اول رض کے مطب کے سامنے پہنچے ہیں اس وقت حضور نے اپنا نقاب چہرہ مبارک سے اٹھایا ہے۔ اور حضور کا چہرہ ایسا منور نظر آتا ہے کہ حدِ بیان سے باہر ہے۔ پہلے سیدنا حضرت محمود نے مصافحہ کیا ہے اور اس کے بعد اس عاجز راقم نے۔ پیارے مسیح پاک نے اس عاجز کا ہاتھ دیر تک اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس وقت اس عاجز کے سرور اور لذت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور خوشی کی حالت کو صرف اسی طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔ کہ جو غم ہمیں حضور کی مفارقت سے ہی انتہا میں پہنچا تھا، اسی درجہ کی خوشی محسوس ہو رہی تھی، جبکہ یہ نظر آ رہا تھا کہ حضرت صاحب پھر دنیا میں واپس آ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاہد ہے اور اس کی جھوٹی قسم کھانا لعنت کے نیچے لے آتا ہے کہ اس خوشی کا اثر میرے جسم پر اس قدر پڑ رہا تھا، کہ میرا جسم تمام کا تمام سخت رعشہ میں تھا۔

میرا یہ رؤیا تین سال قبل طبع ہو چکا ہے۔ دیکھو الفضل جلد ۲۸ نمبر ۲۸۱ - اس رؤیا کی تائید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل کلمات سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :-

”خدا تعالیٰ نے مجھے بشارت دی، کہ موت کے بعد میں پھر تجھے حیات بخشوں گا“ اور فرمایا۔ کہ ”جو لوگ خدا تعالیٰ کے مقرب ہیں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں“ اور پھر فرمایا ”اور میں اپنی چمکار دکھاؤں گا اور اپنی قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا“ پس میری دوبارہ زندگی سے مراد بھی میرے مقاصد کی زندگی ہے“

ان اقتباسات سے حضرت مسیح موعود کی بعثت ثانیہ کا وعدہ ثابت ہے۔ الحمد للہ کہ آج وہ ہو گیا ہے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

مُصلح موعودؑ کی علامات اور کارنامے

(از جناب مرزا منور احمد صاحب مولوی فاضل واقف زندگی)

۲۰؍فروری ۱۸۸۶ء اور بعد کے اشتہارات میں مصلح موعود کے لیے جن علامات و امور کا ذکر کیا گیا ہے وہ مختصراً حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اس کا نام اور کام فضل ہوگا۔ (۲) وہ صاحب شکوہ (۳) اور عظمت (۴) اور دولت ہوگا۔ (۵) وہ اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ (۶) وہ کلمۃ اللہ ہے۔ (۷) خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ (۸) وہ سخت ذہین (۹) وفہیم ہوگا (۱۰) اور دل کا حلیم۔ (۱۱) اور علوم ظاہری (۱۲) اور باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ (۱۳) اور وہ تین کو چار کرنیوالا ہوگا۔ (۱۴) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ (۱۵) فرزند دلبند گرامی ارجمند (۱۶) مظہر الاول والآخر (۱۷) مظہر الحق والعلاء (۱۸) کان اللہ نزل من السماء (۱۹) جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ (۲۰) نور آتا ہے نور (۲۱) جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ (۲۲) ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے (۲۳) اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ (۲۴) وہ جلد جلد بڑھیگا (۲۵) اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ (۲۶) اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا۔ اور قومیں اُس سے برکت پائینگی (۲۷) تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ (۲۸) وکان امراً مقضیاً۔

(۲۹) اے فخرِ رسل قربِ تو معلومم شد ٭ دیر آمدہٗ ز راہِ دُور آمدہٗ

(۳۰) وہ اولوالعزم ہوگا۔ (۳۱) وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ (۳۲) وہ تیری نسل سے ہوگا۔ (۳۳) وہ خدا کی قدرت کا نشان ہوگا۔ (۳۴) محمود (۳۵) بشیر ثانی (۳۶) فضل عمر (۳۷) بشیر الدولہ (۳۸) عالم کباب۔ (۳۹) شادی خاں۔ (۴۰) کلمۃ اللہ خاں۔ (۴۱) کلمۃ العزیز۔ (۴۲) ورڈ۔ (۴۳) ناصر الدین۔ (۴۴) فاتح الدین (۴۵) ھٰذا یوم مبارک۔ (۴۶) یخرج ھمّہ وغمّہ دوحۃ اسمٰعیل۔ (۴۷) ضرور ہے۔ کہ خدا اُس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جبتک کہ پیشگوئی پوری نہ ہو جائے۔

یہ وہ علامات و امور ہیں، جو مصلح موعود کے متعلق ذکر ہوئے ہیں۔ چنانچہ وہ ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوا اور جلد جلد بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ۱۴ رمارچ ۱۹۱۴ء کو "فضل عمر" ثابت ہوا۔ اس کے آنے کے ساتھ فضل آیا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوا۔ اسنے دُنیا میں آکر اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے اب تک لاکھوں آدمیوں کو بیماریوں سے صاف کیا۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوا اور دل کا حلیم۔ اور وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا گیا۔ کہ دُنیا کا کوئی مفسر اور کوئی عالم اس کے مقابل پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اور وہ اپنے کاموں میں اولو العزم ثابت ہوا۔ وہ حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہوا اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسل میں سے ہی ہوا۔

آج تک ہمارے پیغامی دوست کہا کرتے تھے، کہ اگر واقعی حضرت امیر المومنین ہی مصلح موعود ہیں تو وہ دعوےٰ کیوں نہیں کرتے۔ خدا تعالےٰ نے اب اُن پر حُجت تمام کردی۔ تاکہ جن میں سعادت ہے وہ حق کی طرف رجوع کریں۔ چنانچہ حضور کو ایک واضح رؤیا میں الہاماً بتایا گیا "انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ" اور آپ نے کھلے طور پر دعویٰ فرما دیا۔ غیر مبائع دوستوں کو خوفِ خدا سے کام لیکر غور کرنا چاہیئے ؛

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری پر اتمامِ حجت

(از جناب مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل واقفِ تحریک جدید)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری اپنی کتاب "شانِ مصلح موعود" میں لکھتے ہیں :-

"چونکہ مکرم میاں صاحب (حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود) خود اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق ماننے میں متردد ہیں۔ اسلئے آپ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہوسکتے"۔ (شانِ مصلح موعود صفحہ ۸۱، ۸۲)

اگرچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کے وجودِ باجود میں تمام علامات ونشانات مندرجہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء صادق آتے تھے اور جماعت آپ کو مصلح موعود مانتی تھی۔ مگر آپ اس وقت تک خاموش رہے جب تک اللہ تعالےٰ نے آپ کو بولنے پر مجبور نہ کر دیا۔ چنانچہ آغاز ۱۹۴۴ء میں آپ نے باعلام الٰہی اس بات کا اعلان فرما دیا ہے کہ آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان پر جاری فرمایا کہ انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ۔ آپ مسیحی نفس رکھتے ہیں اور آپ ہی حسن واحسان میں مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر ہیں۔ اب مصری صاحب پر انکے اپنے کلام سے حجت پوری ہوگئی۔ اسجگہ مناسب ہے کہ حضرت پیر سراج الحق صاحب مرحوم کی وہ روایت درج کر دیجائے جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھی ہے۔ اس کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں :-

"کچھ دنوں کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سے بہت تفصیلی باتیں کیں اور بہت سے واقعات جو آپ کے بعد ہونیوالے تھے وہ بیان کر رہے تھے جو میں بھی پہنچگیا اور سلسلہ کلام جاری رہا۔ فرمایا۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ ہمارے سلسلہ میں بھی سخت تفرقہ پڑیگا اور فتنہ انداز اور ہوا وہوس کے بندے جدا ہو جائینگے اور دنیا میں ایک حشر برپا ہو جائیگا وہ اول الحشر ہوگا اور تمام بادشاہ آپسمیں ایکدوسرے پر چڑھائی کرینگے اور ایسا کشت وخون ہوگا کہ زمین خون سے بھر جائیگی اور ہر ایک بادشاہ کی رعایا بھی آپسمیں خوفناک لڑائی کریگی۔ ایک عالمگیر تباہی آئیگی اور تمام واقعات کا مرکز ملک شام ہوگا۔ صاحبزادہ صاحب! (خاکسار راقم کو فرمایا) اُسوقت میرا لڑکا موعود ہوگا۔ خدا نے اسکے ساتھ ان حالات کو مقدر کر رکھا ہے۔ ان واقعات کے بعد ہمارے سلسلہ کو ترقی ہوگی اور سلاطین ہمارے سلسلہ میں داخل ہونگے تم اس موعود کو پہچان لینا۔ یہ ایک بہت بڑا نشان پسر موعود کی شناخت کا ہے"۔[۱]

کیا ہم امید رکھیں کہ غیر مبایع دوست خشیت اللہ سے کام لیکر غور کرینگے؟

[۱] تذکرۃ المہدی جلد ۲ صفحہ ۴۰۳

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہٖ کے الہامی اعلان کے دو فائدے

(از عزیز عطاء الرحمٰن صاحب جالندھری)

آج سے اٹھاون سال پہلے خدا کے پاک مسیح نے ہوشیارپور کے مجاہدہ کے بعد اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں مصلح موعود کی پیشگوئی شائع فرمائی۔ اِس پیشگوئی کے مصداق جماعت احمدیہ کے عقیدہ اور یقین کے مطابق ابتداء سے ہی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی تھے لیکن اس امر کی تائید خدا تعالیٰ کے اس رؤیا سے ہو کر جماعت کیلئے زیادتی ایمان کا موجب ہوا جس کا ذکر حضور نے ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

ایک طرف یہ اعلان جماعت کیلئے خوشی اور زیادتی ایمان کا موجب ہے۔ دوسری طرف یہاں مخالفین کیلئے اتمام حجت بھی ہے جو اِس اعلان سے پہلے کہتے تھے کہ اگر خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ خود اعلان فرما دیں کہ مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں تب تو بات ہے جیساکہ شیخ مصری صاحب اپنی کتاب "شانِ مصلح موعود" میں پر لکھتے ہیں:۔ "آیا خلیفہ صاحب اکرم جنکو اِس پیشگوئی کا مصداق بنانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے انہوں نے خود بھی کبھی حتمی اور یقینی طور پر اپنے آپکو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔"

پھر آگے چلکر لکھتے ہیں:۔ "اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپکو اس پیشگوئی کا یقینی طور پر مصداق قرار دینے میں آجتک انہیں تردد ہی رہا۔ اس بارے میں بعض معتقدین کی کوشش شروع سے ہی مدعی سُست گواہ چست کا مصداق رہی۔"

اِس عبارت میں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ (۱) جماعت پہلے ہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو مصلح موعود مانتی تھی۔ (۲) حضرت امیر المومنین خود مصلح موعود ہونیکا اعلان نہ کرتے تھے۔ پہلی بات کے متعلق عرض ہے کہ جماعت حضور کو اس واسطے اس پیشگوئی کا مصداق مانتی چلی آئی ہے کیونکہ اس پیشگوئی کی علامات آپ میں ایک اور ایک دو کی طرح پوری ہو رہی تھیں۔ دوسری بات کہ حضور نے خود اعلان نہ کیا اس کا جواب حضور نے ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں ہی دیدیا تھا۔ کہ مَیں پہلے ان پیشگوئیوں کو غور سے پڑھتا ہی نہ تھا کہ کہیں میرا نفس مجھے دھوکا نہ دیدے۔ گو جماعت کا اصرار بھی تھا مگر مَیں کچھ نہ کہتا تھا کیونکہ مَیں خدا کے حکم کا منتظر تھا۔ اسکے بعد حضور نے یہ فرمایا کہ اب خدا نے مجھے رؤیا کے ذریعہ بتا دیا کہ مَیں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا ذکر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی میں تھا۔ اس امر کا معمولی اقرار ہی نہیں بلکہ حضور نے جلسہ ہوشیارپور میں حلفیہ اقرار کیا کہ "مَیں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود کی اس پیشگوئی کے مطابق جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو بذریعہ اشتہار کی گئی تھی آپکا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچانا ہے۔" (الفضل ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء) حضور کا خدا کے حکم کے مطابق مصلح موعود ہونیکا اعلان فرمانا جس طرح جماعت کیلئے زیادتی ایمان کا موجب ہے اسی طرح ان مخالفین کیلئے اتمام حجت ہی جو اس بات کے منتظر تھے کہ حضور خود اعلان کریں۔ خدا ہمارے دور افتادہ بھائیوں کو راہ راست پر لائے اور صراط مستقیم پر گامزن کرے۔ آمین ؂

مولوی محمد علی صاحب کے تازہ "ارشاد" پر نہایت دلچسپ تبصرہ

از قلم جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سابق آنریری جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور

۱۰۔ مارچ ۱۹۴۴ء کو میں نے سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کی بیعت کرتے ہوئے چند سطروں کا ایک مختصر سا اعلان کیا تھا۔ جو ۱۴۔ مارچ ۱۹۴۴ء کے الفضل کے صفحہ ۴ پر شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد مجھے اور کچھ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر ۲۴ مارچ کو بروز جمعہ احمدیہ بلڈنگس میں سے گزرتے ہوئے معلوم ہوا۔ کہ میری چند سطروں کے جواب میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔ جو پیغام صلح مورخہ ۲۲ مارچ کے کئی صفحات پر شائع ہوا ہے۔ اگرچہ میں نے احمدیہ بلڈنگس کے اخبارات عرصہ سے بند کر رکھے ہیں۔ تاہم اسی وقت اس اخبار کو لے کر پڑھا مضمون خطبہ پڑھ کر میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی۔ جبکہ میں نے اس کو اس متانت اور سنجیدگی سے خالی پایا جو ایک بزرگ صورت، سفید ریش خطیب کے شایان شان ہوتی ہے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف اس میں تحقیر اور استہزاء دیکھ کر میرے دل میں خوف پیدا ہوا۔ کہ کہیں مولوی صاحب کا بھی وہی حشر نہ ہو۔ جو اس قسم کے تحقیر اور استہزاء کرنے والوں کا پہلے ہو چکا ہے۔ اور جن کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام انّی مھین من اراد اھانتک۔ اور ایک الہامی شعر بھی موجود ہے ؎

اے کہ بر تحقیر ما بستہ کمر خانہ ات ویراں تو در فکر دگر

اس خطبہ میں مولوی صاحب نے کام کی کوئی بات نہیں کی۔ جو میرے خیالات کا ازالہ کر سکتی۔ البتہ حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف بغض اور حسد کے شعلے اٹھتے نظر آتے ہیں۔ افراد انجمن اور جماعت لاہور کے اندرونی حالات اور خلفشار کے متعلق میں سنہ ۱۹۴۰ء سے چلا آتا چلا آ رہا ہوں۔ اور بہت سے احباب کو جہاں تک ان حالات کا تعلق ہے۔ پوری طرح سے آگاہی ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب کو بھی میں خود بذریعہ تحریر باخبر کرتا رہا ہوں۔ چنانچہ مولوی صاحب مکرم نے اس امر کا اپنے آخری خط مورخہ ۹/۲/۴۴ میں بھی اعتراف کیا ہے۔ اور ضمناً کئی ایک خطبوں میں بھی اشارات کئے ہیں۔ مولوی صاحب کے آخری خط کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ میں کھری باتیں سننے کی تاب نہیں۔ میرے محترم میاں اس سے زیادہ کونسی کھری باتیں ہیں۔ جو آپ مجھے سنا چکے ہیں۔ للہ اپنے دل کو صاف کرنے کی کوشش کریں۔ مجھ میں کونسا ایسا عیب پیدا ہو گیا ہے۔ جو سنہ ۱۹۴۰ء تک نہ تھا۔ تو مجھے بتائیں۔ میں اصلاح

نہ کروں۔ تو میرے لئے دُعا کریں۔ خدا شاہد ہے۔ کہ میں اب بھی آپ کے لئے رو رو کر دُعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو میری طرف سے اسی طرح صاف کرے جس طرح وہ ۱۹۴۲ء سے پہلے تھا۔

اس آخری خط کا جواب میں نے ۱۳/ستمبر ۱۹۴۳ء کو دیا۔ اس کے بعد خط و کتابت بند ہو گئی۔ تاہم میں نے کئی مہینے انتظار کیا۔ کہ دیکھوں۔ میری معروضات پر حضرت مولانا کیا توجہ فرماتے ہیں۔ مگر جب معلوم ہوا۔ کہ مولانا کو کچھ پروا نہیں۔ کہ کوئی جئے یا مرے۔ تو میں نے ایک جمعہ کی نماز کے بعد ان کی خدمت میں ایک مختصر سا رقعہ بھیجکر ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ واقعہ ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء کا ہے۔ اس کے بعد میں دُعاؤں میں لگ گیا۔ جس کا نتیجہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۴۴ء کو ظاہر ہو گیا۔ کہ میں سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان میں شامل ہو گیا۔ وُہ باتیں کیا ہیں۔ جو مجھ میں اس قدر عظیم الشان تغیر و انقلاب کا باعث ہُوئیں۔ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اپنی ایک کھُلی مطبوعہ چٹھی میں جو میں نے مولانا کی خدمت میں بھیجی۔ لکھ چکا ہُوں۔ مگر اس چٹھی کے بعد چند احباب نے جو سلسلہ کے لئے سوز درون رکھتے ہیں سلسلہ کی بہتری کے نام سے پے درپے کوشش کی۔ کہ مجھے مولوی صاحب کی اطاعت پر مجبُور کریں۔ اس پر میں نے محض خدا تعالیٰ کے خوف سے ایک مختصر سی تحریر پر دستخط کر دیئے۔ حالانکہ جیسا کہ خود مولوی صاحب نے اپنے خط مورخہ ۹/۴۴ میں تحریر فرمایا ہے۔ میرا دل ان کی طرف سے اس طرح کبھی صاف نہیں ہُوا جس طرح وُہ ۱۹۴۲ء سے پہلے تھا۔

میری کھُلی چٹھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کے مضمون کو دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس کو میں نے ۱۹۴۴ء میں لکھا تھا۔ اس میں جو واقعات میں نے لکھے تھے۔ ان کی مولوی صاحب کی طرف سے یا ان کے کسی ہمدرد کی جانب سے اب تک کوئی تردید میری نظر سے نہیں گزری۔ اور واقعات جو حقیقت پر مبنی ہوں۔ ان کی تردید آسان بھی نہیں ہوتی۔ اقبال کے الفاظ میں اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے :- ؎

زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا ترا ؛ اور ہے تیرا شعار، آئینِ ملت اور ہے
شعلہ ہے مثلِ چراغِ لالۂ صحرا ترا ؛ یُوں تو روشن ہے مگر سوزِ درُوں رکھتا نہیں
تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلا ترا ؛ قیس پیدا ہوں تری محفل میں یہ ممکن نہیں

میں نے اپنے نہایت مختصر بیان مورخہ ۱۰/مارچ میں لکھا تھا "جماعت لاہور کی ترقی مسدُود ہے اور مستقبل بھی مشکوک۔ زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں۔ سرمدؒ شہید کی مندرجہ ذیل رُباعی میں اس کا پُورا نقشہ نظر آتا ہے :- ؎

یاراں چہ قدر راہ دو رنگی دارند ؛ مصحف بہ بغل دین فرنگی دارند

پیوستہ بہم چو مہرہ ہائے شطرنج — در دل ہمہ فکر خانہ جنگی دارند

نہ تو احمدیہ بلڈنگس میں اور نہ ہی مسلم ٹاؤن میں کوئی احمدیت کا چرچا ہے۔ اور نہ ہی کوئی عملی کوشش ہے۔ کہ لوگوں کو سلسلہ میں لایا جائے۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغی کوشش اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ ہفتہ میں ایک خطبہ جمعہ ہو جائے۔ یا کچھ کتب فروخت ہو جائیں اخبارات بھی برائے نام ہیں۔ اور ایک مردنی سی مسلط ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں۔ جو میں تفصیل کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں پہلے ہی بذریعہ تحریر عرض کر تا رہا ہوں مگر مولانا نے نہ تو پہلے ہی کچھ توجہ دی۔ اور نہ ہی اپنے اس طویل خطبہ میں کچھ روشنی ڈالی۔ کہ جماعت لاہور کی ترقی (بحیثیت جماعت) کیوں مسدود ہے۔ اور اس کا مستقبل کیوں مشکوک نہ سمجھا جائے۔

اپنے اس طویل خطبہ میں اس ضمن میں اگر مولوی صاحب نے کچھ کہا ہے۔ تو وہی جو وہ سالہا سال سے کہتے چلے آئے ہیں۔ یعنی (۱) ہم نے انگریزی۔ جرمنی اور ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا۔ (۲) ہمارے عقائد بڑے اعلےٰ ہیں۔

(۱) اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ قرآن کریم کے ترجمے علامہ یوسف علی۔ غلام سرور۔ پکتھال۔ مرزا حیرت نے بھی کئے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ وہ کشمیری بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ اور ان کا ترجمہ احمدیہ بلڈنگس سے ملتا ہے۔ چار آنہ خرچ کر کے دو روپیہ میں کتاب فروخت کرنا کیا اشاعت اسلام کہلا سکتا ہے۔ اگر یہی اشاعت اسلام ہے۔ تو یقیناً تمام کشمیری بازار اور کئی اور غیر مسلم کتب فروش بھی یہ دعویٰ کرنے کے حقدار ہیں۔

ڈچ زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مرزا ولی احمد بیگ صاحب کا کارنامہ تھا۔ مولوی صاحب نے اس میں کیا کارگزاری کی۔ مجھے علم نہیں۔ اشاعت میں بھی ان کا کوئی حصہ نہیں۔ جرمن زبان میں ترجمہ ڈاکٹر منصور صاحب مرحوم پروفیسر علی گڑھ کالج کی محنت کا نتیجہ تھا۔ جو مولوی صدر الدین صاحب کے نام سے شائع ہوا۔ اور اس بیچارہ کا تو کہیں نام بھی نہیں لکھا گیا۔ انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب صاحب کے قلم کا ضرور ہے۔ مگر انہوں نے وہ ترجمہ اس وقت کیا۔ جبکہ وہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے تنخواہ دار ملازم تھے۔ اور اسی کام پر مامور تھے۔ چاہیئے تھا۔ کہ قادیان سے علیحدہ ہوتے وقت ترجمہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حوالہ کرتے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ مولوی صاحب نے اس کے متعلق صفائی دینے کی کئی بار بے سود کوشش کی ہے اور کہا ہے۔ کہ اگر مسودہ ترجمہ وہ قادیان چھوڑ آتے۔ تو ترجمہ شائع ہی نہ ہوتا۔ اور ہوتا بھی تو اور صورت میں۔ اس حالت میں دیانتداری کا تقاضا یہ تھا۔ کہ

اس ترجمہ کے لئے جس قدر رقم انہوں نے خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان سے وصول کی تھی۔ وُہ علیحدگی کے وقت یا بعد میں خود ادا کرتے۔ یا انجمن سے دلواتے۔ مگر ایسا اب تک نہیں کیا گیا۔ بلکہ میں نے تو سُنا ہے۔ کہ مسودۂ ترجمہ ساتھ لاتے وقت مولوی صاحب ایک ٹائپ رائٹر اور کچھ کتابیں بھی جو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت تھیں۔ ساتھ لے آئے۔ میں نہیں جانتا۔ کہ اگر ترجمہ کے بگڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ تو ٹائپ رائٹر اور کتابیں اگر قادیان میں ہی رہتیں۔ تو اس میں کیا خرابی واقعہ ہو سکتی تھی۔ کیا دیانت داری اسی کا نام ہے؟

(۲) ہمارے عقائد بڑے اعلیٰ ہیں۔ بجا، اور درست۔ جہاں تک صرف کاغذ اور زبان کا تعلق ہے۔ عقائد واقعی بڑے اعلیٰ ہیں۔ مگر عمل جو ان پر ہوتا رہا۔ وہ بھی قابلِ ذکر ہے۔ تمام مسلمانوں کو زبان سے۔ اور قلم سے مسلمان مانتے ہُوئے نہ آپ ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں نہ ان کے جنازے پڑھتے ہیں۔ اور نہ ان سے رشتے ناطے کرنے تسلیم کرتے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے۔ کہ آپ نے کچھ ایسے نکاح ضرور پڑھے ہیں جن میں دونوں فریق احمدی نہ تھے۔ ایک میں لڑکا احمدی تھا اور لڑکی غیر احمدی۔ اور دوسرے میں لڑکی احمدی تھی۔ اور لڑکا شیعہ۔ مگر ان مواقع پر حضرت مولوی صاحب اپنے عقائد کے خلاف عمل کرنے پر اس لئے مجبور تھے۔ کہ وُہ بڑے گھرانوں کا معاملہ تھا۔ اور فیس نکاح بھی معقول تھی:-

حضرت مولانا کے عقائد کے کرشمے بہت سے ہیں۔ لیکن میں زیادہ طوالت دینی نہیں چاہتا۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے۔ کہ یہ اعلےٰ عقائد عام قبولیت سے اب تک خالی ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان عمدہ عقائد نے مولانا کے اعمال۔ اور اپنے احباب اور مقلدین کے ساتھ سلوک پر کچھ اثر نہیں پیدا کیا۔ نتیجہ ظاہر ہے۔ کہ سب ایک ایک کر کے جُدا ہو رہے ہیں۔ ؎

شمعِ محفل ہو کے جب تو نور سے خالی رہا — تیرے پروانہ بھی اس لذت سے بیگانے رہے
رشتۂ الفت میں گر ان کو پرو سکتا تھا تو — منتشر کیوں پھر تری تسبیح کے دانے رہے

نہ تو احمدیہ بلڈنگس میں جہاں تحسبهم جمیعا وقلوبهم شتّٰی کا عالم ہے کوئی ان کی حقیقی عزت کرتا ہے اور نہ ہی مسلم ٹاؤن میں مسلم ٹاؤن میں وُہ سالہا سال سے رہتے ہیں۔ مگر اب تک ایک فرد کو بھی احمدی نہیں بنا سکے۔ یہ ضرور ہے۔ کہ خود ان کے اپنے عزیز بھی مسلم ٹاؤن کو اسی لئے چھوڑ گئے۔ کہ ان کے ساتھ گزارہ دُشوار ہو گیا تھا۔ اور جو ان کے ہم خیال موجود ہیں۔ وُہ بھی ان سے ان کے کردار کی بدولت متنفر ہیں۔ عقائد اگر اعمال۔ اخلاق۔ گفتار۔ اور کردار پر اچھا اثر نہیں ڈالتے۔ تو میرے مکرم اور بھولے مولانا کو معلوم ہونا

چاہیئے۔ کہ ایسے عقائد کا ڈھنڈورہ پیٹنا بے سُود ہے۔ میں نے لکھا تھا:۔

"نہ تو احمدیہ بلڈنگس میں اور نہ ہی مسلم ٹاؤن میں کوئی احمدیت کا چرچا ہے۔ اور نہ ہی کوئی عملی کوشش ہے، کہ لوگوں کو سلسلہ میں لایا جائے۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغی کوشش اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ہفتہ میں ایک خطبہ جمعہ ہو جائے۔ یا کچھ کتب فروخت ہو جائیں"

مولوی صاحب مکرم نے یہ تو نہ فرمایا۔ کہ خطبہ جمعہ اور کتب فروشی کے سوا جو تمام مساجد اور دوکانات کتب فروشان لاہور میں بھی ہوتا ہے، احمدیہ بلڈنگس اور مسلم ٹاؤن میں احمدیت اور اسلام کا اور کیا چرچا ہوتا رہا ہے یا کوئی عملی کوشش کی گئی ہے۔ کہ لوگوں کو سلسلہ میں لایا جائے۔ البتہ فرماتے ہیں۔ کہ (۱) مجدد اعظم کے پایہ کی کتاب پیش کریں۔ (۲) ہم نے لٹریچر دُور دور پہونچایا ہے۔ مجھے "مجدد اعظم" کے نفسِ مضمون سے کوئی بحث نہیں لیکن کیا کروں۔ اس کی تہ میں بھی رائلٹی کی ہوس کام کرتی نظر آتی ہے۔ اور یہ بات میں پہلے بھی ایک خط میں لکھ چکا ہوں۔ جو میں نے اپنے ایک مکرم کو لکھا تھا۔ لٹریچر کا پھیلانا قصۂ ماضی ہے۔ اس کے ذکر کی بجائے بہتر ہوتا اگر مولانا یہ فرماتے۔ کہ احمدیہ بلڈنگس اور مسلم ٹاؤن یا لاہور میں اتنے لیکچر ہُوئے۔ اتنے جلسے کئے گئے۔ اور اتنے لوگوں میں تبلیغ اور اشاعت احمدیت کی گئی۔ میں نے جماعت کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ کہ اس میں احمدیت کا چرچا نہیں ہے۔ مولانا نے یہ سُرخی دکھ کر کہ "جماعت لاہور میں دین کا چرچا" لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالنا چاہا ہے۔ جو ایسے بزرگ کے لئے مناسب نہ تھا۔ جو قیادت کا مدعی ہو۔

حضرت صاحبزادہ صاحب پر تمسخر اور حقارت آمیز الفاظ میں نکتہ چینی کرتے ہُوئے مولانا نے جو میرے بعض مضامین کا حوالہ دے کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش فرمائی ہے اس کے متعلق صرف اسی قدر عرض کرنا چاہتا ہُوں۔ کہ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔ یہ سب آپ کے فیضِ صحبت کا ہی اثر تھا جس نے مجھ سے وُہ مضامین لکھوائے۔ چنانچہ خطبہ زیر نظر میں بھی آپ نے ان مضامین پر اظہارِ خوشنودی فرماتے ہُوئے کہا ہے "میاں صاحب نے خوب گرفت کی" اور اس سے پہلے اپنے خطبوں میں بھی آپ اظہار خوشنودی فرما چکے ہیں۔ مگر مجھے ان مضامین کا افسوس ہے۔ اور میں اپنی غلطی محسُوس کرتا ہوُا استغفار کرتا ہوں۔ کیا مولانا میں بھی اس قدر جرأت ہے۔ کہ وُہ اپنی کمزوریوں کو محسُوس کر کے ان کا اقرار کریں؛

اسی خطبہ میں میرے مکرم مولانا نے یہ بھی فرمایا ہے "لیکن آپ نے کیوں قلابازی کھائی۔ اور اختلاف رکھ کے کیوں بیعت کی" میں نہیں جانتا۔ کہ اختلاف رکھتے ہُوئے بیعت کرنا کیوں ناجائز ہے۔ اگر مولانا اسے خلافِ شریعت سمجھتے ہیں۔ تو اس کا ان کو اعلان کرنا چاہیئے۔ قلابازی کے متعلق عرض ہے۔ کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے یہ لفظ مناسب نہ تھا۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ چونکہ آپ نے تمام عمر بے شمار قلابازیاں کھائی ہیں

اس لئے اس لفظ کے سوا اور کوئی موزوں لفظ اظہارِ خیال کے لئے آپ کو نہیں ملا۔ اگر میں آپ کی تمام قلابازیاں لکھنے بیٹھوں۔ تو مضمون لمبا ہو جائے گا۔ اور پڑھنے والے بھی تھک جائیں گے۔ ان کو میں کسی اور فرصت و وقت کے لئے چھوڑتا ہوں۔ سردست نمونے کے طور پر آپ کی صرف دو ایمانی قلابازیوں کا ذکر کافی ہوگا

(۱) مولوی کرم دین صاحب بھیں (جہلم) کے مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف دائر ہوا تھا۔ شہادت دیتے وقت آپ نے حلفاً تسلیم کیا تھا کہ "مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اسی قسم کا ہے۔ کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی شریعت نہیں لایا" یہ ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ اسی قسم کے الفاظ ۱۹۱۳ء کے شائع شدہ اعلانات مندرجہ پیغام صلح میں بھی موجود ہیں۔ اب خطبہ زیر بحث میں "میاں صاحب رجوع کریں گے" کی سرخی کے نیچے آپ نے بغیر کسی تشریح کے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ کہ ہم "مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" میں اس کے جواب میں صرف اسی قدر کہتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی مناسب جزا دے۔

(۲) ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد آپ نے حضرت خلیفہ اول رض کی بیعت کی۔ اور باوجود ایک دو دفعہ تجدید بیعت کرنے کے ۱۹۱۴ء تک بیعت خلافت کے پابند رہے۔ لیکن ۱۹۱۴ء میں جب حضرت حکیم الامۃ کے وصال کے بعد قادیان میں آپ کی ذاتی امارت یا خلافت قائم نہ ہو سکی۔ تو جھٹ علمِ بغاوت بلند کر دیا خدارا فرمایئے۔ یہ قلابازی کیسی تھی۔ کیا یہ قلابازیاں صرف اس لئے نہ تھیں۔ کہ آپ قادیان میں اپنی امارت قائم نہ کر سکے۔ میں نے تو کسی ایسی غرض سے کوئی قلابازی نہیں کھائی

حضرت مولانا نے اس خطبہ میں ایک پیشگوئی بھی کی ہے۔ جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔ "میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر میاں محمد صادق صاحب سوچیں گے۔ تو ضرور رجوع کریں گے" مگر میرے مکرم مولانا نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ نعوذ باللہ اسلام اور احمدیت سے پھر کر رجوع کس طرف ہوگا۔ اگر ان کی مراد یہ ہو۔ کہ میں ان کی طرف رجوع کر سکتا ہوں۔ تو انہیں یاد ہونا چاہیئے۔ کہ اس رجوع کا فیصلہ تو اسی وقت ہو گیا تھا۔ جبکہ:۔ (۱) ۱۹۴۰ء میں میں نے مجلس معتمدین کے اجلاس میں آپ کے "دین کو دنیا پر مقدم" کرنے والے نمونہ کو دیکھ کر استعفیٰ دیا تھا۔ جو نہ صرف اعزازی نظارت امور عامہ (جنرل سکرٹری) کے عہدہ سے تھا۔ بلکہ مجلس منتظمہ اور مجلس معتمدین سے بھی تھا۔ اس کی تفصیل سردست چھوڑتا ہوں۔ وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جبکہ حضرت مولانا چند روپوں کی خاطر استعفیٰ دینے پر تیار ہو گئے تھے۔ اور گو میں جانتا تھا۔ کہ ان کا استعفاء محض دھمکی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کئی دفعہ استعفیٰ دیا۔ اور جونہی کام ہو گیا۔ واپس لے لیا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ میں خود ہی مستعفی ہو جاؤں

(۲) رقم بالتفصیل سے مولانا کو خود حکیم عبدالعزیز کو حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف پراپیگنڈا کے لئے

روپیہ دیتے دیکھا۔ جس کا بعد میں یعنی ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء کو انہوں نے خانہ خدا میں خطبہ دیتے وقت یوں انکار کیا۔ کہ انہوں نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف تشہیر میں کبھی حصہ نہیں لیا (ملاحظہ ہو پیغام صلح مورخہ ۲۸/۴/۴۲) ہاں اگر رجوع سے ان کی مراد یہ ہے۔ کہ میں خدانخواستہ احمدیت چھوڑ کر غیر احمدی ہو جاؤں یا بہائیت اختیار کر لوں گا۔ جس کے متعلق پشاور تک پروپیگنڈا کر کے ثواب حاصل کیا گیا ہے۔ تو اور بات ہے مگر ان کو یہ بھی بتانا چاہیئے۔ کہ غیر احمدیت اور بہائیت، احمدیت سے بہتر ہے۔ میرے نزدیک مولوی صاحب کو تمام حالات جانتے ہوئے خوش ہونا چاہیئے تھا۔ کہ اگرچہ میں ان کے ساتھ نہیں رہا۔ مگر احمدیت سے بھی باہر نہیں گیا۔ اور وہ اگر غور کریں۔ تو اس ثواب کے بھی مستحق وہی ہیں۔

رہا میرے عقائد کا معاملہ۔ اس کے متعلق میرا اعلان موجود ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا ہے "خان بہادر میاں محمد صادق صاحب کا جو بیان الفضل میں شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ یہ تو برداشت نہیں کر سکے۔ کہ کہیں میرے عقائد ابھی جماعت احمدیہ لاہور کے ہی عقائد ہیں" اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ بیعت کرنے سے پہلے میں نے احمدیہ لائبریری قادیان سے اخبار بدر مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء کا فائل لے کر صفحہ ۱۰ کا حوالہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ مجھے اپنے اطمینان کی ضرورت تھی۔ جو میں نے کر لیا۔ اور مجھے بخوبی علم تھا۔ کہ مولوی صاحب میرے عقائد سے ناواقف نہیں ہیں۔ اپنا مختصر بیان دیتے وقت تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہ تھی۔ جیسے اگر آپ کی اور قادیان والوں کی تحریرات کا مقابلہ کر کے دیکھا جائے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرق اگر کچھ ہے۔ تو لفظی ہے عملاً کچھ نہیں۔ اور اگر امارت اور خلافت کا معاملہ درمیان میں نہ ہوتا۔ تو آپ کبھی وہ کچھ نہ لکھتے۔ اور نہ کہتے۔ جو سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے لکھتے اور کہتے چلے آتے ہیں۔ اور آپ نے یہ سب کچھ اس لئے کیا۔ کہ اس کے بغیر آپ کی ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد (امارت) تعمیر نہ ہو سکتی تھی۔ نہ آپ کو رائلٹی مل سکتی تھی۔ جس کو اب آپ وراثت کی شکل دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ میں اس وقت سے دیکھ رہا ہوں۔ کہ مولوی صاحب کے قادیان والوں سے اختلافات محض اپنی امارت قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لئے ہیں۔ انہیں اپنی ذاتی حیثیت اور وجاہت قائم رکھنے کے لئے ان کی ضرورت ہے۔ وہ ان کے بغیر اپنے بھولے بھالے معتقدین کے قائد نہیں رہ سکتے۔ اور مقامات پر تو میں نہیں گیا۔ لاہور، دہلی۔ اور راولپنڈی کی جماعتوں کو میں نے دیکھا ہے۔ دیگر جماعتوں کے حالات سے بھی بحیثیت آنریری جنرل سکرٹری واقف ہوں۔ جہاں تک افراد جماعت اور ترقی جماعت کا تعلق ہے مجھے تو ہر جگہ انتشار اور تنزل کے آثار کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ بایں ہمہ مولوی صاحب ترقی کے مدعی ہیں۔ مولانا مکرم فرق صرف اتنا ہے۔ کہ آپ چندوں میں جماعت کی ترقی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ کو روحانیت اور جماعت کے مقابلہ میں صرف چندوں اور ڈپوؤں کی ضرورت ہے۔ مگر میرے نزدیک اصلی ترقی افراد اور روحانیت کی ہے۔ ورنہ پیسے تو

ہر سرمایہ دار بھی اکٹھے کرتا رہتا ہے۔ اور قلی بھی۔ مگر اس لحاظ سے وُہ طاقتور نہیں کہلا سکتا۔ طاقت کا راز جماعت کی ترقی میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آپ لاہور میں رہتے ہُوئے کبھی احمدیہ بلڈنگس کے باہر نکل کر جلسہ یا لیکچر کرنے کی جُرأت نہیں کر سکے۔ مگر قادیان والے باہر سے آکر ہزاروں کے مجمع میں اپنا نقطۂ نگاہ بیان کرتے ہُوئے نہیں ڈرتے پچھلے چند ایام میں انہوں نے ہوشیارپور۔ لاہور۔ اور لدھیانہ میں پے درپے کامیاب جلسے کر ڈالے۔ مگر آپ کو سالہ ۱۹۲۱ء کے بعد جبکہ ینگ مین کرسچین ایسوسی ایشن میں آپ کی جماعت کا ایک ناکام جلسہ ہُوا پھر باہر نکلنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ میرے مکرم مولانا۔ اگر آپ بُرا نہ منائیں۔ تو عرض کروں۔ کہ گھر بیٹھ کر چھوٹی حاضری۔ بریکفاسٹ لنچ۔ ڈنر اور سپر کا وظیفہ پڑھنے والے تبلیغ کا کام نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے بڑی مشقت اور جانفشانی کی ضرورت ہے اور مجھے تو اس کے علاوہ یہ بھی یقین ہو چلا ہے۔ کہ آپ کو تحریک احمدیت کی کامیابی پر بھی ایمان اور یقین نہیں۔ یہ کیوں اس لئے کہ (۱) جن لوگوں کو اپنی تحریک پر یقین ہوتا ہے۔ وُہ اس پر سب کچھ نثار کر ڈالتے ہیں۔ آپنے لوگوں کو تو اکثر کہا۔ کہ اپنے بچوں کو اس تحریک میں کام کے لئے پیش کریں۔ مگر نہ تو کوئی اپنا بچہ اس تحریک کے کام کے لئے تیار کیا۔ اور نہ ہی لگایا۔ اور نہ ہی اپنے متعدد رشتہ داروں (بالخصوص ممبروں) میں سے کسی کے بچوں کو تبلیغ اور اشاعت کے کام پر لگایا۔ اس کے مقابل ذرا قادیان والوں کو دیکھئے۔ وہاں کا ہر فرد اس تحریک کی کامیابی پر وثوق اور ایمان سے مالا مال نظر آتا ہے۔ اور رات دن اسی دُھن میں مصروف اور مسرور ہے۔

(۲) ابھی حضرت مسیح موعودؑ مجدد اعظم کا زمانہ ختم نہیں ہُوا۔ اور آپ مجدد کے آنے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

(۳) آپ ابھی سے اپنی تصنیف کی ہوئی کتابوں کی آمد و طباعت اور اشاعت کو انجمن سے علیحدہ کر رہے ہیں۔ اور اپنے ایک عزیز کے سپرد کر رہے ہیں۔ تاکہ اگر تحریک بند ہو جائے۔ تو ان کی آمدنی میں فرق نہ آئے۔

یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اختلافِ عقائد کو چھوڑ کر جس کی وضاحت میں پہلے کر چکا ہُوں۔ آپ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کے خلاف اپنے خطبہ میں جن الزامات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے متعلق آپ کے پاس کوئی ثبوت موجود نہیں جس کی عدم موجودگی میں مجھے ان کو آپ کے ذاتی عناد پر محمول کرنا پڑے گا۔ اور آپ ان کے لئے اللہ تعالےٰ کے حضور جوابدہ ہونگے۔ ہاں مجھے یہ بھی کہنا ضروری ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اور اکثر احباب قادیان آپ کی انتہائی مالی اور اخلاقی مخالفت کے باوجود متمنی ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کو پھر مرکز کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے اور بعض تو درد دل سے رو رو کر دُعائیں بھی کرتے ہیں۔ اور آپ کی طرف سے بکلی مایوس نہیں۔ خدا کرے ان کی دعائیں کامیاب ثابت ہوں۔ اور آپ کی دُعاؤں کی طرح خالی نہ ہوں۔ جن کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ اور نہیں نکلتا دیکھا گیا ؎

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دُعا کی :— اللہ تعالےٰ ہمیں اپنے قول و فعل میں تطابق کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے بچھڑے بھائی ہم سے پھر آملیں۔ اور جس طرح اخویم مکرم سید امجد علی شاہ صاحب نے بیعت خلافت کر کے جرأت دکھائی ہے۔ وُہی جرأت اور درد ان کو بھی نصیب ہو۔ آمین :

جلسۂ دہلی میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ایمان افروز اعلان

۱۶-اپریل ۱۹۴۴ء کو ۴½ بجے دن جماعت احمدیہ دہلی کے زیر اہتمام ایک نہایت اہم جلسہ منعقد ہوا جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے مصلح موعود والی پیشگوئی پر تفصیلی تقریر کرتے ہوئے معارفِ قرآنیہ کے متعلق اپنے چیلنج کو دہرایا اور فرمایا کہ اب بھی میں یہ دعوی کرتا ہوں۔ کہ بے شک ہزار علماء بیٹھ جائیں، اور قرآن مجید کے کسی حصہ کی تفسیر میں میرا مقابلہ کریں۔ مگر دُنیا تسلیم کرے گی۔ کہ میری تفسیر ہی حقائق و معارف اور رُوحانیت کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ "میں خدا سے خبر پاکر اعلان کرتا ہوں۔ کہ وُہ پیشگوئی جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں فرمایا تھا۔ پوری ہو گئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے رُویا میں مجھے اطلاع دی ہے۔ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق مَیں ہی ہوں۔ مَیں اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ کہ یہ رُویا جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ خدا نے مجھے بتایا ہے۔ میں نے خود نہیں بنایا۔ اگر میں اس بیان میں سچا ہوں۔ اور آسمان و زمین کا خدا شاہد ہے۔ کہ میں سچا ہوں۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعہ سے رسُول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ساری دُنیا پڑھیگی، اور ایک دن آئیگا جب ساری دُنیا پر اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ اسلام کی حکومت قائم ہو جائیگی۔ جیسا کہ پہلی صدیوں میں ہوئی تھی"۔

چونکہ اس جلسہ میں غیر احمدی عوام نے اپنے علماء کی انگیخت پر شور و شر پیدا کرنے کی کوشش کی تا کسی طرح جلسہ منعقد نہ ہو سکے۔ ان کی ہنگامہ آرائی کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ جاری رہا اور قریباً ۹ بجے ختم ہوا۔ آخری تقریر میں حضور نے فرمایا۔ کہ اس قسم کی شر انگیزی سے کیا فائدہ؟ ہر انسان نے بہر حال ایک دن مرجانا ہے۔ اس لئے آؤ میں ایک مفید اور صحیح طریق فیصلہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور وُہ یہ کہ آپ لوگ اپنی قوم سے اسلام کی تبلیغ کے لئے زندگی وقف کرنے والے نوجوانوں اور جائدادیں وقف کرنے والے لوگوں کا مطالبہ کریں، میں بھی اپنی غریب جماعت سے یہی مطالبہ کرونگا۔ تا اس طرح امریکہ۔ یورپ اور دوسرے ممالک میں تبلیغ دین کا انتظام بھی ہو سکے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جائے۔ کہ ہم میں سے کس کے دل میں اسلام کا سچا درد ہے۔ حضور نے یہ بھی اعلان فرمایا۔ کہ میری تازہ تحریک پر اس وقت تک بھی ڈیڑھ سو نوجوان تبلیغ اسلام کے لیے زندگی وقف کر چکے ہیں، اور ایک کروڑ روپیہ کی جائدادیں اشاعتِ دین کی خاطر وقف کی جا چکی ہیں۔ الحمد للہ۔

اخیر پر حضور ایدہ اللہ بنصرہٖ نے جملہ حاضرین سمیت دُعا فرمائی۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

جلد ۳ | فہرست مضامین | نمبر ۴

فہرست مضامین

(حکیم عبد اللطیف شاہد منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا۔ اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

اِن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

سو چو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

فرقان

اگست سنہ ۱۹۴۴ء

ایڈیٹر:-
ابو العطاء جالندھری

جلد ۳ | نمبر ۸

فہرست مضامین

مژدہ

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

میکشو! مژدہ کہ برکھا کا مہینہ آیا ۔ اور ساقی بھی لئے ہاتھ میں مینا آیا

کیا کہوں شیخ تجھے سال تو اتنے کھائے ۔ بات کرنے کا بھی اب تک نہ قرینہ آیا

مطمئن ہوں گو خطرناک ہے طوفانِ ضلال ۔ کہ بچانے کے لئے حق کا سفینہ آیا

ہم تو مر ہی چکے تھے بشکرِ خداوندِ علا ۔ اک مسیحا نفسِ خلق سے جیتا آیا

جاگزیں قلب میں کیونکر ہو کلامِ ہادی ۔ تہہ بہ تہہ گوش پہ جب پردۂ کینہ آیا

رعبِ فرقاں کا یہ حال ہے نام آتے ہی ۔ اس کے اعدا کو پسینے پہ پسینہ آیا

بوالعطا کے لئے بے شک ہے عطائے ربی ۔ اس کے حصے میں حقائق کا خزینہ آیا

دار کرنے کے لئے بڑھتا ہے جب کوئی شقی ۔ بقصدِ اخلاص یہ کھولے ہوئے سینہ آیا

اکثر اوقات پلائی مجھے ساقی نے وہ مے ۔ دن مزے سے کٹا اور لطفِ شبینہ آیا

کوئی تحدیدِ مدارج کی نہیں ہے اکمل ۔ ختم اک زینہ ہوا دوسرا زینہ آیا

جناب چودھری محمد اسمٰعیل صاحب کی وفات

قارئین فرقان چودھری محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کو جانتے ہیں۔ پہلے وہ مرنجان مرنج طبیعت رکھتے تھے قادیان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے بھی ان کو انس تھا۔ لیکن لاہور کی رہائش کے گزشتہ زمانہ میں انہیں جماعت قادیان سے کچھ بغض سا پیدا ہو گیا تھا۔ ہمیں یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ کہ مرحوم اپنے آخری لمحات میں اس طریق سے متنفر تھے۔ ہمیں جناب چودھری صاحب مرحوم کے جملہ پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ چودھری صاحب موصوف کی وفات سے اخذ ورد کا وہ باب بند ہوتا ہے جسے ان کے چیلنج کے جواب میں فرقان میں شروع کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ آمین:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فرقان

جلد ۳ | بابت ماہ ظہور ۱۳۲۳ھش مطابق ماہ اگست ۱۹۴۴ء | نمبر ۸

معارفِ قرآنی کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ کا چیلنج

اور

مخالف علماء اور اکابر غیر مبایعین کا صریح انحراف

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند ـــ ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(۱)

قرآن مجید خدا کی کامل اور زندہ کتاب ہے۔ روحانیت کا بے بہا خزانہ ہے۔ اس کے معارف اور حقائق کا دروازہ انہی پر کھولا جاتا ہے۔ جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سورۃ واقعہ)

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے راستباز بندوں کے متعلق تحریر فرمایا کہ:-

”ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے۔ اور غیر کو نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ آیت لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ اس کی شاہد ہے“ (اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)

اور اسی بناء پر حضور علیہ السلام نے تمام مخالف علماء کو بیان معارف قرآن مجید کے متعلق چیلنج کیا اور یہاں تک اعلان فرمایا کہ:-

”اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں“

(اربعین نمبر ۱ صفحہ ۳)

لیکن مخالف علماء بڑی بڑی تعلیموں کے باوجود، قرآن دانی وعربی دانی کے ادعا کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحدی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ حضرت اقدس نے گولڑہ کے مشہور پیر مہر علی شاہ صاحب اور دیگر چھیاسی ۸۶ علماء کو نام بنام بھی یہ دعوت دی (اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء) مگر کسی ایک شخص نے بھی خدا تعالیٰ کو مدنظر رکھ کر معارف قرآنی

کے بیان کی دعوت کو منظور نہ کیا۔ پیر گولڑوی صاحب نے جو طریق اختیار کیا۔ اس کا حضور علیہ السلام نے بایں الفاظ ذکر فرمایا کہ:۔ "چونکہ کھلے کھلے انکار میں ان کی علمیت اور قطبیت پر داغ لگتا تھا۔ اس لئے ایک چالبازی کی راہ اختیار کر کے یہ حجت پیش کر دی۔ کہ آپ کے شرائط منظور ہیں۔ مگر اول قرآن و حدیث کے رُو سے تمہارے عقائد کی نسبت بحث ہونی چاہیئے۔ .... ناظرین خود فیصلہ کر لیں۔ کہ آیا ان کا جواب نیک نیتی اور حق پروری کی راہ سے ہے۔ یا شطرنج کے کھیلنے والے کی طرح صرف ایک چال ہے" (اشتہار ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء)

۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ اس وقت تک کسی مخالف نے صحیح طریق پر مقابلہ نہ کیا۔ صرف گالیوں، حیلہ بازیوں، استہزاء اور فتووں پر زور دیا۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُرآب ہوں۔ کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھے۔ کہ خدا کس کے ساتھ ہے" (اربعین ۳ ص ۱۵)

(۲)

۱۹۱۴ء میں مولوی محمد علی صاحب اپنے ساتھیوں کو لے کر مرکز سلسلہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور ایک نیا گروہ اس دعوے کے ساتھ قائم کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حقیقی جانشین ہم ہیں۔ آج کے مقالہ میں ہم صرف معارف قرآنی کے مقابلہ کے رُو سے اس دعوی کی پڑتال کر رہے ہیں۔ اگر مولوی صاحب فی الواقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین ہوتے اور انہیں ان روحانی علوم سے حصہ ملا ہوتا۔ جو حضرت اقدس کو دیئے گئے تھے۔ تو وہ مخالف سلسلہ علماء کو للکارتے۔ کہ آؤ قرآن مجید کی تفسیر نویسی میں مقابلہ کر لو۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کو آج تک اسکی جرأت نہیں ہوئی۔ ع کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے۔

از رُوئے واقعات صرف حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ ہی وہ مردِ رُوحانی ثابت ہوئے ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں علماء کو یہ چیلنج دیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ایسے دشمن سلسلہ لکھتے ہیں:۔

"ماہ جولائی ۱۹۲۵ء میں قادیان سے دیوبندی عُلماء کے لئے تفسیر نویسی کا چیلنج شائع ہوا۔ دیوبندیوں کے ساکت رہنے پر میں سینہ ٹھونک کر میدان میں آ نکلا۔ کہ میں دیوبندی ہوں مجھ سے مقابلہ کر لو" (اہلحدیث ۹ جون ۱۹۲۶ء)

اس اقتباس میں حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ کے چیلنج اور دیوبندیوں کے سکوت کو تسلیم کرنے کے ساتھ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے بارے میں جس تعلی کا ذکر کیا ہے۔ وُہ محض مولوی صاحب

کی اپنی عادت کا اظہار ہے۔ وہ مولوی صاحب کبھی بھی صداقت اور سعید سے طور پر معارف قرآنی کے بیان کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ عام مولویوں کی طرح ایچ پیچ ان کا طریق رہا ہے۔ ہمیں تو یہی حسرت ہے۔ کہ ہمارے مخالف علماء اپنی بزدلی اور غلط روش کے باعث خدا کے اس نشان کے مکمل ظہور میں روک بن رہے ہیں اور کبھی مقابلہ پر نہیں آتے۔ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب اب بھی تیار ہو سکتے ہیں؟ بات دوسری طرف چلی گئی۔ لکھا یہ لکھ رہا تھا۔ کہ معارفِ قرآن مجید کے بارے میں مولوی محمد علی صاحب نے کبھی علماء کو مقابلہ کی دعوت نہیں دی۔ پس اس لحاظ سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی اسی بزرگ انسان کو حاصل ہے جسے خدا کی وحی میں حضرت اقدس کا "حسن و احسان میں نظیر" قرار دیا گیا ہے۔ وہی ہے۔ جو سالہا سال سے دشمنان احمدیت کو چیلنج دے رہا ہے۔ اور وہ لوگ مختلف حیلوں بہانوں سے اس کی منظوری سے گریز کر رہے ہیں:۔

(۳)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے ۱۶؍اپریل ۱۹۴۴ء کو دہلی کے جلسہ عام میں پیشگوئی مصلح موعود کے سلسلہ میں اپنے سابقہ چیلنج کو دہراتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"میں جسے خدا تعالیٰ نے اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا ہے۔ تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں۔ کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور جتنی تفسیروں سے چاہیں۔ مدد لے لیں۔ مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح حاصل ہوگی" (الفضل ۲۳؍اپریل ۱۹۴۴ء)

اس چیلنج پر مولوی ثناء اللہ صاحب کی ہمنوائی میں دیگر "علماء" یعنی مولوی محمد علی صاحب اور مولوی عبد الرحمن صاحب مصری (لاہوری) نے بھی آواز بلند کی ہے۔ مؤخر الذکر صاحبان نے سوچا۔ کہ اگر ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ تو کم از کم پیر گولڑی کے جانشین تو ثابت ہوں۔ ہم ہر سہ صاحبان کی "منظوریوں" پر ذیل میں تبصرہ کرتے ہیں:۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی عامیانہ زبان میں لکھتے ہیں:۔

"ہم اس چیلنج کی قبولیت میں سہ شروط سبقت کرتے ہیں۔ اوّل اپنے والد یا کسی اور مصنف کے بتائے ہوئے نکات نقل نہیں کرنے ہونگے۔ کیونکہ مرزا صاحب کے نکات بیان کر دینے میں کونسا کمال ہے۔ یہ تو ہر ایک مرزائی کر سکتا ہے۔ اور اس میں سوگ کا اشتباہ بھی ہے۔

دوم اس مقابلہ میں لکھی ہوئی تفسیروں کی صحت کے لئے کوئی غیر جانبدار منصف ہونا چاہیئے

سوم۔ اس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں کوئی فریق غالب آجائے۔ تو اس کے مذہبی عقیدہ پر اثر

نہیں پہونچ سکتا۔" (اہلحدیث ۵ رمئی ۱۹۴۴ء)

مولوی محمد علی صاحب نے "جناب میاں صاحب کا تفسیر نویسی پر چیلنج" کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ :-

(الف) "وہ مسئلہ تکفیر اہلِ قبلہ ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت پر بحث[1] کر لیں۔"

(ب) "ان تینوں باتوں (تین سوالات) کے بعد بھی جن کا جواب میاں صاحب سے ملنے کی امید نہیں۔ ان کے اس چیلنج کو کہ قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر وہ بھی لکھیں۔ اور دوسرے لوگ بھی لکھیں۔ قبول کرتا ہوں۔ اور سہولت کے لئے صرف ایک ہی آیت ان کے سامنے پیش کرتا ہوں ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد"

(ج) "اس (فیصلہ) کے لئے بھی آسان طریق پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ انہی کے مریدوں میں سے میں تین آدمی منتخب کر لوں گا۔ جو حلف اٹھا کر یہ فیصلہ کر دیں۔ کہ جناب میاں صاحب کی تفسیر قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی تفسیر کے خلاف نہیں" (پیغام ۳۱ رمئی ۱۹۴۴ء)

مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری نے مولوی محمد علی صاحب کے مضمون کے قریباً ایک ماہ بعد لکھا کہ :-

(الف) "پہلے انہی (علوم ظاہری) کے متعلق آزمائش ہو جانی چاہیئے۔ اور اس آزمائش کا طریق یہ ہوگا۔ کہ چند سوالات قرآن شریف کے لفظی ترجمہ اور جملوں کی ساخت کے متعلق یہ خاکسار تیار کرے۔"

(ب) "علوم ظاہری کی آزمائش کے بعد علوم باطنی کی آزمائش شروع کی جائے .... میں علوم باطنی کی آزمائش کے لئے سورۂ نور کی آیتِ استخلاف اور سورۂ احزاب کی آیت خاتم النبیین کو ہی انتخاب کرتا ہوں۔"

(ج) "پرچہ معہ جواب کسی مسلمہ عالم کے پاس بھیجدیا جائے۔ اس کا فیصلہ قطعی ہوگا۔" (پیغام ۲۸ جون ۱۹۴۴ء)

ناظرین! ان تینوں "علماء" کے جوابات پر نظرِ غائر ڈالیں۔ کیا آپ کو ان میں خدا ترسی اور معارفِ قرآنی کے بیان پر آمادگی نظر آتی ہے؟ کسی عقیدہ، متنازع فیہا کے متعلق ایک آیت کو ہی معارفِ قرآنی کے بیان کے لئے انتخاب کرنا اہل پیغام کی جدت ہے۔ معارفِ قرآنی میں غلبہ کو مذہبی عقیدہ پر اثر انداز نہ ماننا مولوی ثناء اللہ صاحب کا امتیاز ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی شرائطِ ثلاثہ ہی ان کے انحراف کے لئے کافی تھیں۔ لیکن ان کے ساتھ ہی انہوں نے مسیحیتِ موعودہ پر "اچھی بسیط بحث ہونی چاہیئے" کی شرط لگا کر معاملہ کو بالکل عریاں کر دیا۔ مولوی صاحب سے کوئی پوچھے۔ کہ جب آپ کے نزدیک حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے قرآن مجید کے

[1] ہر سہ مسائل پر بحث سے بھی آپ ہی گریز کر رہے ہیں مفصل دیکھیں (فرقان اپریل ۱۹۴۳ء)

کوئی نکات و معارف ہی بیان نہیں فرماتے۔ تو ان کے درج نہ کرنے کی شرط کے کیا معنے؟ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز چیلنج دیتے وقت کہتے ہیں۔ کہ جتنے لوگوں سے چاہو۔ اور جتنی تفسیروں سے چاہو۔ مدد لے لو۔ مگر بہر حال مغلوب رہو گے۔ اور مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں۔ کہ اپنے گریز کو تارعنکبوت ایسی شرائط کے پردہ میں چھپانا چاہتے ہیں۔ مولوی محمد علی اور مولوی مصری صاحبان اس زمرۂ "علماء" میں ابھی ابھی یعنی دعویٰ مصلح موعود کے بعد شامل ہوئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے بحث مباحثہ کو پہلے رکھا ہے جس طرح پیر صاحب گولڑوی نے رکھا تھا، بلکہ انہوں نے معارفِ قرآنی کو بھی بحث کا ہی رنگ دیا ہے۔ اللہ ان کے حال پر رحم کرے۔ منصف یا منصفوں کے بارے میں بھی تینوں "علماء" کی اپنی اپنی بولی ہے۔ مصری صاحب "مسلّمہ عالم" کے فیصلہ کو "قطعی" بتلاتے ہیں۔ اور معلم اول ام تسری صاحب غیر جانبدار منصف "تفسیروں کی صحت" کے لئے چاہتے ہیں۔ مگر فیصلہ کا اثر کوئی نہ ہوگا۔ اور علامہ محمد علی کی نگاہِ انتخاب برائے فیصلہ ہمیشہ "تین منافقین" پر آکر ٹھہرتی ہے۔ اور ان کے فیصلہ کا کوئی نتیجہ نہیں۔ بھائیو! یہ بھول بھلیاں کیوں ہیں؟ کیوں آپ اس کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ کہ قرآن مجید کے کسی مقام کو بطور قرعہ نکال کر کسی ایک سورۃ یا کم از کم چالیس آیات کی تفسیر فریقین لکھیں۔ اور وہ شائع ہو جائے۔ تا ہر خوفِ خدا رکھنے والا انسان اسے پڑھ کر نتیجہ نکال سکے۔ کہ کون ہے جس کے ساتھ خدا ہے۔ اور کون محض لاف زنی سے کام لے رہا ہے؟

(۴)

اس جگہ میں مصری صاحب سے دو باتیں اور بھی کہنا چاہتا ہوں:۔ (۱) آپ نے لکھا ہے۔ کہ "اس قسم کے چیلنجوں کو ہماری طرف سے **کبھی بھی** وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ ہی مقابلہ میں آنے کی کبھی ضرورت محسوس کی گئی" (پیغام ۲۸ جون) اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ کہ آپ ۱۹۱۴ء سے ہی پیغامی ہیں۔ ورنہ "ہماری طرف سے اور کبھی بھی" بے موقعہ ہیں۔ ہاں اگر غیر احمدی یہی جواب دیں۔ تو آپ کیا فرمائیں گے۔ ذرا آگے چلیئے۔ کفار عرب بھی تو یہی کہتے تھے۔ لو شئنا لقلنا مثل ھٰذا۔ پھر یہ بھی سوال ہے۔ کہ جناب نے اب اس چیلنج کو کیوں "وقعت" دیدی۔ اور ایک ایک آیت نامزد کر کے مقابلہ یا مباحثہ کی ضرورت کیوں سمجھی؟ کیا یہ صرف اسی لئے تو نہیں۔ کہ مشیتِ ایزدی حضرت مصلح موعود کی ایک اور مماثلت حضرت مسیح موعودؑ سے ثابت کرنے والی ہے؟ (۲) مصری صاحب! آپ چوتھائی صدی تک سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے علوم و معارف کی خوشہ چینی کرنے کے بعد آج کہتے ہیں۔ "جناب میاں محمود احمد صاحب اپنی قرآن دانی کے متعلق اکثر تعلیاں کرتے رہتے ہیں" خالق سے نہیں۔ تو مخلوق سے تو آپ کو شرمانا چاہیے تھا وہ لوگ جنہوں نے آپ کو حضور ایدہ اللہ بنصرہ کے لیکچروں اور درسوں کے نوٹ لیتے دیکھا ہوا ہے۔ وہ آپ کے اس انداز کو کیا کہیں گے؟ آپ آیت استخلاف اور آیت خاتم النبیین پر مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنی علمیت کا دعویٰ

رکھتے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کی اس دعوت کو قبول کرتا ہوں۔ ہم دونوں ان آیات کے متعلق عربی زبان میں پرچے لکھیں گے (آخر آپ مصری کہلاتے ہیں) جو بعد ازاں طبع ہو کر احقاقِ حق کا ذریعہ بنیں گے۔ مجھے غالب خیال ہے۔ کہ آپ اس طریق کو منظور نہیں کریں گے۔ اگر آپ نے اسے قبول کر لیا۔ تو انشاء اللہ العزیز حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کا یہ ادنیٰ ایاز ہی آپ کے زعم باطل کی حقیقت کھول دے گا۔ وباللہ التوفیق؛



بالآخر میں خدا ترس غیر مبایع بھائیوں سے عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ للہ غور کریں۔ کہ دشمنانِ احمدیت کے سامنے معارفِ قرآنی کے اس خزانہ کو جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت احمدیہ کے سپرد کیا۔ تحدی سے امتیازی رنگ میں کون پیش کر رہا ہے۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مقابلہ پر معارفِ قرآنی کے بیان سے غیر احمدی اور غیر مبایع علماء کس طرح گریز کر رہے ہیں؟ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا چیلنج تیس برس سے قائم ہے۔ اگر کسی میں ہمت ہے۔ تو آج بھی میدان میں نکلے۔ یاد رکھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ

"علمِ قرآن سے بلاشبہ باخدا اور راستباز ہونا بھی ثابت ہے۔ کیونکہ بموجب آیت لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ صرف پاک باطن لوگوں کو ہی کتاب عزیز کا علم دیا جاتا ہے۔" (اشتہار ۵ر دسمبر ۱۸۹۱ء)

کیا جماعت احمدیہ کا یہ مطالبہ بے جا ہے۔ کہ اکابر غیر مبایعین اس طریق کو چھوڑ کر جسے علماء مخالفین اختیار کرتے رہے ہیں، سیدھے طور پر حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے معارفِ قرآنی کے بیان میں مقابلہ کر لیں۔ اور بجائے بھانت بھانت کی بولیوں کے بولنے کے اپنے نمائندہ جناب مولوی محمد علی صاحب کو اس میدان میں لا کر فیصلہ کر لیں؟ ہمارا یہ مطالبہ معقول ہے۔ اور اگر وہ نہ آئیں تو ہم نے اس طریق سے بھی غیر مبایعین پر حجت تمام کر دی ہے۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

ضروری اعلان

ابھی تک کاغذ کی تنگی کے متعلق کوئی سہولت پیدا نہیں ہوئی۔ اس لئے مجبوراً بعض دیگر ضروری مضامین رو کے گئے ہیں۔ امید ہے۔ کہ احباب معذور خیال فرمائیں گے۔ رسالہ کی ترسیل وغیرہ کے متعلق براہ راست مینیجر رسالہ کے پتہ پر اطلاع بھیجنی چاہیئے۔

خاکسار ایڈیٹر

دعوتِ مباہلہ اور مولوی محمد علی صاحب کا جواب

مولوی محمد علی صاحب نے مسجد میں خطبہ جمعہ میں کہا کہ:۔

" خوب یاد رکھو۔ قادیان والوں نے کلمہ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس میں تمہارے دل میں شک نہیں ہونا چاہیئے " (پیغام ۱۳ مئی ۱۹۴۲ء)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے جواباً فرمایا کہ:۔

(الف) " ان کی طرف سے بار بار ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ اور اس مضمون میں بھی اس الزام کو دوہرایا گیا ہے۔ کہ ہم کلمۂ طیبہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا اتہام ہے۔ کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی بول سکتا ہے "

(ب) " اب فیصلہ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اگر مولوی صاحب میں تخم دیانت باقی ہے۔ تو وہ اور ان کی جماعت ہمارے ساتھ اس بارہ میں مباہلہ کریں۔ کہ آیا ہم کلمۂ طیبہ کے منکر ہیں۔ اور اگر ان کی جماعت اس بارہ میں ان کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو۔ تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر میرے ساتھ مباہلہ کریں۔ میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کروں گا۔ اور اگر ان کی جماعت ان کا ساتھ نہ دے۔ اور وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کریں۔ تو میں بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کروں گا " (الفضل ۷ جولائی ۱۹۴۲ء)

ہم نے فرقان (جولائی ۱۹۴۲ء) میں لکھا تھا کہ:۔

" اس دعوت کے جواب کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) مولوی محمد علی صاحب کو اگر اس ناپاک الزام کی صحت میں شک ہے۔ اور وہ محض اشتعال انگیزی کے لئے اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور دل سے اس کو درست نہیں مانتے۔ تو اب اسے بصد ندامت واپس لے لیں۔ اور آئندہ کبھی اس غلط اور جھوٹے الزام کا ذکر نہ کریں (۲) اگر مولوی صاحب اب بھی اپنے الزام پر قائم ہیں۔ تو وہ مردانہ وار میدانِ مقابلہ میں نکلیں۔ اور خدا سے فیصلہ چاہیں۔ وھو خیر الحاکمین "

مولوی محمد علی صاحب نے "پیغام صلح" میں ایک طویل مضمون "میاں محمود احمد صاحب کی دعوتِ مباہلہ" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ گالیوں اور غلط بیانیوں کا انبار جمع کرنے کے بعد مولوی صاحب نے "اصل بات" صرف اتنی ہی لکھی ہے۔ کہ:۔

"ایک طرف یہ کہتا کہ ہم کلمہ کو منسوخ نہیں مانتے۔ اور ہمارے نزدیک ایک کافر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور اس کے لئے مسیح موعود پر ایمان لانا ضروری نہیں (؟) اور دوسری طرف یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سُنا۔ وُہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ **پہلے جناب میاں صاحب یہ صاف کریں کہ ان دونوں میں سے ان کا صحیح مذہب کیا ہے تب میں اس پر مباہلہ کا جواب بھی دُوں گا۔**" (پیغام صلح ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

ناظرین کرام! مولوی صاحب کا جواب آپ کے سامنے ہے۔ وُہ نہ مباہلہ کے لئے میدان میں آتے ہیں۔ اور نہ ہی اپنے ناپاک الزام کو واپس لیتے ہیں۔ جب انہیں ابھی تک بقول خود ہمارے "صحیح مذہب" کا بھی پتہ نہیں۔ تو وُہ تبلائیں۔ کہ تیس سال سے وُہ کس "مذہب" کی مخالفت کرتے رہے ہیں۔ اور کس بنا پر منبر پر کھڑے ہو کر کہتے رہے ہیں۔ کہ قادیان والوں نے کلمۂ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ ہمیں ہمیشہ مولوی صاحب کی عقل و فہم یا ان کی ضد و تعصب پر افسوس آتا ہے۔ کہ وُہ اس **نہایت واضح بات** کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یا اپنے آپ کو سمجھنے سے قاصر تبلاتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی مقرر کردہ **ایمانیات** پر ایمان لانے کے بغیر محض مونہہ سے کلمہ طیبہ پڑھنا کسی کو مسلمان نہیں بنا دیتا۔ بے شک مسلمان بننے کا اعلان کلمہ طیبہ کے پڑھنے سے ہی ہو گا۔ لیکن یہ اعلان اسی شخص کو مسلمان بنائے گا۔ جو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر۔ اس کی سب کتابوں پر، اس کے سب رسولوں پر اور اس کی مقرر کردہ قیامت پر ایمان لاتا ہے۔ اگر کوئی شخص مونہہ سے کلمہ پڑھے۔ مگر مثلاً قیامت کا منکر ہو، یا خدا کے کسی رسُول کا مکذب ہو۔ تو وُہ کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے؟ یہ نہایت واضح بات ہے۔ ہر شخص اسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ خود مولوی محمد علی صاحب بھی اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وُہ ہمیشہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ جن مولویوں نے حضرت مسیح موعودؑ پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ وُہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ کیا یہ مکفر علماء کلمۂ طیبہ نہیں پڑھتے؟ اگر پڑھتے ہیں۔ اور یقیناً پڑھتے ہیں۔ اور باایں ہمہ مولوی محمد علی صاحب ان کو دائرہ اسلام سے خارج مانتے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب نے کلمۂ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے؟

خلاصۂ کلام یہ ہے۔ کہ ابھی تک مولوی محمد علی صاحب نہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی شریف انسانوں کی طرح اپنے جھوٹے الزام دربارہ منسوخیت کلمہ طیبہ کو واپس لینے کے لئے تیار ہیں۔ حالانکہ وُہ خوب جانتے ہیں۔ کہ ان کا یہ الزام محض افترا ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

شذرات

(۱) مولوی محمد علی صاحب کا تقاضائے عمر!

مولوی صاحب کہتے ہیں۔ کہ میں "ستر سال کی عمر" کو پہونچ گیا ہوں۔ اس اقرار کے ساتھ آپ نے "پیغام صلح" میں ایک خاص مقالہ "سبّا بیہ" شائع کیا ہے جس کے آغاز میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ "ان کی اپنی تمنّا شائد الیٰ یوم یبعثون زندہ رہنے کی ہے" (۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ غالباً مولوی صاحب کے پیرو اس "متانت" پر سر دھنتے ہونگے۔ کہ ہمارے امیر نے خوب کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر کو (معاذ اللہ) شیطان قرار دے دیا مگر انہیں یاد ہے۔ کہ خود مولوی محمد علی صاحب اقرار کر چکے ہیں کہ:۔

"میں بار بار کہتا ہوں۔ کہ میں صاحبزادہ صاحب کی عزت کرتا ہوں۔ وہ میرے آقا کے صاحبزادے ہیں۔ اگر میں ان کی عزت و احترام کو ملحوظ نہ رکھوں۔ تو بڑی نمکحرامی ہوگی"

(پیغام صلح ۲۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

اس لئے مولوی صاحب کی رعایت اسی میں ہے۔ کہ ان کے موجودہ انداز تبرّا بازی کو تقاضائے عمر قرار دے دیا جائے۔

(۲) دعویٰ میں تبدیلی کا صریح افترا

مولوی محمد علی صاحب ان دِنوں بار بار اعلان کر رہے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور جماعت احمدیہ قادیان کا عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۹۰۱ء میں اپنے دعویٰ میں تبدیلی کر لی تھی۔ مولوی صاحب یہ غلط بات ہماری طرف منسوب کر کے اس پر گالیوں کی عمارت قائم کرتے ہیں حالانکہ ع خشت اول چوں نہد معمار کج۔ تا ثریا مے رود دیوار کج۔ ہماری طرف سے کھلا چیلنج ہے کہ مولوی محمد علی صاحب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی کسی تحریر سے دکھلائیں۔ کہ انہوں نے مانا ہو۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ میں تبدیلی واقع ہوئی؟ دعویٰ میں تبدیلی کا ادعا صریح افترا ہے۔ دعویٰ تو از ابتدا تا انتہا یہی تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ اور کثرت سے امور غیبیہ پر مجھے مطلع کرتا ہے۔ اور میرا نام نبی رکھتا ہے۔ اس میں کسی تبدیلی کی قائل جماعت احمدیہ نہیں جس تبدیلی کے ہم اقراری ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر کے ماتحت اقراری ہیں۔ وہ صرف تعریف میں تبدیلی ہے

تعجب ہے۔ کہ جو لوگ اپنے مخالف سے اتنا انصاف بھی نہیں کر سکتے۔ کہ اس کے عقیدہ کو صحیح رنگ میں پیش کر کے اس پر جرح کریں۔ وہ مذہب کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

(۴۳) مولوی محمد علی صاحب کو مباہلہ کے متعلق نہایت ضروری اطلاع

منسوخیتِ کلمۂ طیبہ کے جھوٹے ادعا پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے مولوی محمد علی صاحب کو دعوتِ مباہلہ دی ہے۔ اس سے بچنے کے لئے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"وہ (حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ) مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں۔ کہ ان کے عقائد جو آئینۂ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر درج ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے عقائد کے مطابق ہیں۔ اور میں مؤکد بعذاب حلف اٹھاؤں گا۔ کہ ان کے یہ عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے قطعی خلاف ہیں"۔
(پیغام صلح ۲ اگست ۱۹۴۴ء)

جواباً عرض ہے۔ کہ اصولاً اب آپ نے مباہلہ کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے پہلے کلمۂ طیبہ کے منسوخ قرار دینے کے ناپاک الزام پر مباہلہ ہو جائے۔ اور پھر عقائد کی صحت پر مباہلہ ہو جائے گا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے عقائد کے مطابقِ عقائد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے پر اور اپنے لکھے ہوئے ہر عقیدہ کی صحت پر مؤکد بعذاب حلف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر یہ نہ ہوگا۔ کہ آپ نہ اپنے ناپاک الزام کو واپس لیں۔ اور نہ ہی اس پر مباہلہ کریں۔ اور یونہی غلط مبحث کے طور پر دوسرے امور کو درمیان میں لے آئیں۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ پر رہے گی۔

(۴۴) خدارا اس غلط بیانی سے باز آئیں۔

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"سال میں دس دس مرتبہ بھی دعوت دے چکا ہوں۔ کہ عقائد کے معاملہ میں وہ میرے ساتھ بحث کر لیں۔ مگر میاں صاحب کو مقابل میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور بالآخر میں نے یہاں تک لکھ دیا۔ کہ میں آپ کے مریدوں میں سے ثالثوں کا انتخاب کروں گا۔ یہ ایسی بات تھی۔ جو بزدل سے بزدل پیر کو بھی شیر بنا دیتی۔ مگر میاں صاحب کو پھر بھی مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی" (پیغام ۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء)

یہ ایسی صریح غلط بیانی ہے۔ کہ اس کی بار بار تردید کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کو اس کے اعادہ میں کوئی حجاب نہیں۔ ۱۹۱۵ء سے عقائد میں بحث کی دعوت کو منظور کیا گیا۔ مگر آپ ہمیشہ کنارہ کشی اختیار کرتے رہے۔ ابھی تازہ بات ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح

ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ میں خود مولوی محمد علی صاحب سے ہر قسم اختلافی مسائل پر مباحثہ کرنے کے لئے تیار ہوں؟ (فرقان اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۶) اگر مولوی محمد علی صاحب مباحثہ کرنا چاہتے۔ یا بالفاظ دیگر مباحثہ کر سکتے۔ تو کب کا یہ مباحثہ ہو جاتا۔ مگر مولوی صاحب ثالثوں کے مخمصے میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں۔ کہ کبھی ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کبھی پھر اس شرط پر مصر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس قسم کے مباحثات میں سراسر غیر معقول طریق ہے۔ اور ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ مولوی صاحب مباحثہ کریں۔ یا نہ کریں۔ ہم ان کی "منافق ثالثوں" والی تجویز کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔ اگر مولوی صاحب میں ہمت ہے۔ تو وہ اہل علم کی طرح مقررہ مضامین پر تحریری مباحثہ کریں جو چھپ جائے۔ اور ساری دنیا فائدہ اٹھائے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟

(۵) ایک نہایت ضروری تصحیح

قارئین "فرقان" کو معلوم ہے۔ کہ فرقان بابت اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۳۶-۳۷ (اور پھر فرقان بابت مئی صفحہ ۱۸) پر اخبار "پیغام صلح" مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۶ء کا مکمل اقتباس درج کیا ہے۔ یہ اقتباس حرف بحرف درست ہے۔ اور جس غرض سے بطور مسلمات غیر مبائعین اسے ذکر کیا گیا ہے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس میں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی۔ کہ حکم خداوندی یاایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا کے مطابق مجھے دھیان نہ آیا۔ کہ غیر مبائع راوی نے چار کرسیوں والے کشف کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کشف قرار دیا ہے۔ اس کی تحقیق کر لیتا۔ کہ آیا یہ حضور علیہ السلام کا کشف ہے۔ یا جناب مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کا رؤیا؟

پیغام صلح ۱۳ جولائی ۱۹۴۲ء میں مصری صاحب نے توجہ دلائی ہے۔ کہ غیر مبائع راوی نے یہ روایت حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے ۳ فروری ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں شائع کی۔ اور حضرت میر صاحب نے الفضل ۱۵- فروری ۱۹۱۶ء میں صراحت کر دی ہے۔ کہ یہ حضرت اقدس ؑ کا کشف نہ تھا۔ بلکہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا رؤیا تھا۔ اگرچہ شیخ مصری صاحب نے تنکے کے سہارے کے طور پر نہایت ہی ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر میں اصل تصحیح کے بارے میں ان کا شکر گزار ہوں۔ حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں لو ان فرعون مصر اسدیٰ الیّ یداً لشکرتہ علیھا (العقد الفرید) کیا غیر مبائع اصحاب اس الٰہی اشارہ سے تین کو چار کرنے والے الہام پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے؟

مولوی محمد علی صاحب کا پاکیزہ دودھ

از جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سابق آنریری جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور

مولوی محمد علی صاحب کی مذہبی زندگی کے دو دَور ہیں۔ پہلا دَور وسط مارچ ۱۹۱۴ء تک کا ہے۔ جو قادیان میں گزرا۔ دُوسرا دَور ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۴ء تک کا ہے۔ جو لاہور، احمدیہ بلڈنگس اور مسلم ٹاون میں گزرا ہے۔ ان دونوں زمانوں کی تقاریر و تحریرات کو اگر بنظرِ غور دیکھا جائے۔ تو آسمان اور زمین کا فرق نظر آئے گا۔ جب تک مولوی صاحب قادیان میں رہے۔ ان کے مضامین رُوحانیت سے لبریز ہوتے تھے۔ مگر جب سے لاہور آئے ہیں۔ اشاعتِ اسلام کے پردے میں سوائے خودستائی اور قرآن فروشی کے اور کوئی مفید روحانیت بات سننے کا بہت کم موقعہ ہوتا ہے۔ آج کل تو حد ہی ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت مولانا حسد اور غصّے سے مجبور ہو کر وہ کچھ کہہ جاتے ہیں۔ جو ان کی پوزیشن اور عمر کے بزرگ کے شایانِ شان نہیں۔ تازہ نمونہ کے لئے اخبار پیغامِ صلح مورخہ ۳۱ر مئی و ۷ر جون ۱۹۴۴ء دیکھنے کے قابل ہیں۔ حضرت مولانا اپنے خطبۂ جمعہ کے درمیان رطب اللسان ہوتے ہیں:۔

"یہ ایک گند[1] اور غلاظت[2] ہے۔ جو ان لوگوں نے حضرت صاحب کی تعلیم میں ملا دیا ہے اس سے اسی طرح نفرت کرو جس طرح گند[3] اور غلاظت[4] سے کرتے ہو۔ خوب یاد رکھو۔ یہ ایک غلاظت[5] ہے۔ جو قادیانی جماعت اسلامی تعلیم میں ملا رہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کا کام وہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن میں دو برتن تمہارے سامنے لا کر رکھتا ہوں۔ ایک پاکیزہ دودھ کا ہے۔ دوسرے میں دودھ تو ہے۔ لیکن اس میں گوبر[6] اور پیشاب[7] ملا ہوا ہے۔ تو کسے پسند کرو گے۔ یہ گوبر[8] ملا ہوا دودھ ہے" (۳۱ر مئی ۱۹۴۴ء)

"میں خدا تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نجاست[9] سے باہر نکل آیا۔ اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ اتنی بڑی جماعت اس غلاظت[10] سے بچ گئی" (۷۔ جون ۱۹۴۴ء)

ان آٹھ سطروں میں گند۔ غلاظت۔ گوبر۔ پیشاب اور نجاست کے الفاظ دس دفعہ استعمال ہوئے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ قند مکرر کے طور پر مزے لے لے کر استعمال کئے گئے ہیں۔ ورنہ بار بار اس کے دہرانے کی ضرورت نہ تھی۔ چونکہ ہر ایک خطبہ تحریر ہو کر شائع ہونے سے پہلے مولوی صاحب کو دکھایا جاتا

اس لئے اس بات سے بھی انکار کی گنجائش نہیں۔ کہ یہ الفاظ مولوی صاحب کی زبان پُر عرفان سے نکلے ہیں
حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات وسط مارچ ۱۹۱۴ء میں ہوئی تھی۔ اس وقت تک مولوی صاحب قادیان میں تشریف رکھتے تھے۔ اور تین چار دن بعد لاہور چلے آئے مولوی صاحب کے مذکورہ اپنے الفاظ سے کہ

"میں خدا کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نجاست سے باہر نکل آیا"

پایا جاتا ہے۔ کہ وسط مارچ ۱۹۱۴ء تک قادیانی عقائد میں نجاست پھیل چکی تھی۔ پھر معلوم نہیں۔ کہ اس دن تک مولوی صاحب کیوں دانستہ اس نجاست میں پڑے رہے۔ اور اس سے پہلے کیوں نہ نکل آئے۔ مگر یہ محض ایک دھوکا ہے۔ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ کہ درحقیقت قادیان چھوڑنے کی ضرورت اس وقت پڑی جب خلافت یا امارت ملنے کی امید منقطع ہوگئی۔

قادیان اور لاہور کی دونوں جماعتیں اس بات پر مضبوطی اور اصرار کے ساتھ قائم ہیں۔ کہ جہاں تک حضرت مرزا صاحب کے دعوے کا تعلق ہے۔ شروع سے لے کر آج تک نفس دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ ہماری قادیانی جماعت صرف اس قدر ضرور مانتی ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد تعریف نبوت میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔ اور اس کے لئے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ لیکن محمد علی صاحب اس تبدیلی کے بھی قائل نہیں۔ بلکہ وہ اپنے پہلے اور پچھلے عقائد اور اقوال میں تبدیلی یا فرق ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ اس طرح جب تک وہ اعلان نہ کریں۔ کہ ان کی اپنے اقوال اور عقائد میں سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد کچھ تبدیلی ہوئی ہے۔ اس وقت تک سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے کے ان کے اپنے اقوال اور اعلانات ان پر حجت ہوں گے۔ مولوی صاحب کی عادت ہے۔ کہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی بعض تحریروں میں سے کچھ باتیں لے کر اور خود ہی اپنی منشار کے مطابق نتیجے پیدا کر کے شور مچانے لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ

مندرجہ بالا دو حوالے ایسی ہی کاریگری کا نمونہ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے خود مولوی صاحب حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق کیا رویہ اور خیال رکھتے ہیں۔ اس کے متعلق رسالہ ریویو آف ریلیجنز سے جس کے مولوی صاحب خود ایڈیٹر تھے۔ متعدد حوالے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر بخوف طوالت ان کو چھوڑ کر میں صرف تین حوالوں پر اکتفا کروں گا۔ ایک مولوی محمد علی صاحب کے اپنے حلفی بیان سنہ ۱۹۰۳ء کا ہے۔ اور دو ان کے اپنے اخبار پیغام صلح کے سال سنہ ۱۹۱۳ء کے ہیں:۔

پہلا حوالہ:۔ "کذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔"

اس کے مرید اس کو دعویٰ میں سچا، اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں پیغمبر اسلام مسلمانوں کے نزدیک سچے نبی ہیں۔ اور عیسائیوں کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں۔ لیکن کوئی شریعت نہیں لایا۔ ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے"

(بیان حلفی مولوی محمد علی صاحب بمقدمہ مولوی کرم دین ساکن بھیں سنہ ۱۹۰۳ء)

یاد رہے۔ کہ یہ بیان حلفی مولوی محمد علی صاحب نے گورداسپور کی عدالت میں بدوران تحقیقات مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی متدائرہ مولوی کرم دین ساکن بھیں سنہ ۱۹۰۳ء میں دیا تھا۔ مولوی کرم دین کا دعویٰ تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس کی نسبت کذاب اور لئیم کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے اس کی ہتک ہوئی ہے۔ ڈیفنس کی طرف سے یہ عذر پیش کیا گیا۔ کہ چونکہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ بموجب قرآن مجید وہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کے مجاز تھے۔ مولوی محمد علی صاحب کا بیان بطور گواہ ہوا تھا۔ اس سے کذاب ان الفاظ کی اور کوئی تاویل نہیں ہو سکتی۔ مولوی صاحب نے نہ صرف حضرت مرزا صاحب کو مدعی نبوت تسلیم کیا۔ بلکہ حضرت پیغمبر اسلام کی مثال دے کر یہ بھی ثابت کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت بھی اسی قسم کی تھی۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم کی۔ مجھے اس بیان کی مصدقہ نقل سنہ ۱۹۲۳ء میں دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس وقت وہ نقل مرزا مسعود بیگ صاحب فنانشل سیکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے قبضہ میں تھی۔ اس بیان کی توضیح یا تاویل کا کام شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے سپرد ہوا ہے۔ مگر عرصہ دو سال کا ہو چلا ہے۔ ان کی طرف سے یا مولوی صاحب کی طرف سے اس کا کوئی معقول جواب اب تک پیش نہیں ہوا

دوسرا حوالہ:۔ "ہم حضرت مسیح موعودؑ کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ اور آج ان کی متابعت میں دنیا کی نجات ہے۔ اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے" (پیغام مورخہ ۱۶/۹/۱۳ء صفحہ ۳)

تیسرا حوالہ:۔ "ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود اور

مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی اور رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ دُنیا کی نجات حضرت نبی کریمؐ اور ان کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔" (پیغام صلح ۲۱ر اکتوبر ۱۹۱۳ء صٓ کالم ۲)

کیا مولوی محمد علی صاحب اب بھی ان اعلانات کو دہرا کر اپنی ایمانی جرأت کا ثبوت دے سکتے ہیں؟ اگر نہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ ۱۹۱۴ء سے پہلے ان کے عقائد اور تھے۔ جو بعد میں بعض وہمی اور سُنہری مصلحتوں کے ماتحت قائم نہیں رہ سکے۔ ان اعلانات سے ظاہر ہے۔ کہ کم از کم ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۳ء تک مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی حضرت مسیح موعودؑ کو بلا کسی شرط (ظلی۔ بروزی۔ امتی) کے اس زمانہ کا نبی۔ رسول اور نجات دہندہ تسلیم کرتے تھے۔ انہی عقائد پر جماعت احمدیہ قادیان قائم ہے اور ان عقائد کو چھوڑ کر مولوی صاحب اپنے دماغ سے اور اور عقائد خود اختراع کرتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ قادیان کی طرف منسوب کر کے شور مچاتے ہیں کہ:۔

(۱) جماعت احمدیہ نے کلمہ منسوخ کر دیا ہے (۲) اسلامی تعلیم میں گوبر اور پیشاب ملا دیا ہے۔
حالانکہ مولوی صاحب خوب جانتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان حضرت مرزا صاحبؑ کو نہ تو

(۱) صاحب شریعت نبی مانتی ہے (۲) نہ ہی مستقل نبی مانتی ہے۔ (۳) نہ ہی آنحضرتؐ کے بعد ان کے مقابل یا ان کی بجائے یا ان سے علیحدہ کوئی نبی تسلیم کرتی ہے۔ بلکہ قادیان میں تو احتیاط کا یہ عالم ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت پر نہ کبھی پہلے بیعت لی گئی۔ اور نہ اب لی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ کوئی علیحدہ نبوت نہیں۔ بلکہ آنحضرتؐ کے خاتم النبیین ہونے پر خصوصیت سے زور دیا جاتا ہے۔ پھر یہ کہاں کی دیانت ہے۔ کہ خود ہی شرارتاً کچھ عقائد ایجاد کئے جاتے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ قادیان کے ذمہ لگائے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب خدا را غور فرمائیں۔ کہ ان باتوں کا انجام کیا ہوگا۔ آئے دن وہ کوئی نہ کوئی شرارت برپا رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک اور بے سروپا شرارت اٹھا کر احرار کو شور و شر کے لئے اٹھایا گیا ہے۔ ایسی لغو شرارتوں کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ عوام جو دینی علم سے واقفیت نہیں رکھتے۔ ایسے ہی مشتعل ہو کر بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اس سے مولوی صاحب کا کلیجہ گو چند دنوں کے لئے ٹھنڈا ہو گیا ہو۔ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جماعت احمدیہ قادیان تو بفضلہ تعالےٰ حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو خوب سمجھ بُوجھ چکی ہے۔ اور ان پر مضبوطی سے قائم ہے۔ لیکن مولوی صاحب کی جماعت جو متزلزل اور منتشر حالت میں ہے۔ ان چوٹوں کو جو احرار اور دیگر ناواقف لوگوں کی طرف سے پڑیں گی

برداشت نہیں کرسکتی۔ اگر مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مرزا صاحب اپنے مرشد کی عزت کا کچھ بھی پاس نہ ہو۔ مگر ان کو یہ تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ اگر ان کی اپنی جماعت گر پڑی۔ تو اس کا گزارہ کیونکر چلیگا

مولوی صاحب ذرا غور فرمائیں۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان کے مندرجہ بالا عقائد اگر قرآن کریم اور حدیث کی روشنی میں صحیح ہیں۔ تو وہ پاکیزہ دودھ کا حکم رکھتے ہیں اگر آپ ان میں گوبر اور پیشاب دیکھ رہے ہیں۔ تو آپ کی نظر کا قصور ہے۔ اگر آپ کے بھی وہی عقائد ہیں۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر وہ عقائد اب نہیں رہے۔ تو کھلے طور پر اعلان کر دیجئے (۱) کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں آپ نے جو عدالت میں بیان دیا کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ وہ جھوٹا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خوف سے دیا گیا۔ کیونکہ وہ اس وقت زندہ تھے۔ (۲) ۱۹۱۳ء میں جو اعلانات پیغام صلح میں شائع ہوئے۔ کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود اس زمانہ کے سچے رسول۔ نبی۔ نجات دہندہ تھے۔ وہ بھی غلط تھے اور حضرت خلیفۂ اول کے خوف سے شائع کئے گئے تھے۔ کیونکہ اس وقت وہ زندہ تھے۔ اس کے بعد آپ جو چاہیں۔ کریں جماعت احمدیہ قادیان آپکی خرافات کا جواب دینا بھی مناسب نہ سمجھیگی۔ اور اگر آپکے اب بھی وہی عقائد ہیں (کیونکہ جب تک آپکی طرف سے ان اعلانات کی جو سنہ ۱۹۱۳ء کے پیغام صلح میں شائع ہوئے۔ کھلے طور پر تردید نہ ہو) ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ کہ آپکے بھی وہی عقائد سمجھے جو آپنے سنہ ۱۹۱۳ء کے اعلانات میں ظاہر کئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اس زمانہ کے نبی اور رسول اور نجات دہندہ ہیں۔ تو فرمایئے۔ کہ ان عقائد کے ہوتے ہوئے اگر غیر احمدی مسلمان آپ کی طرف اسلامی تعلیم میں گند۔ نجاست۔ غلاظت۔ گوبر اور پیشاب ملانے کا الزام منسوب کریں تو آپ کیا کریں گے۔ آپ کی انہی باتوں کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ گو آج نہیں۔ مگر کم از کم سنہ ۱۹۰۳ء سے سنہ ۱۹۱۳ء تک (جس کا ثبوت اوپر پیش کیا گیا ہے) آپ نہ صرف خود گوبر اور پیشاب آمیز دودھ استعمال کرتے رہے ہیں۔ بلکہ عالم اسلام کو بھی یہی کچھ پیش کرتے رہے ہیں۔ جب تک قادیان میں تھے۔ وہاں کا دودھ پاکیزہ تھا۔ کیونکہ اس وقت اس میں سے مکھن اور بالائی ملتی تھی۔ جب لاہور آگئے۔ وہ گوبر اور پیشاب والا ہو گیا۔ کیونکہ اب اس میں سے بالائی اور مکھن نہیں ملتا۔ اب لاہور کا دودھ پاکیزہ ہے جس میں سے آپ کو مکھن اور بالائی مل رہی ہے۔ خدارا کچھ غور فرمائیں۔ کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ کیوں نہیں مانتے۔ کہ عقائد کا جھگڑا محض جنگ زرگری ہے۔ اصل رونا خلافت اور امارت کا ہے۔ اگر سنہ ۱۹۱۴ء میں آپ کو خلیفہ یا امیر مان لیا جاتا۔ تو آپ کبھی یہ کچھ نہ کہتے۔ جو آج کہہ رہے ہیں۔ سیدھی بات ہے۔ اگر آپ غیر احمدی مسلمانوں کو پکا مسلمان مانتے ہیں۔ تو از راہ کرم خود عمل کر کے بھی دکھلا دیں (۱) ان کے ساتھ نمازیں پڑھیں (۲) ان کی نماز جنازہ میں شامل ہوں (۳) ان سے رشتہ ناطہ کریں۔ اگر آپ یہ نہیں کر سکتے۔ اور آپ نے سنہ ۱۹۱۴ء سے لیکر آج تک کر کے نہیں دکھایا۔ تو کیا غیر احمدی مسلمانوں کو حق حاصل نہیں۔ کہ وہ سمجھیں۔ کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکا ہے۔ در نہ عملی رنگ میں آپ کا ان کے ساتھ وہی سلوک ہے۔ جو جماعت احمدیہ قادیان کا ہے۔ اللہ تعالے مولوی صاحب

کو اور دوسروں کو سچے دل سے حق کو قبول کرنے اور حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ٭

جناب شیخ مصری صاحب کی قابل داد ہوشیاری

شہادت دربارہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق مطالبات کا جواب

نظارت تالیف و تصنیف نے ۱۹۳۵ء میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حضور کی نبوت کے بارے میں حلفیہ شہادت کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ ایک مطبوعہ فارم کے ذریعہ ہر صحابی سے کیا گیا۔ اور ہر سوال کے آگے چھوڑی ہوئی جگہ میں صحابہ نے اپنے جواب درج فرمائے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے بھی ۲۴ر اگست ۱۹۳۵ء کو یہ شہادت ادا کی تھی۔ جس کا فرقان میں بار بار ذکر ہو چکا ہے۔ اور مصری صاحب بالکل خاموش تھے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے ملفوظات مندرجہ الفضل ۲۸ر جون ۱۹۴۴ء میں بھی اس کا ذکر آیا۔ اس پر جناب شیخ صاحب نے حسب ذیل دو مطالبات کئے ہیں:۔

(۱) "جناب میرا کوئی ایسا بیان پیش کر سکتے ہیں۔ جس پر میں نے قسم کھائی ہو۔ یا کوئی ایسی شہادت دکھلا سکتے ہیں جس کو میں نے حلفیہ تحریر کیا ہو۔ آپ یقیناً میری کوئی حلفیہ شہادت پیش نہیں کر سکتے"۔

(۲) کیا جناب میرے کسی مضمون سے دکھلا سکتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت اقدس کی نبوت کا بالکل انکار کر دیا ہے۔ میں تو اس امر کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ حضرت اقدس کے اندر نبی کریم صلعم کی نبوت اسی طرح جلوہ گر تھی جس طرح ہر ولی کے اندر ہوتی ہے"۔ (پیغام صلح ۲۶ر جولائی ۱۹۴۴ء)

گویا آپ کو بیان یا شہادت سے انکار نہیں۔ صرف اس کے "حلفیہ" ہونے سے انکار ہے۔ اور آپ نے اب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے بالکل انکار نہیں کیا۔ ہاں آپ کو ایک "ولی" مانتے ہیں۔ ایسے ہی موقعہ کے لئے ع... بکف چراغ دارد کا مصرع استعمال ہوا ہے۔ ان مطالبات کو پورا کرنے کے لئے پہلے ہم مطبوعہ فارم درج کرتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہے:۔

"شہادت صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام دربارہ مسئلہ نبوت، مہربانی فرما کر حلفی بیان دیں۔ کہ

(۱) کیا آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کے احمدی ہیں۔ آپ نے کب بیعت کی تھی (۲) کیا آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اور اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتے تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن اور احیائے اسلام

کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا۔ یا کہ آپ محض استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ایسا خیال کرتے تھے۔

(۳) آپ کے اس عقیدہ کی بنا کیا تھی۔ یعنی جو عقیدہ آپ کا اس زمانہ میں تھا۔ وہ کس بنا پر مبنی تھا؟

نوٹ:۔ ہر سوال کا جواب واضح اور معین طور پر دیا جائے۔ اور آخر میں اپنے دستخط کرکے اور پتہ لکھ کر تاریخ درج کر دی جائے:۔ (مُہر) ناظر تالیف و تصنیف قادیان"

اب ان ہر سہ سوالات کے مقابل جو جوابات شیخ مصری صاحب نے اپنے قلم سے لکھے تھے۔ درج ذیل ہیں:۔

(۱) میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ (۲) میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا۔ اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفسِ نبوت میں میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا۔ اور نہ اب کرتا ہوں۔ لفظ استعارہ اور مجاز اس وقت میرے کانوں میں کبھی نہیں پڑے تھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں یہ الفاظ جن معنوں میں میں نے استعمال ہوتے ہوئے دیکھے ہیں۔ وہ میرے عقیدہ کے منافی نہیں۔ ان معنوں میں میں اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علیٰ سبیل المجاز ہی نبی سمجھتا ہوں۔ یعنی بغیر شریعت جدیدہ کے نبی اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور حضور کی اطاعت میں فنا ہو کر حضور کا کامل بروز ہو کر مقام نبوت کو حاصل کرنے والا نبی۔ (۳) میرے اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا۔ عبدالرحمان مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ۔ ۲۴ اگست ۱۹۳۵ء"

اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمالیں۔ کہ جب مطالبہ "حلفی بیان" کا تھا۔ تو اس فارم پر جوابی بیان حلفیہ ہو گیا یا نہیں۔ شیخ صاحب کی ہوشیاری تو صرف اتنی ہے۔ کہ انہوں نے اپنے قلم سے قسم یا حلف کا لفظ نہیں لکھا۔ لیکن یہ ہوشیاری ان کی دینداری کی نہیں۔ بلکہ منافقت کی دلیل ہوگی۔ باقی رہا نبوت حضرت مسیح موعودؑ سے بالکل انکار کا مسئلہ سو وہ بھی اس شہادت سے واضح ہے۔ کیونکہ شیخ صاحب نے اس میں لکھا ہے۔ کہ "میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا۔ اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں نفسِ نبوت میں میں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا۔ اور نہ اب کرتا ہوں" کیا شیخ صاحب آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی مانتے ہیں؟ اگر نہیں مانتے۔ تو یہی نبوتِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انکار ہے۔ اور اگر مانتے ہیں۔ تو اس کا اقرار کریں۔ اور اہلِ پیغام جو دھوکا کھا رہے ہیں۔ انہیں اس سے آگاہ کریں۔

وما علینا الا البلاغ المبین

[illegible]

ہر ماہ کی بیسویں تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس انصار اللہ احمدیہ قادیان کا ماہنامہ

فروری سنہ ۱۹۴۷ء

فرقان

ایڈیٹر:-
ابو العطاء جالندھری

جلد (۳) — نمبر (۲)

فہرست مضامین

قیمت سالانہ دو روپے۔

مصلح موعود نمبر

احباب سے چند ضروری گزارشات

(۱) رسالہ فرقان کا آئندہ شائع ہونے والا پرچہ مصلح موعود نمبر ہوگا۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ نمبر اس موضوع میں جامع اور ہر پہلو سے مکمل ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے مصلح موعود ثابت ہو جانے سے پیغامیت کے ایجاد کردہ مسائل کا کلی طور پر قلع قمع ہو جاتا ہے اس لئے جہاں یہ ضروری ہے۔ کہ اس موضوع کے ہر پہلو سے احباب پوری واقفیت حاصل کریں۔ وہاں یہ بھی لازمی ہے۔ کہ ہر غیر مبایع بھائی تک یہ جامع رسالہ پہنچایا جائے

(۲) بزرگ و نوجوان اہل قلم اصحاب اس نمبر کے لئے پوری کاوش سے مضامین تحریر فرما کر ارسال فرمائیں۔ شعراء حضرات اس مضمون سے متعلق اپنے تازہ اور دلکش کلام سے امداد فرمائیں۔ مضامین اور نظمیں ایڈیٹر کے نام ارسال کی جائیں۔ اس نمبر کا حجم ۷۶ صفحات ہوگا۔ انشاء اللہ ؛

(۳) جناب مرزا ارشد بیگ صاحب آف پٹی نے اطلاع دی ہے۔ کہ ان کی طرف سے پانصد غیر مبایعین کو یہ نمبر بھیجا جائے۔ ایک بڑی تعداد کے پتے دفتر میں موجود ہیں۔ جن کے نام رسالہ جاتا ہے۔ لیکن یہ عطیہ ان کے علاوہ ہے۔ اس لئے احباب بہت جلد غیر مبایع دوستوں کے پتہ سے جناب مینیجر صاحب فرقان کو مطلع فرمائیں

(۴) چونکہ اس نمبر میں مصلح موعود کے متعلق غیر مبایعین کے جملہ اعتراضات کے جواب شائع ہونگے۔ انشاء اللہ۔ اس لئے غیر مبایع دوستوں کو کھلی دعوت ہے۔ کہ وہ ۵ مارچ تک اپنے سوالات ایڈیٹر کے نام ارسال فرمائیں۔ ایسے جملہ سوالات کے جواب درج رسالہ ہونگے اور رسالہ ۲۰ مارچ کو شائع ہو جائے گا۔ وما توفیقنا الا باللہ العلی العظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فرقان

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جلد ۳ | ماہ تبلیغ ۱۳۲۳ ہش ۔ مطابق فروری ۱۹۴۴ء | نمبر ۲

نشانِ رحمت کا ایمان افروز اعلان

"رسید مژدہ کہ ایّامِ نو بہار آمد"

(تذکرہ صفحہ ۸۲)

(۱)

اٹھاون ۵۸ برس گزرے۔ کہ خدا کے مسیحؑ نے قوم کے ظلم وستم سے تنگ آکر اپنے وطن سے الگ ہوشیار پور کی سرزمین میں خلوت نشینی اختیار کی۔ وہ پاکباز انسان مخلوق کی ہدایت کے لئے خدائے ذوالجلال والاکرام کے آستانہ پر ناصیہ فرسا ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی آہ وفغان کو سُنا۔ اور اسے بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ:۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سُنا۔ اور تیری دُعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔"

وُہ نشانِ رحمت کیا ہے؟ فرمایا۔ تمہیں ایک پاک لڑکا دیا جائے گا۔ جو تمام ظاہری وباطنی صفات سے متصف ہوگا۔ مختصر یہ کہ:۔

"نُور آتا ہے نور۔ جس کو خُدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے۔ اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

زمینی آنکھ حیران ہے۔ کہ وُہ انسان جس کے اپنے بیگانے ہو رہے ہیں جس کی قوم خون کی پیاسی بن رہی ہے۔ جسے اپنے وطن میں شہرت وقبولیت حاصل نہیں۔ اس غریب الوطنی میں اعلان کر رہا ہے۔

کہ مجھے خُدا فرزند دے گا۔ جو مسیحی صفات کا حامل ہو گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ انسانی حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب ہم اس مقدس فرستادہ کو اس اشتہار کے آخر میں یہ کہتے ہُوئے سنتے ہیں۔ کہ میرے خدا نے فرمایا ہے کہ :-

"اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت **شک** میں ہو۔ اگر تمہیں اس **فضل و احسان** سے کچھ **انکار** ہے۔ جو ہم نے اپنے بندے پر کیا۔ تو اس **نشانِ رحمت** کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی **سچا نشان** پیش کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ تو اس آگ سے ڈرو جو کہ نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"

خدا تعالیٰ کے کلام پر کتنا یقین۔ اور اس کی وحی پر کتنا ایمان ہے؟ سو بیش ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو یہ اشتہار ہوشیارپور سے شائع ہو گیا :-

(۲)

اس اعلان کے بعد ہفتے اور مہینے گزرنے لگے۔ دشمنوں نے ہنسی اور تمسخر شروع کر دیا۔ تب ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو وُہ موعود فرزند تولد ہُوا۔ پیشگوئی کے مطابق اس کا نام **بشیر الدین محمود** رکھا گیا۔ وُہ خُدا کا نُور ہے۔ اسے ابتدا سے ہی عطرِ رضا سے ممسوح کیا گیا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر رہا۔ اور خدا کی رُوح اس میں متجلی فرما ہُوئی۔ وُہ جلد جلد بڑھا۔ بہت سے اسیران روحانی و جسمانی کی رہائی کا موجب بنا۔ اور خدا نے زمین کے کناروں تک اسے شہرت بخشی۔ اور قومیں اس سے برکت پا رہی ہیں۔ عجیب تصرفِ الٰہی ہے۔ کہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہی سلسلہ احمدیہ کی تاسیس ہُوئی، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت شائع فرمائے۔ گویا **سلسلہ احمدیہ اور مصلح موعود توأم ہیں** :-

طلوعِ آفتاب سے پیشتر روشنی کی کرنیں مشرق سے ہویدا ہُوا کرتی ہیں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا پسر موعود ہونا اہل فراست وبصیرت مومنوں پر بہت جلد عیاں ہو گیا۔ جب ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ و مثیل عمر رضؓ کے انتخاب کا سوال پیدا ہُوا۔ تو جملہ مومنوں نے آپ ہی کو خلیفۂ دوم تسلیم کیا۔ اس طرح آپ کا **فضلِ عمر** اور **مصلح موعود** ہونا ایک مشہود حقیقت کی صورت میں اہل دُنیا کے سامنے پیش ہو گیا :-

افرادِ جماعت احمدیہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی اور مصلح موعود

کی بشارت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے وجودِ مبارک میں پوری ہوگئی ہے۔ دشمنوں کو بھی اس کے انکار کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن ابھی وُہ وقت نہ آیا تھا۔ کہ خود خدا تعالےٰ اپنے بندہ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود سے فرماتا۔ کہ مصلح موعود کی پیشگوئی کا تو ہی مصداق ہے۔ اس لئے آپ سنت صالحین کے مطابق اس بارے میں صراحت نہ فرماتے تھے۔ احمدی مطمئن تھے۔ اور غیر احمدی اس کی ضرورت نہ سمجھتے تھے۔ کہ ناگہاں اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی زبانِ مبارک پر فرمایا۔ کہ

"انا المسیح الموعود مثیلہٗ و خلیفتہٗ"

تب آپ نے خطبۂ جمعہ میں فرمایا کہ:۔

الف۔ "یہ جو فرمایا۔ کہ مثیلہٗ و خلیفتہٗ۔ اس خدائی الہام نے وہ بات جو ہمیشہ میرے سامنے پیش کی جاتی تھی۔ اور جس کا جواب دینے سے ہمیشہ میری طبیعت انقباض محسوس کیا کرتی تھی۔ آج میرے لئے بالکل حل کر دی ہے۔ یعنی اس الہام الٰہی سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ وُہ پیشگوئی جو مصلح موعود کے متعلق تھی۔ خدا نے میری ہی ذات کے لئے مقدر کی ہوئی تھی"۔

ب۔ "میرے لئے خدا تعالےٰ نے حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اور اب میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے کہہ سکتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی" (الفضل یکم فروری ۱۹۴۴ء)

(۳)

۔ زندہ خدا کے زندہ کلام کا نزول، اس کی پیشگوئی کا پورا ہونا، اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایک "عظیم الشان آسمانی نشان" کا ظہور مومنوں کے لئے انتہائی مسرت و شادمانی کا موقعہ ہے۔ اور یقیناً یہ ایک رُوحانی عید ہے چنانچہ اس انکشافِ الٰہی پر جماعت احمدیہ اللہ تعالےٰ کے حضور سجدۂ شکر بجا لائی۔ اس کے فضل کو دیکھ کر ان کے دل خوشی سے بھر گئے اور وُہ بے ساختہ پکار اُٹھے مبارک صد مبارک۔ دُور کے اصحاب نے بذریعہ تار اس تہنیت میں شرکت کی۔ درحقیقت تو یہ موقعہ غیر مبایع دوستوں کے لئے بھی خوشی کا تھا۔ کیونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانِ رحمت کا ایمان افروز اعلان تھا۔ مگر عداوتِ محمود نے انہیں زَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا کا مصداق بنا دیا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب منبر پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں:۔

"ان ایام میں قادیان میں ایک بے موسم کی عید آگئی ہے۔ تاریں چل رہی ہیں

مبارکبادیں دی جا رہی ہیں۔ سکول اور دفاتر بند ہو رہے ہیں۔ اور جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ ..... اگر کوئی مصلح موعود ہو بھی گیا۔ تو یہ خوشی، اور نعروں کا کونسا

(پیغام صلح ۹ فروری ۱۹۴۷ء)

یہ اقتباس مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی قلبی حالت کا آئینہ دار ہے روحانی کامیابی پر مبارکباد دینا تو سُنّت اللہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے۔ ھنّاک اللّٰہ (کہ اللہ تعالیٰ تجھے مُبارکباد دیتا ہے (تبلیغ رسالت جلد ۳ ۔ صدا)) ہاں مولوی محمد علی صاحب نے "بے موسم کی عید" کہہ کر اپنے غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے موسم کی عید تو اور بھی خوشی کا موجب ہوتی ہے۔ مولوی صاحب ہم سے مصلح موعود کی تعیین میں اختلاف کریں۔ تو کریں مگر اس کا انکار تو وُہ بھی نہیں کر سکتے۔ کہ مصلح موعود کا ظہور یقیناً عید اور خوشی کا موقعہ ہے۔ مولوی صاحب ذرا پُرانی عداوت سے الگ ہو کر حضرت اقدس علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الہامات پر غور فرمائیں:۔

"انا نبشرك بغلام حليم۔ ينزل منزل المبارك۔ ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت۔ ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون"۔ (تذکرہ صدا)

جب اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کی آمد کو عید قرار دیا ہے۔ اور اس پر مُبارکباد دی ہے تو جماعت احمدیہ کے طریقِ عمل پر غیر مبایعین کے امیر کا پیچ و تاب کھانا کہاں تک معقول قرار پا سکتا ہے؟ اہلِ ایمان کا فرض ہے۔ کہ الہامِ خداوندی کی اتباع میں کہیں:۔

"ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت"

آج غیر احمدیوں، اور غیر مبایعین پر خدا کی حجتِ ملزمہ قائم ہو گئی۔ اور اہلِ حق کے ہاتھ میں ایک زبردست ہتھیار مل گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بشیر اول کی وفات کے معاً بعد مصلح موعود کی آمد کے ذکر پر خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اے وے لوگو! جنہوں نے ظلمت کو دیکھ لیا۔ حیرانی میں مت پڑو بلکہ خوش ہو۔ اور خوشی سے اچھلو۔ کہ اس کے بعد اب روشنی آئے گی"۔ (اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

اللہ تعالیٰ آنے والے دنوں کو ہم سب کے لئے مبارک اور رشد و سعادت کے ایام بنائے۔ اللّٰھم آمین

نوٹ:۔ اس دفعہ مجبوری کے ماتحت رسالہ کے حجم میں اضافہ نہیں ہو سکا۔ آئندہ پرچہ سے خاص ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

احمدی نوجوانوں کے جذبات

بحضور

حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

از جناب ثاقب زیروی

اے کہ تیرا نام وجہ انبساط کائنات
اے کہ تیری ہر صدا تفسیر عنوان حیات

تیری سانسیں ہیں اولوالعزمی کا اک رنگیں سبق
تیری تقریریں کتاب زندگانی کے ورق

دین کی خدمت پہ تیری ذرہ ذرہ ہے گواہ
تو نے کر دی کفر کی بنیاد پامال و تباہ

اے امیر کارواں! اے احمدیت کے وقار
تیری ہستی ہی سے ہے ملت کا رعب و اقتدار

تیری ہمت کا نشاں کشمیر کی رنگیں فضا
کر دیا تھا جس میں تو نے اک تلاطم سا بپا

اوج سے تیرے تحیر میں ہے بزم روزگار
تو نے قائم کر دیا ہے آدمیت کا وقار

یہ حقیقت ہے کہ بس تو ہے وہ فرزند بلند
جس کی نسبت پیشگوئی تھی گرامی ارجمند

جس کا نازل ہونا مولا کے اترنے کا نشاں
جس کی آمد کی گواہی دے چکا تھا آسماں

سب دلوں پہ آج ہیں شادابیاں سی حکمراں
گیت تیری برتری کے گا رہا ہے آسماں

تیری ہستی پر زمین قادیاں کو ناز ہے
قادیاں تو کیا زمین و آسماں کو ناز ہے

آج تیری قوم تیرے جشن سے ہے شادماں
کس طرح پھولی سمائے اب زمین قادیاں

کیوں نہ ہو اس پر مسرت کا نشہ چھایا ہوا
مصلح موعود سا جس نے گہر پیدا کیا

ہے دعا ثاقب کی تجھ کو ہو عطا عمر دراز
تیری نصرت پر رہے پروردگار بے نیاز

خائب و خاسر رہیں سب دشمنان بد شعار
دن تری خوشیوں کے ہم آنکھوں سے دیکھیں بار بار

غیر مبایعین کے متعلق حدیث نبوی کا واضح فیصلہ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری (لاہوری) کی "تعبیر" کا جواب

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے آئندہ تغیرات کے بارے میں ایک نہایت اہم رؤیا دیکھا۔ جو پوری تفصیل سے اخبار "الفضل" مورخہ یکم فروری ۴۴ء میں شائع ہوا ہے اس رؤیا میں ذکر ہے۔ کہ میں خواب میں جہت مغرب کی طرف جا رہا ہوں۔ میں ایک پگ ڈنڈی پر جا رہا ہوں۔ جو بائیں طرف ہے۔ اور میرے دائیں طرف ایک شخص مجھے بلا رہا ہے۔ کہ اس طرف آ جائیں لیکن زبردست طاقت بالا نے مجھے درمیانی راستہ پر چلایا۔ جو بعض سابق نبیوں کی پیشگوئیوں کے مطابق کامیابی کا طریق ہے۔

رؤیا کے اس حصہ میں سے دائیں اور بائیں کے الفاظ کو لے کر مولوی عبدالرحمٰن صاحب مصری غیر مبایع نے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ لو۔ اب تو اللہ تعالےٰ نے ظاہر کر دیا۔ کہ فریق لاہور کے عقائد درست ہیں۔ اور میاں صاحب (معاذ اللہ) اصحاب الشمال میں سے ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی جو درمیانی راستہ کے دائیں طرف مجھے بلا رہے ہیں۔ اصحاب الیمین کا مصداق ہیں۔ مصری صاحب نے اپنی حلفیہ شہادت کے بارے میں تو ایسی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ جو ع گوئی کہ مردہ اند کی مصداق ہے۔ مگر اس آسمانی رؤیا کی تعبیر میں نہیِ الٰہی لا تقف ما لیس لک به علم کے باوجود جھٹ آگے آ گئے۔ اور پیغام صلح (۹ فروری) میں ایک طویل مضمون شائع کرا دیا:۔

خواب کی صحیح تعبیر اس کے سارے پہلوؤں کے لحاظ سے روحانی انسانوں پر کھلتی ہے مصری صاحب کا اس میں دخل دینا دخل در معقولات ہے۔ بھلا وہ قوم (غیر مبایعین) جو رؤیا کشوف اور الہام پر ہنسی اڑائے۔ اس پر رحمانی دروازے کب کھل سکتے ہیں۔ دیکھئے مصری صاحب نے اس رؤیا کے دائیں اور بائیں کے لفظ سے یہ استدلال کیا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اصحاب الیمین میں سے ہیں۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ اصحاب الشمال میں سے۔ حالانکہ عالمگیر جہات کا تعین طلوع آفتاب سے ہوتا ہے۔ اور اس اعتبار سے مغرب کی طرف جانے والے کے دائیں جانب والا انسان اصحاب الشمال میں سے بنتا ہے۔ اور چونکہ رؤیا میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ جہت مغرب کی طرف

جا رہے ہیں۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب، اور ان کے ساتھیوں کا آپ کے دائیں طرف ہونا انہیں واضح طور پر **اصحاب الشمال** ثابت کر رہا ہے۔

اختصار کی خاطر ذیل میں مَیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث درج کرتا ہوں جو مولوی مصری صاحب کی تعبیر کے لئے فیصلہ کُن اور ہمارے غیر مبایع دوستوں کے لئے رہنما ثابت ہوگی۔ زیر نظر حصۂ رؤیا کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ **درمیانی راستہ** پر گامزن ہیں۔ اور ایک شخص (جس سے مراد مصری صاحب نے مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو قرار دیا ہے) اس راستہ کے **دائیں طرف** بیٹھا آپ کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہُوئے حدیث نبوی پڑھیں:۔

"عن عبد اللہ بن مسعود قال خطّ لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطاً ثم قال ھٰذا سبیل اللہ ثم خط خطوطاً عن یمینه وعن شماله وقال ھٰذہ سبل علی کل سبیل منھا شیطان یدعو الیه وقرأ وان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ الایۃ رواہ احمد والنسائی والدارمی"

(مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔ ص۳۰)

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ سبیل اللہ (اللہ کا راستہ) ہے۔ پھر حضور نے اس خط کے دائیں اور بائیں بہت سے اور خطوط کھینچے۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ایسے راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک راستہ پر **شیطان** بیٹھا ہُوا لوگوں کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس موقعہ پر حضورؐ نے آیت وان ھٰذا صراطی مستقیماً کی تلاوت فرمائی"

اگر میں کچھ عرض کروں گا۔ تو غیر مبایع دوست ناراض ہوں گے۔ اس لئے ان سے ہی درخواست ہے۔ کہ وُہ خود ہی بتائیں۔ کہ حدیث نبوی کے مطابق درمیانی راستہ یعنی سبیل اللہ پر چلنے والے کو دائیں راستہ کی طرف بُلانے والا کون ہے؟ اگر اس **تلخ حقیقت** پر آپ کو تکلیف ہو۔ تو یاد رکھیں۔ کہ آپ کے فن تاویل رکیک کے "ماہر" مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری اس کا موجب ہیں۔ انہوں نے پیغام صلح (۹ فروری) ص۶ پر لخت جگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کے مقدس امام ایدہ اللہ بنصرہ کو ظالمانہ رنگ میں آیت کالذی استھوتہ الشیاطین کا مصداق قرار دے کر لاکھوں انسانوں کی دلآزاری کی ہے۔ وما علینا الا البلاغ ؎

نبوتِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح میں فیصلہ کُن طریق

شیخ عبدالرحمن صاحب مصری لکھتے ہیں :- "حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات اور حدیث شریف نبوی میں حضور کے لئے لفظ **نبی و رسول** مستعمل ہوئے ہیں۔ لیکن حدیث اور الہامات دونوں میں ہی حضور کو باوجود نبی و رسول کے نام سے پکارنے کے ساتھ ہی **امتی** کے نام سے بھی پکارا گیا ہے۔ پس حضرت اقدسؑ ان دونوں لفظوں کے مجموعہ کے حامل یعنی ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہیں۔ اس حد تک تو **دونوں جماعتوں کا اتفاق ہے**۔ لیکن اس کے بعد ان الفاظ کی تشریح میں دونوں کی راہیں مختلف ہو گئی ہیں۔ جناب میاں صاحب اور ان کی جماعت نے تو ان الفاظ کی تشریح میں یہ راہ اختیار کی ہوئی ہے کہ حضرت اقدس گو امتی ہیں۔ اور گو ان کا ہر ایک کمال نبی کریم صلعم کے فیض سے ہے۔ لیکن جس وقت وہ اپنے آپ کو نبی و رسول کہتے ہیں۔ اس وقت وہ ویسے ہی نبی و رسول ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے نبی و رسول گزر چکے ہیں یعنی حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت نبی کریم صلعم تک جس قدر انبیاء گزرے ہیں۔ ان کی نبوت اور حضرت مسیح موعود کی نبوت میں **نفس نبوت** کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔" (پیغام صلح ۱۶ فروری ۱۹۴۲ء ص ۳)

ہمارے نزدیک فیصلہ آسان ہے۔ آج تو ہر فریق اپنی اپنی تشریح کرتا ہے۔ دیکھنا تو یہ چاہیئے۔ کہ **حضرت مسیح موعود** علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کی نبوت کی تشریح کے بارے میں جماعت احمدیہ کا **اجماعی عقیدہ** کیا تھا اس کے لئے میں غیر مبایعین بالخصوص شیخ مصری صاحب کے سامنے خود انکی حسب ذیل حلفیہ شہادت پیش کرتا ہوں :-

"میں حضرت صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی طرح کا نبی یقین کرتا تھا۔ اور کرتا ہوں جس طرح خدا کے دیگر نبیوں اور رسولوں کو یقین کرتا ہوں۔ نفسِ نبوت میں مَیں نہ اس وقت کوئی فرق کرتا تھا۔ اور نہ اب کرتا ہوں۔ لفظ استعارہ اور مجاز اس وقت میرے کانوں میں کبھی نہیں پڑے تھے۔ بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں یہ الفاظ جن معنوں میں مَیں نے استعمال ہوتے دیکھے ہیں۔ وہ میرے عقیدہ کے منافی نہیں۔ ان معنوں میں مَیں اب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علی سبیل المجاز ہی نبی سمجھتا ہوں۔ یعنی شریعت جدیدہ کے بغیر نبی۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت، اور حضور کی اطاعت میں فنا ہو کر حضور کا کامل بروز ہو کر مقام نبوت کو حاصل کرنے والا نبی۔ میرے اس عقیدہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقاریر و تحریرات اور جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ تھا۔ عبدالرحمن مصری ہیڈ ماسٹر مدرسہ احمدیہ" ([illegible])

پس یہ امر آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان تو آج بھی اسی عقیدہ اور مسلک پر قائم ہے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ غیر مبایعین نے اس جادۂ صواب سے انحراف و کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔

فأيّ الفريقين أحق بالأمن إن كنتم تعلمون

مکالمہ

ذیل کا مکالمہ اخبار "بدر" ۷۔ نومبر ۱۹۰۲ء سے لفظاً لفظاً نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے بوضاحت ظاہر ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضور کے منکرین کے متعلق جماعت احمدیہ کا کیا عقیدہ تھا۔ کیا غیر مبایع دوست خدارا غور فرمائیں گے؟ (ایڈیٹر)

"زید۔ سُنا ہے۔ کہ مرزا صاحب مسیح موعود کا دعویٰ کرتے ہیں؟ کیا ان کا منکر کافر ہو سکتا ہے؟

بکر۔ بہرحال جو مسیح آنے والا ہے۔ خواہ وُہ مرزا صاحب ہوں۔ خواہ کوئی اور مسیح۔ جو اس سند پر آوے۔ اس کے منکر کو تم کیا کہتے ہو؟

زید۔ حقیقی مسیح جو ثابت ہو۔ اور پھر جو اسے نہ مانے۔ وُہ تو ضرور کافر ہے۔

بکر۔ پھر تو تم نے خود ہی مسئلہ حل کر دیا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ میں حقیقی آنے والا ہوں۔

زید۔ بس معلوم ہُوا تم مرزائی ہو" (بدر ۷ ر نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۵)

نبی کس طرح کلام کیا کرتے ہیں؟

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "الحکم" نے اہل دُنیا کو دعوتِ عام دیتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"اگر چاہتے ہو۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام کو دیکھو۔ اور خود اپنے کانوں سنو تو اس کی راہ ہم بتاتے ہیں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور آؤ۔ اس کی پاک مجلس میں بیٹھو۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا۔ کہ نبی کس طرح کلام کیا کرتے ہیں۔" (الحکم ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۴ء ص ۴)

غیر مبایع دوست غور کریں۔ کہ آیا آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ان کا یہی عقیدہ ہے؟ اگر نہیں تو ان کے جادۂ حق سے انحراف میں کیا شبہ ہے؟

صداقت کا نشان

یعنی

"پچیس ۲۵ سالہ نوجوان"

(۱)

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کے منصب پر سرفراز کئے گئے۔ اس وقت حضور کا سن شریف ۲۵ برس ۲ ماہ ۳ دن تھا۔ گویا موجودہ زمانہ کے لحاظ سے نوجوان اور نوعمر تھے۔ غیر مبائعین نے جو عمر رسیدہ اور کہنہ مشق تھے۔ آپ کی خلافت کو قبول کرنا ناگوار سمجھا۔ اور انہوں نے ازراہِ طنز آپ کی نسبت "بچہ"۔ "نوعمر"۔ "کم عمر" کے الفاظ استعمال کرنے شروع کئے۔ چند حوالجات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ "کہا جاتا ہے کہ ایک نوجوان متقی کو پیر مان لو" (پیغام صلح ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۲)

۲۔ "اب وہ ۲۵ سال کے نوعمر جوان کے غلام ہیں۔ ان کی رائے وغیرہ کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ موجودہ خلیفہ صاحبزادہ صاحب کے ساتھ کامل اطاعت کی بیعت کر چکے ہیں۔ پس وہ ایک گونہ ایک بچے کے دائمی غلام بن گئے"

(پیغام صلح ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۱۴ء صفحہ ۲)

۳۔ "بتاؤ کہ آپ کا ایک منتخب شدہ کم عمر اور کم تجربہ غیر مامور جوان کے اکثر کے سامنے طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ کس قطار اور شمار میں"

(رسالہ تقریریں اور ان کا جواب صفحہ ۶۰)

۴۔ "ابھی اپنی رشد کو بھی نہیں پہنچا۔ اپنا پیر اور رہبر بنایا ہے" (رسالہ المہدی نمبر ۲-۳ صفحہ ۳۵)

۵۔ "میاں صاحب نے جو ابھی ضد اور عزم میں تمیز کرنے کی عمر تک نہیں پہنچے اپنی ہٹ کو قائم رکھنے کے لئے مرزا صاحب کو نبی قرار دیدیا" (انکشاف حقیقت از خواجہ صاحب صفحہ ۴۹)

۶۔ "۲۵ سالہ نوجوان کے ہاتھ میں قوم کی قیادت دینا خطرناک ہے" (پیغام صلح ۱۱ مئی سنہ ۱۹۳۷ء)

(۲)

اگر غیر مبائعین میں حق طلبی اور غور و فکر کا مادہ ہوتا۔ تو وہ جان سکتے تھے۔ کہ یہی امر حضرت

امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی حقانیت کا ایک بین اور روشن نشان تھا۔ اور ان کو پہلے سے اس بارے میں متنبہ کر دیا گیا تھا کیونکہ :-

(الف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام "پسر موعود" کی نسبت یہ خبر شائع فرما گئے تھے۔ کہ :-

"وہ جلد جلد بڑھے گا۔" "وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔" ان الہامات میں پسر موعود کے نوجوان ہونے کے باوجود اس کے علوم تبحّر کا ذکر ہے

(ب) حضرت خلیفۃ المسیح اول مولوی نور الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا۔ کہ :-

"ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش رُک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو۔ کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خاص بھلائی کے لئے کہی ہے۔" (بدر ۲۷ جنوری ۱۹۱۰ء)

غیر مبایع بھائیو! غور کرو۔ کہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۰ء کے خطبہ جمعہ کے روز کس کی عمر ۲۲ سال ہوئی تھی۔ اور کس کے نہ صرف قرآن دان ہونے کا حضرت خلیفہ اول رضؓ نے اشارہ کیا۔ بلکہ اس کی خلافت کا بھی پتہ دے دیا۔ کیا وہ حضرت خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہی تو نہیں تھے۔ جن کی ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ولادت باسعادت ہوئی تھی؟ پھر کون وہ شخص ہے جس کی نسبت مولوی محمد علی صاحب بھی اقرار کرتے ہیں۔ کہ جنوری ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۂ اول رضؓ نے جو وصیت ایک معتبر کے ہاتھ میں بند کر کے دی تھی۔ اُس وصیت میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا!" (حقیقت اختلاف از مولوی محمد علی صاحب صفحہ ۶۹) کیا حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ کی ان وصایا سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ آپ کے نزدیک حضرت مرزا محمود احمد صاحب تو ۲۲ سال کی عمر میں ہی مسندِ خلافت کے اہل تھے؟

بزرگان سلف میں سے بھی بعض نے آپ کی نوعمری میں قابلیت کی پیشگوئی کر رکھی ہے جیسا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحؒ مثنوی دفتر ۶ صفحہ ۵۰۹ میں حضرت احمد مسیح موعود علیہ السلام کو "زادہ ثانی" یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز اور روحانی فرزند قرار دے کر فرماتے ہیں۔ کہ جیسے آدم اور نوحؑ وغیرہما کو خداداد علم حاصل ہوا تھا۔ ویسے ہی آنحضرت صلعم کی بعثت ثانیہ میں بھی یہ پیشگوئی پوری

ہوگی جیسا کہ:- "طفل تو زادہ شود جبر وفصیح - حکمت بالغ بخواہد چوں مسیح" (صفحہ ۵۵۱)

یعنی ایک نوجوان و نوعمر لڑکا عالم وفصیح ہونے کے علاوہ مسیح کے بعض صفات اپنے اندر رکھتا ہوگا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں بھی اشارہ ہے۔ جہاں پسر موعود کو "مسیحی نفس" قرار دیا گیا ہے۔

(۳)

ان امور کے علاوہ مولوی محمد احسن صاحب امروہی جن کی رائے کو غیر مبایعین ایک مامور کے الہام سے بھی بڑھ کر "وقیع" جانتے۔ اور ان کے بیان کو اجماع پر سکوتی ٹھہراتے ہیں۔ انہوں نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۰ء کے موقعہ پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر اور تفسیر قرآن سنکر ہونے والے غیر مبایعین کو جو تنبیہ فرمائی - وہ قابلِ دید ہے - فرماتے ہیں کہ:-

"ایک یہ بھی الہام تھا - کہ انا نبشرک بغلام - مظہر الحق والعلا الخ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعود کے بارہ میں ہے۔ کہ یتزوج و یولد لہ یعنی آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں۔ منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انہوں نے چند آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا۔ اور سنایا ہے۔ اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے ہیں۔ وہ بے نظیر ہیں۔ اب کوئی انہیں معمولی سمجھے۔ اور کہے۔ یہ تو کل کے بچے ہیں۔ ابھی ہمارے ہاتھوں میں پلے ہیں۔ اور کھیلتے کودتے پھرتے تھے۔ تو یاد رہے۔ یہ فرعونی خیالات ہیں۔ چنانچہ فرعون نے بھی حضرت موسےٰ سے یہی کہا تھا۔ الم نربک فینا ولیداً ولبثت فینا من عمرک سنین و فعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین (کیا میں نے بچپن میں تیری پرورش نہیں کی۔ اور تو اپنی عمر سے کئی سال یہاں نہیں رہا۔ اور تو نے وہ کرتوت کیا جو کیا۔ اور تو کفرانِ نعمت کرنے والا ہے) میرے بھائیو! ایسا خیال کسی کے دل میں آئے۔ تو استغفار پڑھے کیونکہ فرعون کا بڑا انجام ہوا۔ جو تم کو معلوم ہے" (ضمیمہ اخبار بدر ۲۶ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۲)

پھر مولوی محمد احسن صاحب امروہی مرحوم نے ایک خطبہ جمعہ میں کہا کہ:-

"جبکہ صدہا یہ الہام زور شور سے پورے ہوئے۔ تو جو الہام ذریت طیبہ کے لئے ہیں۔ کیا وہ پورے نہ ہوں گے۔ کلا وحاشا ضرور پورے ہوں گے۔ ایہا الاحباب! ان الہامات پر

بھی کامل ایمان ہونا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ نومن ببعض ونکفر ببعض کی وعید میں کوئی آجائے۔ نعوذ باللہ۔ خصوصًا ایسی حالت میں کہ آثار ان الہامات کے پورے ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم سے ہماری کل جماعت کے وُہ (یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالےٰ۔ ناقل) امام ہیں۔ اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ایسی غیر معمولی ترقی کی ہے۔ جیسے کہ الہام میں تھی۔ اور میں نے تو ارہاص کے طور پر یہ سب ارشاد مشاہدہ کئے ہیں۔ اس لئے میں مان چکا ہُوں۔ کہ یہی وُہ فرزند ارجمند ہیں جن کا نام محمود احمد سبز اشتہار میں موجود ہے۔" (ضمیمہ اخبار بدر مذکور ص)

خلاصۂ کلام یہ کہ غیر مبایعین نے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے کم عُمری میں خلیفہ ہونے کو قابلِ اعتراض گردانا تھا۔ مگر فی الحقیقت یہ امر آپ کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان اور غیر مبایعین کے لئے باعث ازدیادِ ایمان اور موجبِ ہدایت وایقان تھا۔ مگر ع

گُل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ خاکسار سید احمد علی سیالکوٹی۔ مولوی فاضل۔

مبارک صد مبارک ہو کہ یہ یومِ سعید آیا

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب۔ اکمل

خدا کا فضل اے فضلِ عُمر وہ مہ جبیں تم ہو
نظیرِ حُسن واحسانِ مسیحِ مومنیں تم ہو۔

بہُت اصلاحیں جاری کیں بہت سی اور بھی ہونگی
کہ حسبِ پیشگوئی مُصلحِ موعودِ دیں تم ہو

مُدبّر منتظمِ ضابط۔ امیر و آمرِ ملت
مجسّم قدرتِ ثانی ربُ العالمیں تم ہو

لٹائے ہیں حقائق کے خزانے آکے عالم میں
بلا شک گنج بخشِ دولتِ روح الامیں تم ہو

ملے جو مال وجاں دیکر تو پھر بھی مفت سودا ہے
ہماری خوش نصیبی ہے عجب دُرِّ ثمیں تم ہو

اطاعت میں تمہاری ہے اطاعت اپنے مولےٰ کی
مسیح الخلق کے دُنیا میں سچے جانشیں تم ہو

مبارک صد مبارک ہو کہ یہ یومِ سعید آیا
ہُوا اعلان وُہ موعود بیٹا بالیقیں تم ہو

اندھیرا دُور ظلمت ہوگئی کافور آنکھوں سے
بشارت دی خدا نے جسکی وہ ماہِ مبیں تم ہو

مٹا کر شرک جو توحید قائم کرنے والا ہے
بفیضِ مہدی موعود حق یہ ہے تمہیں تم ہو

دُعا ہے احمدیت کا جہاں میں بول بالا ہو
اور اس کا حامی و ناصر ہمیشہ حق تعالےٰ ہو

شذرات

(۱) خاتم الاولیاء کے معنے

"پیغام صلح" میں لکھا ہے کہ:-

"اگر حضرت مسیح موعود کے بعد جو خدا تعالےٰ کے نوروں میں سے آخری نور ہیں۔ ایک شخص بھی براہ راست مرتبہ ولایت کو پالے۔ تو حضرت اقدس کا خاتم الاولیاء ہونا باطل ہو جائیگا۔ اس لئے احمدی احباب کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اب بغیر اتباع خاتم الاولیاء جو کامل ظل محمد ہے۔ اور وُہی ہے جس کا ذکر وآخرین منھم میں ہے۔ کوئی نور وہدایت نہیں پاسکتا۔ یہ خدا کا مقرر کردہ آخری راستہ ہے جس سے علیحدہ ہونے والا گمراہی میں پڑ جائے گا" (۲۶ جنوری ۱۹۴۴ء ص۶)

کیا اس طریق پر خاتم الانبیاء کے معنے حل نہیں ہوسکتے؟ کیا جو مفہوم "آخری نور" اور "آخری راستہ" کا لیا جاتا ہے۔ وُہی مفہوم "آخری نبی" کا نہیں ہو سکتا؟

(۲) نبی نہ کہا جاتا۔ تو تعجب ہوتا!

لکھا ہے۔ کہ:- "خاتم الاولیاء ظلی طور پر خاتم الانبیاء ہے۔ اور حقیقتاً وُہ محمد رسول اللہ کا ایک کامل امتی ہے۔ اسی لئے اگر اسے خدا تعالےٰ نے اپنے کلام میں نبی یا رسُول کہہ دیا۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ اگر خاتم الاولیاء کو نبی یا رسُول نہ کہا جاتا۔ تو تعجب کی بات ہوتی" (پیغام صلح ۲۶ جنوری ۱۹۴۴ء)

بے شک اللہ تعالےٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسُول قرار دیا جائے تعجب نہیں۔ مگر یہ بات تو تعجب کے قابل ہے۔ کہ خدا کے اس کلام کے باوجود غیر مبایعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسُول نہیں مانتے۔ بلکہ ماننے والوں کو گالیاں دیتے ہیں:؂

راگ وُہ گاتے ہیں جس کو آسماں گاتا نہیں
دل میں رکھتے ہیں ارادے برخلاف شہریار

(۳) "تحریکِ مصالحت کا جواب باصواب"!

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام تحریر فرماتے ہیں:-

"آج دُنیا میں یہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ وُہ صلح جو ہیں ع چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اگر وُہ صلح جُو ہیں۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ ان مغالطوں کو خیرباد کہیں اور مناظرانہ ایچا پیچیوں سے گزر کر سیدھی بات کہیں۔ جو دل سے نکلے اور دل پر جا کر اثر کرے جب ان کے دل صاف ہوں گے۔ تو انشاء اللہ فضا بھی صاف ہو جائیگی" (۲۷ جنوری سنہ ۴۲ء)

ہم اس جواب باصواب کو بلا تعلیق درج کرتے ہیں۔ قارئین خود داد دیں:-

(۴) یہ مغالطہ کون دیتا رہا ہے؟

مولوی عمرالدین صاحب نے کہا کہ:-

"کسی کا یہ کہنا کہ اگر مسیح موعود کا فیصلہ قرآن کے خلاف ہو گا۔ تو ہم فردوہ الی اللہ والرسول کے فرمان کے مطابق مسیح موعود سے بھی تنازع کریں گے۔ یا اختلاف کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ایک مغالطہ ہے" (پیغام ۲۔ فروری سنہ ۱۹۴۲ء)

میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہ "مغالطہ" عام طور پر اہل پیغام اور بالخصوص جناب مولوی محمد علی صاحب جناب مولوی صدرالدین صاحب اور مولوی اختر حسین صاحب وغیرہ نہیں دیا کرتے؟ ذرا حوالہ جات دیکھ کر جواب دیں:-

(۵) "لاہور میں ہمارے پاک ممبر"

"پیغام صلح" خواہ مخواہ لکھتا رہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر مبائعین کو "ہمارے پاک ممبر" قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلافِ واقعہ ہے۔ الفاظ الہام حسب ذیل ہیں:-

"لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جاوے۔ نظیف مٹی کے ہیں۔ وسوسہ نہیں رہے گا۔ مگر مٹی رہے گی۔ سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا سب مولوی ننگے ہو جائیں گے۔ انا اللہ ذوالمنن۔ انی مع الرسول اقوم" (الحکم ۱۷ دسمبر سنہ...)

ان الہامات سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں:-

(۱) لاہور میں ایسا وقت آنے والا تھا۔ کہ وہاں کی جماعت میں وسوسہ پیدا کیا جاتا۔

(۲) یہ وسوسہ سلسلہ قبول الہامات میں سب کچے مولوی کے ذریعے شروع ہوگا۔ اور آخر اللہ تعالےٰ اس کی اور اس کے ساتھی مولویوں کی پردہ دری فرمائے گا۔

(۳) اس وسوسہ کے وقت نطیف مٹی والے افراد جماعت محفوظ رہیں گے۔

(۴) یہ افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوۃ و رسالت کے قائل ہوں گے۔ اور خدا ان کے ساتھ ہوگا۔ انی مع الرسول اقوم

(۵) ان افراد کا مرکز قادیان ہی ہوگا۔ تب ہی فرمایا "ان کو اطلاع دی جاوے"۔

ان پانچ بدیہی نتائج پر ذرا سا تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ الہام "لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں" جماعت احمدیہ لاہور کے اس حصہ کے بارے میں ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول مانتا ہے۔ اور جن کا مرکز قادیان ہے۔ ان کے دلوں میں مولوی محمد علی صاحب نے وسوسہ پیدا کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے ان کی نطیف مٹی کے باعث انہیں بچا یا۔ اور وہ خلافت ثانیہ کے دامن سے وابستہ ہے۔ اہل پیغام پر یہ الہام کسی صورت میں چسپاں نہیں ہوسکتا۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اہل بیت پر گندے الزام لگانے والے ہیں۔ ان کا ذکر ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کے حسب ذیل الہامات میں ہے:۔

(۱) "ایک امتحان ہے۔ بعض اس میں پکڑے جائیں گے۔ اور بعض چھوڑ دیئے جائیں گے" (۲) "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" (۳) لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ (۴) ویل لک ولافکک" (تذکرہ صفحہ ۶۵۱)

پس اہل بیت حضرت مسیح موعودؑ پر بہتان وافک باندھنے والے ان الہامات کے مصداق ہیں۔ اور پاک ممبر جماعت احمدیہ لاہور کی وہ بڑی کثرت ہے۔ جو مرکز سلسلہ سے وابستہ ہے۔

(۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ختم؟

مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو "چودھویں صدی کا مجدد" قرار دے کر لکھتے ہیں۔ کہ:۔

"حدیث میں وعدہ ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا۔ اس کے علاوہ سب چیزوں کو فضول سمجھو۔ اور صدی کے سر کا انتظار کرو جب خدا تعالےٰ کسی کو کھڑا کردے ابھی بڑا وقت باقی ہے۔ چالیس سال باقی ہیں" (پیغام ۹ فروری ۱۹۴۱ء)

کیا غیر مبائعین بتائیں گے۔ کہ پندرھویں صدی کے شروع ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ختم ہو جائیگا یا نہیں؟

جناب مولوی صدرالدین صاحب سے گفتگو

جناب مولوی محمد علی صاحب کے بعد غیر مبایعین کے ہاں مولوی صدرالدین صاحب کا نمبر سمجھا جاتا ہے ۱۱۔ فروری سنہ ۱۹۴۴ء بروز جمعہ حسن اتفاق سے مجھے چند دوستوں کی معیت میں احمدیہ بلڈنگس سے گذرنے کا اتفاق ہوا۔ ایک غیر مبایع نوجوان مولوی صدرالدین صاحب کو بُلا لائے۔ اُن سے اس وقت جو گفتگو ہوئی۔ اس کا خلاصہ بصورت مکالمہ درج ذیل ہے:۔

مولوی صاحب۔ ہم لوگ قادیان میں رہے ہیں۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب نے آخری بیماری میں فرمایا تھا۔ کہ ہمارے میاں بھی مسئلہ کفر و اسلام کو نہیں سمجھے معلوم ہوا۔ وہ ہمارے ہمخیال تھے:۔

خاکسار۔ کیا انہوں نے "بھی" کا لفظ بھی فرمایا تھا؟۔ **مولوی صاحب۔** ہاں فرمایا تھا:۔

خاکسار۔ تب آپ کی روایت سے یہ ضرور ثابت ہوگیا۔ کہ حضرت خلیفۂ اول رض کے نزدیک مولوی محمد علی صاحب و خواجہ کمال الدین صاحب نے بالضرور اس مسئلہ کو نہیں سمجھا تھا ورنہ لفظ "بھی" کی کیا ضرورت تھی؟

مولوی صاحب۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے میں کہوں۔ کہ مولوی احمد یار (یہ صاحب پاس بیٹھے ہوئے شور ڈال رہے تھے) مولوی فاضل ہے۔ ایم اے ہے۔ پھر بھی میری بات نہیں سمجھا۔

خاکسار۔ اگر یہ صورت درست تسلیم کرلی جائے۔ تب بھی یہ معنے ہونگے۔ کہ حضرت خلیفہ اول رض کے نزدیک دقیق مسئلہ کو ان کے معیار کے مطابق سمجھنے کے اولین حقدار حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تھے مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے اس مسئلہ کو سمجھنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

مولوی صاحب۔ میں نے آپ کو ایک روایت سنائی ہے۔ آپ کی مرضی ہے مانیں۔ یا نہ مانیں میرے خیال میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب کا یہی مذہب تھا۔ کہ غیر احمدی کافر نہیں؟

خاکسار۔ آپ کی روایت بکطرفہ ہے۔ اس کے الفاظ اور مفہوم کے لئے تصدیق کی ضرورت ہے۔ ہم آپ کے استدلال کو کیونکر درست مان لیں جبکہ حضرت خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں تحریر فرما چکے ہیں کہ:۔ "اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟" (الحکم ۲۴ اگست سنہ ۱۹۰۲ء ص)

اس سے حضرت خلیفۂ اول رض کا مذہب ظاہر ہے۔ میں نے رسالہ فرقان میں کئی مرتبہ یہ حوالہ ذکر کیا ہے۔ مگر پیغام صلح نے کوئی جواب نہیں دیا:۔

مولوی صاحب۔ میں کوئی بحث نہیں کرتا۔ میں آپ کو دو اصول حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے سلئے بتا دیتا ہوں۔ جو خود انہوں نے ذکر کئے ہیں۔ اوّل وُہ لکھتے ہیں۔ کہ اپنے منکر کو کافر کہنا صاحبِ شریعت رسولوں کا کام ہے۔ باقی ملہم خواہ کتنا اونچا مرتبہ رکھتے ہوں۔ ان کا یہ کام نہیں۔

خاکسار:۔ یہ بات حضور علیہ السلام نے تریاق القلوب میں تحریر فرمائی ہے۔ مگر بعد ازاں حضور نے عبد الحکیم کے نام مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:۔ "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وُہ مُسلمان نہیں ہے۔" حقیقۃ الوحی ص۱۶۳

مولوی صاحب۔ اس طرح تو حضرت مسیح موعود کی عبارت میں اختلاف پیدا ہو جائے گا:۔

خاکسار۔ اس اختلاف کے حل کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے سوال پیش ہو چکا ہے۔ اور آپ نے اس کو حقیقۃ الوحی میں حل فرمایا ہے۔

مولوی صاحب۔ دوسرا اصل حضرت صاحب نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ نبی براہ راست جبرئیل سے تعلیم پاتا ہے۔ حضرت صاحب نے قرآن و حدیث جبرئیل سے نہیں پڑھے۔ لوگوں سے پڑھے ہیں:

خاکسار: حضور علیہ السلام نے یہ اصل کس کتاب میں تحریر فرمایا ہے:۔ مولوی صاحب۔ مجھے معلوم نہیں۔

خاکسار۔ یہ بات حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کے ذکر پر تحریر فرمائی ہے۔ تعلیم نبوت حضورؑ نے کسی استاد سے حاصل نہیں کی۔ فرمایا ہے دگر استاد را نامے ندانم۔ کہ خواندم در دبستان محمدؐ۔

مولوی صاحب۔ تعجب ہے۔ کہ آپ لوگ ایک طرف ہمیں صحابی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی مانتے ہیں۔ اور دوسری طرف ہماری روایتوں کو جھوٹا کہتے ہیں۔

خاکسار۔ یہ ذاتی معاملہ ہو جائے گا۔ اس لئے اس بحث میں نہ پڑیں۔ آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ جب دو فریق ہو چکے ہیں۔ اور ایک طرف سینکڑوں اور ہزاروں صحابہ ہیں۔ اور وُہ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اور ہم ان کی زندگی میں انہیں نبی مانتے تھے۔ اور دُوسری طرف آپ تھوڑے سے لوگ اپنی روایتوں کی صداقت کے مدعی ہیں۔ ایسی صورت میں بجز اس کے کیا چارہ ہے کہ آپکے بیانات کو یکطرفہ قرار دیا جائے:۔ مولوی صاحب۔ اب آپ جا کر یہ گفتگو شائع کر دیں گے:۔

خاکسار۔ آپکے فرمانے سے اس طرف توجہ ہوگئی ہے۔ اگر آپ پسند کریں۔ تو اس گفتگو کو قلمبند کر کے آپکے پاس بھیجدوں

مولوی صاحب۔ اس کی ضرورت نہیں۔ خاکسار۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ سے علیحدگی میں یعنی آپ کے ان ساتھیوں کے شور و غوغا سے علیحدہ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے حوالجات آپکے سامنے پیش کروں

مولوی صاحب۔ میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں:۔ اس مرحلہ پر گفتگو ختم ہوگئی۔ اور ہم سب وہاں

ہر ماہ کی بیس۲۰ تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے



اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

مجلس رُفقاءِ احمد قادیان کا ماہنامہ

جنوری ۱۹۴۲ء

فرقان

ایڈیٹر:- ابوالعطاء جالندھری

جلد (۳) — نمبر (۱)

فہرست مضامین

قیمت سالانہ دو روپے

اہلِ پیغام کے غلط نظریہ کا افسوسناک نتیجہ

اکابر غیر مبائعین بہائیت کا شکار ہو رہے ہیں

غیر مبائعین کے علاقہ جموں و کشمیر کے ایک بڑے رکن چودھری عبدالرحمن صاحب نے اپنے سالانہ جلسہ ۱۹۴۳ء پر ایک اشتہار بعنوان "احمدی قوم کے لئے لمحۂ فکریہ" شائع کیا ہے۔ چودھری صاحب نے جماعت احمدیہ قادیان کے متعلق لکھا ہے۔ کہ وہ:۔ "حضرت اقدس پر ایسا کلام نازل ہونا مانتے ہیں جس پر ایمان لانے کے لئے دنیا مکلف ہے۔ حضور سے اختلاف جائز نہیں سمجھتے۔"

فریقِ لاہور کے متعلق لکھا ہے:۔ "دنیا کو حضور کی وحی پر ایمان لانے کے لئے مکلف نہیں سمجھتے۔ آیۂ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول کی بناء پر حضرت اقدس سے اختلاف رائے جائز سمجھتے ہیں۔"

اہلِ پیغام کے نظریہ کا نتیجہ چودھری صاحب موصوف نے بالفاظ ذیل تحریر کیا ہے:۔ "جب آپ (حضرت مسیح موعودؑ) سے حق اختلاف حاصل ہوا۔ اور ہم نے آپ کی تعلیم کو اس شرط سے ماننا ہے۔ کہ وہ ہماری رائے میں موافق قرآن ہو۔ تو حضرت حکم عدل نہ ہوئے بلکہ ہم خود قرآن کی روشنی میں حضور پر محاکمہ کرنیوالے ہوئے" (ص۱)

یہ بالکل بدیہی اور واضح نتیجہ ہے۔ ہر عقلمند انسان پیغامی عقیدہ پر غور کر کے اسی نتیجہ پر پہونچے گا:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔ "جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں [illegible] ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں" (اربعین ص۲۶)

پیغامی نظریہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر غور کرنے سے ماننا پڑتا ہے۔ کہ جب تک اہلِ پیغام اپنے نظریہ کو تبدیل کر کے جماعت احمدیہ قادیان کا مسلک اختیار نہ کرلیں۔ وہ سچے اور دل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے قرار نہیں پا سکتے۔

ہم چودھری صاحب کے ٹریکٹ پر آئندہ اشاعت میں تبصرہ کریں گے انشاء اللہ۔ مولوی عمر الدین صاحب نے اپنے سالانہ جلسہ میں چودھری صاحب کو بہائیت زدہ بتا کر اس ٹریکٹ کو بہائیت کے لئے رستہ کھولنے والا قرار دیا ہے۔ یہ بات درست ہے مگر قابلِ غور امر یہ ہے۔ کہ یہ تلخ پھل شجرۂ پیغامیت کا ہی ثمرہ ہے۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جو کل تک جناب مولوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان

جلد ۳ | بابت ماہ صلح ۱۳۲۳ ہش مطابق جنوری سنہ ۱۹۴۴ء | نمبر ۱

خاتم الانبیاء کی نبوت

پیغام صلح کی ایک غلط اور توہین آمیز تاویل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے انکار کے لئے غیر مبایع دوست جس قسم کی تاویل غیر مقبول سے کام لیتے ہیں۔ وہ تازہ پیغام صلح کے مندرجہ ذیل دو اقتباسات سے ظاہر ہے۔ لکھا ہے:۔

(۱) "حضرت مرزا صاحب جس نبوت کے دعویدار ہیں۔ وہ بھی اسی خاتم الانبیاءؐ کی ہی نبوت ہے۔"

(۲) "آپ ذریعہ حصول کے فرق کو مراتب میں فرق کا باعث خیال نہیں کرتے جو ایک صریح غلطی ہے۔ اور خواہ مخواہ روپے کی مثال بار بار بیان کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ وہی سولہ (۱۶) آنے کا روپیہ اگر چوری ہو۔ تو رکھنے والا چور کہلاتا ہے۔ نہ کہ مالک۔ فرق صرف ذریعہ حصول ہی کا تو ہے۔ اگر اس جگہ ذریعہ حصول کے فرق سے چور اور مالک کا فرق ہو گیا ہے۔ تو یاد رکھیں بلحاظ ذریعہ حصول کے نبوت حاصل کرنے والوں کو بھی مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔" (۵ر جنوری سنہ ۱۹۴۴ء)

گویا یہ امر تو مسلم فریقین ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبوّت کے دعویدار ہیں۔ اور آپ "نبوت حاصل کرنے والوں" کے زمرہ میں شامل ہیں۔ اس اقرار کے باوجود غیر مبایع احباب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو غیر نبی قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کی نبوّت کو

غیر نبوّت کہتے ہیں۔ جس کی وجہ ان کے خیال میں یہ ہے۔ کہ اوّل تو وُہ نبوت خاتم انبیاء ہی کی نبوت ہے۔ اس لئے اب اسے نبوت کی بجائے غیر نبوت کہنا چاہیئے۔ دوم۔ وہ نبوت حضرت مسیح موعوُد علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل کی ہے۔ اس لئے اگرچہ حضوُرؑ نے حاصل تو نبوت ہی کی ہے۔ مگر ہم آپ کو نبی نہیں کہیں گے۔ انکارِ نبوّت حضرت مسیح موعُود علیہ السلام کے لئے یہ تاویل کس قدر غلط اور نادرست ہے۔ میرے خیال میں مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ خود منصف مزاج غیر مبایع بھائی ہی غور فرمائیں۔ کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ ہے۔ اور حضوُر جس "نبوت کے دعویدار" ہیں۔ وُہ آنحضرت ہی کی نبوت ہے تو اس نبوت کو غیر نبوت اور اس نبوت کے مدعی کو غیر نبی کہنا محض ضد نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر غور فرمائیں۔ کہ ذریعۂ حصوُل کے فرق کے ادعاء کے ثابت کرنے کے لئے پیغام صلح نے "چور اور مالک" کی جو مثال تحریر کی ہے۔ کیا اس سے حضرت مسیح موعوُد علیہ السلام کی ہتک کرنا مقصوُد نہیں؟ ورنہ پیغام صلح یوں بھی لکھ سکتا تھا۔ کہ سولہ آنے کا ہی روپیہ باپ کے پاس ہوتا ہے۔ اور وُہی سولہ آنے کا روپیہ بیٹا باپ سے لیتا ہے۔ یہ طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بھی مطابق ہوتا۔ حضوُر فرماتے ہیں ؎

"وَاِنِّیْ وَرِثْتُ الْمَالَ مَالَ مُحَمَّدٍ ٭ فَمَا اَنَا اِلَّا اٰلُہُ الْمُتَخَیَّرُ"

اور میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس میں اس کی آل برگزیدہ ہوُں جس کو ورثہ پہونچ گیا۔" (اعجاز احمدی ص)

بہرصورت یہ تو ظاہر ہے۔ کہ روپیہ کی قیمت میں باپ کے پاس ہونے یا بیٹے کے پاس ہونے سے کوئی فرق نہیں ہوجاتا۔ پس نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس لئے غیر نبوت قرار دینا کہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہُوئی ہے۔ سراسر غلط نظریہ ہے۔ حضور کی نبوت بہرحال نبوت ہے۔ خواہ غیر مبائع دوست جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق ادب کے طریق پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو برگزیدہ "آل" قرار دیکر سچّا نبی مانیں۔ خواہ غیر احمدیوں کی طرح بے ادبی اور تکذیب کے طریق پر حضوُر علیہ السلام کو "چور" کہکر جھوُٹا نبی کہیں۔ تیسرا راستہ کوئی نہیں۔ جناب مولوی محمد علی صاحب نے ۱۳ رمئی ۱۹۰۴ء کو عدالت گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں حلفیہ بیان میں کہا تھا۔ کہ "مکذب مدعیٔ نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوّت ہے۔ اسکے مرید اس کو دعوی میں سچّا اور دُشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

غیر مبایع دوستوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ اب پھر ان مریدوں میں شامل ہوجائیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعوی نبوت میں سچا سمجھتے ہیں۔ اللہ انہیں توفیق بخشے۔ آمین ٭

مخلصانہ دعوت

ذیل کا مضمون اراکین مجلس رفقائے احمد قادیان کی طرف سے بصورتِ اشتہار غیر مبایعین کے جلسہ سالانہ ۱۹۴۳ء پر لاہور میں تقسیم کیا گیا۔ اور در و دیوار پر چسپاں کیا گیا۔ افسوس ہے۔ کہ غیر مبایع دوستوں کی طرف سے اس مخلصانہ دعوت کا ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ ہم اسے درج کرتے ہوئے اول الذکر تجویز یعنی مصالحت بین الفریقین کی طرف تمام دردمند دل رکھنے والے غیر مبایع بھائیوں کو خصوصیت سے توجہ دلاتے ہیں۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا۔ کہ فریق لاہور کے دوست جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف "محاذ جنگ" قائم کرنے کی غلطی کا احساس فرمائیں؟ اس بارے میں غیر مبایع بھائی جو رائے اشاعت کے لئے بھیجیں گے۔ اسے شوق سے فرقان میں شائع کر دیا جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز (ایڈیٹر)

برادران! السّلام علیکم ورحمۃُ اللہ وبرکاتہٗ

(۱)

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ہر شخص کا فرض ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور اور مرسل ہیں۔ اور آپ لوگ کہتے ہیں۔ کہ حضور پر ایمان فرض نہیں۔ خدا تعالےٰ نے آپ پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ آپ خدا کے نبی نہیں۔ صرف چودھویں صدی کے مجدد ہیں۔ اس لئے اگر کوئی آپ کو قبول کرلے۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ فرض نہیں۔ ہم دونوں فریق کے اس اختلاف پر ربع صدی سے زیادہ زمانہ گزر چکا ہے آپ کے بڑے ساتھیوں نے جماعتِ احمدیہ قادیان کے خلاف پورا زور صرف کیا ہے۔ غیر احمدیوں کو اشتعال دلانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اس ساری جدوجہد کا نتیجہ آپ سب کے سامنے ہے گزشتہ دنوں آپ میں سے "بعض بزرگوں" نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ:۔

"پچیس ۲۵ سالہ کوشش سے میاں صاحب کے مسلک کو غلط ثابت کر کے ہم ان کی جماعت کی ترقی کو نہیں روک سکے۔"

اور پھر استفسار کیا تھا۔ کہ:-

"دونوں جماعتوں کے محاربات کے خاتمہ کی کوئی صورت ہے۔ یا نہیں؟"

ہم جانتے ہیں۔ کہ آپ میں سے اکثر لوگ گزشتہ پچیس ۲۵ سالہ کوشش کے ضیاع کا پورا احساس رکھتے ہیں۔ اور وہ دل سے چاہتے ہیں۔ کہ "دونوں جماعتوں میں محاربات" ختم ہو جائیں۔ اگرچہ جناب مولوی محمد علی صاحب نے اس "بزرگ" کے استفسار کا کوئی مناسب جواب نہیں دیا۔ مگر ہماری طرف سے اعلان کیا جا چکا ہے۔ کہ:-

"ہم انہیں یقین دلاتے ہیں۔ کہ اگر وہ اپنے جنگ وجدل کو ختم کرنے کے لئے یہ شرط بھی پیش کریں۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے ان کے خلاف کچھ نہ لکھا جائے۔ اور وہ جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف کچھ نہ لکھیں گے۔ اور اس شرط کی پوری پابندی کا اقرار کریں۔ تو ہمیں ان کی اس تجویز سے بکلی اتفاق ہوگا" (فرقان اگست ۱۹۴۳ء صـ ۲)

اب ہم پھر یاد دہانی کراتے ہیں۔ کہ اگر آپ صاحبان دل سے مصالحت کے آرزو مند ہیں۔ تو جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اپنے امیر صاحب اور اپنے مرکزی کارکنوں کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(۲)

آپ میں سے ایک طبقہ مباحثات کا بہت شائق ہے۔ اور کئی صاحبان تو تقریر یا تحریر میں چیلنج دینے میں بہت دلیر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جب ان کا چیلنج منظور کر لیا جاتا ہے۔ تو بالکل خاموش ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ مباحثہ پسند گروہ خیال کرے۔ کہ شاید ہمارے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب کے چیلنج مناظرہ سے احتراز کرنے کے لئے دعوتِ مصالحت کو قبول کیا جا رہا ہے۔ سو یاد رہے۔ کہ جس طرح جماعت احمدیہ کے افراد نے ہمیشہ غیر مبایعین کے ہر چیلنج کو منظور کیا ہے۔ اسی طرح جناب مولوی محمد علی صاحب کے چیلنج مناظرہ کے بارہ میں امام جماعت احمدیہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کھلے الفاظ میں اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ:-

"جہاں تک مسائل کا تعلق ہے۔ مَیں مولوی محمد علی صاحب سے تحریری بحث:
اوّل انکارِ مسیح موعود علیہ السلام، دوم نبوتِ مسیح موعود علیہ السلام۔ سوم مسئلہ
خلافت کے متعلق کر سکتا ہوں" (فرقان اپریل ۱۹۴۳ء ص۶)

اس اعلان کے بعد جناب مولوی صاحب نے اس کی منظوری یا نامنظوری کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ شائد مولوی صاحب موصوف غور فرما رہے ہوں۔ اب جلسہ سالانہ کے موقعہ پر "شائقین مناظرہ" کو اُن سے فیصلہ کُن جواب لینا چاہیئے۔ کہ اگر وُہ مناظرہ کے لئے تیار ہیں۔ تو صاف اعلان کریں۔ اور اگر اب اُن کی سمجھ میں آ گیا ہے۔ کہ موجودہ وقت کے مناظرات زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتے۔ اور وُہ اپنے چیلنج کو واپس لیتے ہیں۔ تو مومنانہ طریق پر اس کا اظہار فرمائیں۔ ورنہ ظاہر ہے۔ کہ اس پہلو سے بھی ہماری طرف سے حجّت تمام ہو چکی ہے ؂

(۳)

ہم نے محبت اور خلوص سے فی الحال تین سال کے لئے رسالہ فرقان جاری کیا ہے اور آپ کی ایک معتد بہ تعداد کی خدمت میں بھی وُہ رسالہ بھیجا جا رہا ہے۔ سوائے ان چند "تنگ ظرف افراد" کے جو صفت رواداری سے سراسر عاری ہیں۔ باقی دوست اس کا مطالعہ فرماتے ہیں۔ یکم جنوری ۱۹۴۴ء سے اس رسالہ کا تیسرا سال شروع ہے۔ اس اشتہار کے ذریعہ ہم اعلان کرتے ہیں۔ کہ فریقِ لاہور کے جو دوست آئندہ سال رسالہ فرقان کا باقاعدہ مطالعہ کرنا چاہیں۔ اور صرف خرچ ڈاک کے لئے تین آنہ کے ٹکٹ دفتر فرقان قادیان کے نام اپنے پتہ کے ساتھ ارسال فرمائیں گے۔ انہیں سال بھر رسالہ ملتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔ اس اعلان کی غرض بجز خیر خواہی اور محبت کچھ نہیں۔ خدا تعالےٰ سے دُعا ہے۔ کہ وُہ جلد وُہ دِن لائے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی طرف منسوب ہونے والے سب پُرانے اور نئے بھائی "خدا کے رسول کے تخت گاہ" (دافع البلاء ص۱۰) سے وابستہ ہو کر متفق و متحد ہو جائیں ؂ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن۔ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْن۔

(المرقوم ۲۳ر دسمبر ۱۹۴۳ء)

آسمانی شہادت اور غیر مبائعین

اخبار "الحکم" ۱۰۔ جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳۔ پر "خدا کے لئے گواہی" کے زیر عنوان قاضی نظیر حسین صاحب کا ایک مکتوب شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ:۔

"رویا میں حضور اقدس مسیح موعود کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اور دیکھا۔ کہ حضور ممدوح کمیت گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں۔ معاً اسی وقت القا ہوا کہ یہ خدا کا **رسول** - خدا کا مرسل۔ اور خدا کا **نبی** جاتا ہے۔ یہ بجنسہ الہامیہ الفاظ ہیں۔ جو القا ہوئے۔ اتنے میں آنکھ کھل اُٹھی۔ اور سجدہ شکر بجا لایا میں رب العزت کی قسم کھا کر یقین دلانے کے لئے تیار ہوں۔ کہ مذکورہ بالا صورت میں جو کچھ بیان ہوا۔ وُہ مبنی بہ صداقت والایمان ہے"

اس رؤیا کو نقل کرتے ہوئے فرقان بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۴ پر لکھا گیا تھا۔ کہ

"یہ حلفیہ شہادت سلسلہ کے اخبار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص اس کی مخالفت نہیں کرتا جس سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ کہ ساری جماعت کا ثبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں اس وقت یہی مذہب تھا"

ہم نے اسی سلسلہ میں اعلان کیا تھا کہ:۔

"اگر کوئی غیر مبایع صحابی ایسے ہوں۔ جنہیں رؤیا و کشف میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے بتایا گیا ہو۔ کہ حضور نبی نہیں ہیں۔ تو وُہ اب بھی اپنا رؤیا لکھ کر ہمیں بھیجدیں۔ ہم اُسے فرقان میں شائع کر دیں گے۔ انشاء اللہ۔ لیکن یہ ضروری ہوگا۔ کہ وُہ اس رؤیا کو خدائے رب العزة کی قسم کے ساتھ لکھیں تا اسے بعد کے خیالات و اثرات سے پاک سمجھا جا سکے ہم غیر مبایع بھائیوں کے اس قسم کے رؤیا کے لئے تین ماہ تک انتظار کریں گے"

ہمارے اس اعلان پر تین ماہ گزر چکے ہیں۔ آج تک کسی غیر مبایع دوست نے اپنا رؤیا لکھ کر نہیں بھیجا۔ اور نہ ہی ایسا کوئی رؤیا ان کی طرف سے پہلے شائع ہوا ہے۔ پس آسمانی شہادت یہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی و رسول ہیں۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب آف گوجرانوالہ (غیر مبایع) نے اس بارے میں ایک خط جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں لکھا۔ مگر جناب مولوی صاحب نے اس بارے میں کوئی ذکر خطبہ وغیرہ میں نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی آج تک پیغام صلح نے ہمارے مطالبہ کا کوئی جواب دیا ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ اکابر غیر مبایعین انکارِ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کے لئے آسمانی شہادت پیش کرنے سے بالکل عاجز ہیں:۔

ڈاکٹر حسن علی صاحب نے بطور اعتراض ہمیں لکھا ہے۔ کہ:۔

"اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ وہ کیا حالات تھے جب قاضی نظیر حسین صاحب نے اپنی یہ رؤیا "الحکم" میں شائع کرائی تھی۔ دیکھنا تو یہ ہے۔ کہ یہ قاضی نظیر حسین احمدی ہیں۔ یا غیر احمدی۔ میں عرصہ تیرہ سال سے قاضی نظیر حسین صاحب کو جانتا ہوں۔ اُن کا تعلق جماعت احمدیہ کے ساتھ ہے؟ غیر احمدی علماء کی برادری کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔ احمدی لوگوں کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے پس ایسے شخص کی رؤیا کیسے درست ہو سکتی ہے!"

ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض کے **تین جواب ہیں**:۔

اوّل۔ قاضی نظیر حسین صاحب کی رؤیا محض اس لئے حجت قرار نہیں دی گئی۔ کہ وہ ایک احمدی کی رؤیا ہے۔ بلکہ اس لئے کہ سلسلہ احمدیہ کے مسلمہ آرگن میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا۔ یہ گویا جماعت احمدیہ کا سکوتی اجماع تھا۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نبی اور رسول ہیں۔ اور یہ اجماع شرعاً حجت ہے:

دوم۔ آج ڈاکٹر حسن علی صاحب کا یہ بیان کرنا کہ میں تیرہ سال سے قاضی نظیر حسین صاحب کو جانتا ہوں۔ ان کا کوئی تعلق احمدی لوگوں کے ساتھ نہیں ہے۔ قابلِ تحقیق ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۶ء میں جب قاضی صاحب کی رؤیا الحکم میں شائع ہوئی تھی۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب یا اُن کے ساتھیوں نے کیوں اعتراض نہ کیا؟

سوم۔ الحکم سنہ ۱۹۰۲ء میں رؤیا والے مکتوب کا آخری حصّہ یُوں ہے :۔

"میں انسانی ہمدردی کے پورے درد سے متأثر ہو کر علیٰ وجہ البصیرت دوہائی دیتا ہُوں اور اعلان کرتا ہُوں۔ کہ یہ وقت نہایت ہی مبارک اور قابلِ قدر ہے۔ جبکہ خدا کے فرمُودہ کے مطابق خدا کا رسُول، خدا کا مرسل، اور خدا کا نبی ہمارے درمیان ہے۔ اُٹھیں اور جلدی سعادت مندی کا ثبوت دے کر تلافیٔ مافات کر لیں ۔ ۔ ۔ اے خدا تو سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ قاضی نظیر حسین احمدی سررشتہ دار دفتر صاحب پولٹیکل ایڈوائزر قلات از کیمپ پیر قلندر"

اس اقتباس سے ثابت ہے۔ کہ قاضی نظیر حسین صاحب مخلص احمدی تھے۔ ڈاکٹر حسن علی صاحب کا بیان اپنی ذات میں ہی قابلِ تحقیق ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ قاضی صاحب بعد ازاں مرکزِ سلسلہ سے الگ ہو گئے ہوں تو اس سے بھی ہمارے استدلال پر حرف نہیں آتا۔ جس طرح غیر مبایعین کے اقوال ان پر حجت ہیں۔ جماعتِ احمدیہ کا اجماع ان پر حجت ہے۔ حالانکہ غیر مبایعین اب مرکزِ سلسلہ سے علیحدہ ہیں۔

ان تین جوابات کی روشنی میں ہر انصاف پسند انسان کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ الحکم سنہ ۱۹۰۲ء میں شائع شدہ آسمانی شہادت سے ثابت ہے۔ کہ غیر مبایعین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے انکار میں غلطی پر ہیں :۔

سیّدۃ النساء اُمّ المؤمنین

نتیجۂ فکر جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

اے اُمّ مومنین ہو تجھ پر سلامِ حق
کیا وصف لکھ سکے یہ حقیر و فقیر قوم
روزِ ازل سے تابہ ابد کائنات میں
قوموں کی ماں ہے ان کی ترقی کی جاں ہے تو
آئندہ آنے والی خواتینِ مبارکہ
تیرے ہی دم قدم سے ہیں وابستہ رب کے سب

پہلو میں تیرے اُتر آگیا ہے کلامِ حق
تو خَلق و خُلق میں ہے نشانِ دوامِ حق
مخصوص ہے ترے لئے دارالسلامِ حق
جاری رہے گا تجھ سے یہ فیضانِ عامِ حق
آئندہ ہونے والے ائمہ عظامِ حق
بھیجا کریں گے تجھ پہ درود و سلامِ حق

امید ہے کہ دل سے بھلایا نہ جائے گا
عاصی گناہ گار یہ اکمل غلامِ حق

غیر مبائعین کے خطرناک رجحانات

جناب سیّد امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کی دردمندانہ اپیل کا جواب

اشتہار "فتنۂ آفاق" میں دعوت!

جناب سیّد امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹ نے جو قبل ازیں "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" کے جنرل سکرٹری رہ چکے ہیں۔ حال ہی میں ایک ٹریکٹ "فتنۂ آفاق" کے نام سے شائع کیا ہے۔ سید صاحب موصوف ایک دردمند دل رکھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوؤں میں اختلاف کو دیکھ کر دردمندانہ طور پر آپ نے اتفاق و اتحاد کے لئے اپیل کی ہے۔ ہمیں معلوم نہیں۔ کہ فریق لاہور اس اپیل کی طرف توجہ کرے گا۔ یا نہیں۔ لیکن ہم شاہ صاحب کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم ان کی اس اپیل پر لبیک کہتے ہیں۔ ہمیں توقع ہے۔ کہ احباب فریقِ لاہور کا سنجیدہ حصہ بھی اس پر ضرور غور کرے گا۔ چونکہ جناب شاہ صاحب ابھی تک اہل لاہور میں شامل ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں۔ ؏ ز سعدی شنو گر زمن نشنوی

غیر مبایعین کا خطرناک طریق عمل!

سید صاحب نے غیر مبایعین کے رجحانات و رویّہ کا ذکر بایں الفاظ فرمایا ہے:۔

"جماعت لاہور کے بعض احباب غیر احمدی مسلمانوں کی رضا جوئی کی خاطر حضرت مسیح موعودؑ کی پوزیشن اور مقام کو خیرباد کہنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اور اگر کے لفظ کی آڑ لے کر یہ کہنے کی جرأت کر لی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اجتہاد قرآن و سنت کے خلاف ہو۔ تو ہم کو اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ اور اکابر اس پر اس قدر غور کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ کہ اسے اہم دینی مسئلہ قرار دے کر اس کے لئے ایک خاص مجلس طلب کرنے کی تجویز کر دی۔ اس تجویز کا ماحصل یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کو کافر کہنے والوں کے کافر کہنے کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے نمازیں ان کے پیچھے پڑھ لی جائیں۔ . . . .

لیکن جب جماعت قادیان کے ساتھ نماز پڑھنے کا سوال درمیان میں لایا جائے۔ تو اس وقت یہ اصُول پیش کر دیا جاتا ہے۔ کہ جو بھی کسی کلمہ گو کو کافر کہے۔ اس کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھتے ...... کئی دفعہ امامت نماز کے مسئلہ کو انجمن میں لاکر قوم کو حسب مراد مسلک پر چلانے کی کوشش کی گئی لیکن جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کافی زمانہ دیکھا ہوا ہے۔ ان کی اکثریت کو اس پر تیار نہ پاکر ہر بار اسے ملتوی کر دیا جاتا رہا ہے۔ لیکن یہ رجحان اندر ہی اندر اپنا کام کرتا چلا گیا۔ اور نمازوں اور خاص کر جنازوں کے غیر احمدیوں کی امامت میں خواہ مکفر ہی ہوں۔ ادا کرنے کے واقعات عام ہوگئے جماعت کے افراد کے دلوں سے اپنے امتیاز کا احساس رخصت ہو گیا۔ حضرت مسیح موعُود کے تمام فرمان اس بارے میں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیئے گئے۔ کہیں ان احکام کو زائد المیعاد قرار دے دیا گیا۔ کہیں اسے قرآن وسنت کے خلاف کہکر اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی گئی۔ میں جماعت کی توجہ اس طرف دلانا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ حضرت **مسیح موعُود** کی اس طرح **توہین و نافرمانی** کرکے آپ کسی مراد کو نہیں پہونچ سکتے" (فتنہ آفاق ص۳۰۲)

یہ بیان کتنا عبرت ناک ہے۔ افسوس ہے کہ اس کی ساری ذمہ داری اکابر غیر مبائعین پر ہے کیونکہ انہوں نے اختلاف کے روز اولین سے جس راہ کو اختیار کیا تھا۔ وہ اسی "ترکستان" کا راستہ تھا۔ نامعلوم ابھی "**عداوتِ محمودؓ**" انہیں کہاں تک پہونچائے گی۔ ذرا سوچئے تو سہی۔ کہ یہ لوگ غیر احمدی مکفر مولویوں کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تجویزیں کریں۔ مگر جماعت احمدیہ قادیان کے پیچھے نمازیں پڑھنا حرام سمجھیں۔ اور طرفہ تر یہ کہ اس کا نام "پابندیٔ اصُول" قرار دیں:۔

اخوتِ ایمانی کو توڑنے کا خمیازہ

غیر مبائعین نے محض غیر احمدیوں کی خوشنودی کے لئے جماعت احمدیہ سے جو جنگ شروع کر رکھی ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب سید محمد علی شاہ صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں:۔

"وہ لوگ جن کی توجہ ہی دین کی حمایت کی طرف نہیں۔ اور اس کے لئے ایک قدم بھی اٹھانے کو تیار نہیں۔ ان کی حمایت کے لئے ہم **بے چین** ہیں۔ گویا یہ حکم الٰہی آنکھوں کے سامنے نہیں۔ ان الذین امنوا ولم یہاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یہاجروا وہ ہماری دین میں کوئی نصرت نہیں کرتے۔ ہم ان کی نصرت میں ان لوگوں سے لڑتے ہیں جنکی

اخوت حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کے ساتھ قائم ہو چکی" (صلا)

اسی سلسلہ میں آخر پر سید صاحب نے لکھا ہے۔ کہ:-

"ایسے وقت میں جب مسلمان لا جماعۃ ولا امام کے مصداق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اور امام اپنی رحمت سے قائم کئے۔ اس کی ناقدری نہ کریں۔ اول تو ایک ہو جانے کی راہ تلاش کریں۔ اگر کسی وجہ سے ایک نہیں ہو سکتے۔ تو اخوت کے ماتحت تعاون کریں" (صش)

کیا تکفیر منکرین مصالحت میں روک بن سکتی ہے؟

جب کوئی دردمند بزرگ جناب مولوی محمد علی صاحب کو مصالحت کے لئے تحریک کرتا ہے تو وہ جھٹ منکرین حضرت مسیح موعودؑ کی تکفیر کا مسئلہ بطور روک پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اس عذر خام کے متعلق جناب سید صاحب نے تحریر کیا ہے۔ کہ:-

(الف) "آج قادیانی جماعت کے ساتھ جماعت لاہور کے تعاون کی اولین شرط تکفیر کلمہ گو کے عقیدہ کا ترک اور اس کا اعلان کی جاتی ہے۔ حالانکہ اختلاف کے وقت اس مسئلہ کو صرف ایک اختلافی مسئلہ سمجھا جاتا تھا"

(ب) "اگر پہلے مسئلہ تکفیر ایک اختلافی مسئلہ تھا۔ تو آج کیوں یہ فتووں کی بنیاد بن گیا۔ اس وقت تو اس اختلاف عقیدہ کے باوجود مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ صاحبزادہ صاحب کو امیر تسلیم کرنے کے لئے بھی اکابر لاہور تیار تھے۔ اور اس کا اعلان بھی موجود ہے۔ اس اعلان سے قبل سنہ ۱۹۱۱ء سے یہ اختلاف پبلک میں آچکا تھا۔ جماعتیں الگ سنہ ۱۹۱۴ء میں ہوئیں۔ نمازیں بھی اکٹھی ہوتی رہیں۔ کام بھی اکٹھا ہوتا رہا۔ جن دلائل سے جو چیزیں اس وقت جائز تھیں۔ وہ انہی دلائل سے آج کیوں جائز نہیں ہو سکتیں" (صے۔۸)

یقیناً سید صاحب کا استدلال نہایت معقول ہے۔ فریق لاہور کا فرض ہے۔ کہ اتنے لمبے تجربہ کے بعد اب ہی واحد مرکز قادیان میں شامل ہو جائیں۔ اور تفرقہ اندازی سے اجتناب اختیار کریں۔

مسئلہ تکفیر منکرین کا آسان ترین حل!

منکرین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس فتویٰ کے مستحق ہیں؟ اس کے لئے سید صاحب نے

نہایت معقول طریقہ فیصلہ بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔ کہ:۔

"ان لوگوں کا جھگڑا حضرت مرزا صاحب کی ذات سے نہیں۔ ذات کے متعلق تو محمد حسین بٹالوی جیسے شدید دشمن کی شہادت ہے۔ کہ نہایت متقی اور باخدا انسان تھے جھگڑا تو سارا یہ ہے۔ کہ خدا کے اپنے کسی بندے سے ہمکلامی ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ یا گراں گزرتی ہے۔ انهم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ تکبر ہے۔ أبشراً منا واحداً نتبعه۔ وقت پر **خدا نے جو آواز** سمجھانے کو دی۔ اس کو سننا نہیں چاہتے۔ اپنی عقلوں کو خدا کی راہنمائی سے بے نیاز سمجھتے ہیں۔ بادشاہ کی اطاعت کا دعوٰے کرتے ہیں۔ اور اس کے مقرر کردہ **جرنیل** کے دشمن بنتے ہیں۔" (فتنۂ آفاق ص۱۱)

بات دراصل یہی ہے۔ کہ منکرین حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کی یقینی اور قطعی وحی کے منکر ہیں۔ اور خدا کے حکم اور اس کی وحی کا انکار یقیناً کفر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے **یقینی** ہے۔ اگر میں **ایک دم** کے لئے بھی اس میں **شک** کروں۔ تو **کافر** ہو جاؤں۔ اور میری آخرت **تباہ** ہو جائے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۵)

پس جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل شدہ کلام خداوندی کے منکر ہیں۔ وہ کیونکر مومن قرار پا سکتے ہیں۔ پس بنائے تکفیر ان کا اس یقینی مکالمہ الٰہیہ کا انکار ہے۔ جو اس زمانہ میں حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوا۔ اور اس سے قبل حضرت ابراہیمؑ، اسحاقؑ، اسمٰعیلؑ یعقوبؑ۔ یوسفؑ، موسیٰؑ، مسیح ابن مریم علیہم السلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا (ملخص از تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۴) یہی وجہ ہے۔ کہ اگرچہ غیر مبایع دوست حضرت مسیح موعودؑ کو نبی نہیں کہتے۔ جماعت احمدیہ نے کبھی انہیں کافر قرار نہیں دیا۔ کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل شدہ وحی الٰہی کو سچا مانتے ہیں۔ البتہ اس میں وارد شدہ لفظ نبی و رسول کی تاویل کرتے ہیں۔ ٭

تفرقہ اور فتوٰی کفر کی ذمہ واری کس پر ہے؟

سید امجد علی شاہ صاحب نے جماعت احمدیہ قادیان کے متعلق بھی اپنے اشتہار میں ایک شکوہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"حال ہی میں جماعت لاہور کے ڈاکٹر حسن علی صاحب کے استفسار کے جواب میں

قادیان کے مقبرہ بہشتی کے ناظم صاحب کی طرف سے جماعت لاہور پر کُفر کا فتویٰ کُھلے الفاظ میں جڑ دیا گیا ہے؟

اس کا جواب تو اسی قدر کافی ہے۔ کہ جناب ناظم صاحب مقبرہ بہشتی نے پہلے خط کے معاً بعد یعنی ۲؍ نومبر ۱۹۴۳ء کو اپنے پہلے جواب کی تردید کر دی تھی۔ اور ڈاکٹر حسن علی صاحب کو اس جواب یا بقول سید امجد علی صاحب "فتویٰ کفر" کے واپس لے لینے کی اطلاع دے دی تھی۔ مگر اہل پیغام نے ۲؍ نومبر ۱۹۴۳ء کے اس خط کو اب ۵؍ جنوری ۱۹۴۴ء کے اخبار میں شائع کیا ہے۔ الفاظ مکتوب حسب ذیل ہیں:۔

"حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ یہ جواب **یقیناً سلسلہ کی روایات کے خلاف ہے** ۔ اس لئے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میرے خط سے جو آپ کو تکلیف پہنچی ہے۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔" (پیغام صلح ۵؍ جنوری ۱۹۴۴ء ص۱)

امید ہے۔ کہ تمام اہل انصاف اس صراحت اور عمدہ اخلاق کی تعریف کریں گے۔ سلسلہ احمدیہ نے غیر مبایعین پر کبھی کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ باقی یہ درست ہے۔ کہ غیر مبایعین جماعت احمدیہ پر "کافر بمعنی منکر کا فتویٰ" دے رہے ہیں۔ (فتنۂ آفاق ص۳)

خود جناب مولوی محمد علی صاحب اپنے ساتھیوں کو کہہ چکے ہیں۔ کہ:۔

(الف) "قادیان میں کفر کا زبردست قلعہ تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کی بنیاد رکھی جا چکی ہے آپ لوگوں کا فرض ہے۔ کہ اس قلعہ کو پوری کوشش کے ساتھ توڑ ڈالیں۔"

(ب) "میں کہتا ہوں۔ کہ قادیان کی خلافت شرک کا ایک قلعہ ہے۔ اسلام اور احمدیت کے مفاد کا تقاضا ہے۔ کہ اس قلعہ کو توڑ دیا جائے۔"

(ج) "جب تک ہم ان کے ان دو قلعوں کو فتح نہیں کر لیتے۔ **ہمارا ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا**۔" (پیغام صلح ۲۶؍ مئی ۱۹۴۰ء)

پس فتویٰ کفر و شرک غیر مبایعین نے دیا ہے۔ اور سمجھوتہ سے انکار مولوی محمد علی صاحب نے کیا ہے۔ اس لئے ہر منصف مزاج انسان کے نزدیک اس سارے تفرقہ کی ذمہ واری مولوی محمد علی صاحب پر ہے۔ اور وہ لوگ اس ذمہ واری میں شریک ہیں۔ جو آج تک مولوی صاحب کو اس تفرقہ اندازی پر جرأت دلاتے رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے۔ کہ پرانے لوگ اس معاملہ پر پورا غور و تدبر کریں۔ اللہ انہیں اہل حق میں شمولیت کی توفیق بخشے۔ آمین:۔

سید امجد علی شاہ صاحب اور ان کے ہمنواؤں سے درخواست

ہم جانتے ہیں۔ کہ غیر مبایعین کا ایک معتدبہ حصہ دل سے چاہتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان سے ان کا فریق مصالحت کرلے۔ اور وہ گاہے ماہے اپنے امیر اور اکابر کو تحریک بھی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ان کی آواز صدا بصحرا ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ آیاتِ قرآنی کے ایک حصہ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے حصہ فان بغت احداھما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓ الی امر اللہ پر عمل پیرا نہیں ہوتے ہماری درخواست ہے۔ کہ سید امجد علی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگ بے شک مصالحت کی کوشش فرمائیں۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ جو فریق صحیح اصول پر صلح کے لئے رضامند نہ ہو اس کے خلاف پھر باقاعدہ مقابلہ کریں۔ محض کہکر خاموشی سے نہ بیٹھ جائیں۔ ہم فرقان بابت اگست ۱۹۴۳ء میں "تحریکِ مصالحت" کے عنوان سے پوری پوری آمادگی ظاہر کرچکے ہیں کیا ہم امید رکھیں۔ کہ سید امجد علی صاحب کی طرح کے پرانے لوگ اس مرتبہ حکم خداوندی کی پوری اطاعت کریں گے۔ وما علینا الا البلاغ المبین ؂

منشی فضل الرحمن صاحب سامانوی کی عبرتناک حالت

خلافت ثانیہ کے خلاف شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کے فتنہ کا ایک شعبہ منشی فضل الرحمن صاحب سامانوی کی تفرقہ انگیزی بھی تھی۔ منشی صاحب پیغامیوں ہیں مل کر بڑی تعلی سے خدا کے محمودؓ کے مقابل پر کھڑے ہوئے تھے کہتے ہیں۔ کہ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ مگر اس کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ جو سزا اللہ تعالےٰ نے منشی فضل الرحمن صاحب کو دی ہے۔ اسے دیکھ کر ان کے رشتہ دار بھی رجوع الی الحق کر رہے ہیں۔ سالانہ جلسہ ۱۹۴۳ء پر منشی جمیل الرحمن صاحب برادر فضل الرحمن صاحب نے توبہ کی۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ سے معافی حاصل کرکے دوبارہ بیعت میں داخل ہوئے الحمدللہ۔ منشی جمیل الرحمن صاحب اپنے خط مورخہ ۲۷/۱۲/۴۳ میں خاکسار کو لکھتے ہیں:۔

"جو خوشی خاکسار کی معافی پر سنور۔ پٹیالہ و سامانہ کے رشتہ داروں اور احمدیوں میں ہوئی۔ اس سے کہیں زیادہ اس خادم کو ندامت محسوس ہو رہی ہے۔ کہ عرصہ ڈیڑھ سال اپنی کم سمجھی کی وجہ سے کیسے کیسے خیالات پر قائم رہا۔ اور جو مجھ سے پیچھے تھے۔ ان سے پیچھے رہ گیا۔ سات افراد کنبہ کی بیعت معہ مولوی فضل الرحمن صاحب لڑکے کے جس کی عمر ۲۲ سال ہے۔ خدمت حضور ایدہ اللہ بنصرہ میں بھیج چکا ہوں۔ امید ہے۔ کہ عنقریب اور بھی افراد کی بیعتیں بھیجی جائینگی۔ سب کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے ؂

غیر مبایعین کے سالانہ جلسہ کی مختصر کیفیت

از جناب حافظ قدرت اللہ صاحب مولوی فاضل۔ واقف تحریک جدید

عرصہ سے میرے دل میں اہل پیغام کے "مرکزی جلسہ سالانہ" کو دیکھنے کی خواہش تھی چنانچہ امسال ۲۴-۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء کو غیر مبایعین کا جلسہ دیکھنے کا موقعہ ملا مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری پروفیسر جامعہ احمدیہ کی معیت میں مبلغین کے طلبہ اور خاکسار غیر مبایعین کے جلسہ پر گئے جلسہ دیکھنے سے قبل میں اپنے دل میں مختلف قسم کے خیالات جماتا، اور اہل پیغام کے متعلق تصورات کرتا رہتا تھا۔ مگر "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" میرے گزشتہ تصورات بالکل غلط ثابت ہوگئے۔ اور وہاں پر حالات ہی اور تھے۔

میں جب اہل پیغام کی مسجد میں پہنچا۔ اور مجھے معلوم ہوا۔ کہ جلسہ اسی مسجد کے صحن میں ہوگا اور یہی حاضرین اس جلسہ کی رونق ہونگے۔ تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ مولوی محمد علی صاحب بھی اس قلت حاضری سے متاثر معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے لیکچر میں اپنے متبعین کا حوصلہ بڑھانے کے لئے "قلت و کثرت" کا معاملہ چھیڑ دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں محض کثرت کا قائل نہیں ہوں۔ میں کیا۔ اب تو وہ لوگ بھی جو کثرت کے قائل تھے۔ قلت کے قائل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ تحریک جدید میں ہمارے چندہ دینے والوں کی تعداد پانچ ہزار کے ادھر اُدھر ہے۔

پہلے دن شیخ مصری صاحب کی تقریر تھی عنوان تو "آخری اور زندہ نبی" تھا مگر تبحر علمی کے اظہار کے لئے وہبی اور اکتسابی نبوت کے چکر اور تشریحات میں ہی قریباً سارا وقت گزار دیا۔ اس دن باقی کوئی قابل ذکر تقریر نہ تھی۔

دوسرے دن نماز فجر کے بعد مولوی صدر الدین صاحب کا درس قرآن ہوا۔ اور شائع شدہ اعلان کے مطابق سننے والوں کو چائے پلائی گئی۔ اس درس میں کیا تھا۔ وہ سننے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ درس کے وقت کا ایک خاصہ حصہ وابستگان خلافت اور اہل بیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت میں صرف ہوا۔ مثال کے طور پر ایک بات عرض کرتا ہوں:-

مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ مَیں ہائی سکول کا ہیڈ ماسٹر رہا ہُوں۔ میاں صاحب بھی سکول میں پڑھا کرتے تھے۔ اور جو بچہ سکول میں پڑھتا ہے۔ ۵۔ ۶ گھنٹے اس کے وہاں صرف ہوتے ہیں۔ اور گھنٹہ ڈیڑھ کپڑے بدلنے۔ ہاتھ مونہہ دھونے اور آنے جانے میں صرف ہو جاتا ہے۔ اور اگر وُہ کھیل میں لگ جائے۔ تو گھنٹہ ڈیڑھ اور صرف ہو جاتا ہے۔ اب بتاؤ کہ جس کے ۸۔ ۱۰ گھنٹے اس طرح صرف ہو جائیں۔ اُسے مسیح موعودؑ کی صحبت میں بیٹھنے کا کتنا وقت ملتا ہوگا اب بتاؤ۔ کہ ایسے شخص کو خلافت کا مستحق کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟"

دوسرے روز کے جلسہ میں مرزا مظفر بیگ صاحب ساطع کی تقریر سُننے کا بھی اتفاق ہُوا۔ وُہ اپنی دلیل آپ تھے۔ جو کچھ انہوں نے بیان فرمایا۔ اور جس جس طرح لوگوں کو ہنسایا۔ وُہ ان کا ہی حصہ تھا۔ ساری تقریر اپنی مدح سرائی کے لئے وقف تھی۔ عامیانہ باتیں تعلّی کے رنگ میں بیان کرتے تھے۔ سُک فہمی کا ذکر آریوں کو دکھانے کے لئے آپ نے اپنے قول کے مطابق آیت قرآنی "فِي جِيدِهَا" پڑھ دی تھی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اسی اجلاس میں مولوی صدرالدین صاحب کا لیکچر بھی تھا۔ مولوی صاحب نے کئی لطیفے اور قصے بھی بیان فرمائے لیکچر کے دوران میں ایک دلچسپ واقعہ ہُوا۔ اور وُہ یہ کہ مولوی محمد علی صاحب امیر اہلِ پیغام تشریف لائے۔ اور کہیں پیچھے ہی مسجد کے اندر اکیلے ہی بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے اعلان کیا۔ کہ حضرت امیر کی صحت اچھی ہے۔ وُہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں جلسہ کے بعد احباب کو شرفِ ملاقات بخشیں گے۔ اس پر مولوی صدرالدین صاحب نے پنجابی کے مخصوص لہجہ میں کہا۔ کہ وُہ ابھی سٹیج پر تشریف لے آئیں تاہم بھی اور دوسرے سب لوگ دیدار کرلیں۔ کسی نے کہا۔ کہ وُہ ٹیک لگا کر آرام کر رہے ہیں۔ مولوی صدرالدین صاحب نے پھر اس سے بھی زیادہ "بے تکلفی" کے ساتھ فرمایا" ایتھے بھی اِک جٹ (چودھری محمد اسمٰعیل صاحب) بیٹھا اے۔ اوہدے نال ٹھوہ لا لین" اس پر جناب امیر صاحب اُٹھ کر سٹیج کے تخت پوش پر بیٹھ گئے

اس واقعہ کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں اتنا عرض کرتا ہُوں۔ کہ اس کو دیکھ کر مجھے اتنا سمجھ آگیا۔ کہ جناب مولوی صاحب پیر پرستی کا رونا اکثر کیوں رویا کرتے ہیں:

غیر مبایعین کے جلسہ کے موقعہ پر مجلس رفقائے احمد قادیان نے ایک "مخلصانہ دعوت" شائع کی تھی۔ جسے در و دیوار پر چسپاں کیا گیا۔ اور تقسیم بھی کیا۔ رسالہ فرقان کا سالانہ نمبر بھی حاضرین کی تعداد کے لحاظ سے تقسیم کیا۔ کئی لوگ ہمیں بُرا بھلا کہتے تھے۔ اور بعض شوق سے ہمارا لٹریچر لیتے تھے۔ یہ ان کے جلسہ کی مختصر

شیخ غلام محمد صاحب (آف احمدیہ بلڈنگس لاہور) کے تازہ خیالات

جناب شیخ غلام محمد صاحب لاہوری اواخر دسمبر ۱۹۴۳ء میں قادیان حاضر ہوئے اور بتایا۔ کہ اب ان پر کھل گیا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز برحق خلیفہ ہیں حضور کے جملہ بیانات دربارۂ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی درست ہیں۔ اور آپ کا مسلک ہر پہلو سے صحیح اور حق بجانب ہے۔ نیز کہا۔ کہ مجھ پر کھل گیا ہے۔ کہ آپ کے دشمن آپ پر اعتراضات کرنے اور الزامات لگانے میں جھوٹے اور مفتری ہیں۔ اور آپ بالکل پاک ہیں۔ حضرت اُم المومنین مدظلہا العالی کا بھی نہایت بلند مرتبہ ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں اب یہ **شہادت** ادا کرنے کے لئے قادیان آیا ہوں۔ چنانچہ وہ پھولوں کے بہت سے ہار اور کچھ تحائف بھی لائے۔ ان کی خواہش تھی۔ کہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود ہار پہناؤں۔ اور اظہارِ عقیدت کروں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ان کی درخواست کو منظور کیا۔ اور فرمایا۔ کہ اگر ان کی ایسی خواہش ہے۔ تو وہ اپنی خواہش کو پورا کر لیں۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۴۳ء کو جمعہ سے قبل شیخ صاحب قصر خلافت میں ملاقات کے لئے گئے۔ شیخ صاحب نے پھولوں کے ہار پہنائے۔ مصافحہ کیا۔ ہاتھ چوما اور چند منٹ تک اظہارِ عقیدت کرتے رہے جس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ اسلام کی آئندہ ترقیات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ہی وابستہ ہیں عقائد اور اعمال میں آپ کا راستہ درست ہے۔ آخر پر شیخ صاحب نے نذرانہ پیش کرتے ہوئے معانقہ کیا اور رخصت ہوئے۔ اب شیخ صاحب اپنے مکان واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ہی مقیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ آمین

جناب شیخ صاحب نے اس بارے میں مفصل شہادت فرقان اور الفضل میں اشاعت کے لئے بھیجی ہے۔ مگر فی الحال ہم اپنے تاثرات کو محفوظ رکھتے ہوئے کمی گنجائش کے باعث واقعات کے اس خلاصہ کی اشاعت پر اکتفا کرتے ہیں۔ واللہ الموفق

مجلس رفقاء احمد قادیان کے عہدہ داران برائے ۱۳۲۳ ہش - ۱۹۴۴ء

(۱) صدر:- مولوی عبد المنان صاحب عمر ایم اے (۲) نائب صدر۔ مولوی عبد الرحمن صاحب انور مولوی فاضل (۳) جنرل سکرٹری شیخ ناصر احمد صاحب بی اے (۴) مینیجر۔ مرزا منور احمد صاحب مولوی فاضل (۵) نائب سکرٹری چودھری غلام یاسین صاحب بی اے (۶) نائب مینیجر۔ حافظ قدرت اللہ صاحب مولوی فاضل (۷) آڈیٹر حسابات۔ چودھری عبد اللطیف صاحب بی۔ اے۔ (۸) ایڈیٹر رسالہ فرقان۔ ابو العطاء جالندھری۔

معذرت اس دفعہ رسالہ کے حجم کی کمی کے باعث بعض اور ضروری مضامین اور اہم سوالات کے جوابات اندراج نہیں پا سکے حجم کے اضافہ کا انتظام مجلس رفقاء احمد کے زیر غور ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ ماہ سے اضافہ ہو جائے گا۔

رسالہ فرقان کی اعانت کی تحریک

جناب خان بہادر نواب چودھری محمد الدین صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر فرقان کے خاص معاونین میں سے ہیں۔ خاکسار نے ۲۷ دسمبر ۱۹۴۳ء کو جلسہ سالانہ میں جناب چودھری صاحب کی صدارت میں عصمتِ انبیاء پر تقریر کی۔ انہوں نے اپنے صدارتی اعلان میں رسالہ فرقان کی اعانت کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا:۔

"برادران! مولوی ابوالعطاء صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے۔ یہ مجھے خوشی ہے۔ کہ اکثر دفعہ میری صدارت میں آپ مجھ کو عطا ہوتے ہیں۔ دوستوں کو معلوم ہے۔ کہ مولوی صاحب اپنے اصلی فرائض کے علاوہ رسالہ فرقان کے آنریری ایڈیٹر بھی ہیں۔ اور ان کو دھن لگی ہوئی ہے۔ کہ ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو ہم سے ملا دیں۔ وہ انہیں جگانے میں جھنجھوڑتے ہیں۔ ان سے گالیاں سنتے ہیں۔ دعا دیتے ہیں۔ اور بدستور اپنی دھن میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں میں سے اکثروں نے ابتداء میں سلسلہ کی قابلِ تعریف خدمات انجام دی تھیں۔ اور جب ہم ان کو اب دیکھتے ہیں۔ کہ کل کون تھے اور آج کیا ہو گئے وہ۔ تو ہمارے دل میں درد اٹھتا ہے اور ان سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ ع دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے۔

رسالہ فرقان نے تھوڑے عرصہ میں کئی سعید روحوں کو راہ ہدایت بتلایا ہے۔ اور ہمارے کئی بچھڑے ہوئے بھائی ہم میں آملے ہیں۔ اس رسالہ کی امداد کی ضرورت ہے۔ ہمارے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس رسالہ کی خریداری بڑھائیں۔ اور ویسے بھی اس کی امداد کریں۔ تاکہ یہ مفید کام خیر و خوبی کے ساتھ جاری رہے۔ ساتھ ہی مولوی صاحب کے لئے دعا کرتے رہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ اور ان پر اور ان کے خاندان پر اپنے فضل و رحمت کے دروازے کھولے۔ آمین!"

ایک اور قابلِ تقلید مثال

فرقان بابت دسمبر ۱۹۴۳ء سالانہ نمبر کے کل اخراجات محمد آباد اسٹیٹ سندھ کے عملہ و مزارعین نے ادا فرمائے تھے۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ ناصر آباد اسٹیٹ سندھ کے عملہ اور مزارعین نے فرقان کے ایک اور نمبر کے کل اخراجات کی ادائیگی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخلص احباب کو جزائے خیر دے۔ ان کے اخراجات سے ماہ مارچ ۱۹۴۴ء میں خاص پرچہ خلافت نمبر شائع ہوگا انشاءاللہ

اس رسالہ کے لئے مصر زنی دو صد کپڑا منہ پکڑ دو روپے خرچ دو رم کا غذ کرنل ریٹ پر مہیا کیا ہے۔ ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ (منیجر)

حکیم عبداللطیف شاہد منشی فاضل پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجلس ارشاد احمدیہ قادیان کا ماہنامہ

وَاِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَل لَّکُمْ فُرْقَانًا

سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آ چکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

جولائی سنہ ۱۹۴۴ء

فرقان

ایڈیٹر:
ابو العطاء جالندھری

جلد (۳) | نمبر (۷)

فہرست مضامین

قیمت سالانہ [illegible] روپے

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے

چیلنج مباہلہ

کا اہلِ پیغام کی طرف سے جواب

حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ نے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے تھوئے دن کے اس ناپاک الزام کے مقابل کہ جماعت احمدیہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ مانتی ہے، آخر کار انہیں دعوتِ مباہلہ دیدی۔ جو الفضل ۷۔ جولائی میں شائع ہوئی (فرقان کے اس نمبر میں بھی یہ دعوت شائع ہو رہی ہے) اس دعوت کے جواب کی صرف دو صورتیں ہیں (۱) مولوی محمد علی صاحب کو اگر اس ناپاک الزام کی صحت میں شک ہے اور وہ محض اشتعال انگیزی کے لئے اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور دل سے اس کو درست نہیں مانتے۔ تو اب آپ بصد ندامت واپس لے لیں۔ اور آئندہ کبھی اس غلط اور جھوٹے الزام کا ذکر نہ کریں (۲) اگر مولوی صاحب اب بھی اپنے الزام پر قائم ہیں۔ تو وہ مردانہ وار میدانِ مقابلہ میں نکلیں۔ اور خدا سے فیصلہ چاہیں۔ وھو خیر الحاکمین۔

اہلِ پیغام کے امیر صاحب نے ابھی تک مندرجہ بالا دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی اختیار نہیں کی البتہ ایڈیٹر صاحب پیغام نے اپنے اندرونہ کا اظہار کرنا بایں الفاظ شروع کر دیا ہے:۔

"سارے چیلنج کی عبارت اتنی سوقیانہ اور عامیانہ ہے جو ایک مذہبی لیڈر کے شایان شان نہیں۔ یوں تو مضمون سارا ہی اپنی عبارت کے لحاظ سے بے ہودہ ہے۔۔۔۔ قادیانی فتنہ کے آغاز میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ (مولوی محمد علی صاحب) نے جس اخلاقی جرأت اور صداقت پرستی کا ثبوت دیا۔۔۔۔ میاں صاحب نے عدالت میں شہادت دیتے ہوئے جھوٹ بولا۔ اور پھر تھوڑا عرصہ ہوا۔ ایک اور جھوٹ بولا۔۔۔ آپکی بزدلی کے تو بے شمار واقعات ہیں۔۔۔ آپ تو حضرت نبی کریم کی گستاخی کرتے ہوئے نہیں چوکتے"

(پیغام صلح ۱۲/۱۱ مئی ۱۹۵۶ء)

ان بدزبانیوں اور گالیوں کا جواب اب تو ایک ہی ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب میدانِ مباہلہ میں آئیں۔ تا وہ خدا جو دلوں کو جاننے والا ہے جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، خود فیصلہ فرمائے۔ کہ یہ اتہام لگانے والے غیر مبایعین اور اُن کے امیر، اللہ تعالےٰ کے نزدیک ان بیانات میں صریح جھوٹے محض کاذب ہیں۔ یہ گالیاں دعوتِ مباہلہ کا جواب نہیں، اور نہ ہی لفظی بے ہودہ سرائی اس جگہ کام دے سکتی ہے۔ اب اِدھر اُدھر کی باتوں سے کیا فائدہ؟ یا تو اپنے جھوٹے الزام سے توبہ اور رجوع کرو۔ اور یا پھر دعوتِ مباہلہ کو قبول کرو۔ یہ فیصلہ کی صاف راہ ہے حق پسند غیر مبایعین اپنے امیر جناب مولوی محمد علی صاحب کو صحیح راستہ کے اختیار کرنے پر آمادہ کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقان

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۳	بابت ماہ وفا ۱۳۲۳ ہش مطابق جولائی ۱۹۴۴ء	نمبر ۷

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ

کی طرف سے

مولوی محمد علی صاحب کے نہایت ظالمانہ حملہ پر دعوتِ مباہلہ

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ میں فرمایا:-

"حال ہی میں مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے جس میں ہمیں بہت سی گالیاں دی ہیں ان گالیوں کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ برتن کے اندر جو کچھ ہوتا ہے۔ وُہی باہر آتا ہے۔ مگر ایک بات ایسی ہے۔ جس کا جواب دینے سے میں باز نہیں رہ سکتا۔ ان کی طرف سے بار بار ہم پر یہ الزام لگایا جاتا ہے اور اس مضمون میں بھی اس الزام کو دوہرایا گیا ہے کہ ہم کلمہ طیبہ کو منسوخ کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا۔ اس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی بول سکتا ہے۔ وُہ قوم جو کلمہ طیبہ کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہے۔ اس پر یہ الزام لگانا کہ وُہ اسے منسوخ قرار دیتی ہے۔ اتنا بڑا ظلم ہے۔ اور اتنی بڑی دشمنی ہے۔ کہ ہماری اولادوں کو قتل کر دینا بھی اس سے کم دشمنی ہے۔ ہماری اولادوں کو قتل کر دینا اتنی بڑی دشمنی نہیں۔ جتنا یہ کہنا کہ ہم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے منکر ہیں۔ اور ایسا جھوٹ بولنے والے کے دل میں خدا تعالےٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی محبت ہرگز نہیں ہو سکتی جس کے دل میں خدا اور رسُول کی محبت ہو۔ وُہ ایسا جھوٹ کبھی نہیں بول سکتا۔ یہ ہم پر اتنا بڑا الزام ہے۔ کہ ہمارے کسی بڑے سے بڑے مگر شریف دشمن سے بھی پوچھا جائے۔ تو وُہ یہ کہے گا۔ کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اب فیصلہ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے۔ اگر مولوی صاحب میں

تخم دیانت باقی ہے۔ تو وُہ اور اُن کی جماعت ہمارے ساتھ اس بارہ میں مُباہلہ کریں۔ کہ آیا ہم کلمۂ طیبہ کے منکر ہیں۔ اور اگر ان کی جماعت اس بارہ میں ان کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو۔ تو وُہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر میرے ساتھ مباہلہ کریں۔ میں بھی اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کروں گا۔ اور اگر ان کی جماعت ان کا ساتھ نہ دے۔ اور وُہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کریں۔ تو میں بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مباہلہ کروں گا۔ وُہ بھی یہ اعلان کریں۔ کہ اَے خدا! جس کی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور جو دلوں کی باریکیوں کو بھی جانتا ہے۔ میں تیری قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مرزا محمُود احمد اور اس کی جماعت کلمۂ طیبہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ اور اگر میں اس دعوے میں جھوٹا ہوں۔ تو مجھ پر اور میری اولاد پر عبرت ناک عذاب نازل کر۔ اور میں بھی یہ اعلان کروں گا۔ کہ اَے خدا! جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ جو ہمارا خالق اور مالک ہے۔ اور جو دلوں کی باتوں کو بھی جانتا ہے۔ اگر ہم اس اظہار میں منافقت سے کام لے رہے ہیں کہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسُول اللّٰہ پر ہمارا کامل ایمان ہے۔ اور اُسے ہم نجات کا ذریعہ یقین کرتے ہیں۔ تو ہمیں ایسے عذاب میں مبتلا کر۔ کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے۔ تونے کسی پر ایسا عذاب نازل نہ کیا ہو۔ پس اگر مولوی صاحب میں تخم دیانت باقی ہے۔ تو وُہ اس طریق فیصلہ کو منظور کریں لیکن اگر وُہ ایسا نہ کریں۔ اور اس کے باوجود اس جھوٹ پر قائم رہیں۔ تو وُہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہ سکیں گے۔ اور ممکن ہے۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے ساتھیوں کو ظاہر طور پر بھی کسی ایسی بے ایمانی میں مبتلا کر دے۔ جو لوگوں کے لئے عبرت کا موجب ہو۔ یا اگر اب نہیں۔ تو آئندہ خدا تعالےٰ ظاہر کر دے۔ کہ ان کی جماعت میں ایمان نہیں منہ

پس اگر مولوی صاحب میں تخم دیانت باقی ہے۔ تو وُہ اپنی جماعت کے ساتھ مباہلہ کے لئے نکلیں۔ اور اگر ان کی جماعت ان کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو۔ تو اپنے خاندان کو ساتھ لے کر نکلیں اور میرے خاندان کے ساتھ مباہلہ کریں۔ ہم قسم کھائیں گے۔ کہ ہمیں کلمہ پر پورا پُورا ایمان ہے۔ اور ہمارے نزدیک اس پر ایمان کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہو سکتی۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے کسی کو بخش دے۔ ہم خدا تعالےٰ کے فضل کی حد بندی نہیں کر سکتے۔ ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہتے ہیں۔ تو اس کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مظہر اور آپ کا بروز بن گئے۔ اور ایسا قرب حاصل کیا۔ کہ محمدیت کی چادر اللہ تعالےٰ نے آپ کو پہنا دی۔ یہ گویا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہی نبوت ہے۔ جو ہم آپ میں دیکھتے ہیں۔ ورنہ

نئی نبوت کا دعویدار ہمارے نزدیک کافر اور دجال ہے۔ ایسا ہی شخص نبی ہو سکتا ہے۔ جس پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی چادر ڈال دی گئی۔ ہاں ہم نبوت کی چادر کو نبوت ہی کہیں گے۔ اگرچہ بروزی طور پر ہی نور نبوت حاصل ہوا ہو۔ اس کے بغیر ہم کسی نبوت کو نہیں مانتے ؛

پس مولوی محمد علی صاحب کو چاہیئے۔ کہ اس طریق پر فیصلہ کرلیں۔ اگر ان میں ہمت ہے۔ اور وُہ سمجھتے ہیں۔ کہ یہ الزام صحیح ہے۔ تو اُن کے لئے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اور انہیں چاہیئے۔ کہ سامنے آئیں۔ اور اپنی جماعت کو ساتھ لائیں۔ یا اگر وُہ شامل نہ ہو۔ تو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آئیں۔ اور اس طرح اس الزام کا فیصلہ کرلیں۔ وُہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ یا اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ اس الزام کے جھوٹا ہونے کی صورت میں اللہ تعالےٰ کا عذاب طلب کریں۔ اور میں بھی اس الزام کے صحیح ہونے کی صورت میں اپنے لئے اور اپنی جماعت یا اپنے بیوی بچوں کے لئے جو بھی صورت ہو۔ عذاب طلب کروں۔ پس یہ فیصلہ کا آسان طریق ہے۔ اور مولوی صاحب میں اگر ہمت ہے۔ تو وُہ اسے اختیار کر کے فیصلہ کرلیں۔

مگر ہم جانتے ہیں۔ کہ بُزدل ہمیشہ اتہام لگاتا ہے۔ مگر مقابل پر نہیں آیا کرتا۔ مولوی محمد علی صاحب بُزدل بھی ہیں۔ اور جھوٹے بھی۔ وُہ کبھی اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو اس مقام پر کھڑا نہ کریں گے۔ بلکہ اس عظیم الشان جھوٹ بولنے کے بعد بُزدلوں کی طرح بہانوں سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جھوٹوں کی سزا سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ وُہ وقتی طور پر بے شک بچ جائیں۔ لیکن اگر وُہ اس اتہام سے باز نہ آئیں گے۔ اور خدا تعالےٰ کی پھانسی سے بھی بھاگنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ تو ایک دن آئے گا۔ کہ خواہ وُہ اس پھانسی سے بھاگیں۔ پھانسی خود اُن کے پاس جائے گی۔ اور خدا تعالےٰ کی لعنت کذابوں کی طرح ان کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گی۔ اور وُہ بھی اور اس افترا میں شرکت کرنے والا ان کا ہر ساتھی خدا کی چکی میں پیس دیا جائے گا۔ وُہ اپنے افترا کی لعنت کو اپنے صحنوں میں اُترتا ہوا دیکھیں گے۔ اور کذابوں کی موت مریں گے۔"

(الفضل ۷۔ جولائی ۱۹۴۷ء)

فرقان :۔ اس صادق اور آخری فیصلہ کُن طریق کے بارے میں مولوی محمد علی صاحب ابھی تک خاموش ہیں۔ حالانکہ اگر وُہ اس الزام میں سچے ہیں۔ تو انہیں اس کھلی دعوتِ مباہلہ کو فوراً قبول کرنا چاہیئے۔ اب تو صرف دو ہی راستے ہیں (۱) یا مولوی صاحب اور ان کے ساتھی ناپاک الزام سے باز آجائیں (۲) یا مباہلہ کی دعوت کو قبول کر کے خدائی فیصلہ کا انتظار کریں ربنا اننا جئناک مظلومین فانتصر یا احکم الحاکمین

تین کو چار کرنیوالا کے متعلق اہل پیغام کا مسلّمہ نظریہ

"پیغام صلح" کا شائع کردہ خواب کس کا ہے؟

شیخ مصری صاحب کی تازہ مغالطہ آفرینیوں کا ازالہ

(۱)

(۱) شیخ مصری صاحب کی زبان بندی

فرقان میں متعدد مرتبہ مولوی عبد الرحمن صاحب مصری کا وہ بیان شائع ہو چکا ہے جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۱۹۰۵ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک ویسا ہی نبی قرار دیا ہے۔ جیسا وہ دوسرے نبیوں کو قرار دیتے ہیں۔ اور اس عقیدہ کو حضور کی زندگی میں "جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ" تحریر کیا ہے۔ فرقان مصری صاحب کی اس تحریر کا عکس بھی شائع کر چکا ہے۔ مگر شیخ مصری صاحب اس کے جواب میں خاموش بالکل خاموش ہیں۔ ایک مرتبہ اور ایک لفظ تک جواب نہیں دیا۔ اس قدر اخفاء حق اور کتمانِ حقیقت کرنے والا انسان اگر تنگ آ کر کچھ گالیوں پر اتر آئے۔ اور اس کے منہ اور قلم سے جھوٹ افتراء اور دھوکا وغیرہ کے انبار برسنے لگیں۔ تو جائے تعجب نہیں۔

(۲) شیخ مصری صاحب کے کتمانِ حق کی ایک اور خطرناک مثال

مندرجہ بالا بیان کے بارے میں مصری صاحب اپنی خاموشی سے کتمانِ حق کر رہے ہیں۔ مگر حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی بزرگ صحابی کے بیان "حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں۔ اور نبی کا منکر کافر ہے بالاتفاق" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء) کے متعلق انہوں نے بول کر عمداً اخفاءِ حق کیا۔ کیونکہ انہوں نے لکھا کہ:

"ان (حضرت حکیم فضل الدین صاحب) کی زبان و قلم سے بعض اوقات غلط فتوے نکل جاتا تھا جس کی اصلاح توجہ دلانے پر کر دی جاتی تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ انہوں نے بعض دوستوں کے سامنے آیت قرآنی مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں احمد سے مراد حضرت مسیح موعود کو قرار دیا۔ انہوں نے حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحبؓ کو اس سے اطلاع دی۔ حضرت مولوی صاحب نے "الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲ میں مندرجہ ذیل جواب شائع کیا" یاتی من بعدی اسمہ احمد

سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم - اور یہی امر سچ ہے حکیم فضل الدین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے۔ تو غلط اور بالکل غلط کہا ہے" (پیغام صلح ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء)

مصری صاحب نے اس اقتباس میں صریح طور پر اخفاء حق سے کام لیا ہے۔ اوّل تو جس امر کو حضرت مولانا نورالدین صاحب رضؓ "اگر" کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں۔ اُسے مصری صاحب "واقعہ" بناکر غلط فتوے قرار دیتے ہیں - دوم مصری صاحب نے حضرت خلیفۂ اوّل رضؓ کے مکتوب کا متعلق حصہ حذف کر کے ایسی ماؤف ذہنیت کا اظہار کیا ہے جس پر کوئی شریف انسان فخر نہیں کر سکتا۔ یہ مکتوب حضرت مولوی صاحب نے حافظ احمد یار صاحب کو تحریر کیا تھا جسے بابو اللہ داد صاحب نے اپنے نوٹ کے ساتھ الحکم ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۱۱ء میں شائع کرایا تھا۔ میں مکمل خط مع نوٹ درج کرتا ہوں :-

"بنام حافظ احمد یار صاحب۔ ؎ احمد اندر جانِ احمد شد پدید - اسم من گردید آں اسم وحید
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ یاتی من بعدی اسمہٗ احمد سے مراد ہمارے سید و مولےٰ ہادیٔ کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور یہی امر سچ ہے حکیم فضل الدین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے۔ تو غلط، اور بالکل غلط کہا ہے۔ ہاں اگر ایک احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم اپنی خدمت کے لحاظ سے اور غلامی کی راہ سے فرماوے۔ کہ میں بلحاظ کامل محبت اور سچی خدمت کے وہی احمد ہوں۔ یا کہ اس کا مولیٰ اور خالق جل شانہٗ ارشاد فرماوے کہ تُو تو احمد ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ اسی کارڈ کے اُوپر جو شعر لکھا ہے۔ اس پر غور کرو۔ حضرت مرزا جی کا فرمایا ہوا ہے۔"

"نوٹ :- حافظ صاحب کے اس سوال کے جواب ہیں کہ اس آیت میں احمد سے مراد جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یا اس سے صرف جناب امام صادق مہدی زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں یہ جواب حضرت حکیم الامۃ سلمہ ربہٗ کی جانب سے دیا گیا تھا۔ عاجز اللہ داد کلرک شاہ پور"

اس خط اور نوٹ سے ظاہر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے اس امر کی تردید فرمائی ہے۔ کہ آیت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد سے "صرف" حضرت مسیح موعود علیہ السلام مراد لئے جائیں۔ بایں معنی کہ آنحضرت صلعم کا اس پیشگوئی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ لیکن آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وُہی احمد ہونے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کا مصداق ہونے کا بھی صراحتًا اعلان فرمایا ہے۔ یہی بات ہے۔ جسے مصری صاحب

غیر مبایعین پر ظاہر کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ بہر حال اس اصل اقتباس سے عیاں ہے کہ مصری صاحب نے غلط فتویٰ" کہنے کے لئے صریح طور پر مغالطہ سے کام لیا ہے :۔

(۲) شیخ مصری صاحب کا اجماعی روایت کے متعلق ناپاک رویہ

جب سے شیخ صاحب لاہور جا کر زمرۂ غیر مبایعین میں شامل ہوئے ہیں۔ ان کے خیالات و افکار کا انداز بھی خصوصیت اختیار کر گیا ہے۔ تازہ مثال ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں :۔

"حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے بعد جب جماعت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تو جناب میاں صاحب مکرم کی طرف جماعت کے اس حصہ کو جنہوں نے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ (مولوی محمد علی صاحب) کا ساتھ دیا۔ کھینچنے کے لئے ان (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز) کے مریدین کی طرف سے یہ روایت گھڑی گئی۔ کہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضؓ نے خاکسار کو مصر میں خط لکھا تھا۔ کہ تمہارے واپس آنے پر اگر ہم موجود نہ ہوں تو میاں صاحب سے قرآن پڑھ لینا۔ اور اس روایت سے انہوں نے بہت فائدہ حاصل کیا حالانکہ یہ روایت سراسر خلافِ واقعہ تھی۔ خاکسار کو حضرت مولانا کا نہ تو کبھی ایسا کوئی خط موصول ہوا۔ اور نہ ہی خاکسار نے ایڈیٹر الفضل یا کسی اور کو کبھی اس مضمون کا کوئی خط بھیجا" (پیغام صلح ۱۲ر جولائی ۱۹۴۴ء)

یہ روایت جسے بقول مولوی مصری صاحب، جماعت احمدیہ نے ۱۹۱۴ء میں گھڑا۔ اور اس سے "بہت فائدہ" حاصل کیا۔ اگر "کھلا کھلا جھوٹ" تھی۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۴۴ء تک پورے تیس برس تک مصری صاحب اس روایت کے متعلق کیوں خاموش رہے؟ اور وہ اپنے سامنے اس جھوٹی روایت سے جماعت کا فائدہ اٹھانا دیکھتے رہے۔ اور ایک حرف تک انہوں نے اس کی تردید میں نہ لکھا۔ کیا اس سے ظاہر نہیں۔ کہ وہ جماعت کے ساتھ ازراہِ نفاق شامل تھے۔ دل سے نہ تھے؟ حدیث میں آتا ہے الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ پھر یہ بھی سوال ہے۔ کہ کیا آپ مصر سے واپس آکر عملاً حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ سے قرآن مجید نہیں پڑھتے رہے؟ علاوہ ازیں یہ بھی غور طلب ہے۔ کہ مصری صاحب کے متعلق ہی یہ "کھلا کھلا جھوٹ" کیوں گھڑا گیا۔ کیا مصری صاحب کی اس وقت کوئی خاص شخصیت تھی۔؟ ہم اصل روایت کے متعلق کسی دوسری فرصت میں بحث کریں گے۔ انشاء اللہ۔ اس وقت صرف اتنا ہی واضح کرنا مقصود ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کی اجماعی اور مشہور روایت کے متعلق آج تیس برس کے بعد شیخ مصری صاحب نے کیسا بھونڈا اور ناپاک رویہ اختیار کیا ہے (باقی آئندہ انشاء اللہ)

بغض اور بددیانتی کی حد ہو گئی

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے نمائندہ کو مؤکد بعذاب حلف پر دو ہزار روپیہ انعام

از جناب مرزا احمد بیگ صاحب انکم ٹیکس آفیسر

خدائے قدوس کے برگزیدہ دنیا میں خدا کی ذات اور صفات کا ثبوت پیش کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ خدا سے مصفی غیب پر اطلاع پا کر پیشگوئیاں کرتے ہیں۔ جو اپنے وقت پر پوری ہو کر خدائے واحد کی ذات اور صفات کا جلوہ دکھلاتی ہیں۔ ایسی ہی پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی وُہ ہے۔ جو حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل شدہ خدا کے پاک کلام اذا التقی الفئتان خانی مع الرسول اقوم میں کی گئی تھی۔ خدائے عالم الغیب کو پتہ تھا۔ کہ ایک وقت ضرورت ہوگی اس بات کی کہ اس گروہ مخالفین کی ایک اور ایک فئہ کی طرح شناخت ہو سکے۔ کہ وُہ کون ہے؟

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبائعین اعلان پر اعلان کرتے رہتے ہیں۔ کہ انہوں نے (خاکش بدہن) قادیان میں ایک یزید خلیفہ دیکھا۔ اور وُہ حسین رضؓ کی طرح اُس سے الگ ہو گئے۔ آہ! کبھی انہوں نے یزید کے ان اعمال اور افعال کو جنہوں نے اُسے ابدالآباد تک لعنتی یزید بنا دیا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے نہیں کیا۔ کیا یزید وُہی نہ تھا۔ کہ جس نے اختلاف رائے کی وجہ سے معصوم اہل بیت پر بے پناہ مظالم توڑے۔ آخر لخت جگر نور نظر محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم حسین رضؓ ہاں اُس حسین رضؓ کو جس کی ناز برداری حضور سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم اُس کو اپنی گردن پر بٹھا کر کیا کرتے تھے۔ اور جس کی خاطر سجدے لمبے کیا کرتے تھے۔ قتل کرا کے چھوڑا لیکن اس بات کا قطعاً خیال نہ کیا۔ کہ لاکھ اختلاف سہی۔ اور بالغرض حسین رضؓ اس کی بیعت نہ کرنے کا مجرم ہی سہی۔ پر وُہ اُس رسول کریمؐ فداہ ابی وامی کے گوشت پوست کا ٹکڑہ ہے۔ جس کا کلمہ تُو بھی پڑھتا ہوں۔ اور جو میرا بھی مطاع اور آقا ہے۔ آہ! یہ اُس فاطمۃ الزہرا کا جگر گوشہ ہے

جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ النساء کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اور جس کے متعلق فرمایا تھا۔ بڑی صراحت سے فرمایا تھا۔ کہ جس نے فاطمہؓ کو ایذا دی۔ اُس نے مجھے ایذا دی۔ اور تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے ہیں۔ اور تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ پھر ایک دفعہ خدائے عالم الغیب نے ایک گروہ کے اعمال و افعال کو دُنیا کے سامنے رکھ دیا۔ کہ لو۔ دیکھ لو۔ کہ یزید کون ہے۔ اور اس کا گروہ کہاں ہے۔ مارچ ۱۹۱۴ء میں جماعت احمدیہ میں خلافت ثانیہ کے قیام کے موقعہ پر اختلاف پیدا ہوا۔ موضوع اختلاف ابتداء میں قیام خلافت کو قرار دیا گیا لیکن جیسا کہ بعد کے واقعات نے صاف بتلا دیا۔ کہ اس کا اصل سبب وہ نہ تھا۔ بلکہ عداوت محمود تھی۔ اور ان کو معلوم تھا۔ کہ یہ وہ محمود ہے۔ جس کے متعلق خدا کا مسیح ان کا آقا اور مطاع فرما چکا ہے ؎

لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

سب کچھ دیکھ کر جان کر انجان بن گئے اور ان کی زبانوں اور قلموں سے محمود کے خلاف وہ کچھ نکلا۔ جو تاریخ میں ہمیشہ ان کے لئے باعث نفرین ہوگا

محمود تو خیر بوجہ امامت اہل بیت اور امامت خدام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے طعنہ اور تشنیع کا نشانہ تھا ہی۔ اس گروہ نے مقدسین اہل بیت سے کسی کو بھی نہ چھوڑا۔ وہ خاتونِ محترم جس کو خدائے بزرگ و برتر نے خدیجہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ ہاں اپنے پیار کے اظہار کے لئے میری خدیجہ کے پیارے الفاظ سے ملقب فرمایا تھا۔ اور جس کو ام المومنین کہتے کہتے کسی وقت ان کی زبانیں گھس گئی تھیں۔ انہوں نے اس کی بھی گستاخی کی۔ اُس پر گند اچھالا۔ نشانہ مطاعن بنایا۔ پھر وہ وجود مبارک جس کو خدا نے قمر الانبیاء فرمایا تھا۔ یعنی صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے بھی ان کے تیروں سے نہ بچا انہوں نے اس کا بھی استخفاف کیا۔ غرضیکہ اس گروہ پاک میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا۔ اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ جو بھی اہل بیت کا مخالف ہوا۔ وہی اُن کا یار و غار ہوا۔ اور انہوں نے درمے۔ قدمے۔ سخنے اس کی مدد کی۔ آخر جب دل کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہ ہوئی۔ اور دلائل کے میدان میں بھی ناکامی اور نامرادی کا سامنا ہوا۔ اور کثرت بھی قلت سے بدل گئی۔ اور اس پر نیا تازیانہ یہ پڑا۔ کہ کئی ایک سعید الفطرت بزرگ حضرت المصلح الموعود کا اعلان سنتے ہی لبیک لبیک کہتے اس گروہ سے الگ ہوگئے۔ اور دامنِ امام پاک سے وابستہ ہوگئے۔ تو ان کی نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ اور بھڑک اٹھی۔ اور انہوں نے یزیدی کوشش کا آخری تیر بھی چھوڑ دیا۔ یعنی امام معصوم پر جو مثل حسینؓ ہے۔ یزیدی نار کا حملہ کر دیا گیا۔ اور دُنیائے اسلام کو حضور کے برخلاف پورے طور پر مشتعل کرنے کی ناپاک اور مکروہ کوشش کی گئی۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے ایک خطبے کے چند فقرات صرف لا تقربوا الصلوٰۃ کہنے والے کے طرز پر لے کر اپنے دل کی آگ کو ٹھنڈا کیا گیا اور امامِ پاک پر جس کی ساری عمر ہی رسول اکرم محمد عربی صلعم کی عزت کو قائم کرنے میں صرف ہوئی ہے۔ اور جس کو

ہر دوست اور دشمن نے رنگیلا رسول ایجی ٹیشن کے موقعہ پر نمایاں دیکھ لیا تھا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا مفتریانہ الزام لگا دیا۔ سبحانک ھٰذا بہتان عظیم ؕ

اہلِ پیغام! آخر یہ جان خدا کو دینی ہے۔ کیا ایسا بہتان عظیم لگانا بغض و عداوت اور بددیانتی کی حد نہیں کیا حقیقتاً تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ جو اس الزام کو اپنے دل کی گہرائیوں میں سچا سمجھتا ہو۔ اگر مولوی محمد علی صاحب اس ناپاک الزام کو سچا سمجھتے ہیں۔ تو وُہ خود یا اپنے مسلمہ اعلان شدہ نمائندہ کو مندرجۂ ذیل مؤکد بعذاب حلف کے لئے تیار ہوں۔ یا تیار کریں۔ کہ "میں فلاں بن فلاں۔ ساکن فلاں جگہ۔ فلاں عہدہ و پوزیشن یا پیشہ وغیرہ کا ہوں۔ میں قہار و جبار اور غیور خدا کی قسم مؤکد بعذاب کھا کر اپنا حلفیہ بیان شائع کرتا ہوں۔ کہ میں نے الفضل ۱۶؍ جون ۱۹۴۴ء میں حضرت (امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ) میاں صاحب کے شائع شدہ خطبہ کو لفظ بلفظ پڑھ لیا ہے اور ان فقرات کو بھی پڑھ لیا ہے۔ جو اخبار پیغام صلح ۲۷؍ جون ۱۹۴۴ء نے کمال بددیانتی یا کمال ہوشیاری سے یا فلاں وجہ سے چھوڑ دیئے تھے۔ اور ان کی جگہ نقطے ڈال دیئے تھے اس کے بعد بھی میری دیانتدارانہ رائے یہی ہے جس پر میں خدائے عزوجل کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور اس کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ حضرت میاں صاحب نے یعنی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؐ امام جماعت احمدیہ قادیان (امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ) نے کھلے بندوں اس خطبہ میں توہین حضرت رسول اکرم محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی کی ہے۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹ اور اخفاء حق سے کام لے رہا ہوں تو اے خدائے شدید البطش تو سچائی کے اظہار کے لئے ایک سال کے اندر مجھے اپنے عذاب میں مبتلا کر!"

ایسے بہادر کو اس کے بیان کے پیغام صلح میں شائع ہونے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر اندر مبلغ ۲۰۰ روپے پیش کیا جائیگا۔ جو بذریعہ منی آرڈر یا چیک جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ ایسے بیان پر جناب مولوی محمد علی صاحب کی تصدیق لازمی ہوگی۔ کہ صاحب بیان عاقل۔ بالغ مخلص فرد ان کی جماعت کا ہے اور فاتر العقل نہیں۔ سب سے پہلے میرا خطاب مولوی محمد علی صاحب اور ناپاک الزام لگانے والے مضمون نگار صاحب سے ہے کہ وُہ اس میدان میں آکر اپنے آپ کو جری ثابت کرے۔ اگر اہل پیغام نہ اپنے بہتان سے رجوع کریں اور نہ ہی حلف اٹھائیں۔ تو وُہ یاد رکھیں۔ کہ ان کے ترکش کا یہ آخری تیر بھی بیکار جائیگا۔ اور وُہ پہلے سے زیادہ اپنی نامرادی کو نمایاں اور عریاں دیکھیں گے۔ اور فریق مقابل کی عزت۔ کامیابی اور کامرانی اور اس کے ساتھ تائید ایزدی کو نمایاں اور چمکتا ہُوا پائیں گے۔ تاریخ اپنے آپ کو پھر دوہرائیگی۔ اور وُہ یکاد البرق یخطف ابصارھم کا نظارہ دیکھ کر اپنے آپ کو حسرتوں اور ارمانوں کے سمندر میں غوطہ کھاتے ہوئے پائیں گے۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

مولوی محمد علی صاحب کو ایک اور مرتبہ دعوت مباہلہ

از جناب مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل

جب غیر مبائعین نے اپنے مشن کی ناکامی دیکھی۔ اور ان کا مسئلۂ کفر و اسلام کا حربہ بھی ناکارہ ثابت ہُوا۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ قادیان کی دن بدن ترقی ہوتی گئی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ زمین کے کناروں تک پہونچنے لگی۔ اور لوگ گروہ در گروہ سلسلہ میں داخل ہونے شروع ہُوئے۔ تو انہوں نے دُنیا کو گمراہ کرنے کے لئے ایک نیا حیلہ تراشا۔ چنانچہ عام لوگوں کو جماعت کے خلاف اُکسانے کے لئے یہ افتراء کیا۔ کہ (نعوذ باللہ من ذالک) جماعت احمدیہ قادیان کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منکر ہے۔ اور اس نے کلمہ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ (پیغام صلح ۱۲ مارچ ۱۹۴۵ء) اس کا جواب سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے کیا ہو سکتا ہے ۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالےٰ نے مولوی محمد علی صاحب کو ۱۲ مارچ میں دعوتِ مباہلہ دی ہے۔ امید نہیں۔ کہ مولوی صاحب اس کو قبول کر سکیں۔ آج سے قریباً تیس سال قبل یعنی ۱۹۱۵ء میں نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق غیر مبائعین کے ہماری جماعت سے حلفیہ شہادت طلب کرنے پر حضرت امام جماعت احمدیہ المصلح الموعود ایدہ اللہ الودود نے نہ صرف اپنی حلفیہ شہادت پیش کی تھی۔ بلکہ فریق لاہور کو مباہلہ کے لئے بھی دعوت دی تھی۔ حضور ایدہ اللہ تعالےٰ ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کے خطبۂ جمعہ میں فرماتے ہیں:۔

"ہم قسم کھائیں گے۔ اور ضرور کھائیں گے۔ کیونکہ ہم وہ ہیں۔ جن کا قدم خدا کے فضل سے کبھی مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹتا۔ لیکن وُہ یاد رکھیں۔ کہ جب ہم انہیں قسمیں دیں گے۔ اور حق بات کے لئے دیں گے۔ تو وُہ نہیں کھائیں گے۔ اور اگر کھائیں گے۔ تو جس طرح یہ سورج نظر آ رہا ہے۔ اور اس میں کسی کو شک نہیں۔ اور جس طرح تم یہاں بیٹھے ہو۔ اور اس میں کچھ کلام نہیں۔ اسی طرح صاف طور پر وُہ تباہ ہو جائیں گے۔ انہوں نے ایسی تلوار تیار کی ہے جو ہماری گردنوں پر نہیں۔ بلکہ ان کی گردنوں پر چلے گی۔ انہوں نے ایسا گڑھا کھودا ہے جو ہمارے لئے نہیں۔ بلکہ ان کے گرنے کے لئے ہے۔ ہم قسمیں کھائیں گے اور بتائیں گے کہ ہم اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے۔ آپ کو نبی مانتے تھے۔ لیکن وُہ قسمیں نہیں

کھائیں گے۔ چنانچہ ابھی سے انہوں نے یہ شرطیں لگانی شروع کر دی ہیں۔ کہ تمہاری قسمیں بے ہودہ اور لغو باتوں کے متعلق ہیں۔ یہ قسم نہ کھانے کے سامان ہیں۔ لیکن میں قسم کھاتا ہوں۔ وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ خدا جو عذاب کی طاقت رکھتا ہے وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے۔ وہ خدا جو زندہ قادر اور سزا و جزا دینے والا ہے۔ وہ خدا جس نے آنحضرت صلعم کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ اور وہ خدا جس نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث کیا۔ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کو اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے۔ اسی طرح کا نبی مانتا تھا۔ جس طرح کا اب مانتا ہوں۔ میں اس بات کے لئے بھی قسم کھاتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھے رؤیا میں منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا۔ کہ مسیح موعود نبی تھے .... میں نے تو قسم کھا لی ہے۔ اور باقی ہماری جماعت کے لوگ قسم کھانے کے لئے تیار ہیں (چنانچہ اس قسم کی ایک سو تیس ۱۳۰ حلفیہ شہادتیں رسالہ فرقان میں شائع ہو چکی ہیں) لیکن وہ یاد رکھیں۔ کہ یہ تلوار انہی کی گردنوں پر چلے گی .... وہ کہتے ہیں ہم قسم کھانے سے بھاگتے ہیں۔ میں قسم کھانے سے نہیں بھاگتا۔ بلکہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں" (الفضل جلد ۳۰ نمبر ۴ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۷ء)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے اس مؤکد بعذاب حلف کے باوجود یہ لوگ حضور کے مقابلہ پر بموجب فرمان الٰہی ولن یتمنوہ ابداً بما قدمت ایدیھم (جمعہ) آج تک مباہلہ کے لئے نہیں نکلے۔ اور نہ ہی قسم کے لئے تیار ہوئے۔ اسی طرح اب بھی یہ لوگ میدان میں نہیں آئینگے۔

بقیہ صفحہ ۱۶

سب سے افضل ہے۔ وہی سب کے سردار۔ اور وہی سب کے آقا ہے"

ان واضح الفاظ کی موجودگی میں پیغامیوں کا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ پر یہ ناپاک الزام لگانا کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے محض ظالمانہ فعل ہے۔ ہم اس قبیح ترین فعل کے خلاف شدید ترین نفرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے لئے یہ الزام سخت دل آزاری کا موجب ہے۔ ہر احمدی بھائی بھی ہے۔ پیغامیوں کی اس کذب بیانی۔ دل آزاری و دروغ دہی سے ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسیہ اور اپنے کمالات روحانیہ کے ذریعے تمام آدم زادوں سے وہ سبقت حاصل کی ہے جس کی نظیر ناممکن ہے۔ اور ہمیشہ ناممکن رہے گی۔ اس لئے پیغامیوں اور ان کے بعض ہمنواؤں کی اس حرکت پر آج اس جگہ سخت افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ اور تمام قوموں کے شرفاء سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس جھوٹے اور محض معاندانہ الزام کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھیں۔

غیر مبایعین کیلئے قابلِ توجہ بات

از جناب مرزا منور احمد صاحب مولوی فاضل واقف زندگی

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے اپنی کتاب مجدد اعظم جلد اول کے صفحہ ۱۲۵ و ۱۲۶ پر "ایک عظیم الشان لڑکے کی بشارت" کے زیر عنوان لکھا ہے :۔

"۱۸۸۶ء میں حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان لڑکے کی بشارت دی گئی۔ جو اپنی ظاہری اور باطنی۔ دُنیوی اور رُوحانی شان و شوکت میں بہت عظیم الشان مرتبہ کا صاحب ہونے والا تھا۔ چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس پیشگوئی کا اعلان کر دیا۔ اور ساتھ ہی اس کا ایک پُر اسرار لیکن نہایت ضروری نشان یہ تبلایا۔ کہ **وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا**۔ مَیں نے پُر اسرار اس لئے کہا۔ کہ یہ امر آج تک کسی شخص پر نہیں کھُلا۔ کہ "تین کو چار کرنے" کا مطلب کیا ہے۔ اپنے وقت پر ہی کھلے گا۔ یعنی جب وُہ موعود لڑکا پیدا ہوگا۔ تو غالباً وُہ آپ ہی اس رازِ سربستہ پر سے پردہ اٹھائے گا۔ اس سے قبل سب قیاس ہی قیاس ہے۔"

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ابھی وُہ شخص ظاہر نہیں ہوُا۔ بلکہ آئندہ کبھی ظاہر ہو گا۔ جب وُہ ظاہر ہوگا تو تین کو چار کرنے والے سِر کو خود حل کرے گا۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے اس راز کو کھول دیا۔ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی بیعت نے تین کو چار کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب تو اس وقت زندہ موجود نہیں۔ میں باقی اکابر غیر مبایعین کو کہتا ہوں۔ کہ ان کے لئے غور کرنے کا مقام ہے۔ وُہ پسر موعود جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوُا۔ اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو مسند خلافت پر بیٹھا۔ اور جو علامتیں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار میں مذکور تھیں۔ وُہ سب ایک ایک کرکے اُس میں پائی گئی۔ مگر اس کے باوجود آپ نے اس بات کا اعلان نہیں کیا۔ اور اعلان اسی وقت کیا۔ جبکہ خدا نے ان کو کہا۔ کہ تو ہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ حضرت امیر المومنین لاہور کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"میں اس واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ اور جس پر افترا کرنے والا اسکے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا۔ کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان پر یہ خبر دی۔ کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں۔ اور میں ہی وُہ مصلح موعود ہوں۔ جس کے ذریعہ اسلام دُنیا کے کناروں تک پہنچیگا۔ اور توحید دُنیا میں قائم ہوگی۔" (الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۴۴ء)

غیر مبایعین کے متعلق ہمارا مسلک

از جناب سید احمد علی صاحب سیالکوٹی مولوی فاضل

غیر مبایعین اپنے نئے افراد کو قادیان سے بدظن کرنے کے لئے کہتے رہتے ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان ہمیں کافر سمجھتی ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ ذیل کے اقتباس سے ہمارا مسلک' اور اس کی بنیاد کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ ستمبر ۱۹۱۷ء میں سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں جب سوال کیا گیا۔ کہ "غیر مبایعین کو آپ مسلمان سمجھتے ہیں۔ یا کافر" تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

"جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ یقین کرتے ہیں۔ خواہ نبی اللہ کی کوئی تاویل کریں۔ وہ مسلمان ہیں۔ مگر جو حضور کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ وہ کافر ہیں"! (الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء)

اس قانون کی روشنی میں اکابر غیر مبایعین کے دو حوالے قابل توجہ ہیں:۔

(۱) جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم لکھتے ہیں:۔ کہ

"ہم میں کون ہے جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ ناظل کے موہنہ سے نبی کا لفظ اپنے متعلق نہیں سنا۔ ہم میں کون ہے۔ جس نے حضرت کی کتابوں میں ان کے متعلق لفظ نبی کا نہیں پڑھا؟ ہم میں کون ہے جس کو معلوم نہیں۔ کہ آنحضرت کی معرفت خدا نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا .... ہم میں سے ہر ایک یہ بیان حلفیہ دے سکتا ہے۔ یہ امر تو متنازعہ ہی نہیں" (پیغام صلح ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

(۲) جناب مولوی محمد علی صاحب امیر پیغام لکھتے ہیں۔ کہ: "حضرت صاحب نے اپنے لئے لفظ نبی ایک خاص معنی میں استعمال کیا۔ یعنی لغوی معنی میں یا مجاز اور استعارہ کے طور پر۔ اسی معنی میں میں نے استعمال کیا۔ اور آج بھی اس معنی میں لفظ نبی کا استعمال جائز سمجھتا ہوں" (پیغام صلح ۳۰ جون ۱۹۴۰ء صفحہ ۵)

غیر مبایعین کے اس قسم کے اعتقاد کے پیش نظر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا آج سے ۲۶½ برس پیشتر کا فرمودہ جواب پیغام صلح کے ایڈیٹر کے افترا و بہتان کے جواب کے لئے کافی ہے۔ جو خواہ مخواہ لکھتا رہتا ہے کہ جماعت احمدیہ فریق لاہور کو کافر جانتی ہے:۔

اہلِ پیغام کے تازہ فتنہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا ریزولیوشن



۱۳-جولائی ۱۹۴۴ء کو جماعت احمدیہ قادیان کا ایک غیر معمولی جلسہ مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت جناب مولوی عبد المغنی صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ منعقد ہوا جس میں صاحب صدر، مولوی دل محمد صاحب اور خاکسار ابوالعطاء نے تقاریر کیں۔ اور پیغامیوں کے موجودہ فتنہ کی حقیقت کو ظاہر کیا۔ خاکسار نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جسے سب حاضرین نے جو بہت بڑی تعداد میں موجود تھے۔ بالاتفاق پاس کیا۔ ریزولیوشن حسب ذیل ہے:-

"جماعت احمدیہ قادیان کا یہ اجلاس پیغامیوں کے اس سراسر غلط اور شرمناک پروپاگنڈا پر اظہار نفرت کرتا ہے۔ جو انہوں نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل ۱۶-جون ۱۹۴۴ء کے ادھورے اور محرف اقتباسات کی بناء پر شروع کر رکھا ہے۔ ہم سب احمدی قرآن مجید۔ حدیث۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے پیہم بیانات اور ارشادات کے مطابق یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سرور کائنات اور سید المرسلین ہیں۔ آپ کی بعثت کے بعد قرب الٰہی کا ادنےٰ سے ادنےٰ درجہ بھی آپ کی پیروی اور اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ آپ سے بڑے درجہ کا انسان نہ پیدا ہوا ہے۔ نہ پیدا ہوگا۔ جماعت احمدیہ ابتداء سے ہی اسی عقیدہ پر قائم ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اسی خطبہ میں جس کے ادھورے اقتباسات کو لیکر پیغامی اشتعال انگیزی کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ:-

"کسی ماں نے کوئی ایسا بچہ نہیں جنا۔ اور نہ قیامت تک کوئی ایسا بچہ جن سکتی ہے۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ سکے"۔

پھر فرمایا:- "محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس شان اور شوکت کے ساتھ خدا تعالےٰ کے قرب میں بڑھے ہیں۔ اس شان و شوکت کے ساتھ کوئی شخص بڑھ کر دکھائے گا۔ تو پھر یہ سوال بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مقاماتِ قرب طے کر سکا ہو۔ یا آئندہ طے کر سکتا ہو۔ تو بہرحال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی

(باقی صفحہ ۱۳-۱۲ پر ملاحظہ فرمائیں)

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے بعض اندرونی حالات

نوشتہ مکرم جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب سابق آڈیٹر انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور۔

۴؍ جولائی کے الفضل میں اخی المکرم ڈاکٹر فیض علی صاحب صابر کا ایک مضمون جو میری حمایت میں تھا۔ میری نظر سے گذرا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب بھی اموُر میں بڑے غیور واقع ہوئے ہیں۔ ان کی غیرت ایمانی برداشت نہ کرسکی۔ کہ ان کے ایک عزیز کے متعلق پیغام صلح میں بہتان طرازی سے کام لیا جائے۔ اور وُہ خاموش رہیں۔ اس جوشِ ایمانی میں سادگی کے ساتھ ان کے قلم سے چند ایک فقرات بعض ایسے امور کے متعلق نکل گئے ہیں جن کا انہیں صحیح علم نہ تھا۔ اس لئے مجھے اس مضمون سے کلی اتفاق نہیں۔ دراصل میں ہمیشہ سے ایسے مباحث میں پڑنا پسند نہیں کرتا۔ اور حتی الوسع ان سے اجتناب کرتا ہُوں۔ مگر اصحاب احمدیہ بلڈنگس کبھی نہ کبھی کسی حقیقت کے انکشاف پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ۱۷؍ اپریل سنہ ۱۹۳۸ء کے الفضل میں جو میرا مضمون سلسلہ زیر بحث کے ضمن میں نکلا تھا۔ وہ بھی ڈاکٹر محمد عبد اللہ صاحب سکرٹری انجمن اشاعت لاہور کے مضمون کے جواب میں تھا۔ مناسب تھا کہ اصحاب پیغام اس سلسلہ کو ختم کر دیتے۔ لیکن انجمن کے تنخواہ دار مبلغ سید اختر حسین صاحب گیلانی نے پھر انہی باتوں کا جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھی تھیں۔ اعادہ کر کے کچھ مزید افترا بھی کیا ہے۔ اسی سے متاثر ہو کر اخیم ڈاکٹر فیض علی صاحب نے محولہ بالا مضمون لکھا۔ پیغام صلح والے بیچارے کیا کریں۔ آئے دن ایک نہ ایک معزز ممبر ان کی انجمن اور مولوی محمد علی صاحب کے رویہ سے بیزار ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی بیعت میں شامل ہو جاتا ہے۔ اس سے باقی سمجھدار ممبروں میں جو تجسس اور تحقیق کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُسے دبانے کے لئے کبھی کوئی صاحب بہائیت کی آڑ لیتے ہیں۔ اور کوئی قادیان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے اصحاب پر نکتہ چینی اور ناجائز حملہ کرتے ہیں۔ اور کبھی مولوی محمد علی صاحب قادیان سے علیحدہ شدہ اشخاص کا قادیان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والے اصحاب سے مقابلہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ مگر یہ کاغذ کی ناؤ کب تک کام دے گی تعجب ہے مولوی صاحب کو وُہ چار یا پانچ اصحاب تو یاد رہے۔ جنہوں نے قادیان سے تعلق توڑ کر انجمن لاہور کی ملازمت اختیار کرلی۔ مگر ایک درجن سے زیادہ وُہ معزز اراکین انجمن مولوی صاحب کو یاد نہ رہے۔ جن میں سے اکثر مختلف اوقات میں انجمن کے معزز عُہدوں پر ممتاز رہے ہیں۔ اور مجلس معتمدین اور انتظامیہ کمیٹی کے ممبر تھے۔ اور ان کے تقوے اور بے نفسی کا اس قدر اثر تھا۔ کہ انجمن نے ان کو غیر احمدیوں سے بیعت لینے کے لئے بھی منتخب کیا تھا۔ مولوی صاحب سے بیزار ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت میں شامل ہو گئے۔ مولوی صاحب

ایک مثال بھی پیش نہیں کرسکتے۔ کہ انجمن احمدیہ قادیان کا کوئی رُکن یا عہدہ دار حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت سے تائب ہوکر مولوی صاحب کے ساتھ شامل ہُوا ہو۔ مولوی سید محمد احسن صاحب کا معاملہ الگ ہے جو مولوی صاحب بھی خوب جانتے ہیں۔ اور ہم بھی جانتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔

"مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے "خدا واسطے" کی عداوت ہے۔ اور اس عداوت میں وُہ بعض اوقات اس حد تک بڑھ جاتے ہیں۔ کہ مسجد میں کھڑے ہوکر خطبہ دیتے ہُوئے بھی خلاف واقعہ اُمور کے بیان سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور انجمن کے دُوسرے ممبر جن کو پاک ممبر ہونے کا دعوےٰ ہے۔ اس خلاف بیانی کو سُنتے ہیں۔ اور کسی کے دل میں خوفِ خدا پیدا نہیں ہوتا۔ جو اس شریف انسان سے دریافت کریں۔ کہ آپ مسجد میں کھڑے ہوکر خلافِ واقعہ اُمور کیوں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً انجمن کی انتظامیہ کمیٹی کے سارے ممبروں کو علم ہے۔ کہ مولوی صاحب اپنی خاص منظوری کے ساتھ مباہلہ والوں (مستریوں) کی نقدی سے مدد کرتے رہے۔ ان کے اشتہارات چھپوا کر خاص ملازم انجمن کی معرفت دُوسرے شہروں میں تقسیم کرواتے رہے۔ پھر حکیم عبدالعزیز کو کافی عرصہ تک مولوی صاحب کی منظوری سے نقد امداد ملتی رہی۔ مگر مولوی صاحب نے مسجد میں کھڑے ہوکر خطبہ جمعہ میں کہا۔ کہ ہم نے کبھی صاحبزادہ صاحب کے خلاف بدگوئی کی تشہیر میں حصہ نہیں لیا۔ ممبران انجمن نے سُنا۔ اور کسی نے اس کے خلاف آواز نہ اُٹھائی۔ سب سے پہلے مولوی عزیز بخش صاحب برادر بزرگ مولوی محمد علی صاحب کا فرض تھا۔ کہ جب مولوی صاحب اس گند اچھالنے میں مدد دینے لگے تھے تو اللہ تعالےٰ کا یہ وعید اُن کو یاد دلاتے۔ کہ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین اٰمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ اور اگر اس وقت کسی وجہ سے اس کارِ خیر سے رُک گئے تھے۔ تو بعد میں ہی اس فرض کو ادا کر دیتے۔ مگر ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

مولوی صاحب ہم پر تو یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ کسی نے سوسائیٹی کی خاطر قادیان سے تعلق پیدا کیا ہے کوئی اپنے افسروں کو خوش کرنا چاہتا ہے۔ اور کوئی تنخواہ کی خاطر اُدھر گیا ہے۔ لیکن خود بقول خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نہ تو مولوی صاحب کو انجمن کے مستقبل پر ایمان ہے۔ اور نہ انجمن کے ساتھ وفادار ہیں۔ اگر انجمن کے مستقبل پر یقین ہوتا۔ تو سب سے پہلے اپنی اولاد اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو انجمن کا مبلغ بناتے اور انجمن کے دُوسرے کاروبار پر لگاتے۔ انجمن کے معزز اراکین کو ترغیب دیتے۔ کہ اپنے بچوں کو انجمن کے کام پر لگائیں۔ مگر نہیں۔ نہ تو خود اس میں حصہ لیتے ہیں۔ اور نہ اپنے دوستوں کو ترغیب دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف ذرا قادیان پر نظر ڈالیں۔ حضرت خلیفہ صاحب کی اولاد۔ ان کے بھائیوں کی اولاد۔ دُوسرے قریبی عزیز سب نے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی ہیں۔ صدر انجمن کے کاموں میں مصروف ہیں۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اور انجمن کے ساتھ مولوی صاحب کی وفاداری کا یہ حال ہے کہ اپنے چند روپوں کی خاطر انجمن کو نقصان پہونچانے میں تامل نہیں کرتے۔ اس کی ایک موٹی مثال یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کو ان کی تصنیف کردہ کتب کی فروخت کا تیسرا حصہ بطور حق تصنیف ملتا ہے۔ پہلے پہلے اوسطاً چار پانچسو روپے ماہوار حق تصنیف مولوی صاحب کو مل جاتا تھا۔ جب کتابوں کی فروخت کم ہوگئی۔ تو مولوی صاحب نے شکایت کی۔ کہ حق تصنیف کم ہوجانے کی وجہ سے میرا گزارہ نہیں ہوتا۔ انجمن نے فیصلہ کیا۔ کہ کم سے کم ۳۵۰ روپے ماہوار اس مد میں مولوی صاحب کو ملنا چاہیئے۔ اگر حق تصنیف ۳۵۰ روپے سے کم ہو۔ تو کمی انجمن پوری کردیا کرے اور اگر حق تصنیف ۳۵۰ روپے سے زیادہ ہو۔ تو ساری رقم مولوی صاحب لے لیا کریں۔ کتابوں کی فروخت کا کام مولوی صاحب کے ایک عزیز کے سپرد ہے۔ اور حق تصنیف کے لئے مولوی صاحب نے یہ قاعدہ بنوایا ہے کہ جس وقت کوئی کتاب سٹاک سے نکلے۔ حق تصنیف مولوی صاحب کو مل جائے۔ خواہ وہ کتاب کسی وقت بھی فروخت ہو۔ اب وہ عزیز کیا کرتے ہیں۔ کہ تین چار ماہ تو تھوڑی تھوڑی کتابیں سٹاک سے لیتے رہتے ہیں جس پر حق تصنیف سوڈیڑھ سو روپیہ ماہوار بنے۔ اور باقی کمی انجمن کے خزانہ سے پوری ہوتی رہتی ہے اور پھر ایک مہینہ میں اتنی کتابیں سٹاک سے لے لیتے ہیں۔ کہ اُن کا حق تصنیف سات آٹھ سو روپیہ اور بعض اوقات ایک ہزار بن جاتا ہے۔ اور یہ ساری رقم مولوی صاحب لے لیتے ہیں۔ یہ کارروائی محض انجمن کو نقصان اور مولوی صاحب کو فائدہ پہونچانے کے لئے کی جاتی ہے۔ مولوی صاحب کو اس کا علم ہے مگر انہوں نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ کیا یہی تقویٰ ہے؟ گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد اس کارروائی کا سکرٹری صاحب اور بعض دیگر ممبران انجمن کو علم ہے لیکن کسی کو اس کے روکنے کی جرأت نہیں؟

ضروری اعلان

رسالہ کی طباعت و ترسیل کا جملہ انتظام منیجر صاحب رسالہ سے تعلق رکھتا ہے بعض احباب رسالہ کے نہ ملنے کی شکایت وغیرہ خاکسار کو بھیجدیتے ہیں جس سے کام میں تعویق پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ رسالہ کے جاری کروانے اور شکایت وغیرہ کے متعلق جملہ خط و کتابت منیجر صاحب رسالہ فرقان قادیان کے نام کی جائے۔ صرف مضامین یا تجاویز دشدہ وغیرہ مجھے بھیجے جائیں جزاکم اللہ۔ ابوالعطاء

معذرت

صفحات کی تنگی کے باعث بعض نہایت اہم مضامین رد کر دئے گئے ہیں۔ ان کے لئے آئندہ نمبر کا انتظار کیا جائے گا۔ اور بعض نہایت ضروری مضامین کا صرف ایک حصہ شائع ہو رہا ہے جس کا افسوس ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ انتظام فرما دے۔ اور صفحات میں وسعت پیدا ہو سکے۔ تو حسب دلخواہ مضامین شائع ہو سکیں گے۔ انشاء اللہ۔ اس سلسلہ میں مجھے بعض مخلص مضمون نگار احباب سے بھی افسوس کے ساتھ معذرت کرنے کی ضرورت ہے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول:۔

(ایڈیٹر)

مولوی محمد علی صاحب کیلئے بائیس ہزار روپیہ انعام

مولوی محمد علی صاحب کی گزشتہ سالہا سال کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو ربانی مجدد کے علاوہ مسیح موعود و مہدیٔ آخر زمان اور نبی و رسول مانتے رہے ہیں۔ اور آپ کے منکروں کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مگر جب سے وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ سے کٹ کر غیر احمدیوں سے جا ملے ہیں۔ اس وقت سے ان کی خوشنودی و مالی امداد حاصل کرنے کے لئے جان بوجھ کر ان کو یہ دھوکا دیتے ہیں۔ کہ "حضرت مرزا صاحب صرف مجدد تھے۔ اور ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ وہ ہرگز نبی نہ تھے۔ نہ انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ یہ صرف قادیانی فریق کا افترا ہے" ہم کہتے ہیں۔ کہ اگر آپ کے یہی عقائد ابتدا ہی سے تھے۔ اور اب بھی یہی ہیں۔ اور انہی کو آپ صحیح سمجھتے ہیں۔ تو کیوں آپ ایک پبلک جلسہ میں اس کا حلفاً اظہار نہیں کرتے جس کے لئے ہم آپ کو دو سال سے بائیس ہزار روپیہ انعام کے ساتھ چیلنج دے رہے ہیں۔ اور پھر بار بار یاد بھی دلاتے رہتے ہیں۔ حق کیا ہے۔ وہ آپ اپنے دل میں خوب سمجھتے ہیں۔ اسی لئے تو حلف اٹھانے کی جرأت نہیں کرتے۔ مگر یہ دو رنگی کھیل کب تک کھیلتے رہو گے۔ دیکھو۔ خدا کے پاس جانے کے دن قریب آ رہے ہیں۔ کچھ تو اس کا خوف کرو۔

مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیالوں کیلئے دو ہزار روپیہ انعام

جو اصحاب مولوی محمد علی صاحب کے ہم خیال ہیں۔ ان کو بھی چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے مولوی صاحب کو حلف کے لئے تیار کریں۔ اور ہم سے دو ہزار روپیہ انعام لیں۔ ہماری طرف سے مجملہ ایک لاکھ روپیہ کے مختلف انعامات کا ایک رسالہ شرائط حلف اردو اور انگریزی زبان میں شائع کیا گیا ہے۔ جو ایک کارڈ آنے پر فوراً روانہ کیا جاتا ہے

خاکسار

عبداللہ الہ دین۔ سکندرآباد دکن

ہر ماہ کی بیس تاریخ کو قادیان سے شائع ہوتا ہے

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

مارچ سنہ ۱۹۴۴ء

فرقان

ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری

جلد (۳) فہرست مضامین نمبر (۳)

ضروری اطلاع:- فرقان کا مصلح موعود نمبر انشاء اللہ ۱۰ اپریل ۱۹۴۴ء کو شائع ہوگا۔ (ایڈیٹر)

اَلْعَظَمَۃُ وَالْبَقَاءُ لِلّٰہِ

مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ

(عالمِ ربّانی کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے)

ہمارے نہایت پیارے اور واجب الاحترام اُستاد، جماعت احمدیہ کے بہت ہی جلیل القدر عالم، بے نفسی اور تواضع کے مجسم وجود، مخلوقِ خدا کے عموماً اور غرباء و محتاجوں کے خصوصاً دلی ہمدرد و محب حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ مورخہ ۱۷ مارچ بروز جمعہ غروبِ آفتاب کے وقت اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور ۱۸ مارچ بعد نماز عصر بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ خدمتِ دین میں محویت کا ایک کامل نمونہ تھے۔ دن رات خدا اور اس کے پاک رسول صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر ان کا شغل تھا۔ صدر انجمن احمدیہ کے اہم ترین صیغہ ضیافت کے ناظر، جماعت احمدیہ کے قاضی، مجلس افتاء کے رُکن، مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر، مجلس تعلیم کے ممبر، مجلس ارشاد کے صدر کے فرائض باحسن وجوہ ادا کرنے کے علاوہ مسجد اقصےٰ میں روزانہ بخاری شریف کا درس دیتے تھے جس میں ایسی محبت اور رقت سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے کہ دل گداز ہو جاتے تبلیغی اجتماعات اور جلسوں کی روحِ رواں ہوتے تھے۔ اور نوجوانوں کو دین کے سیکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی دلکش اور نہایت مؤثر پیرایہ میں تلقین فرماتے تھے۔ باطل کے خلاف سیف اللہ المسلول کا حکم رکھتے تھے۔ اور ذکر خدا و رسول کے وقت رقیق القلب، دلگداز، بہت گریہ کرنے والے انسان تھے۔ حلیمی، عاجزی، فروتنی اور منکساری میں عدیم المثال وجود تھے۔ اللہ تعالےٰ نے قوتِ افہام و تفہیم اور بیان میں ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ کہ معاند سے معاند کے لئے بھی قائل ہوئے بغیر چارہ نہ ہوتا تھا اخلاق ایسے تھے کہ دشمن بھی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ ہمارے ان اساتذہ میں سے ہیں جنکی محبت اور جن سے ارتباط طالب علموں کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ ان کی خوبیاں یاد رہیں گی اور دل ہمیشہ ان کی بلندی درجات کے لئے دُعا کرتے رہیں گے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کی والہانہ خدماتِ اسلام پر فرمایا۔ کہ وہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ عنہ کی طرح کے بالکل نادر انسان تھے۔ سچ ہے

گرچہ جلیں نیکواں ایں چرخ بسیار آورد ۔۔ کم بزائد مادرے با ایں صفا دُرِّ یتیم

اے ہمارے محسن اور مہربان استاد! آپ نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کو غمزدہ اور اشکبار بناتے ہوئے مولیٰ کریم کے حکم پر لبیک کہا ہے۔ آپ ہمیشہ سے خدا کے دین کے لئے غیور اور مرد مجاہد تھے۔ خدا آپ سے راضی ہو۔ اور جنت الفردوس میں آپ کو بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ آپ نے احمدی جماعت میں نیکی، تقویٰ، علم سیکھنے و سکھانے اور تبلیغ کی جو روح پیدا کی ہے۔ وہ انشاء اللہ ہمیشہ زندہ رہے گی۔ اور آپ کو دائمی اجر ملتا رہے گا ہم اور ہماری آئندہ نسلیں خدا کی اس امانت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فرقان نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جلد ۳ | بابت ماہ امان ۱۳۲۳ھش مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۴ء | نمبر ۳

انبیاءؑ کی جماعتوں میں خلیفے خدا ہی بناتا ہے!

کون ہے جو خدا کی قائم کردہ خلافت کو مٹا سکے؟

(۱)

اللہ تعالیٰ نبوت کے ذریعہ جس کشتِ روحانیت کی تخمریزی فرماتا ہے، اُس کی آبیاری، نشوونما اور حفاظت کے لئے خلافت کو قائم فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا۔ وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (سورہ نور) کہ اللہ تعالیٰ نے عمل صالح بجا لانیوالے ایمانداروں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انہیں اس زمین پر اسی طرح نعمتِ خلافت سے بہرہ ور فرمائے گا جس طرح وہ پہلے انبیاءؑ کی امتوں کو بہرہ ور کرتا رہا ہے۔ اس ذریعہ سے خدا مومنوں کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے تقویت اور تمکنت عطا فرمائیگا۔ ان پر ایام خوف آئیں گے مگر اللہ تعالیٰ ان کو امن سے بدل دیگا۔ وہ خدا کے پرستار ہوں گے اور اس کے غیر کی کسی رنگ میں عبادت نہ کریں گے۔ اس نعمتِ عظمیٰ کے ملنے کے باوجود جو لوگ ناقدری کریں گے وہ خدا کی نظر میں فاسق قرار پائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں نبی کی جماعت میں خلافت کا قیام خدائی وعدہ اور اللہ تعالیٰ کی سنّتِ مستمرہ قرار دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے خلافت کا قیام اپنے ذمہ لیا ہے اور اسے عظیم الشان انعام بتلایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی وفات کے الہامات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"غرض (خدا) دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور ان کی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بےوقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا یعنی خوف کے بعد پھر ہم ان کے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰؑ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں ان کے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیسا کہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بے وقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے۔ اور ایک ان میں سے مرتد بھی ہو گیا۔ سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلا دے۔ سو اب ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔" (رسالہ الوصیت صفحہ ۶)

اس اقتباس سے ثابت ہے، کہ جماعت احمدیہ ایک نبی کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت میں سلسلہ خلافت کو قائم کرے اور اس

زمانہ میں اپنی **زبردست قدرت** اور عظیم الشان **معجزہ** کا اظہار فرمائے۔ اگر جماعت احمدیہ میں خلافت قائم نہ ہو تو اس سے سنت اللہ کا **تبدیل** ہونا لازم آتا ہے۔ ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

(۲)

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال ہوا۔ حضور علیہ السلام کی مندرجہ بالا **وصیت** پر جماعت نے جس طرح **عمل** کیا وہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے **وصایا** مندرجہ رسالہ **الوصیت** کے **مطابق** حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان واقرباء حضرت مسیح موعودؑ و باجازت حضرت ام المومنین **کل قوم** نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت **بارہ سو** تھی والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین سلمہ کو آپ کا **جانشین** اور **خلیفہ** قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔" (اخبار بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی خلافت پر زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ خود سر لوگوں نے محسوس کیا کہ خلافت ہماری من مانی کارروائیوں میں روک ہے اور ادھر غیروں نے کہا کہ مولوی نورالدین صاحبؓ بہت بڑے عالم اور جماعت میں پہلے سے ہی بزرگ تھے ان کے خلیفہ بنجانے میں خدا کی قدرت کا ہاتھ کس طرح مانا جاسکتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب رضی اللہ عنہ وارضاہ اپنے عہد خلافت میں اکابر فریق لاہور کو سمجھانے کیلئے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں جاکر فرماتے رہے کہ:۔

(الف) "سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ **اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا (چادر) کو مجھ سے چھین لے**۔" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ)

(ب) "اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا **خلیفہ** بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور **فاسق** ہے۔ **فرشتے** بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو **ابلیس** نہ بنو۔"

(بدر ۴ جولائی ۱۲ء)

(ج) "خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے

خلیفہ بناتا ہے اور نہ میں میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مروں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہیگا اور خدا اس کو آپ کھڑا کریگا۔ تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تم کو مرتدوں کی طرح سزا دینگے"۔

(د) "جس طرح ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے رضی اللہ عنہما اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحبؑ کے بعد خلیفہ کیا" (بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء)

چھ سالہ عہد خلافت میں حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ نے ہونیوالے **منکرین خلافت** کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ خلیفے خدا بناتا ہے اور خدا کی قائم کردہ خلافت کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ اتمام حجت کے لئے حضور رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں بھی بطور وصیت فرمایا کہ:۔

"خلیفے اللہ ہی بناتا ہے میرے بعد بھی اللہ ہی بنائیگا" (اخبار پیغام صلح ۲۴ر فروری ۱۹۱۴ء)

آخر ۱۳ر مارچ ۱۹۱۴ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔ آہ! جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کو پس پشت پھینکنے پر آمادہ تھے انہوں نے نور الدینؓ ایسے مشفق کی نصیحت پر بھی کان نہ دھرا اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے چند ساتھیوں نے ٹریکٹ کے ذریعہ اور زبانی اعلان کر دیا کہ جو ہو چکا سو ہو چکا اب آئندہ کے لئے خدا کی "قدیم سنت" متروک ہوگئی اس لئے جماعت احمدیہ میں آئندہ سرے سے ہی سلسلہ خلافت نہ ہوگا۔

۳

مولوی محمد علی صاحب کا گمان بالکل غلط ثابت ہوا۔ جماعت احمدیہ نے مولوی صاحب کی "استیصال خلافت" کی تحریک کو پرِ پشہ کے برابر وقعت نہ دی اور ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو اللہ تعالیٰ نے پھر اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ چنانچہ ساری کی ساری جماعت احمدیہ نے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی اور بقول مولوی محمد علی صاحب وہ "چار پانچ آدمی" قادیان سے نکل گئے (پیغام ۲۴ر مارچ ۱۹۱۴ء) تب ظاہر بین انسانوں نے کہا کہ اب جماعت کا شیرازہ بکھر جائیگا کیونکہ جماعت کی قیادت "ایک نوجوان" کے ہاتھ میں دیدی گئی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیا اور دشمنوں کی جھوٹی خوشی کو پامال کر دیا۔

مولوی محمد علی صاحب کو جب آموختہ یاد دلایا گیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے آپ نے خلافت ثانیہ سے علیحدگی

اختیار کر نہیں فلیعہ دا کی ہے تو ان کے نفس نے کہا کہ ہم گذشتہ دنوں یہ آواز سنتے رہے تھے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے مگر ہمارا ایمان یہ نہیں۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کو "پچڑانے" کیلئے لاہور میں "اہل الرائے" اکٹھے کر کے جھٹ پٹ حضرت[1] مولوی غلام حسن صاحب رضی پشاوری مرحوم، حضرت[2] سید حامد شاہ صاحب رضی سیالکوٹی مرحوم، جناب[3] خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کو احمدی کے نام پر بیعت لینے کیلئے تین خلیفے تجویز کر دیا (ضمیمہ پیغام صلح ۲۴ر مارچ ۱۹۱۴ء) یہ اسلئے کیا گیا تا ثابت کریں کہ خلیفہ خدا نہیں بناتا بلکہ انجمن بناتی ہے لیکن خدائے ذو العجائب کی قدرتوں پر قربان جائیں کہ اس نے مولوی محمد علی صاحب اور انکے ساتھیوں کو کیسا سبق دیا حضرت سید حامد شاہ صاحب اور حضرت مولوی غلام حسن صاحب نے اہل پیغام سے علیحدگی اختیار فرما کر سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اقرار کیا کہ واقعی خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور حضرت محمود رضی خلیفہ برحق ہیں۔ تیسرے صاحب جناب خواجہ کمال الدین صاحب اگرچہ بیعتِ خلافت کی توفیق نہ پا سکے مگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے بکلی منقطع تھے۔ جناب خواجہ صاحب نے رؤیا میں مولوی محمد علی صاحب کو دربارِ الٰہی میں "بحیثیت ملزم" اور "زیر عتاب" بھی دیکھا ہے (رسالہ مجدد کامل صفحہ ۱۲۴، ۱۲۵) بہرحال غیر مبایعین کے امیر کی قائم کردہ "خلافت" [illegible] گئی اور خدا کی قائم کردہ جس خلافت کو مٹانے کیلئے انہوں نے یہ سعی ناکام کی تھی وہ خدا کے فضل سے کامیاب رنگ میں قائم ہے۔

۱۹۳۷ء میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری نے فتنہ کھڑا کیا اور بڑے زور شور سے اعلان کیا کہ بیشک جماعت احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقاید پر قائم ہے لیکن میں اسلئے کھڑا ہوا ہوں کہ موجودہ خلیفہ کو معزول کر کے جماعت سے نئے خلیفہ کا انتخاب کراؤں۔ مصری صاحب کو اپنے علم اور رسوخ پر گھمنڈ تھا اور اہل پیغام نے موقعہ کو بسا غنیمت جانکر دامے، درمے، قلمے، سخنے، غرض ہر رنگ میں فتنۂ مصری کو بھڑکانے کی کوشش کی تا کسی طرح اب ہی یہ ثابت ہو جائے کہ انبیاء کی جماعت کے اولین دور میں انسان ہی خلیفہ بناتے اور جب چاہتے ہیں معزول کر سکتے ہیں لیکن سب جانتے ہیں کہ مولوی مصری صاحب اپنے مقصد میں ایسے ناکام ہوئے کہ مرقعِ عبرت بنکر پیغامیوں کے اندر شامل ہو گئے۔

بھائیو! یہ واقعات اتفاقی نہیں بلکہ ان سب میں خدائے قادر کی زبردست قدرت کا ہاتھ ہے۔ خلافتِ ثانیہ کو جو روحانی فتوحات اور آسمانی تائیدات حاصل ہو رہی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں۔ خدا کے فضل اور رحم کیساتھ احمدیت کی کشتی کا یہ ناخدا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لخت جگر محمود، ہمارا محبوب اور مطاع خلیفہ ایدہ اللہ بنصرہ و اطال بقاءہ آج خلافت کے تیس سال پورے کر کے اللہ ہی کی توفیق سے اکتیسویں سال میں داخل ہوتا ہے۔ غیر مبایع بھائیوں سے خدا کیلئے درخواست ہے کہ وہ اب ہی غور فرمائیں اور پرانے سبق کو یاد کریں کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے، اور وابستگانِ خلافت میں شامل ہو جائیں۔ مبایع بزرگوں اور عزیزوں سے التجا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر سجدہ شکر بجا لانیکے ساتھ دردمندانہ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی صحت میں برکت دے، آپ کو درازیٔ عمر عطا فرمائے اور اسلام و احمدیت کو اس عہد سعادت عہد میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین یا ارحم الراحمین +

(خاکسار ابو العطاء جالندھری ۱۴ر مارچ ۱۹۴۲ء)

کیا اہلِ پیغام حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو خلیفہ برحق نہیں مانتے؟

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا تھا :- انّه لعلّ الله يقمصك قميصًا فان ارادك المنافقون على خلعه فلا تخلعه حتى تلقاني (تاریخ الخلفاء صفحہ) کہ اللہ تعالیٰ آپکو ایک قمیص (**خلافت**) پہنائیگا، اگر منافق لوگ اسے اتارنا چاہیں تو آپ اُنکی بات ہرگز نہ مانیں۔ اس حدیث نبوی میں صراحت ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا تھا۔ بیشک وہ رداءِ خلافت کی حفاظت میں شہید ہوگئے مگر کوئی منافق اُنکی خلافت کو مٹا نہیں سکا۔ آج بھی کروڑوں انسان اُنکی خلافتِ حقہ کا اقرار کرتے ہیں۔ غیر مبایعین کو نہ صرف جماعت احمدیہ کی خلافت سے عناد ہے بلکہ ابتدائے اسلام کی خلافت سے بھی ان کا بُغض ظاہر ہوتا جارہا ہے۔ بالخصوص حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت سے۔ چنانچہ پیغام صلح میں مولوی عبدالرحمن صاحب مصری نے لکھا ہے۔ کہ :-

(۱) "حضرت عثمانؓ کو ہی لے لیجیے نیکی اور تقویٰ کے لحاظ سے کیا۔ خدماتِ اسلامیہ کے لحاظ سے کیا۔ رسول کریم صلعم کے داماد ہونیکے لحاظ سے کیا۔ مسلمانوں میں آپکی بڑی شان تھی۔ لیکن آپکی **خلافت** کو ان چند لوگوں نے **ختم کرکے رکھدیا** جنکو آپ ڈاکو چور وغیرہ الفاظ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ اگر آپکا یہ علم درست ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے اور کوئی شخص بھی اسکی خلافت کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو حضرت عثمانؓ **کی خلافت کو چند اوباشوں نے کس طرح مٹا دیا۔**"

پھر حضرت علیؓ کا مقابلہ کرنیوالے بھی کامیاب رہے" کے زیر عنوان لکھا ہے :-

(۲) "حضرت نبی کریم صلعم کے بعد چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ **تسلیم کئے جاتے ہیں**۔ انکی خلافت کے مقابلہ میں حضرت معاویہ کھڑے ہوتے ہیں پھر اس مقابلہ کا جو نتیجہ نکلا وہ بھی آپ سے مخفی نہیں۔" (پیغام صلح ۸ مارچ ۴۴ء)

ان اقتباسات کی روشنی میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا غیر مبایعین اس وقت بالکل **خوارج** کے رنگ میں حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت کا انکار کرنے لگ گئے ہیں؟ خلیفہ بلکہ نبی کے شہید ہوجانے پر بھی اسے ناکام اور اسکی خلافت اور نبوت کا مٹ جانا یا ختم ہوجانا تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر غیر مبایعین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی شہادت کی وجہ سے اُن کی خلافت کے مُنکر ہوگئے ہیں تو کیا ان انبیاء کی نبوت نیز حضرت عمرؓ کی خلافت کا بھی انکار کردیں گے جنہیں وہ خود بھی راہ خدا میں جام شہادت پینے والا مانتے ہیں؟ نامعلوم مولوی مصری صاحب ان لوگوں کو کہاں تک لے جائیں گے؟ اعاذنا اللہ من شر الوسواس +

مذاہبِ باطلہ پر اتمامِ حجّت

اور

حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین!

جناب مولوی محمد علی صاحب نے جوش میں آکر فرما دیا ہے۔ کہ "آج حضرت مسیح موعودؑ کا جانشین دوسرے مذاہب پر اتمامِ حجّت کے لحاظ سے کون ہے؟" (پیغام صلح ۱۵ر مارچ) لیکن اگر غیر مبایع بھائی ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمائینگے تو انہیں ماننا پڑیگا کہ مذاہبِ باطلہ پر اتمام حجّت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود ہیں نہ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے مخالفین پر مندرجہ ذیل پانچ طریقوں سے اتمامِ حُجّت فرمایا:-

اوّل:- عقلی دلائل و براہین سے اسلام کی برتری کو ثابت فرمایا۔

دوم:- قرآن مجید کے کمال کے اظہار کے لئے اسکے معارف و تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج دیا۔

سوم:- اپنے اوپر رؤیا، کشف اور وحی سے ظاہر ہونیوالی اخبارِ غیبیہ کے بیان سے مخالفین پر اتمام حجت فرمایا۔

چہارم:- قبولیتِ دعا میں زعماءِ مذاہب کو مقابلہ کی کھلی دعوت دی۔

پنجم:- معاندین کو آخری الٰہی فیصلہ، یعنی مباہلہ سے فیصلہ کرنیکی طرف بُلایا۔

جناب مولوی محمد علی صاحب نے مخالفین اسلام و احمدیت پر قبولیتِ دُعا، تفسیر نویسی، اخبارِ غیبیہ اور مباہلہ کے لحاظ سے صفر کے برابر بھی اتمامِ حجّت نہیں کی، وہ خود بھی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ باقی رہا عقلی دلائل سے مذاہبِ باطلہ پر اتمامِ حُجّت۔ اس میں بھی مولوی صاحب کا درجہ ایک عام حوالجات جمع کرنیوالے خوردہ گیر مقلد مولوی سے بڑھا ہوا نظر نہیں آتا۔ نادر علمی تحقیق یا جدید اصول کا انکشاف انکے سرمایہ تحریر میں سراسر مفقود ہے۔ اور ظاہر ہے، کہ اِدھر اُدھر کے اقتباسات اُردو یا انگریزی میں جمع کر دینے سے کوئی شخص مذاہبِ باطلہ پر اتمامِ حجّت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین قرار نہیں پا سکتا۔

اسکے بالمقابل حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حالات پر، آپ کی عام تحریرات پر، آپ کی تصنیفات، لیکچروں اور خطبات پر نظر ڈالنے والا غیر متعصب انسان پکار اُٹھیگا کہ واقعی یہ شخص ہر پہلو سے مذاہب باطلہ پر اتمام حجت کرنےمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے ایکطرف اسلام واحمدیت کی برتری ادیانِ باطلہ پر دلائل و براہین عقلیہ سے ثابت کی۔ بادشاہوں، شاہزادوں اور تاجداروں کو مدلل و مبرہن طور پر اسلام کی دعوت دی، عوام تک پیغام حق پہنچایا، فلاسفروں، مدبروں اور سیاستدانوں پر اسلامی تعلیم، تمدن اور سیاست کی افضلیت کا سکہ قائم کردیا۔ متعدد کتب تصنیف فرمائیں، بیسیوں رسالے تحریر کئے، اور سینکڑوں اشتہارات شائع فرمائے۔ اور اس اتمام حجت کے ساتھ ساتھ انباءِ غیبیہ، قبولیتِ دعا، تفسیر نویسی اور مباہلہ کے رُوحانی مقابلہ میں بھی غیر مسلم اور کہلانیوالے مسلمان زعماء و اکابر پر حجت تمام کردی۔ ایک زندہ خدا، دعاؤں کو سُننے والا خدا، ہونیوالے واقعات پر قبل از وقت اطلاع دینے والا خدا دنیا کے سامنے پیش کیا۔ زندہ کتاب، نہ ختم ہونیوالے معارف پر مشتمل کتاب قرآن مجید کو دُنیا کے سامنے رکھا۔ رُویا کے نمونے، کشوف و الہامات کی منہ بولتی مثالیں پیش فرمائیں۔ تا اہلِ دُنیا پھر زندہ خدا پر زندہ ایمان لائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جانشینی اور یہ ہے ادیانِ باطلہ پر اتمام حجت۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اس میدان میں نکلنے کی جرأت کرسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی خصوصیت میں روحانی امور میں اتمام حجت کو ہی ذکر فرمایا ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا خدا جو آسمان اور زمین کا مالک ہے میں اس کو گواہ رکھکر کہتا ہوں کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور وہ اپنے نشانوں سے میری گواہی دیتا ہے۔ اگر **آسمانی نشانوں** میں کوئی میرا مقابلہ کرسکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر **دعاؤں کے قبول** ہونےمیں کوئی میرے برابر اُتر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر **قرآن کے نکات اور معارف** بیان کرنےمیں کوئی میرا ہم پلہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر **غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار** جو خدا کی اقتداری قوت کیساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں اُن میں کوئی میری برابری کرسکے تو میں خدا کیطرف سے نہیں ہوں۔" (اربعین ص۳-۴)

اے کاش! ہمارے بھائی غور فرمائیں کہ آج دوسرے مذاہب پر اتمام حجت کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانشین کون ہے۔ اور پھر اس سے وابستہ ہو جائیں ✚

ضروری تردید

ہم بخوشی اعلان کرتے ہیں کہ پیغامی مصادر سے ہمیں جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے بھائی ہو جانیکی جو اطلاع ملی تھی وہ سراسر غلط تھی، محض ذاتی عناد کا نتیجہ تھی۔ مکرم جناب ماسٹر صاحب نے قولاً و عملاً اس کی تردید فرمادی ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً ✚

شذرات

چند نہایت ضروری نوٹ

(۱) مولوی محمد علی صاحب کا خطرناک حملہ

جب سے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اعلان فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر فرما دیا ہے۔ کہ تو ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اس وقت سے جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی ایک خاص حالت ہے۔ استہزاء، طعنہ زنی اور دشنام دہی ان کا معمول ہو رہا ہے۔ استہزاء کے نمونہ کے لئے مولوی صاحب کے دو فقرے پیش کرتا ہوں۔ کہتے ہیں:

(۱) "مریدوں نے گواہی دیدی۔ کہ کچھ ہو گیا ہے۔ اور اوپر سے اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تاوقت بادشاہ کی طرح ایک خطاب دیدیا" (پیغام ۸- مارچ)

(۲) "اس زمانہ میں خوابیں بھی لمبی آتی ہیں۔ جبکہ لکھنے اور پراپیگنڈا کے سامان بہت ہیں" (۹- فروری) گویا مولوی صاحب کے استہزاء کا نشانہ رؤیا و کشوف اور خود ذات باری بھی ہے (نعوذ باللہ من ھٰذہ الوتیرۃ) اسی سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق لکھا ہے۔

"عقائد بھی ایسے ناپاک کہ ان کی وجہ سے سارے مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے" (پیغام ۸ر مارچ ۴۴ء)

مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین کو کافر قرار دینا "ناپاک عقیدہ" ہے۔ یہ کہہ کر مولوی صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ حالانکہ اس حملہ کی زد سب سے پہلے حضرت(۱) مسیح موعود علیہ السلام، حضرت(۲) خلیفہ اول مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ، حضرت(۳) مولانا عبد الکریم رضی اللہ عنہ، اور حضرت مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی رضی اللہ عنہ پر پڑتی ہے۔ کیونکہ:-

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:- "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳)

(۲) حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:- "اگر اسرائیلی مسیح رسول کا منکر کافر ہے تو محمدی مسیح رسول کا منکر کیوں کافر نہیں؟ اگر اسرائیلی مسیح موسیٰ کا خاتم الخلفا

یا خلیفہ یا متبع ایسا ہے۔ کہ اس کا منکر کافر ہے۔ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم الخلفاء یا خلیفہ یا متبع کیوں ایسا نہیں۔ کہ اس کا منکر بھی کافر ہو؟ اگر وہ مسیح ایسا تھا۔ کہ اس کا منکر کافر ہے۔ تو یہ مسیح بھی کسی طرح کم نہیں۔ یہ محمدی مسیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا جانشین۔ اور اس کا غلام ہے۔" (اخبار الحکم ۲۴ر اگست ۱۹۰۲ء ص ۱۲)

(۳) حضرت مولوی عبد الکریم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ "اگر ربوبیت کے فیضان پر یقین ہوتا۔ تو اس وقت مسیح موعود کا انکار نہ کیا جاتا۔ یاد رکھو۔ کہ مسیح موعود کا انکار کفر بالرب ہے۔" (الحکم ۱۰۔ نومبر ۱۹۰۲ء)

(۴) حضرت حکیم فضل الدین صاحب رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔ "حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں۔ اور نبی اللہ کا منکر کافر ہے بالاتفاق۔" (اخبار الحکم ۲۴ر مئی ۱۹۰۶ء ص ۱۰)

ان اقتباسات کے متعلق غیر مبایعین نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ پس مولوی محمد علی صاحب نے "ناپاک عقائد" کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعودؑ۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ حضرت مولوی عبد الکریم رضؓ حضرت حکیم فضل الدین صاحب رضؓ اور ساری جماعت احمدیہ پر خطرناک حملہ کیا ہے۔ سنجیدہ مزاج غیر مبایع دوست غور فرمائیں۔ کہ مولوی صاحب کس طریق پر جا رہے ہیں؟

۲۔ کیا حضرت مسیح موعودؑ کے دعوی کی بنیاد وحی پر نہ تھی؟

جناب مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں:۔ (الف) "آپ (حضرت مسیح موعودؑ) نے بھی اپنے دعوےٰ کی بنیاد حضرت نبی کریم صلعم کی احادیث اور قرآنی اشارات پر رکھی۔"

(ب) "ہم نے حضرت مرزا صاحب کو ان کی خواب یا الہام کی وجہ سے نہیں مانا۔" (پیغام ۴ر مارچ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔ "مولوی ثناء اللہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کو مسیح موعود کی پیشگوئی کا خیال کیوں دل میں آیا۔ آخر وہ حدیثوں سے ہی لیا گیا۔ پھر حدیثوں کی اور علامات کیوں قبول نہیں کی جاتیں۔ یہ سادہ لوح یا تو افتراء سے ایسا کہتے ہیں۔ یا محض حماقت سے۔ اور ہم اس کے جواب میں خدا تعالے کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں۔ کہ میرے اس دعوے کی حدیث بنیاد نہیں۔ بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے۔ جو میرے پر نازل ہوئی۔" (اعجاز احمدی ص ۳۰)

مولوی محمد علی صاحب حضرت اقدس کے دعوےٰ کی بنیاد احادیث پر قرار دیتے ہیں۔ حضرت اقدس اس کا انکار فرماتے ہوئے اسے "افتراء یا حماقت" قرار دیتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب حضرت مسیح

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ کی بنیاد حضورؑ کی وحی کو نہیں مانتے۔ حضور اسے بنیاد قرار دیتے ہیں۔ اندریں حالات اہل پیغام غور فرمائیں۔ کہ ان کے امیر کا راستہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے راستے سے مختلف ہے۔ یا نہیں؟

(۳) "اسلام کا پیغام دُنیا کے کناروں تک"

مولوی محمد علی صاحب "ترجمہ" کے ذکر سے ذرا فارغ ہو کر فرماتے ہیں "ہم اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہونچانے کے لئے اُٹھے ہیں" (۸۔ مارچ) مگر سوال تو یہ ہے کہ گزشتہ تیس سال میں آپ نے کوئی مشن قائم کیا؟ کیا آج آپ کی انجمن کا کسی بیرونی ملک میں کوئی مشن موجود ہے ووکنگ مشن خواجہ صاحب نے آپ سے الگ کر لیا۔ اور غیر احمدیت کے رنگ میں رنگین کر دیا مغربی افریقہ میں ہماری مخالفت کے لئے آپ نے آدمی بھیجا۔ جو چند ماہ بعد واپس آ گیا مرزا ولی احمد بیگ آپ کی انجمن سے بیزار ہو کر واپس آیا۔ برلن سے شیخ محمد عبداللہ صاحب ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر کے واپس آ گئے۔ الغرض کوئی ایک بھی ملک نہیں۔ جہاں آپ کا تبلیغی مشن موجود ہو۔ سپین مشن کے متعلق جو غلط پروپیگنڈا پیغام صلح وغیرہ میں قبل از وقت ہوتا رہا۔ وہ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ حالانکہ اب تک مشن نہیں کھلا۔ ہاں میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ترجمہ قرآن کی بکری سے آپ کے کمیشن پر اثر پڑتا ہے اس کا اہتمام آپ نے خوب فرمایا۔ اور قریباً ہر خطبہ کا مخص "ترجمہ" ہی ہوتا ہے۔

(۴) لیمزقنھم کا تازہ ثبوت

مولوی محمد علی صاحب خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں کہ "۱۹۱۴ء میں ایسا بھی کہا گیا۔ لیمزقنھم۔ خدا ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا۔ یہ اصل میں ان کی تمنا تھی جس نے الہام کا رنگ پکڑ لیا" (پیغام یکم مارچ ۱۹۴۲ء)

اکابر غیر مبایعین کی اندرونی حالت اور باہمی روابط پر گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں۔ نامعلوم مولوی محمد علی صاحب سب کچھ جانتے بوجھتے پھر کیوں کہہ دیتے ہیں۔ کہ لیمزقنھم کا الہام پورا نہیں ہوا؟ خواجہ کمال الدین صاحب نے جس طرح علیحدگی اختیار کی۔ وہ تمزیق کا بدیہی ثبوت تھا۔ پھر حضرت مولوی غلام حسن صاحب پشاوری سابق وائس پریزیڈنٹ کا جماعت احمدیہ قادیان میں شمولیت اختیار کرنا سب کے سامنے کا واقعہ ہے۔ اندرونی حالات کا جن کے باعث مولوی محمد علی صاحب احمدیہ بلڈنگس چھوڑ کر اچھرہ میں سکونت پذیر ہونے پر مجبور ہو گئے۔ ایک لمبا قصہ ہیں۔ ابھی حال ہی میں اللہ تعالیٰ نے اس الہام کے پورا کرنے کا تازہ ثبوت دیدیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب

جو غیر مبایعین کی انجمن کے آڈیٹر اور مولوی محمد علی صاحب کے امام الصلوٰۃ تھے۔ نیز خان بہادر میاں محمد صادق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس جو غیر مبایعین کی انجمن کے آنریری جنرل سیکرٹری تھے۔ مورخہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۴۷ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے دست مبارک پر بیعت خلافت کر کے جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہوگئے۔ الحمد للہ۔ کیا مولوی صاحب کے نزدیک ابھی لیمزقنہم کا الہام پورا ہوا یا نہیں؟

(۵) غیر مبایعین کی "اشاعت اسلام" کے متعلق ان کے جنرل سکرٹری کی دلچسپ گواہی

جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب نے جماعت احمدیہ قادیان میں شمولیت کے سلسلہ میں ایک اعلان اخبار "الفضل" (۱۴ مارچ) میں شائع فرمایا ہے جس میں انہوں نے فریق لاہور کے طریق عمل اور "اشاعت اسلام" کا مختصر مگر دلچسپ ذکر فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"جماعت لاہور کی ترقی مسدود ہے۔ اور مستقبل بھی مشکوک ہے۔ زیادہ تفصیلات کی ضرورت نہیں سرمد شہید احر کی مندرجہ ذیل رباعی میں اس کا پورا نقشہ نظر آتا ہے۔ ؎

یاراں چہ قدر راہِ دورنگی دارند مصحف بہ بغل دین فرنگی دارند
پیوستہ بہم چو مہرہ ہائے شطرنج در دل ہمہ فکر خانہ جنگی دارند

نہ تو احمدیہ بلڈنگس میں، اور نہ ہی مسلم ٹاؤن میں کوئی احمدیت کا چرچا ہے اور نہ ہی کوئی عملی کوشش ہے۔ کہ لوگوں کو سلسلہ میں لایا جائے۔ اور اشاعت اسلام اور تبلیغی کوشش اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کہ ہفتہ میں ایک خطبہ جمعہ ہو جائے۔ یا کچھ کتب فروخت ہو جائیں۔ اخبارات بھی برائے نام ہیں۔ اور ایک مُردنی سی مسلط ہے بمقابلہ اس کے جماعت قادیان کا ہر فرد جوشِ تبلیغ سے مخمور اور سرشار ہے۔ اور جماعت کا قدم شاہراہ ترقی پر مضبوطی سے قائم ہے۔ اور مستقبل بھی روشن معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں جماعت لاہور سے علیحدہ ہو کر جماعت قادیان سے تعلق قائم کرنا ضروری تصور کرتا ہوں۔ احباب جماعت سے درخواست ہے۔ کہ میرے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ استقامت اور توفیق عمل عطا فرمائے۔ والسلام۔ محمد صادق۔ قادیان ۱۰/۳/۴۷"

(۶) مولوی محمد علی صاحب کا فوٹو

پیغام صلح (۱۶ر فروری) میں ایک "جدت" اختیار کی گئی ہے۔ یعنی جناب مولوی محمد علی صاحب کا اس زمانہ کا فوٹو شائع کیا گیا ہے۔ جب آپ قادیان ہوتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور

رسول مانا اور کہا کرتے تھے۔ اس فوٹو کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کی پشت پر دائیں طرف کو کسی نے ایک کتاب رکھی ہوئی ہے جس پر قرآن شریف لکھا ہوا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اس فوٹو کے متعلق کہتے ہیں کہ:۔

"یہ معمولی چیز ہے۔ مگر ایک عجیب بات ہے۔ جسے تصرفِ الٰہی کہنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس فوٹو میں دائیں طرف کسی شخص کا ہاتھ ہے جس میں ایک کتاب ہے۔ اس پر لکھا ہوا ہے قرآن شریف۔ یہ کہاں سے آیا۔ اس وقت قرآن مجید کے ترجمہ کا کسی کو خیال نہ تھا۔"

مولوی صاحب فوٹو میں خالی ہاتھ ہیں۔ قرآن شریف کسی اور شخص کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ مولوی صاحب کے پیچھے ہے۔ کیا یہ "تصرفِ الٰہی" ہے؟ پھر اس فوٹو میں "قرآن شریف" کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ اور مولوی صاحب کا سارا زور ترجمہ پر ہے۔ حتیٰ کہ ان کی طرف سے عربی اصل کو چھوڑ کر صرف ترجمہ بھی فروخت ہو رہا ہے۔ کیا اس میں یہ اشارہ نہ تھا۔ کہ مولوی صاحب "ترجمہ کے خیال" کی بجائے اصل قرآن شریف

کی طرف زیادہ توجہ دیں؟

(۷) اُف! اس قدر غلط بیانی!! مناظرہ سے گریز کس نے کیا؟

مولوی صاحب نے مسجد کے منبر پر کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ:۔ "ہم نے اتنی دفعہ کوشش کی۔ کہ میاں صاحب باہر نکلیں۔ اور اپنے عقائد کی صحت کو دلائل سے اور حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے بیان کریں۔ مگر وہ اس طرف نہیں آتے۔" (پیغام ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے عقائد کی صحت کو دُنیا پر ثابت کر دیا۔ اور غیر مبایعین پر بھی اتمامِ حجت کر دی۔ اور اس بارے میں حضور کی کامیابی کا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی اقرار کر چکے ہیں۔ اگر کہو۔ کہ مولوی محمد علی صاحب سے مناظرہ کیوں نہیں کرتے۔ تو اس کا جواب صاف ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے ہر مرتبہ گریز فرمایا ہے۔ فرقان کے صفحات شاہد ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے مولوی محمد علی صاحب کے چیلنج مناظرہ دربارہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ کو کھلے طور پر منظور فرمایا۔ پھر جب مولوی صاحب نے انحراف کے لئے مسئلہ خلافت اور کفر منکرین مسیح موعود کو بھی موضوعِ مناظرہ قرار دینے پر زور دیا۔ تو حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ:۔

"جہاں تک مسائل کا تعلق ہے۔ میں مولوی محمد علی صاحب سے تحریری بحث اول انکارِ مسیح موعود علیہ السلام۔ دوم نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ سوم مسئلہ خلافت کے متعلق کر سکتا ہوں۔" (فرقان اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۶)

اس اعلان کے بعد ایک دفعہ بھی مولوی محمد علی صاحب نے نہیں کہا۔ کہ انہیں ان ہر سہ اختلافی مسائل پر مناظرہ منظور ہے یا نہیں۔ فرقان میں بار بار ان سے مطالبہ ہوا۔ مگر وہ خاموش ہیں۔ آخر نومبر ۱۹۴۳ء کے رسالہ میں خاکسار نے مولوی صاحب سے درخواست کی کہ:-

"آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اِن تینوں مسائل پر بھی آپ سے مناظرہ منظور فرما لیا۔ اس امر کا بار بار اعلان ہو چکا ہے۔ مگر اب آپ کی طرف سے خاموشی کا عجیب دور ہے۔ اگر آپ چیلنج واپس لے چکے ہیں۔ تو خدارا مطلع فرمایئے۔ تاکہ اس معاملہ کو ختم سمجھا جائے۔ کیا آپ جواب دیں گے؟"

اس درخواست کا بھی آج تک جواب نہیں دیا۔ مگر کتنا افسوس ہے۔ کہ بایں ہمہ مسجد میں جمعہ کے روز مولوی صاحب اس قدر غلط بیانی کرتے ہیں۔ کہ میاں صاحب اپنے عقائد کی صحت ثابت کرنے کی طرف نہیں آتے۔ مولوی محمد علی صاحب کا گریز اتنا نمایاں ہے۔ کہ اب سوائے ان کے کوئی دوسرا شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہمیں گریز ثابت کرنے سے کیا فائدہ؟ اب بھی اگر مولوی محمد علی صاحب میں جرأت ہے۔ تو ہر سہ اختلافی مسائل پر سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ سے مناظرہ کرنے کے لئے نکلیں۔ کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں؟

(۴) شیر بننے، اور جنگل میں جانے کا شوق!

جناب مولوی محمد علی صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی اس رؤیا کا ذکر کیا جس میں مولوی صاحب کا قد چھوٹا نظر آیا۔ اور پھر فرمایا۔ کہ:-

"کسی شخص نے ایک تصویر بنائی جس میں شیر کو اپنے قابو میں کیا ہوا تھا۔ شیر سے کسی نے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ تصویر تو انسان نے بنائی ہے جنگل میں شیر اور انسان اکٹھے ہوں۔ تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ کونسا غالب ہوتا ہے کونسا مغلوب۔ خواب میں میاں صاحب جتنا چاہیں۔ اپنے آپ کو لمبا کریں۔ اور دوسرے کو چھوٹا۔ مگر واقعات کیا ہیں؟" (پیغام ۱۵۔ مارچ ۱۹۴۴ء)

اس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ عالم رؤیا میں مقابلہ سے مولوی صاحب عاجز ہیں۔ وہ تو روحانی انسانوں کا میدان ہے۔ اس لئے وہ "واقعات" کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مگر اسی خطبہ میں واقعات کو بایں الفاظ تسلیم کیا ہے۔ کہ:- "غلبہ تو لمبے پیجامیوں کی ڈھائی بوٹیوں پر۔ اور وہ بھی یہ کہ ہم تعداد میں ان سے زیادہ ہیں۔"

معلوم ہوا۔ کہ یہ "شیر" عالم مثال میں بھی مغلوب ہے۔ اور عالم واقعات میں بھی۔ یعنی شہر میں بھی "انسان" اس پر غالب ہے۔ اور جنگل میں بھی ؛

(۹) جمہوری نظام کا ثبوت کیا ہے؟

مدیر پیغام مقالہ افتتاحیہ ۱۵۔ مارچ میں لکھتے ہیں۔ کہ غیر مبایعین کا نظام جمہوری نظام ہے۔ اور یہ نظام حریت اور مساوات کا حامل ہے۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے بھی دریافت کر چکے ہیں۔ اب پھر عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ جمہوری نظام کیسا ہے جس میں تئیس برس سے ایک ہی شخص صدارت کی کرسی پر جما بیٹھا ہو۔ نہ انتخاب ہوتا ہے۔ اور نہ اس کے مقابل کسی کو ووٹ دیئے جاتے ہیں مجلس کا صدر آخر پانچ دس سال کے لئے ہوتا ہے۔ نہ کہ عمر بھر کے لئے اسی کے نام پر اجارہ ہو جائے۔ مگر یہ ایسی انوکھی جمہوریت ہے۔ کہ آپ میں صدر کا دل ہی نہیں چاہتا۔ کہ کرسی صدارت کو کسی اور کے لئے خالی کرے۔ یہ درست ہے۔ کہ غیر مبایعین کے کارکنوں میں مولوی صاحب کے کافی رشتہ دار ہیں۔ تاہم جمہوریت کا تقاضا ہے۔ کہ سارے ممبروں کے ووٹوں سے سال بسال نیا صدر ہوا کرے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کو فارغ کر کے کچھ عرصہ کے لئے جناب مولوی صدر الدین صاحب کو صدر بنا لیا جائے۔ اس طرح مولوی صاحب کو "آرام" کا موقعہ بھی مل جائے گا۔ اور جمہوریت کا لفظ بولنا بھی روا ہو جائے گا۔ غیر مبایع دوست آخر خلافت کے تو قائل ہی نہیں۔ کہ اس میں تبدیلی ہو سکے۔ یہ تو جمہوریت کے صدر کا سوال ہے۔ اس میں تبدیلی عین مناسب ہے۔ ہمارا تو صرف مشورہ ہے۔ عمل کرنا غیر مبایع دوستوں کا اپنا کام ہے؛

(۱۰) کیا والیان ریاست اور گدی نشین کلمہ گو نہیں؟

پیغام صلح لکھتا ہے:- "ان والیان ریاست اور گدی نشینوں کا تو ذکر ہی چھوڑو۔ ان سے تو شرک کی بو آتی ہے۔ یہ لوگ آج اسلام اور دین متین کے محافظ ہیں۔ اور مسلمانوں کو صرف اپنی دنیوی وجاہت کے سجدوں پر مجبور کرتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ انہیں یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کہ وہ مسلمان ہیں" (۱۵۔ مارچ ۱۹۴۲ء)

جب غیر مبایعین کا اصل یہ ہے۔ کہ جو بھی کلمہ گو ہے وہ بہرحال مسلمان ہے۔ اور وہ اسے مسلمان کہتے ہیں تو صاف ظاہر ہے۔ کہ جب ان کلمہ گو والیان ریاست اور گدی نشینوں کو مسلمان کہتے ہوئے اہل پیغام کو "شرم" نہیں آتی۔ تو ان بیچاروں کو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں کیونکر شرم آئے گی؟ غیر مبایع دوستوں سے عرض کہ یا تو یہ اعلان فرمائیں۔ کہ ہر کلمہ گو مسلمان نہیں۔ اور یا پھر ان والیان ریاست کلمہ گوؤں کو خواہ وہ انجمن غیر مبایعین کو ایک پیسہ چندہ نہ دیں۔ مسلمان کہنے سے مت شرمائیں۔ یہ دورخی آخر کب تک؟

حضرت سیدہ اُمِ طاہر احمد رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا پاکیزہ نمونہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی حرمِ محترم، طبقہ نسواں کی بہترین ہمدرد، مساکین و بیواؤں کی مددگار، لجنہ اماء اللہ کی رُوحِ رواں، اور اسلام و احمدیت کے لئے ہر قربانی کرنے والی مومنہ، قانتہ حضرت سیدہ اُمِ طاہر احمد رضی اللہ عنہا کو ۵ مارچ ۱۹۴۴ء کو خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس سانحہ پر دلوں میں درد پیدا ہوا۔ اور وہ لمبے زمانہ تک رہے گا۔ آنکھیں اشکبار ہوئیں۔ اور سیدہ مرحومہ کی بلندیٔ درجات کے لئے دل کی گہرائیوں سے دُعائیں اُٹھیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے اس تیئس ۲۳ سالہ رفیقۂ حیات کی جُدائی پر جن پاکیزہ جذبات اور راضی بالقضاء رہنے کا اظہار فرمایا۔ وہ جملہ احمدیوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں حضور اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"تیرہ سو سال کے لمبے عرصہ اور ہزار سال کے فیج اعوج کے بعد خدا نے پھر چاہا۔ کہ اس کے بندے اس کی طرف واپس آئیں۔ خدا نے پھر چاہا۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام دُنیا میں پھیلے۔ خدا نے پھر چاہا۔ کہ توحید کو دُنیا میں قائم کرے۔ خدا نے پھر چاہا۔ کہ شیطان کو آخری شکست دے کر دین کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر دے۔ پس آج جبکہ ہمارے رب کے لئے خوشی کا دن ہے۔ ہمارے رنج اس کی خوشی پر قربان۔ ہم اس کی خوشی کے دن منحوس بنانے والے کون ہیں؟ جتنے احسانات اللہ تعالیٰ نے ہم پر کئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ اگر ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ، اور اگر ہماری بیویوں اور ہمارے بچوں کا ذرہ ذرہ آروں سے چیر دیا جائے۔ تب بھی ہم نہیں کہہ سکتے۔ کہ ہم نے اس کے احسانوں کا کوئی بھی شکریہ ادا کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ میں یا تم میں سے سارے اس مقام پر ہیں۔ مجھ میں بھی کمزوریاں ہیں۔ اور تم میں بھی۔ لیکن سچی بات یہی ہے۔ اور جو بات اس کے خلاف ہے وہ یقیناً ہمارے نفس کا دھوکا ہے۔ آج آسمان پر خدا کی فوجوں کی فتح کے نقارے بج رہے ہیں۔ آج دُنیا کو خدا کی طرف لانے کے سامان کئے جا رہے ہیں۔ آج خدا کے فرشتے اس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں۔ اور ہم بھی اس گیت میں ان فرشتوں کے ہمنوا اور شریک ہیں۔ اگر ہم جسمانی طور پر غمزدہ ہیں اور ہمارے دل زخم خوردہ ہیں۔ تب بھی مومنانہ طور پر ہمارا یہی فرض ہے۔ کہ ہم اپنے رب کی فتح اور اس کے نام کی بلندی کی خوشی میں شریک ہوں۔ تا اس کی بخشش کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اور ہمارے غموں کو خود ہلکا کرے کہ رُوح اس کے آستانہ پر جھکی ہوئی، گو گوشت پوست کا دل دکھ محسوس کرتا ہے"

(الفضل ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء ص ۵)

قسط دوازدہم

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق

حضورؑ کے صحابہؓ کی شہادتیں

ہمارے اور غیر مبایعین کے موجودہ اختلاف میں یہ امر فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کے زمانہ میں ایمان لانے والے صحابہ نے آپ کو نبی اور رسول سمجھا، یا نہیں؟ ۱۹۰۸ء میں حضرت اقدس علیہ السلام کا وصال ہوا ہے۔ اس سے قبل اگر جماعت احمدیہ اور صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو نبی یقین کرتے تھے اور وہی عقیدہ رکھتے تھے۔ جو آج جماعت احمدیہ قادیان رکھتی ہے۔ تو یہ ایک قطعی دلیل ہے کہ اہل پیغام غلطی پر ہیں۔ انہوں نے اصل عقیدہ سے انحراف کیا ہے۔ اور جماعت احمدیہ قادیان کا عقیدہ درست ہے۔

ہم نے اس سے پیشتر بھی غیر مبایعین سے مطالبہ کیا ہے۔ کہ وہ ایسے صحابی پیش کریں جو ۱۹۰۸ء تک اعتقاد رکھتے رہے ہوں کہ حضرت مسیح موعود نبی نہیں۔ بلکہ غیر نبی ہیں اور وہ اس اعتقاد پر حلف اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ آج پھر اعلان کرتے ہیں کہ اگر غیر مبایع دوستوں میں ایسی حلفیہ شہادت دینے والے صحابی موجود ہوں۔ تو وہ ان کی ایسی شہادتیں یا خود "پیغام صلح" میں شائع فرما دیں۔ ورنہ ہمیں ارسال فرمائیں۔ تا فرقان میں شائع ہو سکیں۔ کیا غیر مبایعین کوئی ایک بھی قابل اعتماد شہادت پیش کر سکتے ہیں؟

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے بارے میں صحابہؓ کی سینکڑوں حلفیہ شہادتیں نظارت تالیف و تصنیف کے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ہم حسب گنجائش ان میں سے بعض شہادتیں شائع کرتے رہے ہیں۔ یہ سال بظاہر فرقان کا آخری سال ہے۔ اس لئے تجویز ہے کہ اس سال کے دوران میں کم از کم ۳۱۳ صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہادتیں ضرور شائع ہو جائیں۔ چورانوے شہادتیں دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء تک شائع ہو چکی ہیں۔ آج نمبر ۹۵ سے شروع کی جاتی ہیں:

(ایڈیٹر)

(۹۵)

جناب ملک برکت علی صاحب گورنمنٹ پنشنر گجرات کی شہادت

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اور اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا۔ نہ کہ بطور استعارہ اور مجاز کے رنگ میں"۔

(۹۶)

جناب میاں رحیم بخش صاحب مالکنڈ حال گجرات کی گواہی

"میں نے بیعت ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔ میں اس وقت بھی حضرت مسیح موعودؑ کو اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ نہ کہ استعارہ اور مجاز کے طور پر" ۲۵/۴/۲۳

(۹۷)

جناب شیخ محمد حیات صاحب کی شہادت

"میں اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی بحرک مولوی نور محمد صاحب مرحوم ساکن مانگٹ تحصیل و ضلع لدھیانہ تھے۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضورؑ کو اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کیا تھا۔ اور یہ کہ حضورؑ کو یہ مرتبہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ملا ہے۔ آپ ہرگز بناوٹی یا جھوٹ موٹ کے نبی نہ تھے"۔ محمد حیات موگا منڈی۔ ضلع فیروزپور ۲۵/۴/۲۶

(۹۸)

جناب حکیم عبدالعزیز صاحب طبیب شہر فیروزپور کا حلفیہ بیان

"میں اللہ تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتا ہوں۔ کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ۱۹۰۱ء میں بیعت کی تھی۔ ہم نے تمام گھر کے آدمیوں نے اور میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رسول اور نبی حقیقی معنوں میں یقین کرتے ہوئے جنہوں نے حضرت نبی کریم صلعم کے طفیل خدمت قرآن و احیاء اسلام کے لئے نبوت کا مقام پایا ہے۔ حضورؑ کی بیعت کی تھی۔ ایسی نبوت کے بارے میں ہمارا بائیکاٹ ہوا۔ دھکے ملے۔ ماریں کھائیں۔ مسجد جس کے متولی ہم تھے۔ چھوڑنی پڑی"۔

عبدالعزیز احمدی طبیب متصل احمدیہ مسجد شہر فیروزپور

جناب حکیم محمد قاسم صاحب قریشی لالہ موسیٰ ضلع گجرات کی حلفیہ شہادت

(۹۹)

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے جون ۱۹۰۲ء میں بیعت کی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مَیں نے صحیح طور پر نبی اللہ اور رسول اللہ مانا تھا جس پر کہ میں قائم ہوں۔ مَیں نے حضور کی خدمت میں ایک قصیدہ لکھا تھا جس کا پہلا بیت یہ تھا ؎

اَے رسُول قادیانی مظہر نورِ نبی ؐ ٭٭ از وجودت جاں رواں شد بازور دینِ نبی

باقی رہا ذریعہ حصول نبوت۔ سو یہ حضور کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمتِ قرآن، اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے ملی تھی۔ ہمارا عقیدہ اس وقت سے لے کر جبکہ میں نے بیعت کی تھی۔ یہی ہے۔ کہ جو شخص میرزا صاحب کی نبوت، کا منکر ہے۔ وُہ کافر ہے۔ اس لئے کہ مرزا صاحب علیہ السلام کی نبوت جو کہ نبی کریم علیہ السلام کی ظلّی نبوت ہے۔ اس کا ماننا ایسا ہی فرض ہے۔ جیسا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے جُدا نہیں۔ یہ تھا ہمارا عقیدہ جس پر کہ میں قائم ہوں۔ اور بفضلہ تعالےٰ اسی عقیدہ پر دُنیا سے گزرنے کے لئے بھی دست بدعا ہوں۔ آمین"

(۱۰۰)

جناب قاضی محمد یوسف صاحب فاروقی پشاور کا حلفیہ بیان

"میں خدا تعالےٰ کو حاضر ناظر جان کر یا قرار صالح تحریر کرتا ہوں۔ کہ خاکسار نے جنوری ۱۹۰۲ء میں بذریعہ خط اور دسمبر ۱۹۰۲ء میں سیدنا حضرت احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر مسجد مبارک میں بیعت کی تھی جس وقت میں نے حضرت عیسےٰ ناصری علیہ السلام کو جمیع رسل کی طرح وفات یافتہ مان لیا تھا۔ اور حضرت احمد علیہ السلام کو وُہ موعود یقین کیا تھا۔ جس کو احادیث صحیحہ میں سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علیٰ نبی اللہ کا نام دیا تھا۔ اور امامکم منکم سے یہ سمجھا تھا۔ کہ وُہ حضرت خاتم النبیین کا تابع امتی اور اُن کے فیض سے فیضیافتہ ہے۔ اس وقت ایک غلطی کا ازالہ تازہ شائع ہوا تھا۔ اور جو تشریح اس میں درج ہے۔ وہی میرا ایمان اس وقت بھی تھا۔ اور اب بھی ہے۔ میں غیر نبی مسیح موعود کا نہ معتقد اور منتظر تھا۔ اور نہ اب ماننے کے واسطے تیار ہوں۔ کیونکہ امتِ محمدیہ میں اس حیثیت کا کوئی شخص موعود اور موسوم یہ نہیں۔ میرے عقیدہ کی بنا سیدنا حضرت محمد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے احادیث صحیحہ اور تیرہ سو سال کا متفق علیہ

عقیدہ فرقِ اسلامیہ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک غلطی کا ازالہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء
تھا۔ جو حلفیہ شہادت میں نے سنہ ۱۹۱۵ء میں دی تھی۔ وہ فارسی نظم میں ہے۔ اور اخبار فاروق"
جلد ۱ نمبر ۱۶ مورخہ ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکی ہے۔ ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء"

(۱۰۱)

چودھری عبد الواحد خان صاحب کاٹھ گڑھ ضلع ہوشیار پور کا بیان

"سنہ ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ جبکہ میری عمر ۱۳/۱۴ سال کی تھی۔ میرا ایمان شروع سے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تابع شریعت نبی کا ہے۔ اور دعا ہے۔ کہ مولا کریم اسی ایمان کے ساتھ اپنے حضور بلائے۔ آمین"

(۱۰۲)

جناب چودھری علی شیر صاحب زیرہ ضلع فیروز پور کی شہادت

"میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اور باقرار صالح بیان کرتا ہوں۔ کہ میں نے دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء کے جلسہ سالانہ پر حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر مسجد اقصیٰ میں جمعہ کے روز بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت صاحب کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ جس طرح کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ آنے والا نبی اللہ ہوگا۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام آپ کو عطا ہوا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے۔ کہ جس طرح یہ مسئلہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے عہد خلافت میں صاف اور روشن ہوا ہے۔ اس وقت اس طرح نہیں تھا۔ استعارہ اور مجاز کے الفاظ محض غیر احمدیوں کو سمجھانے کے لئے تھے۔ میں پہلے اہلحدیث تھا۔ حدیث کے بموجب میرا یہی ایمان تھا۔ کہ آنے والا مسیح محمدی نبی اللہ ہوگا۔ نبی اللہ ہوگا"

(۱۰۳)

میاں غلام محمد صاحب پھیرو چیچی ضلع گورداسپور کی شہادت

"میں نے سنہ ۱۹۰۰ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ اور اب بھی کرتا ہوں۔ نیز بندہ کا یقین اور ایمان اسی وقت سے یہی ہے کہ حضور نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن اور احیاء اسلام کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا"

(۱۰۴)

جناب سید دلاور شاہ صاحب بخاری لاہور کا حلفیہ بیان

میں اپنے عقیدہ کے متعلق حسب ذیل حلفی بیان تحریر کرتا ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے رکھتا ہوں۔ اور اب اسی پر قائم ہوں بفضلہ تعالیٰ۔ میں نے اپریل ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ اور حضرت اقدس کو صحیح معنوں میں اللہ کا نبی اور رسول یقین کرتا تھا۔ اور اب تک کرتا ہوں جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور خدمت قرآن اور احیاء اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقام نبوت حاصل کیا۔ اور آپ کو محض استعارہ اور مجاز کے رنگ میں نبی خیال نہیں کرتا تھا۔ بلکہ حقیقت کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر نبی یقین کرتا رہا ہوں۔ اور سابقہ انبیاء اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کوئی فرق سوائے ذریعہ طریق حصول کے نہیں سمجھتا۔ اور حضور کی زندگی سے ہی میں اسی عقیدہ پر قائم ہوں۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے تمام دوستوں کا یہی عقیدہ تھا۔ اور اب تک ہے۔

میرے اس عقیدہ کی بناء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور آدھ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق میرا سابقہ عقیدہ ہے۔ سید دلاور شاہ بخاری کوچہ چابک سواراں لاہور۔ ۴۱/۲/۲۵ء

(۱۰۵)

جناب ملک خدا بخش صاحب لاہور کی شہادت

میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل ورحم سے حضور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابی ہوں جضور والا کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میری بیعت ۱۹۰۷ء کے آخر کی ہے۔ بیعت یُؤمِنُونَ بِالغَیبِ کی حیثیت میں تھی۔ سلسلہ کی تربیت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اول کے زمانہ میں حاصل کی۔ اور حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا رہا ہوں۔ اور اس وقت تک وُہی ایمان ہے۔ جس کی تربیت حاصل کی تھی۔

میری تربیت میں میاں محمد سعید سعدی کا بہت ساحصہ ہے۔ جو ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر حضور کی اپنی کتب سے سنایا کرتے تھے۔

(۱۰۶)

جناب بابو وزیر محمد صاحب پنشنر مرحوم دارالرحمت کی شہادت

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ غالباً ۱۹۰۰ء میں بیعت کی تھی۔ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے مقام نبوت حاصل کیا تھا آپ کو صادق یقین کرتا تھا۔ اس لئے آپ کے دعوے کو سچا یقین کرتا تھا۔ آنے والے نے نبی ہونا تھا؟"

(۱۰۷)

جناب حافظ صوفی غلام محمد صاحب بی اے مبلغ ماریشس کا بیان

"میرا مندرجہ ذیل بیان حلفی ہے۔ بفضل اللہ و برحمتہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے غالباً ماہ مئی ۱۸۹۵ء میں حضور کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں صحیح طور پر اور اصلی معنوں میں حضور کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل ہوا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی تھے۔ اور حضور نے ایک غلطی کے ازالہ میں صاف طور پر اپنی نبوت اور رسالت کو بیان کر دیا ہے۔

میرے عقیدہ کی بنا قرآن شریف۔ حدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور وحی مسیح موعود علیہ السلام پر تھی۔ قرآن کریم میں هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ الخ اور مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ اور حدیث صحیح مسلم عیسیٰ نبی اللہ واصحابہ۔ اور وحی مسیح موعود یا ایھا النبی اطعموا الجائع والمعتر جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ دنیا میں ایک نذیر (نبی) آیا الخ"

(۱۰۸)

جناب ماسٹر محمد الہ داد صاحب پنشنر دار العلوم کی حلفیہ گواہی

میں خدا کو حاضر و ناظر جانتا ہوا حلفی بیان دیتا ہوں۔ کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے سنہ ۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ میں محض استعارہ اور مجاز کے رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول یقین نہیں کرتا تھا۔ بلکہ صحیح طور پر اور اصل معنوں میں رسول اور نبی مانتا تھا۔ آپ کے زمانہ میں بھی میرا یہی اعتقاد تھا۔ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی صحیح طور پر اور اصلی معنوں میں امتی نبی ہیں۔ اور میرا اب بھی یہی اعتقاد ہے کہ آپ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے فیضیاب ہو کر خدمت قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا۔ میرے اس عقیدہ کی بناء اس زمانے میں آپ کے الہامات اور دعاوی پر تھی۔ جو آپ نے اپنی مختلف کتب میں تحریر فرمائے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام زمرۂ انبیاء میں

منشی فخر الدین صاحب ملتانی کی حلفیہ شہادت

اہلِ پیغام، مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری اور منشی فخر الدین صاحب ملتانی پر بہت ناز کرتے ہیں۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب مصری کی وہ شہادت جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اور رسول تسلیم کیا ہے۔ حضور کو زمرۂ انبیاء میں مانا ہے۔ ہم قبل ازیں بارہا شائع کر چکے ہیں۔ وہ شہادت ایسی مسکت ہے۔ کہ مولوی مصری صاحب ایسا "مؤول" بھی اس کی تاویل کے بارے میں سراسر خاموش ہے۔ منشی فخر الدین صاحب کو مصری صاحب اپنا دستِ راست قرار دیتے تھے۔ اور عام پیغامی انہیں خلافت ثانیہ سے کٹ جانے کے بعد "مولانا" کے لفظ سے یاد کرتے ہیں۔ آج ہم ذیل میں منشی فخر الدین صاحب کی حلفیہ شہادت درج کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:-

"(۱) میں نے مئی سنہ ۱۹۰۶ء میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا (۲) میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی حضور کو نبی اور رسول انہی معنوں اور مفہوم میں سمجھتا تھا جس مفہوم اور معنے میں انبیاء سابقین کو مانتا تھا۔ یا مانتا ہوں۔ اور پہلے جب میں منکر اور مکذب تھا۔ تو بھی انہی معنوں کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کو دیکھ کر مکذب تھا۔ مگر جب قادیان آ کر حضرت اقدس کی زبانی اور پھر حضور کی تحریرات کی رو سے مجھے سمجھ آئی۔ کہ سابقہ انبیاء کی نبوت کے مفہوم کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کسی نبی کا آنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر دال ہے۔ نہ کہ توہین پر۔ اس لئے میں نے تکذیب سے تائب ہو کر غلامی کا فخر حاصل کیا (۳) اس کا جواب بھی ۲ میں آ گیا ہے۔ فخر الدین احمدی ملتانی۔ کتاب گھر قادیان۔ ۲۳ اگست ۱۹۳۵ء"

ملتانی صاحب خلافت ثانیہ سے علیحدگی کے جلد بعد ہی فوت ہو گئے۔ انہیں مصری صاحب کی طرح "پیغامی" بننے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ ورنہ شائد وہ بھی مصری صاحب کی طرح اہلِ پیغام کے جلسہ میں پوری سچائی سے کہہ دیتے کہ اب میں نے حضرت اقدس کی تحریرات کو بغور پڑھا ہے۔ وہ تو غیر نبی اور صرف ایک محدث ثابت ہوتے ہیں۔ بہر حال اہلِ انصاف کی عبرت کے لئے ہم یہ شہادت شائع کرتے ہیں۔ سچ ہے انجام بخیر خدا کا بہت بڑا فضل ہوتا ہے۔

صحابۂ حضرت مسیح موعودؑ کی حلفیہ شہادتوں پر پیغامی مبلغ کی دل آزار تنقید

اکابر غیر مبایعین کے اجماعی حلفیہ بیانات ہمارے حق میں

پیغام صلح (۹ فروری ۱۹۶۲ء) میں مولوی اختر حسین صاحب غیر مبایع مبلغ نے صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شہادت دربارہ مسئلہ نبوت کے متعلق لکھا۔ کہ ستمبر ۱۹۶۱ء سے ان شہادتوں کو ماہوار اقساط کی صورت میں فرقان میں شائع کیا جا رہا ہے۔“ غیر مبایع دوست کہتے ہیں۔ کہ چونکہ ان شہادتوں میں یہ مذکور نہیں۔ کہ ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعوے تبدیل کر لیا تھا۔ اس لئے یہ شہادتیں مفید نہیں۔ نیز وہ صحابہ جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے قبل بیعت کی تھی۔ وہ بھی کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضور کی زندگی میں نبی اور رسول یقین کرتے تھے۔ حالانکہ ۱۹۰۱ء سے پیشتر تصریح نہ ہونے کا جماعت قادیان کو اقرار ہے۔ ان دو تارِ عنکبوت کے سے اعتراضات کی بناء پر غیر مبایع مبلغ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سینکڑوں صحابہ کی جماعت کے متعلق مندرجہ ذیل دل آزار الفاظ لکھے ہیں:-

”وہ (جماعت) اگر آج یہ گواہی دیتی ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ کو اصلی معنوں میں رسول اور نبی سمجھتے رہے۔ تو زمین اور آسمان گواہ ہے۔ کہ وہ دنیا کو خطرناک مغالطہ دے رہی ہے

تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدًا“

صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ اور سادہ بیانات نہایت واضح ہیں۔ انہوں نے بیعت خواہ ۱۸۹۵ء میں کی۔ یا ۱۹۰۳ء میں۔ بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کے اندر اندر یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے ان کا ایمان یہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اور اصلی معنوں میں نبی و رسول ہیں۔ خدا کی نازل فرمودہ وحی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور جماعت احمدیہ کے متفقہ عقیدہ کی بناء پر وہ محکم چٹان کی طرح اس عقیدہ پر قائم تھے۔ کہ حضرت اقدس نبی اور رسول ہیں۔ اور تابعین کے لئے صحابہ کا وہ اجماع جو نبی کی زندگی میں اور اس کے سامنے ہو قطعی حجت کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس یہ نہایت رکیک اعتراض ہے۔ کہ ۱۹۰۱ء سے قبل بیعت

کرنے والے کیونکر کہہ رہے ہیں۔ کہ ہم حضرت اقدس ؑ کی زندگی میں حضور کو نبی و رسول مانتے تھے۔

دوسرا سوال تو ہے ہی غلط۔ کیونکہ جماعت احمدیہ نے کبھی نہیں کہا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ میں تبدیلی کی ہے۔ تا اس ضمن میں سن ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء سے قبل کا سوال پیدا ہو سکے۔ ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ کہ نفسِ دعوے میں ہرگز کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ نفس دعویٰ (کہ خدا تعالےٰ مجھ سے بکثرت مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ مجھے بکثرت امورِ غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ اور اپنی وحی میں میرا نام نبی اور رسول رکھتا ہے) ابتداء سے آخر تک ایک رہا ہے۔ ہاں تعریفِ نبوت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی کے لئے مستقل اور غیر امتی ہونا ضروری سمجھتے تھے پھر خدا کی وحی نے تصریحاً سمجھا دیا۔ کہ امتی بھی نبی ہو سکتا ہے۔ پس جب ہم دعویٰ نبوت میں تبدیلی کے قائل ہی نہیں۔ تو غیر مبایع مبلغ کا اس کے شہادتوں میں مذکور نہ ہونے پر اعتراض کرنا کہاں تک دیانتداری ہے۔ گویا وہ پہلے تو ایک غیر مسلّم اور غلط عقیدہ ہمارے مونہہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اور پھر اس کی بناء پر اعتراض کرتا ہے۔ اور بایں ہمہ صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف (نعاکش بدہن) "خطرناک مغالطہ" منسوب کرتا ہے۔

مولوی اختر حسین صاحب نے غیر مبایعین کے متعلق لکھا ہے۔ کہ "ایک فریق کہتا ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود ؑ کو ہمیشہ مجازاً نبی یعنی محدث سمجھتے ہیں" (پیغام ۹ر فروری)

آیئے اب دیکھیں۔ کہ اس "فریق" کا یہ تازہ قول مبنی بر حقیقت ہے۔ یا اس جگہ مولوی اختر حسین صاحب کا لفظ "خطرناک مغالطہ" صادق آتا ہے؟ میں دوسرے تمام اقوال و شہادات کو اس وقت نظر انداز کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاول مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے آخری ایام میں پیغام صلح میں شائع شدہ "پیغامیوں" کے دو حلفیہ بیان درج کرتا ہوں:-

(۱) "ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمین الاولین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ؑ ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالےٰ کے سچے رسول تھے۔ اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے۔ اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ اور ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں۔ اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالےٰ نہیں چھوڑ سکتے" (اخبار پیغام صلح ۷ر ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۳ کالم ۲)

(۲) "ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کے ساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالےٰ

کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی۔ رسُول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم وبیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ دُنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہوسکتی"۔ (اخبار پیغام صلح ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء صہ کالم ۳)

ناظرین با تمکین ملکہ خود مولوی اختر حسین صاحب ہی فرمائیں۔ کہ کیا یہ اعلان کرنے والے اکابر غیر مبایعین اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف محدث مان رہے تھے۔ یا نبی یقین کرتے تھے؟ ہمارے بھائیوں کو چاہیئے۔ کہ اب بھی اسی موجب نجات ایمان پر قائم ہوں۔ وُہ تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کا انکار موجب سلب ایمان ہے۔ ان حلفیہ شہادتوں کے خلاف سنہ ۱۹۱۴ء کے اختلاف کے بعد جو بیانات اکابر غیر مبایعین کی طرف سے دیئے جا رہے ہیں۔ وُہ ہر اسر ناقابل التفات ہیں۔

(... پرنٹر پبلشر ... ضیاء الاسلام پریس ... سے چھپوا کر دفتر رسالہ فرقان قادیان سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مجلس رُفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

وَإِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا

سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا



جلد ۳ نمبر ۵-۶

سالانہ چندہ دو روپے پیشگی

جلد ۳	فہرست مضامین	نمبر ۵-۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

فرقان قادیان

جلد ۳ | بابت ماہ ہجرت/احسان ۱۳۲۳ ہش مطابق ماہ مئی/جون سنہ ۱۹۴۴ء | نمبر ۵/۶

غیر مبائعین کا مستقبل کیا ہوگا؟

غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینے کا خطرناک انجام

ہر قوم اور جماعت کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے مستقبل پر غور کرے۔ غیر مبائعین میں سے سوچنے والے سوچتے رہتے ہیں۔ کہ اس گروہ کا مستقبل کیا ہوگا؟ مذہبی نقطۂ نگاہ سے یہ لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف "مجدد صدی چہاردہم" مانتے ہیں جس صدی کا آغاز ۱۲۹۰ ہجری سے ہوا۔ اور ۱۳۹۰ ہجری کے قریب ختم ہو جائے گا۔ گویا اُن کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد میں سے صرف پچیس چھبیس سال باقی ہیں۔ پھر نئی صدی ہوگی۔ اور نیا مجدد ہوگا۔ جو خود اپنا مستقل پروگرام لے کر آئے گا چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہنا شروع کر دیا ہے کہ :-

"صدی کے سر کا انتظار کرو۔ شائد اللہ تعالےٰ کسی کو کھڑا کرے۔ ابھی بڑا وقت باقی ہے۔" (پیغام ۹ فروری سنہ ۴۴ء)

ظاہر ہے۔ کہ غیر مبائعین کے اس نقطۂ نگاہ سے اب ان کا وہ پروگرام نہیں ہو سکتا۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جماعت احمدیہ کا ہوتا تھا۔ یا آج جماعت احمدیہ قادیان کا ہے۔ یعنی "دنیا بھر کو سلسلہ کے لئے فتح کر لینا اور احمدی بنا لینا۔" (پیغام ۱۲ جون سنہ ۴۴ء)

غیر مبائعین ساری دُنیا کو احمدی بنانے کی بجائے خود غیر احمدیوں میں شمولیت کا وتیرہ اختیار کر رہے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا :-

"پس یاد رکھو۔ کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وُہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ امامکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دُوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا" (اربعین ۳۔ ص ۲۶)

لیکن غیر مبایعین بلکہ ان کے امیر نے اس حکم کی بارہا خلاف ورزی کی ہے۔ کیونکہ انہوں نے کئی دفعہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور وُہ اعتقاداً و عملاً دعویٰ اسلام کرنے والے دُوسرے فرقوں کو "بکلّی ترک" کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا حکم کے ذکر پر ہی تحریر فرمایا ہے کہ:-

"جو شخص مجھے دِل سے قبُول کرتا ہے۔ وُہ دِل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دِل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وُہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وُہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں" ("")

اس اقتباس کی روشنی میں سوچنے والے غیر مبایع بھائی سوچ سکتے ہیں۔ کہ اپنے موجُودہ رویہ کی موجودگی میں وُہ حضرت مسیح موعودؑ کی سچی جماعت کہلا سکتے ہیں۔ یا آسمان پر ان کی عزت ہو سکتی ہے؟ جماعتِ قادیان کو بُرا بھلا کہنے کی بجائے اپنی روش پر نظر ثانی فرمائیں۔

نماز کے متعلق مندرجہ بالا حکم کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے غیر احمدیوں کو لڑکیوں کے رشتے دینے کے بارے میں بھی صریح ممانعت فرمائی ہے۔ جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "الحکم" نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں صاف لفظوں میں شائع کیا کہ:-

"حضرت اقدس اس شخص کو اپنی جماعت سے الگ قرار دیتے ہیں۔ جو احمدی ہو کر بھی اپنے رشتے ناطے غیر احمدیوں سے کرے خصُوصاً وُہ شخص جو غیر احمدیوں کو اپنی لڑکیاں دے۔ البتہ ان کی لڑکیاں لے لینے میں ہرج نہیں ہے" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۹ کالم ۴)

گویا غیر احمدی کو لڑکی دینے والا احمدی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت سے الگ ہے۔

اب غیر مبایعین بتائیں۔ کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ کیونکہ وُہ بطورِ اصول غیر احمدیوں کو لڑکیاں دینے

کے حامی ہیں۔ اور عملاً ان کے بعض بڑے آدمی شیعوں کو بھی لڑکیاں دیتے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب ایسے مبارک نکاح کے پڑھانے کے لئے دُور دراز کے سفر بھی اختیار فرماتے ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ جب حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالےٰ کسی احمدی کہلانے والے کو اپنی لڑکی غیر احمدی سے بیاہ دینے کی سزا میں جماعت سے الگ کرتے ہیں۔ تو غیر مبایع اکابر اُسے اپنی آغوش میں لے کر اپنی جماعت کا رکن بناتے ہیں۔ کیا اس سے صاف ظاہر نہیں۔ کہ غیر مبایعین کا گروہ ان احمدی کہلانے والوں کا مجموعہ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی" جماعت سے الگ" ہیں۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ اس سوال کے جواب میں مجھے یا جماعت احمدیہ کو گالیاں دینے کی بجائے آپ حضرات اپنے رویہ پر نظر ثانی کریں۔ اور اس طریق کے بد انجام پر غور فرمائیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ عبادت الٰہی، اور باہمی مودت کے لئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے بحکم خداوندی جو شاہراہ قائم فرمائی ہے۔ غیر مبایع اصحاب مولوی محمد علی صاحب کی قیادت میں اس سے کس قدر منحرف ہو چکے ہیں۔ اس لئے کیونکر گمان کیا جا سکتا ہے کہ وُہ قوم جو اپنی دُنیوی" ہردلعزیزی" کی خاطر اوامر الٰہی اور مامور ربانی کی رہنمائی کو پس پشت پھینک دے۔ وُہ خدائی وعدوں کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اور اُسے وُہ عروج وغیر معمولی فتوحات حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ نے اس فرستادہ کی سچی جماعت کے لئے مقدر فرمائی ہیں؟

پھر جماعت کی کامیابی اور وحدت کا مرکزی نقطہ اس کے لیڈر کا واجب الاطاعت ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

" جو لوگ ہماری جماعت سے ابھی باہر ہیں۔ دراصل وُہ سب پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال ہیں۔ کسی ایسے لیڈر کے ماتحت وُہ لوگ نہیں ہیں۔ جو اُن کے نزدیک واجب الاطاعت ہے۔" (رسالہ پیغام صلح صفحہ ۱۳)

گویا جس قوم کے نزدیک ان کا لیڈر واجب الاطاعت نہیں۔ وُہ " پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال" ہے۔ اور ایسی قوم کروڑوں کی تعداد بھی رکھتی ہو۔ تو اس کا مستقبل معلوم۔ حضرت اقدس نے اپنی جماعت کی علامت ہی یہی قرار دی۔ کہ وُہ ایک واجب الاطاعت لیڈر کے ماتحت ہے:۔

غیر مبایع دوست غور فرمائیں۔ کہ آیا اب یہ علامت ان میں پائی جاتی ہے؟ جب نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ وُہ مولوی محمد علی صاحب کو واجب الاطاعت لیڈر نہیں مانتے۔ تو پھر وُہ سوچیں کہ "پراگندہ طبع اور پراگندہ خیال" گروہ کا مستقبل کیا ہوا کرتا ہے؟ کیا تیس ۳۰ سال کے تجربہ نے انہیں یہ نہیں بتا دیا۔ کہ وُہ مستقبل میں ایک" کتابیں شائع کرنے والی سوسائٹی" کی حیثیت سے دوسری

سوسائیٹیوں کی طرح قائم رہیں۔ تو رہیں۔ لیکن وُہ دُنیا پر غالب آنے والی جماعت اور ساری قوموں اور فرقوں کو اپنے اندر شامل کر لینے والی جماعت نہیں بن سکتے؟ ان کی اسی حالت کو ایک دفعہ ایڈیٹر صاحب پیغام نے "ریگ رواں پر بنیاد" کے مترادف قرار دیا تھا۔ اور پھر دُوسرے موقعہ پر صاف لکھا تھا۔ کہ:-

"مذہب کی ترقی محض خیالات کی کاغذی اشاعت سے ناممکن ہے۔ اس ذریعہ سے آج تک نہ کسی نے ترقی کی ہے۔ اور نہ ہی کبھی ہوگی"! (پیغام ۷ر مارچ ۱۹۳۷ء)

امید ہے۔ کہ غیر مبایع دوست ہماری ان معروضات کی روشنی میں اپنے مستقبل پر غور کریں گے اللہ تعالےٰ انہیں ظاہراً و باطناً مرکز سلسلہ سے وابستگی کی توفیق بخشے۔ آمین ۔

مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ اور درس کے اثرات

جناب حکیم عبدالواحد صاحب ہزاروی کے مکتوب کا اقتباس

مولوی محمد علی صاحب مخالف سے انصاف نہیں کرتے۔ اس کی بات کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ پیغام مورخہ ۱۴ مئی میں "ایک قادیانی کا خط" کے عنوان سے انہوں نے جو تحریف کی ہے۔ اس کے لئے آپ حکیم عبدالواحد صاحب ہزاروی دہلی کے خط کے دو اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔ حکیم صاحب موصوف قریباً چار سال تک احمدیہ بلڈنگس میں ان کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ انہوں نے ہی وُہ خط لکھا ہے۔ (ایڈیٹر)

(۱) "آپ قادیان سے جا کر اپنے درس قرآن سے اور کالج اشاعت اسلام سے پانچ عالم قرآن پیدا نہیں کر سکے۔ بیشک آپ اپنے ترجمہ اور تراجم کا شور دکارنامہ ثریا پر لے جائیے۔ مگر ترجمہ قرآن جاننے والے پانچ کس اپنی جماعت میں اپنے درس و ترجمہ سے نہ دکھا سکیں گے۔ بالمقابل قادیان کے بچے بھی قرآن با ترجمہ جانتے ہیں۔ خاکسار نے ان کو طعنہ نہیں دیا۔ بالکل ایک واقف حال ہونے کے لحاظ سے ان کی جماعتی تربیت و دینی ذوق کا تھوڑا حال ان پر واضح کیا ہے"

(۲) "یہ حقیقت ہے جس کا میں گواہ ہوں۔ کہ قرآن کے جاننے کا غیر مبایعین میں کسی کو شوق نہیں ہے۔ اور میں نے مشاہدہ و تجربہ کی بنا پر لکھا ہے۔ کہ ان کے ترجمہ و تربیت سے پانچ کس ترجمہ کے عالم دراز عرصہ میں پیدا نہیں ہوئے۔ مولوی محمد علی صاحب کے ترجمۃ القرآن کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر حبیب اللہ و ڈاکٹر غلام محمد وغیرہ صاحبان درس دیا کرتے ہیں۔ میں نے پانچ کس بہت وسیع امید و حسن ظنی سے لکھے ہیں۔ اگر کُریدکر لکھوں۔ تو میں دو تین بھی یقینی نہیں لکھ سکتا۔ یہ ان کے قرآن کی اشاعت و خدمات کا اثر ہے۔ مغربیت کے دلدادہ ہیں۔ اور دینی تعلیم کے عملاً مخالف ہیں۔ ان میں وُہی رُوح کارفرما ہے جس سے انہوں نے مدرسہ احمدیہ کی مخالفت شروع کی تھی۔ آج ان میں عالم دین و عالم قرآن و عالم حدیث۔

کیا جماعت احمدیہ کلمہ طیبہ کو منسوخ قرار دیتی ہے؟

عمار

خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیا کذب و بہتان ہے

مکفر علماء کی عمریں گزر گئیں۔ اور وہ یہ شور مچاتے رہے۔ کہ "مرزائیوں" کا کلمہ الگ ہے۔ قرآن جدا ہے انہوں نے کلمہ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ جب ان کی آوازیں کم ہوئیں۔ اور خلافت ثانیہ کا دور آیا۔ تو ایک مولوی صاحب نے تو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے طرز پر یہ کہا۔ کہ میں نے ہی میاں محمود کو خلیفہ بنایا ہے۔ اور میں ہی اسے معزول کرتا ہوں۔ اپنے و بیگانے جانتے ہیں کہ خدا کی طرف سے اس بڑے بول کا انجام کیا ہوا۔ اور دوسرے مولوی صاحب قریباً ہر خطبہ جمعہ میں اپنے ساتھیوں کو قادیان اور قادیان والوں سے نفرت دلانے کے لئے منبر پر چڑھ کر سراسر خلافِ واقعہ کہتے رہتے ہیں۔ کہ:-

"خوب یاد رکھو۔ قادیان والوں نے کلمۂ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس میں تمہارے دل میں شک نہیں ہونا چاہیئے۔" (پیغام ۱۳ مئی ۴۲ء ص۳)

اس کا جواب ہم بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا دے سکتے ہیں۔ ہم جو چار دانگ عالم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی منادی کر رہے ہیں۔ اور اس شخص کو کذاب اور دجال سمجھتے ہیں جو کلمۂ طیبہ کو منسوخ قرار دے۔ آہ! ہمیں ہی مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں۔ کہ ہم نے کلمۂ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے؟ بھائیو! بے شک ہر جھوٹ سیاہ ہوتا ہے۔ مگر یہ تو نہایت ہی بدترین قسم کی کذب بیانی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب نے اس کذب بیانی کے لئے جو آڑ لی ہے۔ وہ ان کے اپنے الفاظ میں حسب ذیل ہے کہتے ہیں:

"میں نے خود ان کے بڑے بڑے آدمیوں سے پوچھا ہے۔ کہ ایک شخص ایسے ملک کے اندر ہے۔ جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام نہیں پہونچا۔ وہ کافر کو کلمہ پڑھاتا ہے۔ تو کیا وہ کافر اس کلمہ کے پڑھنے سے مسلمان ہو گیا۔ تو جواب دیتے ہیں نہیں۔ کیونکہ اگر یہ مان لیں۔ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ تو یہ ساٹھ کروڑ کلمہ پڑھنے والے کافر کیسے ہو گئے؟"

ہمیں تو معلوم نہیں۔ کہ مولوی صاحب نے جماعت احمدیہ کے کس بڑے آدمی سے بقول پیغام ص۳ لفظی مدارئی"

والا سوال کیا تھا۔ اور اس نے یہ جواب دیا تھا؟ کوئی سمجھ دار احمدی اس قسم کا مبہم اور ناقص جواب نہیں دے سکتا۔ یہ محض مولوی صاحب کے تخیل دماغی کا نتیجہ ہے۔ مولوی صاحب کی سادگی ہے۔ کہ وُہ اس سوال کو اہمیت دے رہے ہیں۔ اور ایسے ملک کا ذکر کر کے جذبات کو برانگیختہ کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام ابھی تک نہ پہونچا ہو۔ جناب مولوی صاحب! بالکل سیدھی اور صاف بات ہے۔ کہ صرف یہ فیصلہ ہونا چاہیئے۔ کہ آیا ایمانیات کو ماننے بغیر محض کلمہ طیبہ مُونہہ سے پڑھ دینا مسلمان بنا دیتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر تو نہ فرشتوں کو ماننا ضروری ہے۔ اور نہ ہی کتب الٰہیہ پر ایمان لانا لازمی ہے۔ اور نہ ہی سارے نبیوں کا ماننا فرض ہے۔ محض مونہہ سے لا اله الا الله محمد رسول الله کہہ دیا۔ اور جھٹ مسلمان ہوگئے۔ اگر تو یہ صورت ہے۔ تو آپ کا مغالطہ برحق اور ہم پر الزام قائم۔ لیکن اگر یہ صورت نہیں ہے اور ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف اسی شخص کا کلمۂ طیبہ پڑھنا اسے مسلمان ثابت کر سکتا ہے۔ جو صدق دل سے اٰمنتُ باللّٰہ وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر مان کر کلمہ طیبہ پڑھتا ہے۔ کلمۂ طیبہ ایمان کے اظہار کی علامت ہے ایک شخص ہزار بار مونہہ سے کلمہ پڑھے۔ اگر وُہ فرشتوں کا منکر ہے۔ یا کتابوں کا منکر یا اللہ کے نبیوں میں سے کسی ایک نبی کا منکر ہے۔ یا قیامت کا منکر ہے۔ تو وُہ ہرگز مومن نہیں کہلا سکتا۔

مولوی صاحب آپ ہی فرمائیں۔ کہ اگر ایک شخص لا اله الا الله محمد رسول الله کہے۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مکذب ہو۔ کیا وُہ محض کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جائے گا؟ اگر نہیں۔ تو کیا اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کے نزدیک کلمۂ طیبہ منسوخ ہوگیا۔ اگر نہیں۔ تو جماعت احمدیہ پر اس قسم کا الزام لگاتے وقت بھی آپ کو خدا ترسی سے کام لینا چاہیئے۔

میں مولوی صاحب کی غلطی کے ازالہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین عبارتیں پیش کرتا ہوں۔ حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

(۱) "یہ نہایت **مغرورانہ خیال** ہے۔ کہ کوئی یہ کہے۔ کہ مجھے خدا کے نبیوں اور رسولوں کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کچھ حاجت، یہ **سلب ایمان** کی نشانی ہے۔ اور ایسے خیال والا انسان اپنے تئیں دھوکہ دیتا ہے۔ جبکہ وُہ کہتا ہے۔ کہ کیا میں نماز نہیں پڑھتا۔ یا روزہ نہیں رکھتا۔ یا کلمہ گو نہیں ہوں" (لیکچر سیالکوٹ ص۳۲)

(۲) "ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے۔ اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وُہ مسلمان نہیں ہے" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

(۳) "بہرحال کسی کے کفر اور اس پر اتمام حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں۔ کہ خدا کے

نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے۔ وُہ مواخذہ کے لائق ہے۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ وُہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں " (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)

جماعت احمدیہ کا وُہی مذہب ہے۔ جو ان اقتباسات میں مذکور ہوا ہے۔ اگر اس کے یہ معنے ہیں کہ کلمۂ طیبہ منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا ماننا ضروری اور فرض قرار دیا گیا ہے۔ تو مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر فتویٰ لگانا چاہیئے اگر مولوی محمد علی صاحب اب بھی جماعت احمدیہ پر اس غلط، ناروا، اور دل آزار الزام لگانے سے باز نہ آئے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ سے ہی دُعا ہے۔ کہ ان کو سمجھائے :-

پھر میں کہتا ہوں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کا گروہ ان تمام لوگوں کو تو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی تکفیر کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کیا یہ مکفر مولوی کلمۂ طیبہ نہیں پڑھتے ہیں۔ اگر یہ کلمۂ طیبہ پڑھنے کے باوجود مولوی صاحب کے نزدیک کافر ہیں۔ تو کیا مولوی صاحب کے نزدیک کلمۂ طیبہ منسوخ ہو گیا ہے؟

مولوی محمد علی صاحب غیر احمدیوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے جماعت قادیان پر یہ غلط الزام تراش رہے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا تصرف دیکھئے۔ کہ "کلمہ گوؤں" کے سارے فرقے غیر مبایعین کو کافر و مرتد و دجال یقین کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کو اقرار ہے۔ کہ :-

"عام مسلمانوں کی طرف سے کفر اور ارتداد اور دجالیت کے فتووں کے سوائے اور آئے (لاہوری فریق کو) کچھ حاصل نہیں " (پیغام صلح ۱۲ اگست ۱۹۴۱ء)

مدیر "پیغام" لکھتے ہیں :-

"عام مسلمانوں نے تحریک احرار اور ڈاکٹر اقبال مرحوم کے خیالات سے متاثر ہو کر خود اس جماعت (لاہوری پارٹی) کی مخالفت کی۔ حتیٰ کہ اسے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج کرنے تک سے گریز نہیں کیا " (پیغام صلح ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء)

اور یہ واقعہ ہے۔ کہ دل سے خود مولوی محمد علی صاحب سارے کلمہ گوؤں کو حقیقی مسلمان نہیں مانتے۔ اگر وُہ ایسا مانتے ہیں۔ تو میں ان سے پُر زور مطالبہ کرتا ہوں۔ کہ وُہ خدا کی قسم کھا کر شائع کریں کہ میں شیعوں سُنیوں۔ اہلحدیثوں۔ چکڑالویوں۔ معتزلیوں۔ دیوبندیوں۔ بریلویوں اور دُوسرے سارے قبہ پرست و قبر پرست کلمہ گوؤں کو حقیقی مسلمان مانتا ہوں مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوے دینے والے کلمہ گوؤں کو بھی حقیقی مسلمان یقین کرتا ہوں۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اور ہرگز نہ کریں گے۔ تو صاف کھل جائیگا۔ کہ جماعت احمدیہ پر کلمہ طیبہ کی منسوخی کا الزام محض کذب و بہتان ہے وما علینا الا البلاغ المبین ؛

شذرات

یعنی

ایڈیٹر کے متفرق مگر ضروری نوٹ

(۱)

اسلام سے عاری مگر ہیں مسلمان!

غیر احمدیوں میں تبلیغ کی تلقین کرتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں:۔
"ان لوگوں کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ۔ کہ تم نے اسلام کو چھوڑ دیا۔ قرآن کو چھوڑ دیا ہے حضرت مرزا صاحب کو چھوڑ کر تم نے سب چیزوں کو چھوڑ دیا ہے" (پیغام ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء)
یعنی یہ لوگ اسلام سے عاری ہیں۔ مگر ہیں مسلمان۔

(۲)

منکرین خلافت کا نظام خلافت راشدہ کے اصول پر؟

سب لوگ جانتے ہیں۔ کہ ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک حضرت خلیفۂ اول مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ماننے کے بعد خلیفۂ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے وقت میں اکابر غیر مبایعین سرے سے خلافت ہی کے منکر ہو گئے۔ اور اب تک ہیں لیکن بایں ہمہ ان کا ایک مبلغ ادعا کرتا ہے۔ کہ:۔
"تمام عالم اسلامی کی مذہبی جماعتوں میں جماعت احمدیہ لاہور صرف واحد جماعت ہے کہ جس کا نظام خلافت راشدہ کے صحیح اسلامی اصول پر قائم ہے" (پیغام ۳۱ مئی ۱۹۴۵ء)
یہ تو بالکل ایسی ہی بات ہے۔ کہ خوارج یعنی منکرین خلافت راشدہ کہنے لگ جائیں۔ کہ خلافت راشدہ کے صحیح اسلامی اصول پر ہم قائم ہیں۔ مگر ایسے دعوے بجوے نیرزد کا مصداق ہوتے ہیں۔

(۳)

جناب مولوی محمد علی صاحب کا "بلند مقام"

لکھا ہے "انجمن ہی امیر کو منتخب کرتی ہے۔ وہی اس سے امانت، امارت و خلافت واپس لینے کا حق رکھتی ہے" (پیغام صلح ۳۱ مئی)
قطع نظر اس کے کہ آیا خلفائے راشدین کو انجمن منتخب کیا کرتی تھی۔ اور ان کی باگ ڈور انجمن ہی کے ہاتھ میں ہوا کرتی تھی۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کو کس انجمن نے منتخب کیا

صدر انجمن احمدیہ تجویز فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اکثریت نے تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ یہ جدید خود ساختہ انجمن کونسی ہے۔ اور اس نے کب مولوی صاحب کو امیر منتخب کیا۔ نیز کیا یہ انتخاب سال دو سال یا پانچ سال کے لئے ہے اگر عمر بھر کے لئے اجارہ ہے تو اسے انجمنوں کا انتخاب کیوں کہتے ہو؟

(۴)

"نیک فطرت قائد" اور مولوی محمد علی صاحب کے محدود اختیارات

ایڈیٹر صاحب "پیغام" لکھتے ہیں:۔ "اگر کبھی سلیم الطبع اور نیک فطرت قائد کے سامنے کوئی بلند اور رفیع پروگرام ہو۔ تو ایسی حالت میں اختیارات جتنے بھی وسیع ہونگے مفید ہونگے۔" اب سوال صرف یہ ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب کے اختیارات غیر مبائعین نے محدود کیوں کر رکھے ہیں؟ ہمیں بتایا جائے۔ کہ کیا ان کے سامنے بلند اور رفیع پروگرام نہیں۔ یا وہ غیر مبائعین کے نزدیک سلیم الطبع اور نیک فطرت قائد نہیں؟

(۵)

مضامین پر "تبصرہ" کرنے کا نیا ڈھنگ

جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی نے بیعتِ خلافتِ ثانیہ کی جناب مولوی محمد علی صاحب نے حسب معمول ان کو بھی اپنی زبان طعن کا نشانہ بنایا۔ جس پر سید صاحب ایسے خاموش بزرگ نے مجبوراً "الفضل" (۸۔ جون ۱۹۴۲ء) میں ایک مضمون شائع کرایا۔ اس مضمون پر پیغام صلح میں نرالے ڈھنگ سے "تبصرہ" کیا گیا ہے۔ جناب مولوی عزیز بخش صاحب برادر جناب مولوی محمد علی صاحب اس "تبصرہ" کے مصنف ہیں۔ جناب سید امجد علی شاہ صاحب کے "وجوہ تبدیلی" کا خلاصہ یوں دیا گیا ہے۔ کہ:۔

(۱) "اختلاف کا مستقل بنیاد تفرقہ بن جانا۔ اور فرقہ سازی کا دروازہ احمدیت میں کھلنا۔ (۲) مسلمانوں کی کثرت میں مدغم ہو جانے کی روش (۳) حضرت مسیح موعود جو حکم و عدل ہے ان پر خود حکم بننے کی کوشش اور نافرمانی (۴) اپنی ترقی کے لئے دوسروں کی تحقیر و بدگوئی کو شعار بنانا۔ اور دوسرے کی بدشہرت سے اپنا نفع تلاش کرنا (۵) بدزبانی کرنے والوں اور حضرت مسیح موعود کے خاندان سے کھلی دشمنی رکھنے والوں کی امداد اور ان کو پناہ دینا یہ الزامات وہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ارکین پر لگاتے ہیں۔" (پیغام ۱۴ جون)

اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مولوی عزیز بخش صاحب ان "الزامات" کا کیا جواب دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔ "اب میں ان کی اپنی کتاب "تحقیق حق" کے حوالے پیش کرتا ہوں۔ جن میں انہوں نے انجمن احمدیہ اشاعتِ اسلام کے مسلک کو صحیح قرار دیا ہے۔"

الزامات کے جواب کا یہ نرالا ڈھنگ غیر مبایعین نے ہی ایجاد کیا ہے۔ اگر بالفرض سید صاحب نے غیر مبایعین کے ساتھ وابستگی کے زمانہ کی "تحقیق حق" میں کوئی عام بات لکھی بھی ہو۔ تو اس سے ان "وجوہ خمسہ" پر "تبصرہ" کیونکر ہو گیا۔ دُعا ہے۔ کہ غیر مبایعین کو اللہ تعالیٰ اپنی ازوش کو ہنسی کی طرف بدلنے کی توفیق بخشے۔ آمین :-

(۶)

شیخ مصری صاحب کا نیا عہدہ

مولوی عبد الرحمن صاحب مصری نے خلافتِ ثانیہ سے اس اعلان کے ذریعہ برگشتگی اختیار کی۔ کہ میں نیا خلیفہ انتخاب کراؤں گا۔ اور نبوت حضرت مسیح موعودؑ اور دیگر عقائد احمدیہ کی اشاعت کرونگا مگر "عداوت محمودؓ" کا پہلا ثمرہ یہ ملا۔ کہ وُہ ناکام و نامراد ہو کر خود نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے انکار کر کے غیر مبایعین کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر اور جماعت احمدیہ کے مقدس مظہر امام اور اس کے خاندان کے متعلق عدالتوں۔ اشتہاروں۔ اور دوسری مجالس میں اس قدر بدزبانی اور دُشنام دہی سے کام لیا۔ کہ تاریخ احمدیت میں اس کی مثال نہیں غیر مبایعین نے اسی باعث مولوی مصری صاحب کو سر آنکھوں پر بٹھایا۔ اور اب انہیں اپنے مرکز یعنی احمدیہ بلڈنگس میں "مہتمم تبلیغ" کا عہدہ تفویض کرتے ہوئے اعلان کیا ہے۔ کہ :-

"تبلیغی میدان میں جناب شیخ صاحب موصوف کا تجربہ بہت وسیع ہے" (پیغام ۷ رجون ۱۹۴۲ء)

شیخ صاحب کے تبلیغی تجربہ کی وسعت سے ہمارے انکار کا کوئی مطلب نہیں۔ جبکہ غیر مبایعین سالہا سال سے ان سے راہ و رسم کے ذریعہ اس وسعت سے واقف ہیں۔ ہاں ایک بات کا تو ہمیں بھی تجربہ ہے۔ کہ شیخ صاحب "عالم ربانی" ہونے کے مدعی ہونے کے باوجود آج تک ایک مرتبہ بھی اس سوال کے جواب میں ایک حرف تک نہیں کہہ سکے۔ کہ آپ نے اپنی شہادت محررہ ۲۲ اگست ۱۹۳۵ء میں (دیکھو عکس تحریر فرقان مارچ ۱۹۴۳ء) جس نبوتِ حضرت مسیح موعودؑ کا اقرار کیا ہے۔ اور جسے حضرت اقدس کے وقت جماعت احمدیہ کا متفقہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ کیا آج بھی آپ اس عقیدہ پر قائم ہیں۔ یا اس متفقہ عقیدہ سے مرتد ہو چکے ہیں؟ کیا آپ اب بھی جواب دیں گے؟

(۷)

مولوی مصری صاحب کی تازہ بدزبانی پر ضروری استفسار

کئی لوگ بعض عیسائی پادریوں کی چاپلوسی اور ظاہری نرمی سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ اسی طرح شبہ ہے کہ کہیں کوئی احمدی کو شیخ مصری صاحب کی آج کل کی ظاہرداری اور بار بار "جناب میاں صاحب مکرم" لکھنا دھوکہ نہ دے۔ کیونکہ شیخ مصری صاحب نے انتہائی بدزبانی اور بہتان طرازی کے بعد اب یہ دُوسرا طریق

اختیار کیا ہے۔ وہ وہی کے وُہی شیخ مصری صاحب ہیں جنہوں نے خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ننگ و ناموس پر خطرناک ترین حملہ کیا ہے۔ اب بھی ان کا چھپا ہوا بغض کبھی کبھی ظاہر ہوجاتا ہے۔ تازہ فقرات درج ذیل ہیں۔ یہ ساری جماعت احمدیہ کے متعلق انہوں نے لکھے ہیں:۔

"وُہ فوراً ہی پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور بھاگتے ہُوئے اس نظارہ کو پیش کررہے ہوتے ہیں جس کا نقشہ قرآن شریف نے ان الفاظ میں کھینچا ہے کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ" (پیغام ۲۴ مئی ۱۹۴۳ء ص۵)

اس عبارت میں شیخ مصری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ اور حضور کی ساری جماعت کو گدھے قرار دیا ہے۔ سچ ہے۔ قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر

اس موقعہ پر صرف اتنی بات غور طلب ہے۔ کہ جماعت کے لئے تو یہ گالی ہے۔ لیکن شیخ صاحب اپنے آپ کو جاننے کی وجہ سے اپنے بارے میں تو غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے۔ وُہ اور ان کے بیٹے جون ۱۹۳۷ء تک جماعت احمدیہ میں شامل تھے۔ اس لئے اپنے مسلمہ کے رُو سے "تیس سال" میں سے وُہ اس وقت تک کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ کا "نظارہ" ضرور پیش کرتے رہے ہونگے۔ کیا وُہ بتا سکتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء سے پہلے کتنی دفعہ غیر مبایع "شیروں" کے سامنے وُہ یہ نظارہ پیش کر چکے ہیں؟ یہ استفسار محض علم حاصل کرنے کے لئے ہے۔ دلآزاری مقصود نہیں:۔

(۸)

مولوی محمد علی صاحب کی ملاقات کی دعوت

پراپیگنڈے کا فن کوئی پیغامیوں سے سیکھ جائے جب کسی احمدی کو اس کی کمزوری یا خلاف شریعت فعل پر سزا ملتی ہے جھٹ اس کے گرد ہو جاتے ہیں۔ اور اس کی خوشامد کرتے ہیں۔ اس طرح کئی کمزور ان کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ کھاریاں کے ایسے ہی ایک دوست کے نام سے ایک نوٹ "میرے تاثرات" کے زیر عنوان شائع کیا گیا ہے جس میں انہوں نے دعوت دی ہے کہ:۔

"دوستوں کو چاہیئے۔ کہ وُہ حضرت مولانا (محمد علی) صاحب کو ضرور دیکھیں۔ اور اُن سے باتیں کریں۔ تا معلوم ہو۔ کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فراست صحیح تھی" (پیغام ۷ جون)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فراست تو ضرور صحیح تھی۔ اس کے لئے جناب مولوی محمد علی صاحب کی زیارت کی کیا ضرورت ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں۔ کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرکز کو چھوڑ کر اور آپ کی اس نبوت سے انکار کر کے جس پر مولوی صاحب عُمر بھر حلفیہ بیانات دیتے رہے اچھرہ لاہور میں آبیٹھے ہیں۔ ہمارے دوست کو مغالطہ لگا۔ مولوی صاحب نے ان کو غیر مبایع دیکھ کر خندہ پیشانی کا اظہار فرمایا ہوگا۔ ورنہ اہل قادیان سے بات کرنا تو درکنار۔ ان کو زیارت کی بھی اجازت نہیں دی جاتی

اگر اب مولوی صاحب نے ان پابندیوں کو دور فرما دیا ہے۔ تو ہمیں اس دعوت کو قبول کرنے میں ہرگز عذر نہ ہوگا

(۹)

جماعتیں کیونکر بنتی ہیں؟

ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب اپنے مضمون "کیا احمدیت انقلابی تحریک ہے؟" میں ایک سچی بات لکھتے ہیں کہ:۔

"جماعتیں محض قیل و قال اور وعظ و نصیحت سے نہیں بنا کرتیں" (پیغام ۱۷ جون)

کیا غیر مبائعین غور کریں گے۔ کہ ان کی جماعت نہ بننے اور جماعت احمدیہ قادیان کے مضبوط سے مضبوط تر ہونے کا کیا راز ہے؟

(۱۰)

غیر مبائعین کے "نظام حکومت" کی بنیاد

اگر جماعت کو تلقین کی جائے۔ کہ اپنے امام کی اطاعت کرتے رہیں۔ اور کبھی خلافت کے خلاف نہ کھڑے ہوں۔ تو مولوی محمد علی صاحب جھٹ کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ یہ تو پیر پرستی ہے۔ مگر جب خود ضرورت پڑے۔ تو مولوی صاحب کہتے ہیں :۔

(۱) "ہمارے ہاں بھی ایک چھوٹا سا نظام حکومت قائم ہے۔ اس کی بنیاد بھی اس پر رکھی جا سکتی ہے۔ یاد رکھو۔ اگر تم امیر کے فرمانبردار ہو۔ تو تم خدا اور رسول کے فرمانبردار ہو"

(۲) "اگر ایک انسان کی حق تلفی سے نظام حکومت کو بگاڑتے ہو۔ تو یہ خدا اور اس کے رسول کا گناہ ہے" (پیغام ۳۱ مئی ۱۹۳۴ء)

واقعی حق تلفی ہونے کے باوجود نظام حکومت کے خلاف زبان کھولنے کو گناہ قرار دیتے ہیں۔ کیا اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ ایسی صورت میں سچے اعتراض کرنا بھی گناہ ہے۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اس کی تشریح کریں گے؟

(۱۱)

مولوی محمد علی صاحب کا اپنے قدیم رفقاء پر اتہام

مولوی محمد علی صاحب نے خطبہ جمعہ میں فرمایا :۔

"ہماری طرف سے جو لوگ اس طرف (جماعت قادیان کی طرف) جاتے ہیں وہ دنیا کے لئے جاتے ہیں۔ اور اس طرف سے جو لوگ آتے ہیں وہ حق کی خاطر آتے ہیں" (پیغام ۲۹ مارچ ۱۹۳۴ء)

سینکڑوں اشخاص فریق لاہور سے علیحدہ ہو کر جماعت قادیان میں شامل ہو چکے ہیں۔ اور ابھی حال میں پانچ چھ ایسے پرانے دوست آئے ہیں۔ جو غیر مبائعین کی مرکزی انجمن کے جنرل سیکرٹری یا ارکان تھے۔ ان سب یا کسی ایک کے متعلق بھی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ وہ جماعت قادیان میں "دنیا کے لئے" شامل ہوئے ہیں۔ بہت بڑا اتہام ہے۔ بے شک ہمارے ساتھ شامل ہونے والے بزرگ جانتے ہیں۔ کہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ اور ہم سب بھی

اس کو صریح خلافِ واقعہ سمجھتے ہیں۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کی حالت کو مدنظر رکھ کر انہیں معذور سمجھنا چاہئیے میں کہتا ہوں۔ کہ مولوی صاحب اگر غور کرتے۔ تو ان کا اپنا یہ بیان ہی ان کے خلاف کافی ثبوت ہے۔ اگر بالفرض وُہ لوگ جنہوں نے مولوی صاحب کی رفاقت میں تیس تیس سال کا لمبا عرصہ گزارا۔ وُہ "دُنیا کے لئے" قادیان والوں سے مل رہے ہیں۔ اور قادیان سے علیحدہ ہونے والے جوان ہوں یا بوڑھے حق کی خاطر ادھر ملتے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ قادیان میں رہنے سے حق کی اتباع کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب کی صحبت کا نتیجہ دُنیاداری کے سوا کچھ نہیں۔ ؎

صُحبتِ صالح ترا صالح کُند ☆ صحبتِ طالح ترا طالح کُند

بتلائیے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنے قدیم رفقاء پر اتہام لگا کر کوئی کامیاب حملہ کیا ہے؟

(۱۲)

کیا مولوی محمد علی صاحب کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہُوا؟

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے بے علم مقتدیوں کو ہمیشہ یہ کہا۔ کہ مسئلہ نبوت میں میاں محمود احمد صاحب بہائیوں کے نقشِ قدم پر ہیں۔ وُہ بہاء اللہ کو نبی و رسول مانتے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی و رسول مان لیا۔ مولوی صاحب کو متعدد مرتبہ سمجھایا گیا۔ کہ حضرت! یا آپ دھوکہ خوردہ ہیں۔ یا دوسروں کو دھوکہ میں رکھ رہے ہیں۔ بہاء اللہ نے نبوت و رسالت کا ہرگز دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ ہی بہائی ان کو نبی و رسول مانتے ہیں۔ وُہ تو اُسے خدا مانتے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ پر مسئلہ نبوۃ میں بہائیوں کی تقلید کا الزام سراسر جھوٹ و افترا ہے۔ لیکن افسوس! کہ مولوی محمد علی صاحب نے کبھی اپنے پہلے بیان سے رجوع نہ کیا۔ بلکہ اسے بار بار دھراتے رہے۔ اب جبکہ ان کے کچھ عمائد بہائیت کا شکار ہُوئے۔ اور ان کے بعض مبلغوں نے بہائی لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ تو ان کی غلط فہمی تو دُور ہو گئی۔ چنانچہ مولوی اختر حسین صاحب اور ڈاکٹر عبداللطیف صاحب بہائی میں گفتگو ہُوئی پیغام میں لکھا ہے کہ:-

"جناب مولانا اختر حسین شاہ صاحب نے جوابی تقریر شروع کی۔ اور کوکب ہند پیامبر وغیرہ بہائی رسالوں کے حوالجات سے ثابت کیا۔ کہ جناب بہاء اللہ کا دعویٰ رسالت کا ہرگز ہرگز نہ تھا۔ اس پر جناب ڈاکٹر صاحب نے بے ساختہ فرمایا کہ ہاں جناب بہاء اللہ کا دعویٰ رسالت کا نہ تھا۔ ہم بہاء اللہ کو خدا مانتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے اس اقرار پر شاہ صاحب مکرم نے ڈاکٹر صاحب کو نہایت مضبوطی سے پکڑا۔ اور فرمایا۔ کہ جب بہاء اللہ کا دعویٰ رسالت کا ہے ہی نہیں۔ تو پھر اجرائے رسالت کے متعلق مزعومہ آیاتِ قرآنی کا پیش کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔" (پیغام ۱۹ اپریل ۴۴ء صفحہ ۵)

ہمارا سوال تو صرف اتنا ہی ہے۔ کہ کیا مولوی محمد علی صاحب کی غلط فہمی کا بھی ازالہ ہُوا یا وُہ ابھی تک اپنی ضد پر قائم ہیں

قسطِ اوّل

جناب میاں غلام رسول صاحب تمیم کے مخلصانہ مضمون کا جواب

باہمی مصالحت میں کون روک ہے؟

مکرم جناب خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم جھنگ نے ''جماعت قادیان کے لئے لمحۂ فکریہ'' کے عنوان سے ایک مضمون ''پیغام صلح'' ۱۴ر جون میں شائع فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

''میں کوئی عالم یا مصنف نہیں ہوں۔ البتہ چالیس سال کا طویل عرصہ سلسلہ عالیہ کے ساتھ منسلک رہنے سے اور اپنی موٹی سمجھ اور علم کی رُو سے جو چند موٹی موٹی باتیں اور سیدھے سادے امور و واقعات اصحابِ قادیان کے غور کے قابل نظر آتے ہیں۔ نہایت ادب اور احترام کے ساتھ پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔''

میاں صاحب موصوف کا مضمون جس محبت سے لکھا ہوا ہے۔ ہم اسی محبت اور خلوص سے اس پر نظر کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی سمجھ اور علم کے مطابق بیسؔ نمبر لکھے ہیں۔ جن میں سے کئی نمبر تو تبدیلیٔ تعریف نبوت اور اس کی تاریخ وغیرہ سے متعلق ہیں۔ اور کچھ غیر احمدیوں کی امامت وغیرہ کے بارے میں ہیں۔ میں انشاء اللہ ان تمام امور و واقعات کا نمبروار اور تفصیلی جواب لکھوں گا۔ اس رسالہ میں زیادہ گنجائش نہیں ہے۔ اس لئے مکمل بحث آئندہ نمبر میں ہوگی۔ لیکن ایک اصولی بات پر اس جگہ تبصرہ کرنا ضروری ہے:۔

جناب میاں صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:-

''جماعت کے دونوں فریق کا ہر قسم کا زور جو دُنیا کے فتح کرنے پر خرچ ہونا تھا۔ ایک دُوسرے کی مخالفت پر خرچ ہو رہا ہے جس سے ہر بہی خواہ سلسلہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے نام لیوا کو قدرتی طور پر دُکھ اور غم ہوتا ہے''

سوال صرف یہ ہے۔ کہ دونوں فریق میں مصالحت نہ ہونے کا کون ذمہ وار ہے؟ جناب مولوی محمد علی صاحب اس کی ساری ذمہ واری اپنے اُوپر لے چکے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ:-

(الف) ''قادیان کے رہنے والوں نے کفّار کے ساتھ مشابہت اختیار کر لی ہے۔ قادیان کے اندر ہاں اس قادیان کے اندر جس کا نام حضرت مسیح موعودؑ کی وجہ سے دُنیا میں روشن ہوا۔ ان لوگوں

نے دو نہایت خطرناک قلعے تعمیر کر لئے ہیں۔ جب تک ان دو قلعوں کو گرایا نہیں جاتا۔ اسلام اور احمدیت کے لئے ایک زبردست خطرہ موجود رہے گا۔ ان میں سے ایک قلعہ کفر کا ہے۔ اور دوسرا شرک کا ہے۔"

(ب) میں کہتا ہوں۔ کہ قادیان کی خلافت شرک کا ایک قلعہ ہے۔ اسلام اور احمدیت کے مفاد کا تقاضا ہے۔ کہ اس قلعہ کو توڑ دیا جائے۔"

(ج) "جب تک ہم ان کے ان دو قلعوں کو فتح نہیں کر لیتے۔ ہمارا ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔" (پیغام صلح ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء)

اس ذہنیت اور اس اعلان کے بعد جناب میاں صاحب موصوف ہی انصاف فرمائیں۔ کہ باہمی مخالفت پر قوت کے خرچ کرانے کا موجب، اور مصالحت میں روک کون ہو رہا ہے۔ ہماری طرف سے تو بار بار واضح الفاظ میں اعلان ہو چکا ہے۔ کہ اگر غیر مبایعین کے ذمہ دار اصحاب صلح کرنا چاہیں۔ اور عہد کریں کہ وہ ہماری جماعت کے خلاف لکھنا بند کر دیں گے۔ تو ہم اس دعوت پر فوراً لبیک کہیں گے۔ اور پھر باہمی سارا زور دوسری طرف خرچ ہو سکتا ہے۔ مگر آج تک اس کا کبھی منصفانہ جواب نہیں دیا گیا۔ ایک دفعہ مدیر پیغام نے اپنے "مصالحانہ انداز" میں اس تحریک کا مختصر جواب یوں دیا تھا:-

"ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد"

ہمارے امام ایدہ اللہ بنصرہ نے جناب مولوی محمد علی صاحب کے سامنے فیصلہ کے لئے چار مشہور طریق پیش فرمائے تھے۔ جن میں سے مولوی صاحب کے لئے سہل ترین یہ تھا۔ کہ فریقین اپنے نسبتی خرچ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تشریح دعویٰ نبوت پر مختصر رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" ایک لاکھ چھپوا کر شائع کریں۔ اور اس پر دونوں فریق کے قائد دستخط کر دیں۔ کہ نبوت حضرت مسیح موعود کے بارے میں ہمارا وہی مذہب ہے۔ جو اس رسالہ میں درج ہے۔ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد فریقین باہمی اختلاف کے بارے میں کلی خاموشی اختیار کر لیں۔ جناب مولوی صاحب نے اس سہل ترین طریق کو بھی آج تک منظور نہیں فرمایا۔ اب فرمایئے۔ کہ اس "مخالفت" کے سلسلہ کے جاری رکھنے کا موجب کون ہے:

جناب مولوی صاحب جس طرح جماعت احمدیہ کے دلوں کو زخمی کرتے رہتے ہیں۔ اس کا تازہ نمونہ جناب میاں غلام رسول صاحب اس رسالہ میں مولوی صاحب کے تازہ اقتباسات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں:

میں اس جگہ میاں صاحب موصوف ایسے بہی خواہ سلسلہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام لیوا سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے لئے اس "دکھ اور غم" کا علاج بھی تو بتائیں یونہی مجمل طور پر "دونوں فریق" کے ذمہ الزام عائد کر دیا روا نہیں۔ اگر وہ اور ان ایسے دوسرے پرانے لوگ اب بھی جناب مولوی محمد علی صاحب سے مصالحت کے لئے درخواست کریں۔ تو شائد

وہ اپنے مندرجہ بالا قلعہ گرانے کی سکیم پر نظر ثانی کر کے اس فیصلہ سے رجوع کر لیں۔ کہ:-

"ہمارا ان کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا"!

تعجب ہے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب غیر احمدیوں سے سمجھوتہ کے لئے بے قرار ہیں۔ ہندوؤں اور سکھوں سے ان کا سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ دہریوں سے وہ مل کر بیٹھ سکتے ہیں۔ اور انہیں ان کے قلعوں کو گرانے کا فکر نہیں۔ البتہ وہ جماعت احمدیہ قادیان سے کسی صورت میں سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ کیا یہی ذہنیت "دکھ اور غم" کا موجب نہیں؟ (باقی آئندہ انشاء اللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عجیب کشف

پیغام صلح میں شائع ہوا تھا۔ کہ

"حضرت اقدس نے فرمایا۔ کہ میں نے کشف میں دیکھا۔ کہ چار کرسیاں بچھی ہیں۔ تین پر ہیں۔ اور ایک خالی پڑی ہے۔ سامنے سے مرزا سلطان احمد خان صاحب آگئے ہیں۔ تو میں نے مرزا سلطان احمد خاں صاحب کو کہا ہے۔ کہ چوتھی کرسی پر آپ بیٹھ جاویں۔" (پیغام صلح ۲ فروری ۱۹۱۶ء)

غیر مبایع دوست خدا کے لئے سوچیں۔ کہ یہ کشف کس طرح آفتاب نیمروز کی طرح پورا ہوا۔ اور اس نے پورا ہو کر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کا مصلح موعود اور مثیل مسیح موعود ہونا کس قدر واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چوتھی کرسی پر بیٹھنے کے لئے نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی وہ اس وقت بیٹھے حضرت خلیفہ اول رض کے عہد میں بھی وہ کرسی خالی رہی اور مرزا سلطان احمد صاحب اس پر نہ بیٹھے لیکن خلافت ثانیہ کے زمانہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے مرزا سلطان احمد صاحب کو اس خالی کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اور اللہ تعالے کے فضل سے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اس کرسی پر بیٹھ گئے۔ الحمد للہ

اس الہی شہادت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ مثیل مسیح موعود ہیں۔ اور آپ ہی مصلح موعود ہیں جن کے ذریعہ اور جن کی بیعت کے واسطہ سے اللہ تعالے نے "تین کو چار" کر دیا۔ فالحمد للہ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ہی درحقیقت مصلح موعود ہیں

دوسرا نہ کوئی مصلح موعود ہے، نہ ہو سکتا ہے۔ نہ ہو گا۔

از جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہور

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے نہ تو خلیفہ ہونے سے پہلے کبھی خلافت کی خواہش کی تھی۔ اور نہ مصلح موعود ہونے کی کبھی تمنا کی تھی۔ لیکن جب خدا تعالےٰ نے آپ پر ظاہر کر دیا۔ کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔ تو آپ نے مصلح موعود ہونے کا اعلان فرما دیا۔ اور اس بارہ میں الہام کی روشنی میں آپ کو صحیح طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ وہ مصلح موعود جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بشارت کے ماتحت جس کا ذکر "بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا" نیز "فرزند دلبند۔ گرامی ارجمند" کے الفاظ میں ہوا ہے۔ وہ بیٹا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایسی اولاد میں سے ہی ہونے والا تھا جو حضرت صاحب کے سامنے پیدا ہوئی۔ جب حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو انکشاف تام ہو گیا کہ وہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ تو آپ نے اپنے تئیں مصلح موعود مان لیا۔ اور اس کا اعلان فرما دیا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے آپ پر آپ کا اس پیشگوئی کا مصداق ہونا ظاہر کر دیا:-

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک جتنے واقعات ظہور میں آئے ہیں۔ اُن سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ کو ہرگز تمنا نہ تھی۔ کہ میں خلیفہ بنوں۔ اور نہ آپ کو اس بات کی خواہش تھی۔ کہ کوئی آپ کو مصلح موعود کہے۔ لیکن جب خدا نے بتا دیا۔ کہ وہ آنے والا مصلح موعود تو ہی ہے۔ تو آپ نے خدا کی آواز پر سر تسلیم خم کر لیا۔ اور اس اعلان کے بعد جتنے بھی عظیم الشان جلسے جماعت کے ہوئے ہیں۔ اُن میں آپ نے خدا کی قسم کے ساتھ ساری دنیا کے سامنے اپنے آپ کو مصلح موعود کی شکل میں پیش کر دیا۔ بس کس کی طاقت تھی۔ کہ سورج کو چڑھنے سے روک دیتا آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ حضرت والدم بزرگوار میاں چراغ الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک رؤیا میں دیکھا تھا۔ کہ حضور مسیح موعودؑ کی قبر شق ہو کر حضرت امام آخر الزمان اس میں سے باہر سینے تک کھڑے ہو گئے ہیں۔ مگر شکل حضور مسیح موعودؑ کی اس وقت بالکل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی ہی تھی۔ یہ خواب حضرت والدم بزرگوار نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے سامنے قادیان میں ایک مجلس میں سنائی تھی۔ اور اُس کی تعبیر بھی

پوچھی تھی۔ تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سیدنا نور الدین رضی اللہ عنہ نے یہی جواب دیا تھا۔ کہ اللہ تعالےٰ علوم ظاہری و باطنی کی جامعیت حضرت فضل عمر بشیر الدین محمود احمد صاحب کو ہی عطا فرمائے گا۔ جس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اس خواب کی یہ تعبیر فرمائی تھی۔ اس وقت کئی بڑے بڑے آدمی بھی مجلس میں موجود تھے۔ آج تک جو واقعات خلافت ثانیہ کے مُبارک عہد میں ظہور میں آئے ہیں۔ وُہ اس خواب کی صداقت پر واضح طور پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ الحمد للہ۔ اس تمام مدت عمر میں جو گزر چکی ہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی طبیعت نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ کہ حق و صداقت کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس سے کسی طرح کا انحراف کیا جائے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا اُن تمام اوصاف سے متصف ہونے کے علاوہ جو مصلح موعود کی پیشگوئی میں حسب اعلام الٰہی حضرت مسیح موعودؑ نے بیان فرمائے تھے۔ حسن و احسان میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا حضور مسیح موعودؑ کا نظیر و مثیل ہونا صاف ثابت کر رہا ہے۔ کہ آپ کے سوا کوئی شخص بھی اس پیشگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ پس سچی عظمت کی راہ یہ نہیں ہے۔ کہ دوسروں سے اپنی زبانی عظمت منوائی جائے۔ اسلام نے انسان کے بہت سے بنائے ہوئے بتوں کے ساتھ اس کو بھی توڑ دیا ہے عظمت و شان وُہی ہے۔ جو حسنِ عمل سے وُہ مرتبہ پائے جو کسی دُوسرے کو نصیب نہ ہو۔ یہ کہنا کہ مصلح موعودؑ یہ کل کو ہونے والی بات ہے یہ ایسی غلط راہ ہے۔ کہ ہمیشہ اس سے دُنیا نے ٹھوکر کھائی ہے۔ ہر موعود کے وقت یہی کہا گیا۔ کہ یہ کل کو ہونے والی بات ہے۔ ابھی اس موعوُد کے آنے کا وقت نہیں آیا۔ مگر اس سے بڑھ کر سرگشتہ فریب اور غلطی خوردہ اور کون ہوگا۔ جو ایک لحظہ کے لئے بھی اس بات پر اعتماد کرے۔ کہ مصلح موعود کل کو ہونے والی بات ہے اسی بات نے تو مسلمانوں کو حضرت امام آخر الزمان مسیح موعود علیہ السلام کو شناخت کرنے سے روکا اور سعادت سے محروم کر دیا۔ آج جب ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ وُہ تمام نشانات پورے ہو گئے جو اس بشارت میں بتلائے گئے تھے۔ تو پھر حضرت فضلِ عمر کو مصلح موعود نہ ماننا گویا اُن تمام نشانات کی تکذیب کرنا ہے۔ آج بھی دُنیا دیکھ رہی ہے۔ کہ عمل کا فرشتہ کتنے ہی بڑوں کو چھوٹا کر رہا ہے۔ اور کتنے ہی چھوٹوں کو بڑا بنا رہا ہے۔ انسان کی فطرتی ترقی اور قدرتی حقوق کے قیام کے لئے ہی مصلحین آیا کرتے ہیں۔ مگر لوگ اپنے غلط خیالات اور رجحانات کی وجہ سے انہیں قبول نہیں کرتے۔ یہی وُہ باتیں ہیں۔ جو انسان کو حق و صدق کے قبول کرنے سے محروم رکھنا چاہتی ہیں اور اس خلافِ فطرت راہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔ کہ ایک شخص کو باوجود عدم استحقاق ذاتی کے مستحق شرف و عظمت سمجھا جائے۔ اور دُوسرے کو باوجود استحقاق ذاتی کے محروم کر دیا جائے۔ اور خدا کے انتخاب کو پسند نہ کیا جائے۔ بہت کم دماغ ملیں گے۔ جو اس نشۂ باطل سے سرگراں نہ

ہوں۔ الا ماشاء اللہ۔ پس کیوں نہ ہم خوشی سے اچھلیں۔ کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہم نے اس گوہر نایاب کو پا لیا۔ جو مصلح موعود کی شکل میں آنا مقدر تھا۔

میری بڑی سے بڑی آرزو جس کو میں اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ یہی ہے۔ کہ زندگی کی آخری گھڑیوں تک حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ کے طریق صدق و حق پر مستقیم رہنے کی توفیق پاؤں۔ اور بقیہ زندگی اسی راہ میں بسر کروں جس راہ میں حضرت امام آخر الزمان نے اپنی زندگی بسر فرمائی یعنے نشر و اشاعت و تبلیغ قرآن میں۔ خدمت علم و حق ایک سرمایہ سعادت ہے۔ جو مجھ تہیدست تک پہونچا ہے۔ یہ مجھ عاجز پر فضل الٰہی کی بخشش ہے۔ کہ اس نے مجھے حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ کی معرفت بخشی اور اب اس کے بعد حضرت فضل عمر مصلح موعود امیر المومنین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی معیت عطا فرمائی ہے۔ ہم حضرت امیر المومنین کو مصلح موعود تسلیم کرنے کی دعوت محض اس بنا پر دے رہے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وہ تمام الہامات۔ جو مصلح موعود کے متعلق ہیں۔ وہ آپ پر صادق آرہے ہیں۔ کسی دوسرے کی انتظار نہیں کرا رہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے۔ کہ وہ لوگ جو اس بات کو بار بار دوہرا رہے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین نے صرف اپنے رؤیائے صالحہ کی بنا پر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کر دیا۔ جب خدا نے حضرت امیر المومنین کا نام مثیل مسیح اور خلیفۃ المسیح ہونے کے لحاظ سے خدمات مفوضہ کے مناسب حال مصلح موعود رکھ دیا ہے۔ تو اب ہمارے اُن دوستوں کو خدا سے پوچھنا چاہیئے۔ کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اور ان تمام نشانات اور گواہیوں کو حضرت فضل عمر کے وجود باجود میں جمع کیوں کر دیا۔ میرا دعویٰ ہے۔ کہ اگر وہ مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی کے الفاظ کو غور سے مطالعہ فرمائیں گے۔ تو وہ کوئی ایسا الہام پیش نہیں کر سکیں گے۔ جو مصلح موعود کے متعلق ہو۔ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ پر صادق نہ آتا ہو۔ سو اُن کی حیرت کو دور کرنے، اور حقیقت پر سے پردہ اٹھانے کے لئے یہ چند سطور لکھی جا رہی ہیں۔ کہ ہم حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کو درحقیقت مصلح موعود ماننے کے لئے کیوں دعوت دے رہے ہیں۔ ہمارے دوست ان حقائق پر غور فرمائیں۔ حضرت امام سیدنا مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے۔ اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا۔ پیشگوئی کی گئی تھی۔"

پس جس لڑکے کو حضور ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار کا مصداق قرار دے رہے ہیں۔ وہی حضور کے نزدیک مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہے۔ حضور کی کتابوں اور اشتہارات

سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضورؑ اپنے لڑکوں میں سے اگر کسی کو ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۶ء والے اشتہار کی پیشگوئی کا مصداق سمجھ رہے ہیں۔ تو اپنے بڑے لڑکے محمود کو ہی سمجھتے رہے ہیں۔ حضور نے کبھی بھی دوسرے لڑکوں کے نام کو اس پیشگوئی کے نزدیک نہیں آنے دیا۔ جو شخص کہتا ہے۔ کہ مبارک احمدؓ کے متعلق حضور کا یہ خیال تھا۔ کہ وہ اس پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق تھے۔ وہ حضور کی منشاء کے بالکل خلاف ہونے کی وجہ سے یقینی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ تذکرہ میں حضور علیہ السلام نے صاف لکھا ہے۔ کہ مبارک احمد کے کم عمری ہی میں فوت ہو جانے کی خدا نے اطلاع دی ہوئی تھی۔ پھر اس کے متعلق حضرت کیسے اس پیشگوئی کو لگا سکتے تھے۔

(۲) حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں فضل عمر اولوالعزم حسن و احسان میں اپنا نظیر، دوسرا بشیر، اور محمود، اور نو برس کی میعاد کے اندر پیدا ہونے والا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو ہی قرار دیا ہے۔ اگر حضور نے حضرت امیر المومنین کے نام محمود کی نسبت یہ صاف بیان کیا ہے۔ کہ میں نے ان کا نام محمود ۱۰۔ جولائی سنہ ۸۸ء والے اشتہار کی بناء پر رکھا ہے جس میں خدا تعالےٰ نے ہی مصلح موعود کا نام محمود بتلایا ہے۔ تو اس میں کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔

(۳) حضرت امیر المومنین کی ذاتی خوبیاں پیش از وقت ہی اللہ تعالےٰ نے الہام کے ذریعے حضور مسیح موعود علیہ السلام پر ظاہر فرما دی تھیں۔ آپ کے خدا رسیدہ ہونے، دین کا چراغ ہونے، شاہد بشیر و مبشر ہونے، ید اللہ بجلال و جمال ہونے، خدا با ماست یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے اولوالعزم حسن و احسان میں نظیر کے الفاظ اس بات کو ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ مصلح موعود حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ ہی ہیں۔ نہ کوئی اور ہے۔ اور نہ کوئی ہو سکتا ہے۔

(۴) بشیر اول کے بعد مصلح موعود کا بلا توقف پیدا ہونا حضرت کے اشتہاروں میں عام طور پر ظاہر و باہر ہے۔ جیسا کہ حضورؑ نے لکھا ہے۔ پھر ایک اور نشان یہ ہے۔ کہ جو یہ تین لڑکے موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے۔ اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے۔ جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارہ میں شائع کیا گیا تھا۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۵)

(۵) پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی۔ کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہارات شائع کئے گئے تھے۔ جو اب تک موجود ہیں .... ہاں سبز اشتہار میں بلا توقف لڑکا پیدا ہونے کا صریح لفظوں میں وعدہ تھا۔ سو محمود پیدا ہو گیا۔ (سراج منیر صفحہ ۳۴)

(۶) جب میرا پہلا لڑکا فوت ہوگیا۔ تو نادان مولویوں۔ اور ان کے دوستوں، عیسائیوں اور ہندوؤں نے اس کے مرنے پر بہت خوشی ظاہر کی۔ بار بار ان کو کہا گیا۔ کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ بھی ایک پیشگوئی ہے۔ کہ بعض لڑکے فوت بھی ہوں گے ...... جب لوگ اعتراض سے باز نہ آئے۔ تب خدا نے مجھے دوسرے لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ سبز اشتہار کے صفحہ ۷ میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی بشارت ہے۔ اور وہ یہ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں۔ لیکن اُس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔

یہ ہے عبارت اشتہار سبز صفحہ ۷ کی جس کے مطابق جنوری ۱۸۸۹ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا۔ وہ زندہ موجود ہے۔ اور سترھویں سال میں ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶)

(۷) مصلح موعود کی پیدائش کے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ اور وہ میعاد نو برس ہے۔ یہ میعاد صرف مصلح موعود کے ہی متعلق ہے۔ اور کسی لڑکے کے لئے نہیں۔

یاد رہے۔ کہ میاں مبارک احمد صاحب کو حضورؑ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی در بارہ مصلح موعود کا مصداق کہیں بھی قرار نہیں دیا۔ مبارک احمد کا نابالغی میں ہی فوت ہوجانا حضرت نے اپنے اشتہار تبصرہ میں لکھا ہے۔ کہ مجھے اس کی نسبت یہ الہام ہوا۔ وہ زود پیدا ہوگا۔ اور خدا کی طرف اس کی حرکت ہوگی۔ اور یہ کہ جلد فوت ہوجائے گا۔ حضرت نے اُس کو عمر پانے والا لڑکا کبھی نہیں سمجھا۔ کیا جس نے نابالغی کی عمر میں ہی فوت ہوجانا تھا۔ اُس کی نسبت حضور اس کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق قرار دے سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ حضورؑ نے کہیں بھی مبارک احمد کو مصلح موعود قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا مصداق لکھا۔ اور نہ ہی مصلح موعود کی علامات میں سے کوئی علامت مبارک احمد پر چسپاں کی۔ پھر نامعلوم کہ ان لوگوں کے کان میں کون پھونک مار گیا ہے۔ کہ حضور نے مبارک احمد کو مصلح موعود لکھا ہے۔ اگر کہیں لکھا ہے۔ تو دکھاؤ۔ یا اس صریح غلط بیانی سے باز آ جاؤ۔ یہ ان لوگوں کا من گھڑت دعوے ہے۔ ہمارا دعوے ہے۔ کہ سوائے حضرت امیر المومنین سیدنا بشیر الدین محمود احمدؓ کے حضرت مسیح موعودؑ نے کسی اور کو مصلح موعود قرار نہیں دیا۔ حضور کے الفاظ صاف ہیں۔ کوئی ان میں الجھن پیدا نہیں ہوسکتی۔

(۸) مصلح موعود حضرت مسیح موعود کی دعا کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ حضور کی موجودہ اولاد میں سے نہ ہو۔ تو وہ اس جماعت کے لئے جو حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ہیں۔ نشان نہیں بن سکتا پس دعا کا نتیجہ ہونے سے یہی لازم آتا ہے۔ کہ حضور کی اسی اولاد میں سے جو حضرت ام المومنین کے بطن سے پیدا ہوئی مصلح موعود پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما کر اس کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا تھا۔ پس متواتر دعا اور اُس کی قبولیت اس امر کا کافی اور وافی اور قطعی ثبوت ہے۔ کہ مصلح موعود

حضور کی موجودہ اولاد میں سے ہی ہو۔ دیکھو جس قدر نبیوں کو، اور ولیوں کو زمانہ کی تعیین کے بغیر مبشر اولاد کی بشارت ملی ہے۔ وہ بشارت ان کی اُس وقت کی موجودہ اولاد میں ضرور پوری ہوتی ہے۔ کبھی دوسری، یا تیسری پشت میں جاکر پوری نہیں ہوتی ؛

(۹) پھر ایک اور بڑی واضح بات ہے۔ کہ مصلح موعود کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہو۔ اور چونکہ بشیر اول کے بعد بلا توقف پیدا ہونے والے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ہی ہیں۔ اس لئے وُہی مصلح موعود ہیں ؛

(۱۰) ایک اور نہایت ہی مضبوط، اور محکم دلیل یہ ہے۔ کہ حضور مسیح موعود نے سبز اشتہار کے صفحہ ۷، و صفحہ ۲۱ پر لکھا ہے۔ کہ خوبصورت پاک لڑکا سے لے کر مبارک وُہ جو آسمان سے آتا ہے۔ تک بشیر اول کے متعلق پیشگوئی ہے۔ اور اُس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا سے مصلح موعود کی پیشگوئی شروع ہوتی ہے۔ پس مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا۔ اب ہمارا استدلال یہ ہے۔ کہ عبارت اس کے ساتھ فضل ہے۔ میں لفظ اس کا کوئی مرجع ہونا چاہیئے۔ کیونکہ فقرہ لفظ اس سے شروع نہیں ہُوا کرتا۔ اور اس "اس" کا مرجع بجز بشیر اول کے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اسی کا ہی اس سے قبل "مبارک وُہ جو آسمان سے آتا ہے" میں ذکر ہے۔ اور فضل مصلح موعود کا نام ہے۔ پس عبارت یُوں ہوگی۔ کہ بشیر اول کے ساتھ مصلح موعود ہے۔ اور مصلح موعود بشیر اول کے جانے کے ساتھ ہی آئے گا۔ جس طرح ہم نے اُوپر بیان کیا ہے کہ بلا توقف کا لفظ بھی بتا رہا ہے۔ کہ مصلح موعود حضرت فضل عمر ہی ہیں۔ اور صاف لکھا ہے۔ کہ وُہ لڑکا تیرے ہی تخم اور تیری ہی ذریت اور نسل ہوگا۔ پھر یہ الہام ہے۔ کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دُوسرے کی راہ دیکھیں۔ مطلب یہ کہ جس لڑکے کی اس سے قبل پیشگوئی کی گئی ہے۔ کیا وُہی مصلح موعود ہے۔ یا ہم اس کے جانے کے بعد دُوسرے کی راہ دیکھیں۔ اب لفظ دُوسرے سے مراد یہی ہے۔ کہ اس لڑکے کے بعد آنے والا دُوسرا لڑکا ہی مصلح موعود ہے۔ یعنے دُوسرے سے مُراد دُوسرا پیدا ہونے والا لڑکا ہے۔ جو حضرت محمود ہی ہیں۔ چونکہ وُہ لڑکا جس کے متعلق الہام میں کہا گیا تھا۔ کہ آنے والا یہی ہے۔ وُہ بشیر اول ہی تھا۔ اس لئے جو اس کے بعد دُوسرا آیا۔ وُہی لازماً مصلح موعود ہو سکتا ہے۔ نہ کوئی اور۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

غیر مبائع دوستوں کے لئے قابلِ غور حقائق!

مکرم جناب سید شاہ امیر صاحب مسلم ٹاؤن لاہور کا نہایت دلچسپ مکتوب

جناب سید شاہ امیر صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار مسلم ٹاؤن لاہور برادر جناب سید محمد حسین شاہ صاحب نے خاکسار کے نام فرقان کا مصلح موعود نمبر ملاحظہ فرمانے کے بعد اپنے رنگ میں ایک دلچسپ گرامی نامہ ارسال فرمایا ہے۔ مکرم شاہ صاحب نے اختلاف کے ذکر پر لکھا ہے۔ کہ "میرے اس وقت فریقین سے مخلصانہ تعلقات تھے۔ اور اب بھی ہیں اور میں احمدیت کا اصل مرکز قادیان ہی کو جانتا ہوں"۔ سارا خط لمبا ہے حسب گنجائش ضروری اور اہم حصہ درج ذیل ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسے پرانے لوگوں کو مرکزِ سلسلہ سے حقیقی وابستگی کی توفیق بخشے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

"مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب فرقان۔ السلام علیکم۔ میں نے مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ فرقان مصلح موعود نمبر بغور پڑھا ہے۔ جس وقت اخبار الفضل قادیان صاحبزادہ صاحب میاں محمود احمد صاحب کی ایڈیٹری میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اور اس کے سرورق پر آیت عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً لکھی گئی تھی۔ میں نے تو اسی وقت قیاس کر لیا تھا۔ کہ میاں صاحب بہت بڑے آدمی ہو جائیں گے۔ اور ایک وقت آئے گا۔ کہ اس آیت کی تفسیر میں میاں صاحب ہی اس کے مصداق ہوں گے میرے اس قیاس کی وجہ یہ تھی۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے ہی مقدر کر رکھا تھا۔ کہ کدعہ یعنی قادیان میں ایک شخص امتِ محمدیہ میں پیدا ہو گا۔ جو کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق ہو گا۔ لیکن اس کے والدین اس کا نام غلام احمد رکھ دیں گے۔ اور ابتداءً یہ شخص بھی اپنے آپ کو بڑے زور شور سے مرید اسلام بن کر ایڑی چوٹی تک زور لگائے گا۔ اور اپنے آپ کو احمد صلعم کا غلام سمجھ کر احمد صلعم کی شان میں ایسے گُن گائے گا۔ جو اس سے پہلے کسی نے نہ گائے ہونگے۔ اور جناب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کو ہی احمد آخر زمان سمجھ کر کہہ دے گا۔ احمد آخر زماں کز نورِ او۔ شد دلِ مردم زخور تاباں ترے لیکن بعض لوگ جو اس کے زور شور اور تحریک سے خائف ہو گئے۔ اور معاذ اللہ انہوں نے اس کو کافر۔ دجال وغیرہ ناموں سے یاد کرنا شروع کر دیا۔ تو وہ پھر اپنے

مخدوم و آقا سے ایک طرف یوں فریاد کرتا ہے۔ تیرے ہی مونہہ کی قسم اے مرے پیارے احمدؐ۔ تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے۔ گالیاں سُن کے دُعا دیتا ہوں ان لوگوں کو' وغیرہ وغیرہ۔ دوسری طرف مکفرین کی تسلی کے لئے ایک بڑی لمبی نظم لکھتا ہے۔ اس کا ابتدا یوں ہے :-

ما مسلمانیم از فضلِ خدا۔ مصطفےٰ مارا امام و پیشوا۔ باوجود ایں ہمہ اس پر بارش کی طرح ایسے الہام بھی نازل ہونے لگ گئے۔ جس کی وجہ سے اُس کو اپنے سابقہ عقائد بدلنے پڑے۔ اور وُہ سمجھ گیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق میں ہی احمد آخر زماں ہُوں۔ اور اُس نے صاف کہدیا۔ کہ احمد آخر زماں نام من است۔ آخری جامے ہمیں جام من است۔ نیز اُس پر خدا کی طرف سے یہ بھی واضح کردیا گیا۔ کہ جناب محمد رسُول اللہ صلعم کے وقت کا اسلام اب بوڑھا ہوگیا۔ یا اس میں روحانیت نہیں رہی۔ اب اصل اسلام وُہ احمدیت ہے۔ جو ہم آپکو عنایت فرماتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت مرزا صاحب احمدیت کے خوشنما شجر کو سرزمین قادیان میں گاڑ کر اپنے رفیق اعلےٰ سے جا ملے۔ تو میرے دل کو یقین ہو گیا۔ کہ اب اس شجر احمدیت کی آبیاری اور اس کے پھل کھانے کے حقدار بھی روزِ ازل سے صاحبزادہ صاحب میاں محمود احمد ہی ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب کی وفات پر ہی میاں محمود احمد صاحب کو آپ کا خلیفہ اور جانشین بنا دیا جاتا۔ تو میں نہایت وثوق سے کہتا ہوں۔ کہ وُہ حالات ہرگز رونما نہ ہوتے۔ جو حضرت مولانا نورالدین صاحب مرحوم کے ایام خلافت میں پیدا ہو گئے تھے۔ جو مجھ کو بھی معلوم ہیں۔ اور جناب میاں صاحب سب سے بہتر جانتے ہیں۔ لیکن خدا کو منظور تھا۔ کہ مولانا نورالدین مرحوم بھی جو اس سلسلہ کی تائید میں اپنا سب کچھ کھو کر حضرت حکیم الامۃ ہی قرار پاچکے تھے کچھ وقت کے لئے ان کی وجاہت بھی قائم رکھی جائے۔ جناب مرزا صاحب کے جانشین اول تو بنا دیئے گئے۔ مگر قدرت کو یہ دکھانا بھی منظور تھا۔ کہ شجر احمدیت در اصل اسوقت پھلے پھولیگا۔ جبکہ حق بہ حقدار رسید کا معاملہ ہوگا۔ سو الحمدللہ۔ کہ اس کی ابتدا اسی وقت سے شروع ہوگئی۔ جبکہ میرے دوستوں حامیانِ پیغام کی ناکام کوششوں کے باوجود میاں صاحب کو اللہ تعالےٰ نے خلافت بھی دی۔ اور ساتھ ہی دُود ھ لینے دین احمدی کے متعلق ایسے بر اہین سمجھا دیئے۔ جو پیغامی دوستوں کے فرشتے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ جس وقت میرے پیغامی دوست میاں صاحب کی خلافت سے ناراض اور منکر ہوگئے۔ اور انہوں نے لاہور میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے نام پر کچھ کاروبار شروع کردیا۔ تو میرے مرحوم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے جو در اصل میری ہی وجہ سے اس سلسلہ میں شامل ہوئے تھے مجھے لکھا۔ کہ انجمن احمدیہ قادیان میں اصل رُوح احمدیت نہیں رہی۔ اور وُہ مُردہ ہوگئی ہے۔ ہم نے لاہور میں مذکورہ بالا نام کی انجمن بنائی ہے۔ آپ بھی اس کے ممبر بن جائیں۔ میں نے جواباً لکھا۔ کہ جس مبارک وجود کو آپ جری اللہ فی حلل الانبیاء اور بروزی نبی مان چکے ہیں۔ جب اس کی بنائی ہُوئی انجمن مردہ ہوگئی۔ تو آپ کی انجمن کیا گاڑی ہے کہ زندہ رہے گی۔ ساتھ ہی یہ کہدیا۔ کہ قادیان سے قطع تعلق مناسب نہیں۔ اور حسب ذیل نظم بھی لکھی :-

جو شاخ فیض شجر سے محروم ہوگئی پھل پھول کیسا سمجھو وہ معدوم ہوگئی چوں احمدی کا قادیان ماں نہیں ہے حالت اسکی آپ ہی مجذوم ہوگئی

تبدیلیٔ تعریفِ نبوّت

احباب کو معلوم ہے۔ کہ غیر مبایعین سے تبدیلیٔ تعریفِ نبوت پر ایک تحریری مناظرہ شروع ہے۔ یہ مناظرہ کس مرحلہ پر ہے۔ اس کے لئے یہ بتا دینا کافی ہے۔ کہ میں نے دوسرا پرچہ ۸ دسمبر ۱۹۴۳ء کو بھیجا تھا۔ آج ۱۳ جون ۱۹۴۴ء تک مولوی عمر الدین صاحب کی طرف سے اس کا جواب نہیں آیا۔ چودھری محمد اسمٰعیل صاحب وغیرہ دوسرے غیر مبایع دوست اگر چاہیں۔ تو ارشادِ خداوندی وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا کے مطابق اس موضوع پر وہ بھی خامہ فرسائی کر سکتے ہیں۔ خدا ترس اور غیر متعصب اصحاب کے غور و فکر کے لئے میں اپنا پہلا پرچہ شائع کرتا ہوں:۔

(۱)

زمانۂ تصنیف حقیقۃ الوحی (۱۹۰۶ء) کی بات ہے۔ کہ بانیٔ سلسلۂ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک شخص نے سوال کیا۔ کہ:۔

"تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵۷ میں (جو میری کتاب ہے) لکھا ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گزرے۔ کہ میں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیحؑ پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر ہو سکتی ہے۔ پھر ریویو جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ میں مذکور ہے۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ پھر ریویو صفحہ ۴۷۵ میں لکھا ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا۔ تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں۔ وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔ خلاصۂ اعتراض یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں تناقض ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۴۸)

اس سوال کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عبارت تحریر فرمائی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ:۔

"اس بات کو توجہ کرکے سمجھ لو۔ کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے۔ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے

یہ لکھا تھا۔ کہ مسیح بن مریم آسمان سے نازل ہوگا۔ مگر بعد میں یہ لکھا۔ کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔ اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا۔ کہ اگرچہ خدا تعالےٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسےٰ رکھا۔ اور یہ بھی مجھے فرمایا۔ کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی۔ مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔ اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر سے نازل ہونگے۔ اس لئے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا۔ بلکہ اس وحی کی تاویل کی۔ اور اپنا اعتقاد وُہی رکھا۔ جو عام مسلمانوں کا تھا۔ اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔ لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی۔ کہ وُہ مسیح موعود جو آنے والا تھا۔ تو ہی ہے۔ اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے۔ اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کرکے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں........ اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وُہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

اس عبارت کے آخری فقرہ پر حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوّت کے مقام تک پہونچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

(۲)

معزز بھائیو! اس واضح عبارت سے مندرجہ ذیل امور بالبداہت ثابت ہیں:۔

اوّل:۔ اپنی نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں تبدیلی ہوئی ہے۔ الفاظ "اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا" بالکل صریح ہیں۔

دوم:۔ اس تبدیلی کا موجب خدا تعالےٰ کی وُہ وحی ہوئی جو بارش کی طرح حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

سوم:۔ اس تبدیلی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "اوائل" کے کلام میں اور "بعد"

کے کلام میں ویسا ہی تناقض پیدا ہو گیا۔ جیسا کہ قبل ازیں حیاتِ مسیحؑ اور وفاتِ مسیحؑ کے بارے میں پیدا ہو چکا تھا۔ ہر دو تناقض ایک ہی نوعیت کے تھے۔ اور چونکہ اس کا موجب رسمی عقیدہ کا خدا کی متواتر وحی سے تبدیل کیا جانا تھا۔ اس لئے ہرگز قابلِ اعتراض نہیں:۔

چہارم :۔ اس تبدیلی کا ایک نمایاں اثر یہ ہوا۔ کہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آپ کو غیر نبی اور حضرت عیسےٰ کو نبی سمجھ کر اپنی فضیلت کو وہ جزئی فضیلت قرار دیتے تھے۔ جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اب اس تبدیلی کے بعد فرماتے تھے۔ کہ میں حضرت عیسےٰ سے تمام شان میں بہت بڑھ کر ہوں۔ یعنی فضیلت مطلقہ کا دعوے فرمایا:۔

پنجم :۔ اس تبدیلی کا یہ اثر نہ ہوا تھا کہ حضورؑ نے معاذ اللہ حضرت عیسےٰ کو غیر نبی قرار دے دیا ہو۔ بلکہ یہ ہوا تھا۔ کہ حضورؑ نے اپنے آپ کو خدا کی صریح وحی کے نتیجہ میں نبی قرار دیا۔ ایسے طور پر کہ ایک پہلو سے نبی، اور ایک پہلو سے امتی جس کا مطلب یہ تھا کہ میں مقام نبوت پر ضرور پہونچا ہوں میں خدا کا نبی ضرور ہوں۔ مگر سید الانبیاء خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے:۔

یہ نتائج خمسہ بالکل بدیہی اور واضح ہیں۔ اس جگہ غیر مناسب نہ ہوگا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی عبارت کے رو سے اس بارے میں بارش کی طرح وحی کے نزول اور صریح طور پر خطاب دیئے جانے کا زمانہ معین کر دیا جائے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:۔

"حق یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل، اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ۔ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں۔" (رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" صـ۱ مطبوعہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

(۳)

مسئلہ نبوت کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ میں جو تبدیلی ہوئی۔ اور جس کے نتیجہ میں آپ نے اپنے آپ کو حضرت مسیح نبی اللہ سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر قرار دیا اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہی سوال ہے۔ جو اس مناظرہ میں حل طلب ہے۔ یاد رہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان اور فریق لاہور دونوں مانتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نفسِ دعوے میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اوائل میں بھی اور بعد میں بھی حضورؑ علیہ السلام کا نفسِ دعویٰ یہی تھا۔ کہ مجھ پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہوتا ہے۔ وہ مکالمہ الٰہیہ امورِ غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے اپنی وحی میں میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس دعویٰ میں ہرگز تبدیلی نہیں ہوئی

یہ امر مسلّم فریقین ہے۔ اس لئے متعین ہوگیا۔ کہ حقیقۃ الوحی میں جس تبدیلیٔ عقیدہ کا بیان ہے۔ وُہ نبوت کے نفسِ دعوے میں نہیں ہوئی۔ بلکہ محض تعریفِ نبوت میں تبدیلی ہُوئی ہے۔ یہ بات محض امکانی اور قیاسی نہیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعوؑد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور بیانات میں اس کا کُھلا کُھلا ثبوت ملتا ہے۔ میں اس جگہ اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے دس دلائل درج کرتا ہوں

پہلی دلیل:۔ اس زمانہ میں جب حضور علیہ السلام اس وحی الٰہی کی تاویل فرماتے تھے جس میں آپ کو نبی و رسُول کہا گیا تھا۔ آپ نبوت کی تعریف میں مندرجۂ ذیل شرائط ضروری قرار دیتے تھے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسُول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وُہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسُوخ کرتے ہیں۔ یا نبیٔ سابق کی اُمت نہیں کہلاتے۔ اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں"

(اخبار الحکم ۱۷ر اگست ۱۸۹۹ء صلہ)

اس عبارت میں حضرت مسیح موعوؑد علیہ السلام نے اصطلاحِ اسلام میں نبی کہلانے کے لئے کلی طور پر صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہونا یا بعض احکام سابقہ کو منسُوخ کرنے والا ہونا ضروری قرار دیا ہے اور اگر یہ نہ ہو۔ تو کم از کم نبی کہلانے کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ وُہ شخص امتی نہ ہو۔ یعنی اُس نے کسی نبی کی پیروی سے استفاضہ نہ کیا ہو۔ بلکہ براہِ راست خدا سے تعلق رکھتا ہو۔ گویا نبی وُہ ہوتا ہے۔ جو شریعت لائے، اور مستقل ہو۔ یا کم از کم مستقل ہو۔ اور کسی نبیٔ سابق کا امتی نہ ہو۔

اس تعریف کے مقابل بعد کے زمانہ میں حضوؑر نے حسب ذیل تعریف تحریر فرمائی ہے:۔

"نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرفِ مکالمہ، اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو **شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحبِ شریعت رسُول کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا** نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صلہ۱۳۸)

میرے مخاطب مولوی عمر الدین صاحب شملوی اس تعریف کو بھی اصطلاح اسلام کی تعریف تسلیم کرتے ہیں لیکن باوجود اس کے وُہ تعریفِ نبوت میں تبدیلی کے قائل نہیں، حالانکہ یہ بات دونوں عبارتوں پر غور کرنے سے بخوبی عیاں ہو جاتی ہے۔ کیا اس میں کسی عقلمند کو وہم سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی عبارت میں قرار دیا گیا ہے۔ کہ نبی کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس نے براہ راست فیضان حاصل کیا ہوا۔ اور وُہ کسی سابق نبی کا امتی نہ ہو؟ پھر کیا اس میں اختلاف ہو سکتا ہے۔ کہ دُوسری عبارت میں تصریح موجُود ہے۔ کہ نبی

ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ وُہ صاحب شریعت رسُول کا متبع نہ ہو؟ جب یہ انکار نہیں ہو سکتا تو کس طرح غیر مبایع دوست کہتے ہیں۔ کہ تعریف نبوت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ پس تبدیلی تعریف نبوت ثابت ہے ؛

دُوسری دلیل۔ حضرت مسیح موعُود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

"میرے نزدیک نبی اسی کو کہتے ہیں۔ جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو۔ اس لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ مگر بغیر شریعت کے۔ شریعت کا حامل قیامت تک قرآن شریف ہے۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

دیکھئے اس عبارت میں نبی کی جو تعریف کی گئی ہے۔ اس کے لئے امتی نہ ہونا ذکر نہیں فرمایا۔ پس ظاہر ہے۔ کہ ۱۸۹۹ء والی تعریف میں تبدیلی ہو چکی ہے ؛

تیسری دلیل۔ حضرت مسیح موعُود علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

"اور جبکہ وُہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے۔ اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر اُمورِ غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دُوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔" (رسالہ الوصیت صفحہ ۱۲)

اس حوالہ سے ظاہر ہے۔ کہ جس تعریفِ نبوت پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ وُہ اس سے مختلف ہے۔ جو الحکم ۱۸۹۹ء میں درج ہوئی ہے۔ یہ تبدیلی تعریف نبوت کا ایک زبردست ثبوت ہے ؛

چوتھی دلیل۔ حضرت مسیح موعُود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ ضرور یاد رکھو۔ کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے۔ کہ وُہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وُہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسُول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت فلا یظھر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفی غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وُہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑا۔ کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھُلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ حاشیہ)

اس اقتباس میں جُملہ انبیاء علیہم السلام کے نبی کہلانے کی بنیاد "نبوتیں اور پیشگوئیاں" قرار دی گئی ہیں جس کے لئے آیتِ قرآنی سے استدلال کیا گیا ہے۔ اور بعد ازاں امتِ مرحومہ کے لئے ان

نبوتوں اور پیشگوئیوں کے حصول کا دروازہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں کھلا بتایا گیا ہے۔ پس نبوت کی جامع مانع تعریف یہی ہے۔ باقی سب خصوصیات ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ سابقہ تعریف نبوت میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ وھو المراد۔

پانچویں دلیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عشاق الرحمن کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں۔ اور وہ خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اکثر دعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اور اپنی دعاؤں میں خدا تعالےٰ سے بکثرت جواب پاتے ہیں" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۰ طبع دوم)

اس عبارت سے واضح ہے۔ کہ اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کے لئے یہ شرط نہیں۔ کہ وہ شریعت لائے۔ یا امتی نہ ہو۔ بلکہ نبی اور رسول کہلانے کی بنیاد ان پاک مکالمات اور مخاطبات الہیہ پر ہوتی ہے۔ جو کیفیت اور کمیت میں کمال درجہ پر ہوتے ہیں۔ محدث بھی مکالمات کی وجہ سے ہی کہلاتا ہے۔ مگر اُسے وہ کیفیت یا کمیت مکالمہ کی حاصل نہیں ہوتی۔ جس کی بناء پر اللہ تعالےٰ کسی بندے کا نام نبی رکھتا ہے۔ بہر حال اس حوالہ سے عیاں ہے۔ کہ ۱۹۰۴ء میں اصطلاح اسلام کے رُو سے نبوت کی جو تعریف سمجھی جاتی تھی۔ اس میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہے:۔

چھٹی دلیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

"نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے۔ کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا۔ جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اُس شخص کے جو اُس کا برگزیدہ رسول ہو" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹)

آیت قرآن مجید سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نبوت کی کیا تعریف ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ تعریف ۱۹۰۷ء کی مذکورہ بالا تعریف سے مختلف ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا۔ کہ تعریف نبوت میں تبدیلی واقع ہوگئی ہے:۔

ساتویں دلیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹ وغیرہ میں نبوت کی جو تعریف بیان فرمائی ہے۔ وہ مسیح کے نبیوں کی نبوت کی تعریف ہے۔ محدثوں والی نبوت کی تعریف نہیں کیونکہ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس حصہ کثیر وحی الہٰی اور امور غیبیہ میں سے اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص

ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔" (حقیقۃ الوحی صلا ۳۹۱)

محدث تو امت میں بہت گزرے ہیں۔ اگر یہ تعریف محدثوں والی نبوت کی ہوتی۔ تو یقیناً وہ سب لوگ اس نام کے مستحق ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تعریف کا مصرف اپنے آپ کو مستحق قرار دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ:۔

"سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا۔ اگر میں اپنے سید و مولےٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا۔" (حقیقۃ الوحی صلا ۶۲)

پس صاف کھل گیا۔ کہ زیر نظر تعریف نبوت کسی محدث پر صادق نہیں آتی۔ بلکہ صرف نبیوں پر صادق آسکتی ہے۔ اور چونکہ یہ تعریف ۱۸۹۹ء کی تعریف سے مختلف ہے۔ اس لئے تبدیلی تعریف نبوت کا ماننا لازمی ہے۔

آٹھویں دلیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

(الف) "سو خدا کی یہ اصطلاح ہے۔ جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے۔ یعنی ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔" (چشمہ معرفت صلا ۳۲۵)

(ب) "آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں۔ میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔ اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صلا ۶۸)

معلوم ہوا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعد ازاں نبوت کی جو تعریف اختیار فرمائی ہے۔ یہ بموجب حکم الٰہی تھی۔ اور یہ خدا کی اصطلاح ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ حضرت اقدس نے سابقہ تعریف کی بجائے اس تعریف کو حکم الٰہی سے اختیار فرمایا ہے۔

نویں دلیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم النبیین کی جو تفسیر پہلے اور پچھلے زمانہ میں تحریر فرمائی ہے۔ اس سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ تعریف نبوت میں ضرور تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ حضور علیہ السلام لکھتے ہیں:۔

(۱) "یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وُہ رسُول اللہ ہے۔ اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی دلالت کر رہی ہے۔ کہ بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسُول دُنیا میں نہیں آئے گا۔" (ازالہ اوہام ص۶۱۴ طبع دوم)

(۲) الف۔ "ماحصل اس آیت کا یہ ہوُا۔ کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقام نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں۔ کہ وُہ نبوت چراغ نبوت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔ یعنی ایسا صاحب کمال ایک جہت سے تو امتی ہو۔ اور دُوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔" (ریویو بر مباحثہ ص۸)

ب "اللہ جلشانہٗ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی۔ جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ رُوحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی ص۹۷ حاشیہ)

کتنا بیّن فرق ہے۔ اور کیسی نمایاں تبدیلی ہے۔ کہ سنہ ۱۸۹۹ء کی تعریف نبوت میں نبی کے لئے امتی نہ ہونا شرط تھا۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء اور اس کے بعد کی تعریف میں نبی کے لئے امتی ہونا شرط ہے حیرت ہے۔ کہ بایں ہمہ احباب لاہور کہتے ہیں۔ کہ تعریف نبوت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی۔

دسویں دلیل معزز قارئین! آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل دو عبارتوں پر غور فرمائیں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "مثیل مُوسیٰ کی شانِ نبوت ثابت کرنے کے لئے اور خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانے کے لئے اگر کوئی نبی آتا۔ تو پھر خاتم الانبیاء کی شانِ عظیم میں رخنہ پڑتا۔ اور یہ تو ثابت ہے۔ کہ اس مسیح کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے۔"

(ازالہ اوہام ص۲۶۴۔ طبع ثانی)

(۲) "پھر دونوں سلسلوں کا تقابل پورا کرنے کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ مُوسوی مسیح کے مقابل پر محمدی مسیح بھی شانِ نبوت کے ساتھ آوے۔ تا اس نبوت عالیہ کی کسرِ شان نہ ہو۔" (نزول المسیح ص۲)

اب دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ اوّل۔ یا تو غیر مبایع دوست یہ تسلیم کرلیں۔ کہ پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبوت کا دعویٰ نہ کرتے تھے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے دعویٰ نبوت فرمایا

دوم یا یہ کہیں۔ کہ نفسِ دعویٰ میں تو فرق نہیں ہوا۔ ہاں تعریفِ نبوت میں ضرور تبدیلی ہوئی ہے۔ پہلے حضورؑ سمجھتے تھے۔ کہ امتی بہرحال نبی نہیں ہو سکتا۔ مقامِ نبوت تک پہونچنے کا راستہ صرف براہ راست ہوتا ہے۔ لیکن بعد ازاں اللہ تعالےٰ کی طرف سے حضورؑ پر کھول دیا گیا۔ کہ امتی ہونا نبوت کے مقام تک پہونچنے میں روک نہیں بن سکتا۔

ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں جس سے مندرجہ بالا دونوں عبارتوں میں تطبیق دی جا سکے۔ نزول المسیح کے حوالہ میں لفظِ نبوت کے مفہوم کو زیادہ واضح کرنے کے لئے میں اس کے صفحہ ۴۸ سے حسب ذیل فقرات بھی درج کر دیتا ہوں۔ حضورؑ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"خدا تعالےٰ نے اور اُس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ اور تمام خدا تعالےٰ کے نبیوں نے اس کی تعریف کی ہے۔ اور اس کو تمام انبیاء کے صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اب سوچنے کے لائق ہے۔ کہ امام حسین رضؓ کو اس سے کیا نسبت ہے؟" (نزول المسیح ص ۴۸)

کتنی جلی بات ہے۔ کہ جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام سابقہ تعریف کے باعث اپنے آپ کو نبی نہ سمجھتے تھے۔ محض محدث خیال فرماتے تھے۔ تو کہتے تھے۔ کہ مجھے حضرت مسیحؑ سے کیا نسبت وہ نبی ہے۔ میں غیر نبی ہوں۔ اور اب جبکہ اصل تعریفِ نبوت کے مطابق آپ کو خدا کی بارش کی طرح وحی نے بتا دیا۔ کہ آپ نبی ہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ حضرت امام حسین رضؓ کو جو سید الشہداء ہیں۔ مجھ سے کیا نسبت ہے؟ کیونکہ میں نبی ہوں۔ اور وہ غیر نبی ہیں۔ مزید برآں حضور علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"اور خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں۔ کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔" (چشمہ معرفت ص ۳۱۷)

میں اس پہلے پرچہ میں ان دس دلائل پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ان سے ثابت ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منشائے الٰہی کے مطابق تعریفِ نبوت میں تبدیلی فرمائی ہے اور ۱۸۹۹ء کے بعد صراحتاً تحریر فرما دیا ہے۔ کہ نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں۔ اور نہ ہی براہ راست، یا مستقل ہونا شرط ہے۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا امتی اس بلند و اعلےٰ مقام کو حاصل کر سکتا ہے اسی بناء پر حضور علیہ السلام نے اپنے دعویٰ نبوت کا کھلے طور پر اعلان فرمایا۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قسط سیزدہم

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے متعلق

حضورؑ کے صحابہؓ کی حلفیہ شہادتیں

(۱۰۹)

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری کا بیان

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے بیعت فروری ۱۹۰۵ء میں کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہی بوقت بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اور اصلی اور حقیقی معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمت قرآن، اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا۔ میں یہ بھی خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر بیان دیتا ہوں۔ کہ اس عقیدہ بالا کی بنا یہ ہوئی۔ کہ خاکسار جب ۱۹۰۲ء میں بیعت کرنے لگا۔ تو مولوی عبد الجبار غزنوی امرتسری نے موضع بوالیوالہ ضلع گوجرانوالہ میں وہابیوں کے مجمع میں "ایک غلطی کا ازالہ" کے ابتدائی فقرات پڑھ کر سنائے۔ اور کہا۔ کہ جس کو تم ماننے لگے ہو۔ وہ نبوت کا مدعی ہے جس سے خاکسار بیعت کرنے سے رُک گیا۔ اور اس مسئلہ پر غور کرتا رہا۔ آخر فروری ۱۹۰۵ء میں پھر قادیان آیا۔ اور تین چار دن نبوت مسیح موعود علیہ السلام پر آپ کی کتب سے تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہونچ گیا جس کا میں نے اوپر حلفیہ بیان دیا ہے۔ اور انشراح صدر سے ایک نبی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ الحمد للہ علےٰ ذالک۔ خاکسار محمد ابراہیم بقاپوری ۲۶/۳/۳۵"

(۱۱۰)

شیخ رحمت اللہ صاحب دوکاندار قادیان کا حلفیہ بیان

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۱۹۰۲ء میں بیعت کی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اور اصلی معنوں میں اللہ تعالےٰ کا نبی اور رسول یقین کرتا ہوں۔

خاکسار رحمت اللہ دوکاندار"

(۱۱۱)

میاں محمد رمضان صاحب مہاجر قادیان کی شہادت

”میں نے حضرت صاحب کی بیعت خط کے ذریعہ سنہ ۱۹۰۶ء میں کی۔ میں نے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مصنف ”چھٹی مسیح“ سے حضرت کا دعوائے خدا کا نبی اور رسول سُنا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہی عقیدہ ہے۔“

(۱۱۲)

جناب قاری غلام یٰسین صاحب کی حلفیہ گواہی

”خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہے۔ سنہ ۱۸۹۷ء میں بیعت کی تھی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے کے بعد صحیح طور پر اور اصلی معنوں میں اللہ کا نبی اور رسول یقین کرتا تھا۔ جو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہو۔ یعنی جسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے مقام نبوت حاصل ہوا ہے۔“

(۱۱۳)

جناب مرزا محمد حسین صاحب احمدی چھٹی مسیح کی شہادت

”میں نے خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء میں بیعت کی۔ میں حضرت مسیح موعودؑ کو پہلے بھی اسی طرح خدا کا نبی اور رسول یقین کرتا تھا۔ جیسا کہ اب یقین کرتا ہوں۔ اور اب بھی اس پر پختہ ایمان ہے۔“

(۱۱۴)

جناب قاری غلام احمد صاحب پنشنر کا حلفیہ بیان

”عاجز نے سنہ ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بمقام قادیان دار الامان بیعت کی ہے۔ عاجز نے جب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی ہے۔ تب سے ہی حضور کو صحیح طور پر اصل معنوں میں اللہ کا نبی اور رسول یقین کرتا ہے۔“

(۱۱۵)

جناب حکیم عطا محمد صاحب شفا خانہ رفیق حیات قادیان کی حلفیہ گواہی

”میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر سنہ ۱۹۰۱ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب سے میں نے بیعت کی۔ اللہ کا رسول اور نبی اصلی معنوں میں یقین کرتا ہوں۔ آج تک وُہی عقیدہ ہے۔ انشاء اللہ اسی عقیدہ پر خاتمہ بھی ہوگا۔

خاکسار حکیم عطا محمد شفا خانہ رفیق حیات قادیان“

(۱۱۶)

میاں کرم دین صاحب ساکن ہرسیاں ضلع گورداسپور کا حلفیہ بیان

"میں حضور کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں حضور کو خدا تعالےٰ کا سچا نبی اور رسول مانتا ہوں جب حضور نے دعویٰ نبوت فرمایا۔ تو میں نے پرانے خیالات کو چھوڑ دیا۔ اور میں حضور کے اس دعوے پر ایمان لے آیا۔"

(۱۱۷)

سردار کرم داد خان صاحب پنشنر جمعدار کا حلفیہ بیان

"میں نے ۱۹۰۲ء میں حضرت اقدس کے ہاتھ پر قادیان میں آ کر بیعت کی تھی۔ مگر اس سے دو تین سال پہلے کا احمدی ہوں۔ اور پہلے تحریری بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ انہی معنوں میں جن میں اب سمجھتا ہوں۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے مستفیض ہو کر امتِ محمدیہ میں درجۂ نبوت کو آپ نے حاصل کر لیا۔ جو دوسرے اولیاء اللہ کو جو آج تک اس امت میں گزرے ہیں۔ نصیب نہیں ہوا۔ میرے اس عقیدہ کی بناء اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" تھی جس میں حضور نے اپنے دعویٰ کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔

خاکسار۔ کرم داد خان پنشنر جمعدار۔ ۵۔ نومبر ۱۹۳۵ء"

(۱۱۸)

میاں علی محمد صاحب ونجواں ضلع گورداسپور کی حلفیہ شہادت

"میں نے ۱۹۰۵ء میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ میں آپ کو اس وقت بھی جب حضور انور حیات تھے۔ نبی اور رسول مانتا تھا۔ جو خادم شریعتِ محمدیہ ہیں۔ اور اب بھی یہی عقیدہ ہے۔"

(۱۱۹)

میاں حسین بخش صاحب سقہ ونجواں کی گواہی

"جب میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ اس وقت حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ حیات تھے۔ میرا اعتقاد یہی رہا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اللہ کے رسول اور نبی تھے۔"

(۱۲۰)

جناب چوہدری مولاداد خان صاحب پنشنر سب انسپکٹر پولیس سارچور کا حلفیہ بیان

"میں غالباً ۱۸۹۳ء میں احمدی ہوا تھا۔ جو جو دعویٰ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے رہے۔

بیں تسلیم کرتا رہا۔ حضور انور کی ذات پاک کو میں آپ کے زمانہ میں حضور انور محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا ہو کر نبی اور رسول اللہ مانتا تھا۔ مولاداد خان احمدی پنشنر ۱۲/۳۵ ۱۲۱ء

(۱۲۱)

چودھری بڈھے خان صاحب موضع مالو کے تتلے کی شہادت

"خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہے۔ بیعت فروری ۱۹۰۲ء میں کی تھی خاکسار حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صحیح طور پر اور اصل معنوں میں اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ جنہوں نے خدمت قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے نبوت کا مقام حاصل کیا تھا"

(۱۲۲)

میاں محمدالدین صاحب کنجاہ ضلع گجرات کی حلفیہ گواہی

"میں اس زمانہ کا احمدی ہوں۔ جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کرم دین جہلم والے کے ساتھ مقدمہ تھا۔ اس سال میں نے پہلے خط کے ذریعہ بیعت کی۔ اور پھر میں نے قادیان میں جا کر دستی بیعت کی۔ میرا ایمان تھا۔ کہ مسیح موعودؑ اللہ تعالےٰ کے رسول اور نبی ہیں۔ اور اب بھی میرا عقیدہ خدا کے فضل سے یہی ہے"

(۱۲۳)

جناب باقر شاہ صاحب تحصیل کھاریاں کی حلفیہ شہادت

"میری بیعت ۱۹۰۳ء کی ہے۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کا سچا نبی، اور رسول مان کر بیعت کی تھی۔ جس پر کہ میں آجتک قائم ہوں"

(۱۲۴)

میاں احمد صاحب کھٹانہ ماجرا ضلع گجرات کا حلفیہ بیان

میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۵-۶ء میں بیعت کی تھی۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امام مہدی، اور مسیح موعود۔ نبی و رسول اللہ صحیح معنوں میں مانا تھا۔ ہم آپ کے منکر کو کافر جانتے تھے۔ اور اسی پر ہم قائم ہیں۔

نشان انگشت احمد ولد نور داد۔ ۳۔ جون ۱۹۳۵ء

(۱۲۵)

شیخ مہرالدین صاحب سیالکوٹی کی حلفیہ شہادت

"میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے

۱۹۰۲ء یا ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے زمانہ میں حقیقی طور پر خدا کا رسول اور نبی سمجھتا تھا۔ جو کہ خدا کی طرف سے خدمتِ قرآن۔ اور احیائے دینِ اسلام کے واسطے تشریف فرما ہوئے تھے۔"

(۱۲۶)

میاں غلام قادر صاحب محلہ شیخ سوداگر شہر سیالکوٹ کا حلفیہ بیان

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ اور میں نے آپ کے ہاتھ پر ۱۹۰۵ء میں بیعت کی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی زندگی میں بھی صحیح طور پر اللہ کا نبی، اور رسول یقین کرتا تھا۔"

(۱۲۷)

قاضی عطاء الٰہی صاحب اروپ ضلع گوجرانوالہ کی شہادت

"میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ اور ۱۹۰۱ء ماہ ستمبر میں بذریعہ خط بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس وقت بھی اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ اور اب بھی کرتا ہوں۔"

(۱۲۸)

بابو فضل الٰہی صاحب قریشی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر گوجرانوالہ کی حلفیہ گواہی

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۹۰۷ء میں بیعت کی میں اس وقت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ کہ آپ نے یہ درجہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے خدمتِ قرآن اور احیائے اسلام کے لئے خدا کی طرف سے پایا۔"

(۱۲۹)

میاں روشن دین صاحب محلہ دارالرحمت کی شہادت

"میں نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ میں آپ کو مسیح موعود، اور اللہ کا نبی اور رسول یقین کرتا رہا ہوں۔ اور مانتا ہوں۔ میرا عقیدہ شروع سے یہی رہا ہے۔"

(۱۳۰)

جناب حکیم دین محمد صاحب سپرنٹنڈنٹ ملٹری پنشن آفس لاہور کا بیان

"میں خدا کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا احمدی ہوں۔ میں نے ۱۹۰۴ء میں بیعت کی تھی۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں آپ کو اللہ کا رسول اور نبی یقین کرتا تھا۔ . . . ایک دفعہ خواجہ کمال الدین مرحوم حضرت کے ہمراہ سیر میں تھے۔ واپسی پر

خواجہ صاحب نے کسی کا ذکر کیا۔ کہ انہوں نے خواجہ صاحب سے در بارۂ نبوت حضرت مسیح موعود دریافت کیا۔ تو جناب خواجہ صاحب نے اس بات سے انکار کر دیا۔ کہ مسیح موعود نبی کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ تذکرہ سُننے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑے جوش سے ایک واضح تقریر دوران سیر میں واپس آتے ہوئے کی۔ کہ ہم خدا کے فضل سے نبی ہیں۔ اس امر کو چھپا نہیں سکتے۔ بلکہ حضرت خواجہ صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قسم کے الفاظ بھی فرمائے۔ کہ" آپ نے کیوں ہماری نبوت سے انکار کر دیا۔ یا آپ نے کیوں اس شخص کو یہ نہ کہہ دیا۔ کہ ہاں مسیح موعود بھی ہیں۔ اور نبی بھی ہیں" (مرور زمانہ کے سبب سے اصلی الفاظ یاد نہیں مفہوم یاد ہے) بہر حال اثبات نبوت غیر تشریعی واضح الفاظ میں کیا۔ یہاں تک یاد ہے۔ کہ دوران اس تقریر کے حضور معہ خدام کے محلہ دار الرحمت کے مقام سڑک جانب شہر جہاں اس وقت سٹور کی دوکانیں ہیں۔ رستہ پر ایک درخت السوڑہ تھا۔ اس کے قریب سے گذر رہے تھے۔ خاکسار حکیم دین محمد احمدی۔ ولد شیخ برکت علی مرحوم آف گردہ شنکر رہا ہوں۔ حال سپرنٹنڈنٹ ملٹری پنشن آفس لاہور ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء (باقی آئندہ)

اخبار "پیغام صلح" کی ایک اور صریح غلط بیانی

ایڈیٹر پیغام لکھتے ہیں:" جماعت قادیان جو دُنیا میں اسلامی اصولوں کو زندہ کرنے کی مدعی ہے۔ وُہ اس غیر اسلامی اتحاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔ جاٹ مہاسبھا کا سب سے پہلا اجلاس جو لاہور میں منعقد ہوا۔ اس کے صدر سر ظفر اللہ خان تھے" (۲۶ اپریل ۱۹۴۲ء)

یہ سراسر خلاف واقعہ ہے۔ کہ جاٹ مہاسبھا کے پہلے اجلاس کے صدر آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب تھے۔ کیا پیغام صلح اس غلط بیانی کے لئے معذرت کرے گا۔ یا حسب دستور . . . ؟ ہمیں بتایا جائے۔ کہ کیا "قبائلی امتیاز" کو ختم کرنے کے لئے ہی "پیغام صلح" نے کسی خاص مناسبت سے ارائیں قوم کا "نسلِ معاویہ" ہونا ثابت کیا تھا؟ اگر حوالہ یاد نہ ہو۔ تو ہم بتا دیں گے۔

ایک رائے

فرقان کے مصلح موعود نمبر کے متعلق جناب خان بہادر میاں احمد صادق صاحب سابق جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور اپنے مکتوب مرقومہ ۶ جون ۱۹۴۲ء میں تحریر فرماتے ہیں:-

"آخری فرقان (مصلح موعود نمبر بابت اپریل ۱۹۴۲ء) تبلیغ کے لئے نہایت مفید ثابت ہو رہا ہے۔ آپ کا مضمون فیصلہ کن ہے۔ اس سے رسالہ المصلح الموعود مصنفہ مولوی محمد علی صاحب کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی۔ متعدد احباب کو پڑھنے کے لئے دیا گیا۔ سب تعریف میں رطب اللسان پائے گئے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء"

"فرقان کے پراپیگنڈا کا نتیجہ"؟

کئی غیر مبایع دوست نہایت تنگدلی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور فرقان کے ایڈیٹر کو گالیوں سے لبریز خط لکھتے ہوئے فرقان کے مطالعہ سے انکار کر دیتے ہیں۔ خود جناب مولوی محمد علی صاحب کو جب بھی فرقان پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے چین بجبیں ہو کر لیا ہے۔ لیکن "پیغام صلح" میں عنوان بالا کے ماتحت

(۱) محمد صدیق صاحب بی۔ اے جہلم کی طرف سے شائع ہوا ہے کہ:۔

"میرے نام فرقان اہل قادیان کی طرف سے باقاعدہ آرہا ہے جس کا نتیجہ اپنے موجودہ عقائد کی پختگی کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اور پیغام صلح کے مطالعہ کا شوق بھی فرقان کی باقاعدہ آمد کا نتیجہ ہے۔" (۲۴ر مئی ۴۴ء)

(۲) جناب شیخ عبدالعزیز صاحب غیر مبایع کے لڑکے فیاض احمد صاحب اور سجاد احمد صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب کو لکھتے ہیں:۔

"اخبار پیغام صلح ہمارے یہاں آتا ہے۔ اخبار "لائٹ" بھی جاری کروالیا ہے۔ قادیان کا رسالہ فرقان بھی یوم اجراء سے جماعت قادیان کی فیاضی کی وجہ سے ہمارے پاس آتا ہے۔ اور اصلیت یہ ہے۔ کہ فرقان ہی ہمارے لئے اس امر کا محرک ہوا ہے کہ آج ہم دونوں بھائی نہایت اطمینانِ قلب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت جناب کے دستِ مبارک پر کر رہے ہیں۔" (پیغام اپریل ۴۴ء)

ان دونوں اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ غیر مبایع بچوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا اصل محرک فرقان ہے۔ پیغام صلح اور لائٹ یہ کام نہیں کر سکے۔ بلکہ پیغام صلح کے مطالعہ کا شوق بھی فرقان کا رہین منت ہے اس میں جا ذبیت نہیں۔ اگر یہ خطوط کسی تصنع اور سکھلانے کا نتیجہ نہیں۔ تو میں جناب جائنٹ سکرٹری صاحب انجمن اشاعت اسلام لاہور سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ تمام نوجوانوں کے پتے دفتر فرقان میں بھجوا دیں۔ تا فرقان ان کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا اصل محرک بن سکے۔ اور ان میں پیغام کے پڑھنے کا شوق بھی پیدا کرے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ اگر ایک ماہ تک ایسے پتے نہ آئے۔ اور ہمیں پتے خود حاصل کرنے میں زحمت اٹھانی پڑی۔ تو ہم ایڈیٹر صاحب پیغام کو مخاطب کر کے کہیں گے۔ ع

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

پسرش یادگارے بینیم

از جناب منشی محمد الدین صاحب منشی فاضل مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان

یہ نظم جناب منشی صاحب نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی مجلس شام میں بھی پڑھ کر سنائی۔ (ایڈیٹر)

آیتِ کردگارے بینیم — شانِ پروردگارے بینیم
قالِ نعمت بہ گفتۂ داوار — حال از دوے کارے بینیم
جوشِ کفرست پیشِ چشمِ خیال — زورِ فسق و فجارے بینیم
ظالماں نعرہ زن ہمی یابم — عاجزاں دلفگارے بینیم
فاسقاں پُر فساد و بے زنجیر — نیکواں چوں شکارے بینیم
چشمِ مظلوم و عاجز و بیکس — ابرِ خونشا بہ بارے بینیم
مفسداں مالکانِ حکمت و فن — مصلحاں ہرزہ کارے بینیم
جہل و دجل و فریب و طغیاں — فتنہ در ہر دیارے بینیم
دین ہمچو چراغِ تن شدہ بود — مسلماں سوگوارے بینیم
شرِ عالم شدست سرِ عالم — دینِ حق شرمسارے بینیم
شد زمیں پُر ز جورِ اہلِ کلیسیا — دینِ حق بے حصارے بینیم
از ظلمت محیطِ عالم شد — نورِ حق زیرِ غارے بینیم
بیکساں اوفتادہ پیشِ خدا — عاجزاں اشکبارے بینیم
شد بعرش دعوتِ مظلوم — لطفِ حق غمگسارے بینیم
شرِ سیدِل بہ خیر شد آخر — "خرمیِ وصلِ یارے بینیم"
باز رحمت وزید در عالم — موجِ بادِ بہارے بینیم
ظرفِ باطل شکست بالآخر — لطفِ پروردگارے بینیم
شد شگفتہ گلِ ہمہ خوبی — باد از عطر بارے بینیم
ا-ح-م-د- مے خوانم — نامِ آں نامدارے بینیم
"مہدیِ وقت عیسیٰ دوراں — ہر دو راست ہموارے بینیم"

از دمش روحِ کفر شد مردہ — روحِ دیں زندہ دارے بینیم
صدق با حملہ ہائے زور آورد — بر جہاں آشکارے بینیم
از برائش زمیں در لرزہ — آسماں شعلہ بارے بینیم
زندہ شد ہر یکے بدمِ عیش — شانِ آں خوش تبارے بینیم

جانِ احمد نثارِ احمد شد — عشقِ او بے کنارے بینیم
خانہ بردوشِ اہلِ بیتِ خود — بہرِ دیں بے قرارے بینیم
مثلِ دیوانہ گہ ہشیار — خفیہ در ہوشیارے بینیم
بہرِ اسلام یک نشاں خواہد — بہرِ دیں اشکبارے بینیم
ہر دو چشمش مثالِ فوارہ — جوشِ زن بار بارے بینیم
بر درِ آستانۂ وحدت — ذرہ ذرہ نثارے بینیم
دودِ آہے بلند شد بہ فلک — دامنش پُر شرارے بینیم
مے چکید خوں ز چشمِ گریانش — لعل و گوہر نثارے بینیم
عرشِ خالق ز سوزِ آہ لرزد — رحمِ حق بے قرارے بینیم
آخرش شد دعا او مقبول — فضلِ حق آشکارے بینیم
حق تعالیٰ نشانِ رحمت داد — دینِ حق کامگارے بینیم
گوہر از گوہرش پدید شدہ — کانِ گوہر نثارے بینیم
روئے دیں تازہ و درخشندہ — کفر را شرمسارے بینیم
شد دگر بار تازہ و سرسبز — نخلِ دیں پُر ثمارے بینیم
"دورِ احمد چو شد تمام ایں کام — پسرش یادگارے بینیم"
پسرِ موعود و مسیحِ موعود — "شانِ عالی تبارے بینیم"

او مسیحائے وقت و ابنِ مسیح
نورِ نور آشکارے بینم

ذاتِ او چوں ز نورِ جملہ علوم
شمسِ نصف النہارے بینم

ہادی و ہادیانِ عالم ہست
ہادیش کردگارے بینم

کارِ او جملہ او ہمہ محمود
علم و حکمت شعارے بینم

دینِ احمد از و درخشندہ
درمیان و کنارے بینم

صاحبِ عظمت و شکوہِ خاص
مال و دولت نثارے بینم

کودکانِ جنابِ حضرتِ او
سربسر شاہسوارے بینم

کلمۃ اللہ ز کلمہ تمجید
در جہاں آشکارے بینم

روحِ حق بینم آں مسیحی نفس
مُردہ زو زندہ وارے بینم

وعدۂ آزادیِ اسیران ہست
بہر شاں جاں نثارے بینم

ایں کرامت ببیں کہ از دستش
سہ برادر چہارے بینم

فضلِ خالق ببیں ہمیں ہم شد
یا خودش آشکارے بینم

ہست در آستیں کلیدِ گنجِ ظفر
باغیاں شرمسارے بینم

مہتراں کہتراں شدند آخر
کہتراں نامدارے بینم

بندہ را خواجہ وش ہمی بینم
خواجہ را بے وقارے بینم

منبرِ پاکش حضرتِ نبوت
پُر ز جہل سخت خوارے بینم

خانہ را باز جرگہ اشرار
خبرِ عشق پُر شرارے بینم

ہست جانِ عشق جامِ خرکش
باغِ دیں پُر بہارے بینم

ذاتِ پاکش برائے گرسنگاں
یوسفِ غمگسارے بینم

کے مرا حولِ مدحت و ثنا
مدحش از کردگارے بینم

نغمۂ حمد و تہنیت خوانی
از صغار و کبارے بینم

مجلس ہوشیار تازہ نشاں
نخلِ احمد ببارے بینم

زیرِ تاثیرِ بادۂ الفت
خلق مستانہ وارے بینم

نورِ خالق کہ رُخ نمود اینجا
دیگرش آشکارے بینم

آخر آخر بادلش پیوستہ
دستِ قدرت نگارے بینم

دستِ پرکار دائرہ بکشید
پسرش احمد را یارے بینم

روحِ احمد نزول کرد اینجا
جوشِ دل بیکبارے بینم

چشمِ عشاق بر رُخِ روشن
دل بپائے نگارے بینم

ہر کسے ہست پُر ز روحِ اللہ
چشمِ تر چشمہ وارے بینم

شورِ محشر صدائے کلمۂ حق
مُردہ دل زندہ وارے بینم

قلبِ محمود از جلالش شد
جلوۂ کردگارے بینم

چشمِ عشاق مثلِ فوارہ
موجزن بار بارے بینم

بر درِ آستانۂ رحمت
جانِ ہر کس نثارے بینم

رفت بر عرش دعوتِ پُرسوز
قلبِ حق بے قرارے بینم

دستِ قادر بہ نصرتِ محمود
بر فلک آشکارے بینم

دینِ اسلام در قیادتِ او
در جہاں کامگارے بینم

شانِ محمود را کہ می داند
قدسیاں شرمسارے بینم

فیضِ ہمسایۂ و دستش برسد
دشمنش دلفگارے بینم

خاک از نظر کیمیا صفتش
شمسِ کامل عیارے بینم

ذاتِ او کرم و فیضِ سرتاسر
فیضِ او بیکبارے بینم

بیکساں یافتند تاجِ فلاح
بے نوا کامگارے بینم

یک گدائے برائے لطفِ عمیم
بر درش زلہ خوارے بینم

بیکسے او فتادہ بے پر
چشمِ حق اشکبارے بینم

اے خدا عمرِ ایں امامِ ما
دکہ جہاں را مدارے بینم)

کن دراز از کرامتِ خاصت
لطفِ تو چوں حصارے بینم

نصرتش کن ہر آں کہ ذاتِ تو
قادر و کردگارے بینم

اے خدایا ایازیِ محمود
فتحِ صد تاجدارے بینم

فیضِ تست اے خدا حزینِ گنگ
در ستائش ہزارے بینم

جذباتِ عقیدت و اخلاص[1]

بحضور

سیدنا حضرت امیر المومنین المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہٖ

(نتیجۂ فکر جناب منشی جمیل الرحمٰن صاحب سامانہ)

مبارک صد مبارک آج اے ہندوستاں والو
مبارک اے مسیحِ ناصری کے ماننے والو
مبارک ہندوؤ تم کو دھرم کا پاسباں آیا
مبارک تجھ کو مسلم مہدئ آخر زماں آیا
جسے ایماں کہتے ہیں ثریا پر تھا جا پہونچا
کہیں حشر پہ جھگڑا کہیں بعث پہ جھگڑا
لڑائی فاتحہ پہ ہو گئی ایماں والوں کی
اُٹھا کر ابنِ مریم کو بٹھایا آسمانوں پہ
غرض اپنے ہی مطلب کی گھڑی جاتی تھیں تفسیریں
یکایک پھونک دی آواز قرنا میں قدرت نے
کہا ایماں کو لے کر ثریا سے آیا ہوں
مخالف ہو گئے عالم مخالف ہو گیا عالم
لگے خم ٹھونک کر کہنے اسے نابود کر دیں گے
کوئی کہتا بلندی پر اسے میں نے ہی پہونچایا
وُہ مامورِ الٰہی دیکھ کر دُنیا کی حالت کو
وُہ تنگ آ کر بحکم ایزدی نکلے دُعا کرنے
وُہ دربارِ الٰہی میں گرا جب بے نوا ہو کر

مبارک اے زمیں والو! مبارک آسماں والو
مبارک باد اے مُوسے کو موسے جاننے والو
مبارک باد عیسائیو مسیح مہرباں آیا
مبارک اے جہاں والو کہ وہ جانِ جہاں آیا
کوئی پیراں کلیسا اور کوئی کربلا پہونچا
کہیں قبروں کو سجدہ اور کہیں آمیں پہ جھگڑا
یہی تو منزلِ مقصود تھی قرآں والوں کی
لکیریں پھیر دیں خود احمدِ عربی کی شانوں پہ
چلائی جا رہی تھیں ملوکیت ہی کی تدبیریں
کہ قائم کر دیا موعود اِک دُنیا میں قدرت نے
صداقت کے لئے اپنی نوشتہ ساتھ لایا ہوں
کوئی دینے لگا دھمکی کہیں ہونے لگا ماتم
کبھی کہتے تھے اس کے نام کو مفقود کر دیں گے
گراؤں گا اسے میں ہی جسے اوپر تھا بٹھلایا
گذشتہ دار بھی جب توڑ بیٹھے تھے رفاقت کو
چلا اس مالکِ ارض و سما سے التجا کرنے
بنا عاصی خدا کے سامنے جب بے خطا ہو کر

[1] یہ نظم بھی مجلس شام میں سنائی جا چکی ہے۔ (ایڈیٹر)

کہا اے مالکِ ارض و سما میری دعا سن لے
ہیں بے بس بے کس و مظلوم ہوں میری دعا سن لے

مجھے دولت کی خواہش ہے نہ عزت کی ضرورت ہے
نہ شہرت کی ضرورت ہے نہ عظمت کی ضرورت ہے

پھنسی منجدھار میں کشتی ہے اُمت کے سفیروں کی
امید زندگی جاتی رہی مسلم اسیروں کی

جو تیرہ سو برس پہلے تھا غالب سارے دینوں پر
تھا قبضہ جس کا ملکوں پر علاقوں کے مکینوں پر

مسلماں ہیں کہ اب سر کو چھپانا بھی نہیں ملتا
مسلماں ہیں جنہیں اب پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا

خدایا پار کر اسلام کے بیڑے کو خود آ کر
حقیقی ناخدا تو ہے بچا لے رحم فرما کر

کہا گھبرا نہیں بندے دعائیں تیری سن لی ہیں
تسلی رکھ کہ میں نے التجائیں تیری سن لی ہیں

مبارک ہو عطا ہوتا ہے قدرت کا نشاں تجھکو
مبارک ہو عطا ہوتا ہے اک لعلِ نہاں تجھکو

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا یا نبی اللہ
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا یا صفی اللہ

کروں گا دور اس ماہ سے اندھیرا یا کلیم اللہ
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا یا کلیم اللہ

علومِ ظاہری اور باطنی اس کو عطا ہونگے
جو آئیں گے مقابل دیکھ لینا وہ تباہ ہونگے

مریضوں کو وہ اپنے دم کی برکت سے شفا دیگا
وہ آئے گا تو باطل بھاگ کر میداں سے نکلے گا

بشارت ہو بشارت وہ ہمارا پہلواں ہوگا
مبارک ہو مبارک ہو وہ دیں کا پاسباں ہوگا

نوشتے ہوگئے پورے جب آئی قدرتِ ثانی
مخالف ہوگئے ڈھیلے ہوئی تائید ربانی

مبارک ہو تمہیں اے حاضرینِ ملتِ اعظم
کہ خود تشریف رکھتے ہیں یہاں پر راحتِ عالم

سلام اے راحتِ عالم مبارک ہو ترا آنا
مبارک دینِ قرآں کو ترا دنیا میں پھیلانا

سلام اے سامنے دشمن کے سینہ تاننے والے
سلام اے علم ظاہر اور باطن جاننے والے

سلام اے مہدئ آخر زماں کے لاڈلے تجھ پر
سلام اے بادشاہِ قادیاں کے لاڈلے تجھ پر

سلام اے رحمتِ یزدانی تجدید کے عامل
سلام اے قدرتِ ثانی سلام اے مظہرِ کامل

سلام اے واسطے اسلام کے دکھ جھیلنے والے
اسیروں کی بھلائی کے لئے دکھ جھیلنے والے

مبارک ہو تجھے روح القدس کے سائے میں پلنا
مبارک ہو تجھے اللہ کے فرمانے میں پلنا

سلام اے فخرِ سلمانی سلام اے ظلِ سبحانی
سلام اے قوم کے میر و سلام اے یوسفِ ثانی

جمیلِ بے ہنر کے واسطے للہ دعا کرنا
کہ ہو جائے مری بخشش خدا سے التجا کرنا

"آسمانی گیت" کی تفسیر

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

"سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا"

وہ شمس کون؟ پاک محمد رسولِ حق
ہستی ہے جن کی سب سے زیادہ قبولِ حق

بھیجا سلام اپنے مسیح الانام کو
آقا نے یوں نوازا ہے اپنے غلام کو

فرمایا اس کا نور تو میرا ہی نور ہے۔
اس کا ظہور جب بھی ہو میرا ظہور ہے۔

جو مجھ کو مانتا ہے اسے مانے گا ضرور
اپنا مطاع از تہِ دل جانے گا ضرور

سورج نے دی گواہی سراج منیر ہے
یعنی کسوف۔ آیتِ ربِ قدیر ہے

ظلمت میں بدرِ اوج نبوت یہی تو ہے
اللہ کا نمونۂ قدرت یہی تو ہے۔

آیا ہے دینِ حق و ہدایت لئے ہوئے
اسلام کی حیات کا ساماں کئے ہوئے

تکمیلِ کار۔ یولد له میں بتائی ہے
تزویج کی بشارتِ کبریٰ سنائی ہے

پھر اس قمر نے ہم کو بشارت سنائی یوں
اک چاند اور دیکھو گے گویا کہ میں ہی ہوں

احسان و حسن میں وہ ہمارا نظیر ہے
اسلامی ارتقا کا جہاں میں بشیر ہے

بنیادِ سلسلہ سے ولادت ہے ایک ساتھ
اس میں خدا کی حکمتِ خاصہ کا جانو ہاتھ

روزِ جزا قریب ہے اور رہ بعید ہے"
ہر شب برات ہے ہر روز عید ہے،

یاد آرہی ہے ان کی خدا سے دعا مجھے
اک معجزہ دکھائے کہ عیسیٰ بنا مجھے

خوشیاں منائے گیت وہ گائے جو سب ملک
گاتے خوشی خوشی میں مسرت سے بر فلک

رازِ فلاح کھول کے اکمل بتا چکا
"سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا"

حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ کی وفات پر

(از جناب نسیم سیفی بی۔ اے فاضل)

کیوں دلِ مضطر زبوں ہے کیوں نظر دھندلا گئی — کیا ہوا کیوں ہر مسرت پر گھٹا سی چھا گئی
کھِلتے کھِلتے کیوں تبسم کی کلی مرجھا گئی — اعتبارِ زیست کھو کر زندگی شرما گئی
ہے فضا غمگین داؤدی ترانے ہیں خموش
چشمِ بینا میں جھلکتے سے فسانے ہیں خموش

اے سپہرِ احمدیت کے درخشاں ماہتاب — اے علومِ دینِ احمدؐ کے تجلّی زا شباب
اے جماعت کے لئے عرفاں کے اذنِ انقلاب — اے کہ باطل تھا ترے دم سے رہینِ اضطراب
تیرے ماتم میں ہر اک دل اشکِ خوں روتا ہے آج
ٹکڑے ٹکڑے زندگانی کا فسوں ہوتا ہے آج

تیری ہستی علم کا اک بحرِ ناپیدا کنار — تیری ہستی احمدیت کی ڈھلتی سی بہار
تیری ہستی اسوۂ احمد کی سچی یادگار — تیری ہستی بے نواؤں کی حقیقی غمگسار
تیرا ہر نقشِ کفِ پا ہے چراغِ زندگی
یہ چراغِ زندگی ہے اوج کی تابندگی

تھا یتیموں کے سروں پر تیرا احسانِ عظیم — بیکسوں کا اک سہارا تھا ترا لطفِ عمیم،
اے مساکیں کی حمایت اے غریبوں کے ندیم — بے نوایانِ جماعت ہو گئے ہیں اب یتیم،
ناگہانی طور پر ان سے چھِنا لطفِ حیات
تیرہ و تاریک تر ہے آج ان کی کائنات

منبعِ علم و ہدیٰ تھی تیری ذاتِ باکمال — تیری آنکھوں سے عیاں تھا طور کا رنگِ جمال
تیری ہر اک بات میں تھی شانِ ربِّ ذوالجلال — کفر کی ہر اک ادا تھی تیرے دم سے پائمال
تیری ہر اک سانس تھی نغماتِ وحدت کی امیں
دل کے ہر گوشے میں تھا عشقِ رسول اللہ مکیں

جاں نثارِ دین و ملت، بے زروں کے رازدار — فضل کی آماجگاہ بن کر رہے تیرا مزار
بوئے رحمت لائے ہر موجِ شمیمِ عطر بار — بارشوں کی طرح برسے رحمتِ پروردگار
ہر کہ و مہ پر کئے تھے تُو نے احساں بالعموم
ہو لحد پر تیری ہر لحظہ فرشتوں کا ہجوم (آمین)

جناب مولوی محمد علی صاحب

کی

تازہ ترین "خوش بیانی"



نہایت درد مند دل کے ساتھ اس اظہار کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب کے خطبوں، اور تقاریر وغیرہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کے متعلق نہایت دل آزار اور ناشائستہ الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مولوی صاحب ایک ذمہ دار مقام پر ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ان کے فریق کے عام مولویوں کی سخت زبانی کا جواب مولوی صاحب سے شکوہ کرنے کی بجائے ہمیں ان کے ساتھیوں میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مبارک چہرہ دیکھنے والوں اور دوسرے سنجیدہ اور دردِ سلسلہ رکھنے والوں سے مولوی صاحب کی دل آزار روش کی شکایت کرنی پڑتی ہے۔ ہمارا اصل شکوہ تو اللہ ہی کی بارگاہ میں ہے۔ جس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی بنا کر بھیجا۔ اور قادیان کو مرکز قرار دیا۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

ہم ذیل میں جناب مولوی محمد علی صاحب کی تازہ ترین خوش بیانی کے نمونے بمجروح قلب کے ساتھ ان کے اپنے الفاظ میں درج کرتے ہیں:۔

(۱) "حضرت امام حسین کے نزدیک یزید کی زندگی فاسقانہ زندگی تھی۔ آپ نے اس کی فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ اپنی اور اپنے خاندان کے افراد کی موت کو قبول کیا۔ لیکن یزید کی بیعت کو قبول نہ کیا۔ ہمارے بعض دوستوں نے بھی سوال کیا ہے۔ کہ جب امیر کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم ہے تو جب جماعت کی کثرت نے ایک شخص کی بیعت کر لی تھی۔ تم نے کیوں قبول نہ کیا۔ میں کہتا ہوں۔ کہ ہم نے کفر بواح دیکھا۔ ایک کھلا کفر دیکھا" (پیغام صلح ۳۱ مئی ۴۴ء)

(۲) "خوب یاد رکھو۔ قادیان والوں نے کلمہ طیبہ کو منسوخ کر دیا ہے۔ اس میں تمہارے دل میں شک نہیں ہونا چاہیئے۔" (" ")

(۳) "یہ ایک گند اور غلاظت ہے۔ جو ان لوگوں نے حضرت صاحب کی تعلیم میں ملا دیا۔ اس سے اسی طرح نفرت کرو جس طرح گند اور غلاظت سے نفرت کرتے ہو۔ خوب یاد رکھو۔ یہ ایک غلاظت ہے۔ جو قادیانی جماعت اسلامی تعلیم میں ملا رہی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اشاعت کا کام وہ بھی کر رہے ہیں۔ لیکن میں دو برتن تمہارے سامنے لا کر رکھتا ہوں۔ ایک پاکیزہ دودھ کا اور دوسرے میں دودھ تو ہے لیکن اس میں گوبر اور پیشاب ملا ہوا ہے۔ تم کسے پسند کرو گے۔ یہ گوبر ملا ہوا دودھ ہے!" (" ")

(۴) "یہ کیا الفاظ ہیں۔ یہ ظاہری اور باطنی علوم ہیں۔ جو اُن کو دیئے گئے ہیں۔ میں خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں۔ کہ اس نجاست سے باہر نکل آیا اور خدا کا شکر کرتا ہوں۔ کہ اتنی بڑی جماعت اس غلاظت سے بچ گئی۔ کہتے ہیں۔ کہ تم ہمیں پیر پرست کہتے ہو۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اور پیر پرستوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔" (پیغام صلح ۷۔ جون ۱۹۴۴ء)

(۵) "خدا کے دین کو کھیل بنایا جا رہا ہے۔ اور ایک جماعت ہے۔ جو اس کی اندھا دُھند تقلید کر رہی ہے۔" (" ")

بھائیو! یہ الفاظ و فقرات مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے خطبہ جمعہ میں منبر پر چڑھ کر استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہی مولوی صاحب کو سمجھ دے۔ کچھ بُرانے لوگ مصالحت چاہتے ہیں۔ اور مولوی صاحب کا یہ رویہ ہے۔ ؎

ترسم کہ نہ رسی بکعبہ اَے اعرابی
کایں راہ کہ تو مے روی بترکستان است

پیغامیت کے متعلق

احمدیہ پاکٹ بک

تجویز ہے۔ کہ انشاء اللہ اس سال کے آخر تک ایسی پاکٹ بک تیار کی جائے جس میں پیغامیت سے متعلق جملہ مسائل پر مفصل بحث ہو۔ اور مکمل حوالہ جات درج ہوں۔ تا جہاں جہاں اور جس جس دوست کو غیر مبایع اصحاب میں تبلیغ کا موقعہ ہو۔ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے۔

اس پاکٹ بک کی خریداری کی درخواستیں آنے پر اسے طبع کرایا جائے گا۔ اگر انتظام ہو سکا تو یہ پاکٹ بک مجلس انصار احمد قادیان کی طرف سے شائع ہوگی۔ فی الحال خریداری کی اطلاع خاکسار کو دی جائے۔

ایڈیٹر فرقان۔ قادیان۔

قبر کے عذاب سے بچو!

سرورِ انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت کئے بغیر مرا۔ وہ یقیناً جہالت کی موت مرا۔ یعنی اسلام سے پہلے کے جاہلیت کے زمانہ کے کافروں کی موت مرا۔ اور امام زمان کی یہ نشانی بتلائی۔ کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر کیا جائے گا۔ اور اسلامی صدی کے شروع میں ظاہر ہوگا۔ اور اصل اسلام دنیا میں آشکار کرے گا۔ اس کے مطابق خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو مقرر فرمایا۔ جو لوگ ان کو صادق نہیں مانتے۔ ان کو چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ ان کی نظر میں اگر کوئی اور صاحب اس منصب کے صادق مدعی ہیں۔ تو ان کو پبلک میں پیش کرو۔ اور ہم سے بیس ہزار روپیہ انعام لو۔ ورنہ صحیح بخاری کی یہ حدیث خوب یاد رکھو۔ کہ مرتے ہی منکر نکیر نامی دو فرشتے آئیں گے۔ اور یہ سوال کریں گے۔ کہ تو نے اپنے زمانہ کے امام کو مانا یا نہیں۔ ماننے والے کو جنت دکھلائی جائے گی۔ اور نہ ماننے والے پر اسی وقت سے عذاب شروع ہو جائیگا۔ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ اس لئے فوراً اس زمانہ کے امام کے دعویٰ و تعلیم کے متعلق لٹریچر جو صرف چار آنہ میں مل سکتا ہے۔ وہ منگوا کر اپنا اطمینان کر لو۔ ہمارے احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے غیر احمدی خویش و اقارب کو یہ اشتہار دکھلائیں۔ اور اس کی حقیقت سمجھائیں۔ اور اپنا تبلیغی فرض ادا کریں۔ اور عنداللہ ماجور ہوں۔

خاکسار: عبداللہ الہ دین۔ سکندر آباد (دکن)

(۱)

جناب خان بہادر

میاں محمد صادق صاحب ڈی ایس پی

سابق جنرل سیکرٹری انجمن غیر مبائعین لاہور

نے

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو بیعت خلافت کی

الحمد للہ علیٰ ذالک

---

(۲)

جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب

آڈیٹر حسابات انجمن غیر مبائعین لاہور

و امام الصلوٰۃ جناب مولوی محمد علی صاحب

نے

۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو بیعت خلافت ثانیہ کی

الحمد للہ علیٰ ذالک

---

(۵)

جناب ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب

ریٹائرڈ سول سرجن بٹالہ

نے

ابھی اسی ماہ میں بیعت خلافت ثانیہ کی ہے

ہم

اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اے خدا تو ہمارے

دوسرے پرانے اور نئے بھائیوں کو بھی واپس لا آمین

خاکسار۔ ایڈیٹر فرقان ۱۹ جون ۱۹۴۴ء

---

(۳)

جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی

سابق جنرل سیکرٹری انجمن غیر مبائعین لاہور

نے

شروع اپریل ۱۹۴۴ء میں بیعت خلافت ثانیہ کی

ثم الحمد للہ علیٰ ذالک

---

(۴)

جناب کیپٹن سید محمد اسلم صاحب ایم بی بی ایس

جنہیں غیر مبائعین بطور مبلغ سپین تیار کر رہے تھے

نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

کی بیعت کر لی ہے

ثم الحمد للہ علیٰ ذالک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولوی محمد علی صاحب کی تحریف کا تازہ ترین نمونہ

جناب مولوی محمد علی صاحب ہمیشہ فیصلہ کُن طریق سے گریز کرتے رہے ہیں

ابھی ابھی میری نظر سے جناب مولوی محمد علی صاحب کا سولہ صفحہ کا پمفلٹ گذرا جس پر تاریخ طبع ۱۵ر دسمبر ۱۹۴۲ء درج ہے ، حیرت ، تعجب اور افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اس رسالہ کا آغاز ہی غلط بیانی سے کیا ہے ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے فیصلہ کُن گفتگو کی دعوت کو کبھی قبول نہیں کیا ۔ حالانکہ یہ صریح افتراء ہے ۔ حضور نے گذشتہ تیس برس میں ہمیشہ ہی اختلافی مسائل کی بُنیاد یعنی مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر خود بحث کرنے کا اعلان فرمایا ، اور ہر مرتبہ مولوی محمد علی صاحب نے گریز کیا ۔ اور اب تو حضور یہ بھی اعلان فرما چکے ہیں کہ تینوں اختلافی مسائل (نبوت حضرت مسیح موعودؑ ، خلافت ، کفر منکرین حضرت مسیح موعودؑ) پر میں خود مولوی محمد علی صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں ۔ (رسالہ "فرقان" بابت اپریل ۱۹۴۲ء صفحہ ۶) ، افسوس! کہ مولوی صاحب نے آج تک نہ اس دعوت کو قبول کیا ، نہ اسکا کوئی جواب دیا ۔ مگر یونہی مخلوقِ خدا کے سامنے غلط بیانی کر رہے ہیں ، کہ گویا فیصلہ کُن مباحثہ سے انحراف سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے ہے ۔ کیا کوئی غیر مبائع دوست خوفِ خدا سے کام لیکر مولوی صاحب سے یہ عرض نہ کریگا ، کہ یہ کیا طریق ہے ؟ اگر آپ میں مناظرہ کی طاقت ہے اور تحقیقِ حق چاہتے ہیں ، تو بات بالکل واضح ہے ، آئیں فیصلہ کُن مناظرہ کر لیں ۔

مولوی صاحب نے اسی ٹریکٹ میں حسب عادت تحریف سے کام لیا ہے ۔ تازہ ترین نمونہ یہ ہے ، کہ آپ لکھتے ہیں :-

"بالآخر دانتہ کی جماعت قادیان اور لاہور میں یہ معاہدہ ہوا کہ دونوں فریق کے امیر اس بات پر مؤکد بعذاب حلف اُٹھائیں کہ ان کے عقائد وہی ہیں جو ۱۹۰۱ء کے بعد

یہ بیان تحریف سے لبریز ہے۔ جماعت احمدیہ واتہ اور غیر مبایعین میں جو سمجھوتہ ذاتی طور پر کسی کی چالاکی سے ہوا وہ اخبار پیغام صلح ۲۱ ستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع کیا گیا ہے۔ اس میں صرف یہ الفاظ ہیں کہ :-

"خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر قسم اٹھاتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ کہ میرے علم میں سن ۱۹۰۱ء سے لے کر سن ۱۹۰۸ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی عقیدہ تھا کہ ان کا نہ ماننے والا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور میرا بھی یہی عقیدہ سن ۱۹۰۱ء سے لے کر آج تک بر بنائے عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہے۔"

ناظرین کرام! اِن الفاظ اور مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ بالا بیان میں موازنہ فرمائیں۔ جو شخص ذرا ذرا سی بات میں اِس قدر تحریف کرنے کا عادی ہے۔ اس کے قول پر کہاں اعتماد کیا جا سکتا ہے ؟

پھر مولوی محمد علی صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ نے اپنے عقائد پر اور نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عقیدہ پر حلف نہیں اٹھائی۔ نہایت خطرناک قسم کا مغالطہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ بنصرہ اخبار الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء میں کھلے الفاظ میں شائع فرما چکے ہیں :-

"مَیں قسم کھاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، وہ خدا جو عذاب کی طاقت رکھتا ہے، وہ خدا جس نے میری جان کو قبض کرنا ہے، وہ خدا جو زندہ، قادر اور سزا و جزا دینے والا ہے، وہ خدا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا، مَیں اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ مَیں حضرت مرزا صاحب کو اس وقت بھی جبکہ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے اسی طرح کا نبی مانتا تھا۔ جس طرح کا اب مانتا ہوں۔ مَیں اِس بات کے لئے بھی قسم کھاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے رؤیا میں مجھے منہ در منہ کھڑے ہو کر کہا ہے کہ مسیح موعود نبی تھے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ غیر مبایعین سب کے سب عملی لحاظ سے بُرے ہیں اور ہماری جماعت کے سارے کے سارے لوگ عمل میں اچھے ہیں۔ مگر مَیں قسم کھا کر کہتا ہوں

حضرت مسیح موعودؑ نبی ہو کر آئے۔ ہم نے اس کی زبان سے اور اپنے کانوں سے سُنا اور اُس کی تحریروں کو پڑھا۔ اس سے ہمیں ہرگز ہرگز انکار نہیں۔"

(الفضل ۲۳ ستمبر ۱۹۱۵ء)

واتہ کے دوستوں نے بے ضرورت اور حضرت امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کے مقام کے خلاف ایک سمجھوتہ کیا جس کی بنیاد ہی غلط تھی۔ امام متبوع ہوتا ہے اور جماعت تابع۔ امام کو اپنے پیچھے نہیں چلایا جاتا۔ یہ واتہ کے دوستوں کی اصولی غلطی ہے۔ اور پھر ان کی کوئی چٹھی حضرت کے حضور نہیں پہنچی۔ جس کی ان کو جناب پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے باقاعدہ اطلاع بھیجی جا چکی ہے۔

غیر مبائعین کے سالانہ جلسہ پر آنیوالے دوستوں سے درخواست ہے۔ کہ وہ اب مولوی محمد علی صاحب کے مسلمہ کے مطابق ان سے حلف مؤکد بعذاب کا مطالبہ کریں۔ کہ آیا انہوں نے اپنے ان عقائد میں جو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں رکھتے تھے، اور جنہیں وہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شائع کیا کرتے تھے کوئی تبدیلی کی ہے یا نہیں؟

اگر مولوی صاحب ایسی قسم مؤکد بعذاب اُٹھائیں گے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ عقائد میں سنجیدہ ہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ وہ اپنے صحیح عقائد کو تبدیل کر کے آج جماعت احمدیہ میں فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ اور ہر سچے احمدی کا فرض ہے۔ کہ اس فتنہ کا شکار نہ ہو، بلکہ مرکز احمدیت سے وابستگی اختیار کرے۔

مولوی محمد علی صاحب نے اس اشتہار میں یہ بھی لکھا ہے کہ:-

"حضرت صاحب خود نہیں کہتے کہ مَیں نے پہلے غلطی کی۔ اب مَیں اپنا عقیدہ تبدیل کر رہا ہوں۔ آپ کی کسی تحریر میں تبدیلی عقیدہ کا ذکر نہیں"

افسوس! کہ مولوی صاحب کا یہ بیان بھی درست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریر بیسیوں مرتبہ مولوی صاحب کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں:-

"اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریمؑ سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو مَیں اُسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی

پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی"
(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰)

مولوی صاحب کے ساتھی غور فرمائیں، کہ آیا اس تحریر میں تبدیلی عقیدہ کا ذکر موجود ہے یا نہیں؟

مولوی صاحب نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ اخبارات و اموال کو اختلافی مسائل پر برباد کیا جا رہا ہے، آسان طریق سے باہمی فیصلہ کر لینا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ مولوی صاحب خود ہی فیصلہ کے طریق سے انکار کرتے ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود ایدہ اللہ بنصرہ اس روزمرہ کی نزاع کو ختم کرنے کے لیئے مختلف طریق پیش فرما چکے ہیں۔ مثلاً حضور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک کی میری اور مولوی محمد علی صاحب کی تحریریں دربارہ مسئلہ نبوت وغیرہ جمع کرکے دونوں کے دستخطوں سے کہ آج بھی ہمارا یہی مذہب ہے شائع کر دی جائیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس آسان طریق فیصلہ کو بھی منظور نہیں کیا۔ پھر حضور ایدہ اللہ بنصرہ نے ایک آسان ترین طریق فیصلہ یہ بتلایا کہ دونوں طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کی تشریح کے لیئے حضور کا رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" فیصلہ کُن مانکر اس اعلان سے مشترکہ خرچ پر بکثرت شائع کر دیا جاوے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کی ہم وہی تشریح مانتے ہیں جو اس رسالہ میں درج ہے۔ اس کے بعد مباحثات اور تحریریں بند کر دی جائیں۔ بتلایئے! کہ اس سے بہتر اور سہل بھی کوئی صورت ہے؟ مگر مولوی محمد علی صاحب ہیں کہ نہ آپ نے اس طریق کو منظور کیا اور نہ ہی اپنی نامنظوری کی کوئی معقول وجہ پیش فرمائی۔

الغرض مولوی صاحب تمام ایسے منصفانہ طریقوں سے اعراض کرتے ہیں۔ مگر ظاہر یہ کرتے ہیں کہ گویا ان کو اموال و اخبارات کے برباد ہونیکا افسوس ہے۔ کیا مولوی صاحب اب بھی کسی طریق پر فیصلہ کے لیئے آمادہ ہوں گے؟

اخیر میں میں جناب مولوی محمد علی صاحب کے حسب ذیل فقرہ کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے لکھا کہ:-

"یہ اعلان ہوا ہے کہ فرقان جیسے گرے ہوئے پرچے میں سر محمد ظفر اللہ خاں بھی ایک مضمون لکھ رہے ہیں۔" (ص ۱۱)

ہم اس فقرہ کو بلا ریمارک درج کرنا ہی پسند کرتے ہیں۔

(خاکسار ابوالعطاء جالندھری) اڈیٹر رسالہ فرقان ۱۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مجلس رفقاء احمد قادیان کا ماہنامہ

وَاِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا

سوچو جو شخص آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا



ایڈیٹر:- ابو العطاء جالندھری

جلد ۳ نمبر ۱۱،۱۲

نومبر، دسمبر ۱۹۴۴ء

قیمت سالانہ دو روپے

محمد اسمٰعیل خوشنویس تحریر نمود

جماعت احمدیہ کی مخالفت کے لئے مولوی محمد علی صاحب کا تازہ شدید فیصلہ

مولوی محمد علی صاحب نے آیت قرآنی اشداء علی الکفار کی تشریح کرتے ہوئے تازہ ترین خطبہ جمعہ میں اپنے ساتھیوں کو کہا کہ: "ہمارا جو قادیانی جماعت سے اختلاف ہے وہ اس حد تک ہے جو انہوں نے کفر کی بات اسلام میں داخل کر دی ہے۔ فی الحقیقت یہ جو نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس پر تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ قادیانی جماعت کا یہ مسئلہ درگزر کرنے کے قابل نہیں یہ کفر ہے۔ ہر ایک نافرمانی بھی کفر ہے۔ مگر یہ بڑا سخت کفر ہے کہ محمد رسول اللہ کے اعلان کے بعد کسی کی رسالت اور نبوت قائم کی ہے۔ جب آنحضرت صلعم کی رسالت میں کسی کو شریک کیا جائے۔ تو اس کا مقابلہ پوری قوت کے ساتھ کرو۔" (پیغام صلح ۲۰ر دسمبر ۱۹۴۲ء) اس بیان سے ظاہر ہے کہ لاہوری فریق جماعت احمدیہ کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب جماعت احمدیہ پر کتنا غلط اور دلآزار الزام لگاتے ہیں۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو اسی طرح مانتی ہے۔ جس طرح خود حضور نے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں تشریح فرمائی ہے۔ مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں مولوی صاحب پر جس قدر اتمام حجت ہوا ہے۔ دنیا میں شاید ہی کسی انسان پر کسی مسئلہ میں اس قدر اتمام حجت ہوا ہوگا۔ مگر بایں ہمہ وہ اپنی غلط بات پر مصر ہیں۔ مولوی صاحب دوسروں کو اس مسئلہ پر "پوری قوت" سے مقابلہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ مگر خود اس موضوع پر فیصلہ کن گفتگو سے کامل گریز فرما چکے ہیں۔ کیا مولوی صاحب مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر فیصلہ کن مناظرہ کے لئے تیار ہیں؟ اب تو در اصل بات اتنی واضح ہو چکی ہے کہ حق پسند طبائع کے لئے کسی مناظرہ کی ضرورت ہی نہیں۔ فرقان کے اس نمبر میں جو شاندار مضمون شائع ہو رہا ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ اسے ہر غیر مبائع کو پڑھائیں۔ تا وہ حقائق کی روشنی میں مولوی محمد علی صاحب کے مندرجہ بالا بیان پر غور کر سکے۔ (ایڈیٹر)

معاونین حضرات سے درخواست

اب جبکہ رسالہ فرقان اپنے نئے دور میں داخل ہو رہا ہے۔ اور کاغذ کی گرانی اور نایابی بڑھ رہی ہے احباب کا فرض ہے کہ رسالہ فرقان کی اعانت کیطرف خاص توجہ فرمائیں۔ ع لطف کن مارا نظر بر اندک و بسیار نیست۔
خریداری و اعانت کی رقوم صرف "مینجر فرقان قادیان" کے پتہ پر بھیجی جائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(مجلس رفقاء احمدؑ قادیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نومبر و دسمبر ۱۹۴۲ء | فرقان سالانہ نمبر | جلد ۳ نمبر ۱۱ و ۱۲

تین برس گذرے کہ ہمارے پیارے امام حضرت امیر المومنین المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مجلس رفقاءِ احمدؐ قادیان کو فرقان کے اجراء کا ارشاد فرماتے ہوئے اپنے پہلے تعارفی گرامی نامہ میں زرین ہدایت فرمائی تھی۔ کہ :-

"میں اس رسالہ کی پہلی اشاعت کے لئے یہ سطور بطور تعارف لکھ کر دے رہا ہوں اور صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی نیتوں کو نیک کر کے کام کرو۔ کبر۔ ریاء اور نخوت سے آزاد ہو کر کام کرو۔ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے کام کرو۔ اس صورت میں خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تم اس جنگ سے فاتح لوٹو گے۔ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے"

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے۔ کہ اُس نے فرقان کی ۳ سالہ اشاعت کے دور کو کامیابی سے تکمیل تک پہنچایا۔ اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس دور کا یہ آخری سالانہ نمبر مکرم و معظم جناب چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ کے ایک بیش قیمت مضمون پر مشتمل ہے۔ فرقان نے مقدور بھر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی متذکرۃ الصدر نصیحت کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ اور ہمیشہ رکھیگا۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیوں میں سے ایک خاصی تعداد حق شناسی کے مقام تک پہنچ چکی ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اجازت فرمائی ہے کہ مجلس رفقاءِ احمدؐ مزید دو سال کے لئے فرقان کو جاری رکھے۔ اور اس میں پیغامیت کے علاوہ بہائی تحریک کی بھی تردید ہو۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اراکین مجلس رفقاء احمدؐ شوق سے اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے لبیک کہتے ہیں۔ ان دو سال کا چندہ خریداری چار روپے مقرر ہے۔ احباب خود بھی خریدار بنیں اور غیر مبایعین اور بہائیوں کے نام بھی فرقان جاری کروا کر ثوابِ تبلیغ حاصل کریں۔ تمام اہل دل احباب سے التجاء ہے کہ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دستگیری فرمائے اور حق و صداقت کی تائید و نصرت کی کامل توفیق بخشے اور ہمارے مخاطب اصحاب کے قلوب کو قبولِ حق کیلئے کھولدے۔ آمین اللّٰھم آمین

اکابرین غیر مبایعین کے مرکزِ سلسلہ سے اختلاف کے اسباب

انجمن کی پوزیشن اور اختلافی مسائل پر سیر کُن تبصرہ

(از قلم آنریبل جسٹس چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب جج فیڈرل کورٹ آف انڈیا)

کچھ عرصہ ہوا مسٹر فرید حسین صاحب ایڈیٹر دی لٹریری سٹار لاہور کے اصرار پر میں نے ایک مختصر سا مضمون انگریزی زبان میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے سوانح کے طور پر لکھا تھا۔ پندرہ روزہ انگریزی اخبار "دی لائٹ" نے یکم ستمبر ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں اس مضمون پر ایک تنقید شائع کی جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:-

"زیر تنقید رسالہ ایک مقالہ ہے جو اصل میں ایک کتاب مسمی بہ "مسلم مشاہیر پنجاب" جس کو نیو بک سوسائٹی لاہور مرتب کر رہی ہے کے لئے لکھا گیا تھا۔ یہ کتاب تو ابھی منصہ شہود پر نہیں آئی مگر محولہ بالا مقالے کو جس کا مقصد زیادہ تر تحریک قادیان کا پروپیگنڈہ ہے۔ غالباً قادیان ہائی کمانڈ کی فرمائش اور خرچ پر قبل از وقت ہی ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا گیا ہے اور اس کی خوب اشاعت کی گئی ہے۔

مرزا بشیر الدین کے حالات زندگی کو بیان کرتے ہوئے قدرتاً مضمون نگار نے تحریک احمدیت کی پیدائش اور اس کے نشوونما کے ساتھ تعلق رکھنے والے نمایاں واقعات کو بھی چھوا ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ ان حالات کا ایک صحیح ریکارڈ ہے۔ مگر جب فاضل مضمون نگار واقعات بیان کرتے ہوئے اس حصہ پر پہنچتا ہے۔ جب جماعت میں اختلاف ہو کر یہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ تو بعض نہایت ضروری واقعات کو بیان نہیں کرتا۔ اور تصویر کا صرف ایک پہلو پیش کرتا ہے۔

جماعت میں اختلاف بانی سلسلہ کے پہلے خلیفہ کی وفات پر واقع ہوا۔ سر ظفر اللہ خان ہمیں بتاتے ہیں کہ اس اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ جماعت کا ایک حصہ جس کی تعلیم مغربی طریق پر ہوئی تھی۔ اور جو مغربی سیاسی خیالات سے متاثر تھا اور جس کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب تھے۔ نہیں چاہتا تھا کہ جماعت کے نظام کی باگ ڈور صرف ایک شخص کے ہاتھ میں دے دی جائے۔ وہ چاہتے

تھے۔ کہ اختیارات اس نمائندہ انجمن کے سپرد کئے جائیں۔ جس کی بنیاد بانیٔ سلسلہ نے خود رکھی تھی۔

اب یہ واقعات کا ایک غیر مکمل اظہار ہے۔

یہ صحیح ہے کہ مولوی محمد علی اور ان کے ہم خیال اصحاب نے مرزا بشیر الدین کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر اس انکار کے وجوہات اس سے مختلف ہیں جو مضمون نگار نے بیان کئے ہیں۔ بات یہ نہیں کہ چونکہ یہ لوگ مغربی تعلیم حاصل کئے ہوئے تھے اور اس وجہ سے مغربی جمہوری نظریوں سے حد درجہ متأثر اور مغلوب تھے اسلئے انہوں نے شخص واحد کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے اس انکار کی بنیاد بانیٔ سلسلہ کی واضح تحریر ہے۔ جس میں صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے بعد سلسلہ کی رہنمائی۔ نگرانی اور نظم و نسق کے تمام اختیارات ایک نمائندہ جماعت یعنی صدر انجمن کے ہاتھ میں رہیں گے۔ جس کی بنیاد انہوں نے خود رکھی۔ مرزا بشیر الدین نے اپنے والد صاحب کے اس واضح فرمان کو لا شیٔ سمجھا اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ خود مختار کل ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی اور دوسروں نے اس بناء پر اعتراض کیا کہ یہ بات خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ کے علاوہ خود بانیٔ سلسلہ کی اپنی تاکیدی ہدایت کے بھی خلاف ہے (اور یہ کہ) اسلامی تعلیم کے مطابق خلیفہ ایک غیر ذمہ دار مطلق العنان حاکم نہیں۔ جو اپنے اعمال کی پاداش سے بے نیاز ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے۔ اسلام کے پہلے خلیفہ ابوبکر نے اپنی پہلی ہی تقریر میں اس پوزیشن کو بالکل واضح کر دیا۔ جب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے کہا "اگر میں بد راہ ہو جاؤں۔ تو مجھے سیدھا کر دو۔ اور اگر میں صحیح طریق کار اختیار کر دں۔ تو میری مدد کرو" یہ شاید مغربی جمہوریت نہ ہو۔ مگر اس کو یقیناً ہر قسم کی خلافت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جو مرزا بشیر الدین صاحب نے قائم کی ہوئی ہے۔ ان کے نزدیک کوئی شخص ایک نقطہ بھی خلیفہ کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ خواہ وہ صاف طور پر غلطی پر ہی ہو۔

اب یہ اسلامی خلافت کی نسبت جو رائے عامہ کے مصلحانہ اثرات سے اثر پذیر ہوتی ہے اور اس کے ماتحت ہو کر چلتی ہے۔ موجودہ مغربی استبدادی مختار کل حکومتوں کے جو ہماری نظروں کے سامنے برباد ہو رہی ہیں۔ زیادہ مشابہ ہے۔

یہ ان اسباب میں سے ایک سبب تھا جس کی وجہ سے مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور جماعت احمدیہ کے دیگر روشن خیال افراد نے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حد سے بڑھے ہوئے دعاوی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ایسا کرنا اس مسئلہ میں قرآنی تعلیم اور اسلامی روایات سے سنگین انحراف کے مترادف ہوتا۔ یہ بانیٔ سلسلہ کی مقدس وصیت کی

براہ راست بے حرمتی بھی ہوتی۔ جس نے انجمن کو اپنے بعد واحد مختار قرار دیا تھا۔

ایک مزید اور زیادہ سنجیدہ قابل لحاظ امر کی وجہ سے بھی جماعت کے روشن خیال حصہ کا یہ تامل سخت ہو کر ایک نہایت ضروری فرض کی شکل اختیار کر گیا۔ مرزا بشیر الدین جماعت کے عقاید کے متعلق تصورات میں بھی ایک بدعت کے ذمہ دار تھے۔ جس کے نتائج بہت دور رس ثابت ہونے والے تھے۔ ابھی تک جماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ تھا کہ بانیٔ سلسلہ ایک سادہ مسلمان تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور وہ لوگ جو ان کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے اسلام کی ترقی اور سربلندی کے لئے ان کے گرد جمع نہ ہوئے تھے۔ اپنے فرض کی ادائگی میں ایک قابل ملامت کوتاہی کے مجرم تھے۔ مگر تھے بدستور مسلمان ہی۔ یہ مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی تھے جو اس خیال کے موجد اور سرپرست تھے۔ کہ بانی سلسلہ صحیح معنوں میں نبی تھے۔ اور جنہوں نے آپ کو نہیں مانا وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ وہ اس حد تک بڑھے کہ انہوں نے یہ بھی ادعا کر دیا۔ کہ کرۂ ارض کے دور دراز علاقوں کے وہ مسلمان بھی جنہوں نے بانی سلسلہ کا نام تک نہیں سنا ہوا کافر ہیں۔

اب یہ ایک بالکل نئی بات تھی۔ ایک ایسی بات تھی۔ جو جماعت میں ابھی تک کسی کے خواب میں بھی نہ گذری تھی۔ ایک ایسی بات تھی جس کے خلاف بانی سلسلہ بار بار احتجاج کرتے رہے کہ یہ ان کے خلاف ان کے دشمنوں کا تراشا ہوا بہتان ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات تھی جو اسلام کی وحدت کو یقینی طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والی تھی۔ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب جیسے انسان اور دوسرے روشن خیال افراد جو اس تحریک میں اس لئے شامل ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے اس کو اسلام کی ایک نہایت دلربا تشریح، نہایت پرجوش علمبردار سمجھا تھا۔ کبھی بھی ایسی ملحدانہ بات کو نہ مان سکتے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلام کی خدمت اور اس کی شان کو بلند کرنے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ نہ کہ اس گہرے اور ہشیار طریق سے اسلام کا قصہ ہی پاک کرنے کے لئے۔ خاموشی سے اس نئی نبوت کو جو اس نئے خلیفہ نے قائم کی مان لینے کا یہ مطلب تھا کہ اسلام کی موت کے فتوی پر دستخط کر دئے جائیں۔

ان مشکلات کے باوجود مولوی محمد علی اور ان کے دوست کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا چاہتے تھے جو احمدیہ جماعت کے اندرونی اتحاد کو پراگندہ کر دے۔ اس سے بچنے کے لئے وہ آخری ممکن حد تک جانے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ انہوں نے مرزا بشیر الدین کی خلافت کو مان لینے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ مگر ایک شرط کے ساتھ کہ وہ بانی سلسلہ احمدیہ کی صحیح پوزیشن کے متعلق اپنے ان خیالات پر قائم رہے

(کہ وہ محض ایک مسلمان تھے نبی نہ تھے) اور دوسروں تک ان خیالات کے پھیلانے میں آزاد ہوں گے۔ خلیفہ صاحب پہلی شرط ماننے کو تیار تھے۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے دوست اپنے خیالات قائم رکھ سکتے ہیں۔ مگر وہ پبلک میں ان کے اظہار کے مجاز نہیں ہوں گے۔ اب یہ ایک ناقابلِ قبول مطالبہ تھا ان لوگوں سے جو قادیان اپنی ضمیر کی آواز کی اتباع میں گئے تھے۔ یہ مطالبہ کیا جارہا تھا۔ کہ وہ اپنی ضمیر کو ماردیں۔ اب (تعلقات کے) ٹوٹنے کا موقع آگیا تھا۔ یہ خلافت اور اتحاد اسلام کے درمیان ایک انتخاب تھا۔ اور انہوں نے اپنا انتخاب کرنے میں دیر نہ کی۔ وہ آخری انسان تھے جو اسلام کے بنیادی اصولوں کی قربانی پر اس قسم کی خلافت کو تسلیم کرتے۔ پس نتیجہ مختلف راستوں کا اختیار کرنا تھا۔

یہ ہے احمدیہ جماعت میں اختلاف کی پوری حقیقت۔ یہ کہنا کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے دوستوں کی ضرورت سے زیادہ مغربیت اس کا باعث تھی، واقعات کو صحیح طور پر پیش کرنا نہیں کہلا سکتا۔ یہ مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی صدر الدین صاحب جیسے ممتاز اور جوانمرد خادمانِ اسلام اور بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ خطرناک بے انصافی ہے۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت میں اپنا سب کچھ لگا دیا۔ اور جن کا اس تحریک کو وہ کچھ بنادینے میں جو اس وقت بنی جب مرزا بشیر الدین ابھی محض سکول کے ایک ایسے طالب علم تھے جو لاڈ پیار کی وجہ سے خراب ہوئے ہوئے بچے کے اشغال میں مصروف تھے۔ اور جو نہایت بھدے طریق اور اناڑی پنے سے اپنی تعلیم کو خراب کر رہے تھے۔ ایک بہت بڑا حصہ تھا۔

مرزا بشیر الدین کی زندگی کے اس حصہ کا جس کو فاضل مضمون نگار ان کا تربیتی زمانہ کہتے ہیں۔ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے دو باہم متضاد باتیں کہہ دی ہیں۔ ان حالات سے جو وہ ان کے زمانہ طالبعلمی کے متعلق ہمیں بتلاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ فرائض کی ادائیگی میں انہماک اور مقاصد کی سنجیدگی کسی طرح سے بھی ہمارے ہیرو کے کریکٹر کے نمایاں پہلو نہ تھے۔

یہ ہے وہ تصویر جو وہ اس ہونے والے غیر معمولی اوصاف کے شخص کی زندگی کی اس منزل پر پیش کرتے ہیں۔

"رسمی تعلیم کے نقطۂ نظر سے، آپ کا ریکارڈ تسلی بخش نہ تھا۔ آپ کبھی کوئی امتحان پاس نہیں کر سکے۔ مگر اساتذہ کی رعایت سے مدرسہ کی کشمکش کو جاری رکھ سکے۔ یہانتک کہ انٹرنس کے امتحان میں آپ کی ناکامی نے آپ کے رسمی تعلیمی دور کو ختم کر دیا"۔

اس بیان سے ایک شخص پر یہ اثر پڑتا ہے کہ ہونے والے خلیفہ صاحب کسی کام کو سنجیدگی سے نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ وہ ایسے ہی محبت و لاڈ کی وجہ سے خراب ہوئے ہوئے ہندی قسم کے بچے تھے جو اکثر بڑے مذہبی پیشواؤں کے خاندانوں میں ملتے ہیں۔ جہاں ان کی عزت۔ ان سے محبت اور ان کا بے جا احترام کیا جاتا ہے۔

ایک ہی سانس میں مضمون نگار صاحب ایک ایسے بے فکر اور غافل نوجوان کے متعلق جس کے کریکٹر کا غالب پہلو اس وقت احساس فرض کا انتہائی فقدان تھا۔ ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ گویا وہ اپنے والد کے عظیم الشان مشن کی کامیابی کے لئے تڑپ رہا تھا۔

اس منظر سے وہ یوں پردہ اٹھاتے ہیں:۔

"مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے والد کی وفات کے وقت انیس برس سے کچھ ہی زیادہ عمر کے تھے۔ اور اس موقعہ پر جو فعل ایک خاص جذبہ کے ماتحت آپ سے صادر ہوا۔ آپ کے کریکٹر پر بہت بڑی روشنی ڈالتا ہے۔ اور اس پالیسی کے سمجھنے کے لئے ہمیں ایک کنجی مہیا کرتا ہے۔ جس پر آپ اس وقت سے کہ آپ اپنے عالی مرتبہ والد کے ان کی وفات کے چھ سال بعد خلیفہ ہوئے۔ برابر کاربند رہے۔ اسوقت آپنے اپنے والد کی مقدس نعش کے بالکل ہی قریب کھڑے ہوئے خدا تعالیٰ کو اپنے اس عزم پر گواہ ٹھیرایا کہ آپ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ خواہ جماعت کا ہر فرد آپ کا ساتھ چھوڑ دے"۔

یہ تو۔ ایک معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ اس لڑکے کی جس میں اپنے سکول کے کام کو سنجیدگی اور مستعدی سے کرنے اور اپنے زمانہ طالبعلمی کے دس سالوں میں کسی بھی امتحان کے پاس کرنے کی قابلیت نہ تھی۔ فوراً ہی کایا پلٹی جا کر وہ ایک قسم کا ولی اللہ بن گیا۔ جس کی دلی آرزو اسلام کی شوکت تھی۔ اور جس نے قسم کھائی کہ وہ اس کو کامیاب کر کے چھوڑے گا۔ خواہ تمام جماعت اس کی مخالف ہو جائے۔ یقیناً توہم پرستی جاہل عامی لوگوں کا اجارہ نہیں ہے۔ فیڈرل کورٹ کے جج تک بھی انسانی طبیعت کی اس کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سر ظفر اللہ خان ہماری توجہ نوجوان مرزا کے اس بے اختیار کہے ہوئے فقرہ کی طرف منعطف کراتے ہیں۔ گویا کہ یہ اس کے کریکٹر اور اس کی زندگی کے بقیہ ریکارڈ کو سمجھنے کی کنجی کا کام دیتا ہے۔ اور یہ کنجی ان کے نزدیک اس جوش اور عزم میں ہے۔ جس کا اس فقرہ سے اس کے اپنے والد کے مشن کی حمایت کے لئے اظہار ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ اس فقرہ کو ایک مخلص مرید کی عینک کے

ذریعہ دیکھ رہے ہیں۔ ایک غیر جانب دار نقاد ایک دوسرے حصہ کو اس کے دل کو سمجھنے کی کنجی قرار دیگا۔ یہ کنجی جماعت کی مخالفت کے اس خوف میں پائی جاتی ہے۔ جس کو اس نے قبل از وقت محسوس کیا۔ اور جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا "خواہ جماعت کا ہر فرد اس کو چھوڑ جائے" یہ پُر معنی الفاظ ہیں۔

اگر اس نے اپنے والد کے مشن کو ہی چلانا تھا۔ تو اس کے لئے جماعت سے مخالفت کے خوف کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جماعت سب کی سب اس کے والد کے مشن کی ترقی اور کامیابی کے لئے مخلصانہ طور پر وقف تھی۔ پس یہ مشن وہ چیز نہیں ہو سکتا جو اس وقت اس کے دل میں تھی۔ یہ قطعی طور پر جماعت کی طرف سے مخالفت کا ڈر اس کے دل میں پیدا نہ کر سکتی تھی۔ اس کے قلب کے پچھلے گوشوں میں کچھ اور ہی بات تھی جو اس کی مخالفت پیدا کر سکتی اور جس نے واقعہ میں اس کی مخالفت پیدا کی۔ یہ خلافت کو حاصل کرنا تھا۔

سر ظفر اللہ خان اس کنجی کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں؟ بہر حال یہ اس فقرے اور اس کے بقیہ زندگی کے تمام ریکارڈ کو واضح کر دیتی ہے۔ اس کنجی کو استعمال کیجئے۔ تو یہ لفظی معموں کے نقشہ میں آخری حل کر دینے والے لفظ کی طرح اس کی زندگی کے حالات کے مختلف حصوں کو جو بحیثیت خلیفہ بظاہر ناقابل توجیہہ نظر آتے ہیں۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیک طور پر منطبق ہونے والے ظاہر کر دیتی ہے۔

یہ بات ایک شخص کو اکثر اوقات تعجب میں ڈال دیتی ہے کہ کیوں فوراً ہی عنان خلافت سنبھالنے کے بعد اس نے صدر انجمن احمدیہ کے دستور اساسی کو بدل دیا۔ یہ اس کے مقدس باپ کی لکھی ہوئی ہدایات کی براہ راست خلاف ورزی تھی۔ یہ خلافت ہی تھی۔ جس نے اس سے یہ فعل کروایا۔ خلافت کے استحکام اور اس کی سلامتی کو یقینی طور پر محفوظ کر لینے کی خاطر اس نے خلیفہ کو جو ابھی تک دستور اساسی کے ماتحت تھا۔ جماعت کی مرضی اور منشاء سے بالا کر دیا۔

انسان اکثر دفعہ حیران ہو جاتا ہے کہ کس طرح اپنے والد کی نہایت زور دار مذمت کی موجودگی میں اس نے ایسا دلیر قدم اُٹھانے کی جرأت کی۔ کہ اس کو نبوت کے مقام پر کھڑا کر دیا اور اس کے نہ ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا۔ اس کا باعث بھی خلافت ہی تھی ——— خلافت کا استحکام اور اس کی حفاظت ———

خلیفہ کا قیاس تھا کہ یہ نرالا نو ایجاد عقیدہ اس کے متبعین اور لاہور پارٹی کے درمیان خلیج کو اتنا

وسیع کر دیگا کہ کسی آئندہ وقت میں اس کے پاٹنے کا کوئی امکان نہیں رہیگا۔ پس خلافت اس طرح سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے گی۔

بانی سلسلہ نے اپنی ضخیم تصانیف میں ایک دفعہ بھی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہا۔ اس کے برخلاف وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کا انکار اپنی ذات میں کسی شخص کو کافر نہیں بناتا۔ اس کے باوجود نوجوان خلیفہ نے اعلان کر دیا۔ کہ ہر وہ شخص جو اس کے والد کے دعاوی کو نہیں مانتا کافر ہے۔ خواہ اس نے ان کا نام تک نہ سنا ہو۔ یہ بات ایک شخص کو حیران کر دیتی ہے۔ کہ کس طرح اُس نے اپنے نامور والد کے واضح عقیدہ کے ساتھ ایسا گستاخانہ سلوک کیا۔ اس کی وجہ پھر بھی خلافت تھی۔ اپنے لوگوں کو دوسروں کے ساتھ لڑائے رکھنا اندرونی استحکام اور امن کو محفوظ کر لینے کی ایک عام چال ہے۔ لیکن کیوں وہ تعصب کی اس حد تک چلے گئے۔ کہ انہوں نے لاہوری پارٹی کے ساتھ ہر قسم کے میل ملاپ یہانتک کہ ان کے لٹریچر کو بھی پڑھنا ممنوع قرار دے دیا؟ اس کا جواب پھر وہی ہے کہ خلافت! مبادا ان کے متبعین کسی دن روشنی کو دیکھ لیں۔ اور پریشان کن سوالات کرنا شروع کر دیں۔ اور اس طرح سے خلافت کی گرفت کمزور پڑ جائے۔

ایک اور امر کو لیجئے جو کہ کسی اور طرح سے واضح نہیں ہوتا۔ لیکن خلافت کی اس کنجی کو چھونے سے ہی تمام راز کھل جاتا ہے۔

خلافت ہی سب کچھ ہو گئی ہے۔ یہ اتنی نمایاں رہتی ہے کہ بانی سلسلہ کے حقیقی مشن کے لئے اس نے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔ بات یہ ہے کہ اس زور کو دیکھتے ہوئے جو دوسری ہر چیز کو خارج کرتے ہوئے خلافت پر دیا جاتا ہے۔ ایک شخص پر یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ بانی سلسلہ کا مشن سوائے مرزا محمود احمد کی خلافت کے قیام۔ اس کے استحکام اور اس کو وسعت دینے کے اور کچھ نہ تھا۔

سر ظفر اللہ خان ان بنیادی الفاظ کی جن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے۔ اس امکانی توضیح کے متعلق کیا خیال فرماتے ہیں؟ بہر حال یہ زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے۔

یہ ایک بہت بعید از قیاس بات ہے کہ ایک نوجوان جس سے اس سے قبل سنجیدگی طبع کا کبھی کوئی اظہار نہ ہوا ہو۔ عنفوان شباب میں اپنے والد کی وفات پر یکلخت ولایت کے علامات ظاہر کرنا شروع کر دے۔ ایک قدرتی اور سمجھ میں آسکنے والی بات یہ ہے کہ اپنے والد کا جانشین بننے کی امنگ کی کوئی چنگاری اس کے سینے میں سلگ رہی ہو حقیقت میں خلیفہ صاحب کا اپنا

ایک شعر جو انہوں نے اس مقام پر فائز ہونے کے جلدی بعد ہی کہا۔ ظاہر کرتا ہے کہ ان کا دل کس بات پر لگا ہوا تھا ــــــ اپنے والد کے مشن کو چلانے پر یا اپنی خلافت کے حصول پر۔ وہ شعر یہ ہے ؎ شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل (خلافت)

کیا ہوا اگر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

ہمیں ڈر ہے۔ کہ ہم نے اس امر کے بیان کرنے میں کچھ ضرورت سے زیادہ وقت خرچ کیا ہے اس مقالہ کے اصلی موضوع کے ساتھ کہ مرزا بشیر الدین صاحب موجودہ وقت کی ایک ممتاز شخصیت ہیں۔ ہمیں پورا اتفاق ہے۔ ان میں تمام وہ عناصر موجود ہیں۔ جو لیڈرشپ کو مضبوط اور کامیاب بناتے ہیں۔ یعنی غیر معمولی فراست۔ جانبازانہ تصور حیات۔ اعلیٰ درجہ کا حسن تدبیر۔ مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی تجاویز کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے پرجوش طور پر کام کرنا۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایک قوت عمل رکھنے والی شخصیت۔

تاریخ کے موجودہ دور میں ان کو ایک نمایاں شخصیت قرار دینے میں ہم مقالہ نگار صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ اصل میں مضمون نویس نے اپنے ہیرو کو اسی شمار میں رکھکر جس میں ملک خضر حیات خاں۔ میاں عبد الحی۔ میر مقبول محمود اور بیسیوں اسی حیثیت کے لوگ ہیں۔ اور جو مجوزہ کتاب کے باقی ہیرو ہیں بے انصافی کی ہے۔ احمدیہ سٹیج پر اور احمدیہ ماحول میں جہاں قدرت نے ان کو رکھنا پسند کیا۔ مرزا بشیر الدین صاحب نے اپنے آپ کو اس بلند ترین مقام پر پہنچا دیا ہے۔ جو ایک احمدی کے لئے کھلا ہے۔ یعنی مصلح موعود کا مقام۔

ایک مختلف ماحول میں بھی وہ ایسے ہی چوٹی کی پوزیشن حاصل کرتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یورپ کی سیاسی سٹیج پر وہ ایک ہٹلر یا سٹالین نہ ہوتے۔" (انتہی)

یہ ترجمہ میں نے خود نہیں کیا۔ چونکہ میں نے اس تنقید کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسلئے میں نے احتیاطاً اسی میں سمجھی کہ خود اس کا ترجمہ نہ کروں۔ چنانچہ میری درخواست پر مکرمی جناب ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے نے بہت مہربانی فرما کر انگریزی سے یہ ترجمہ کر دیا۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ ملک صاحب کو لفظی ترجمہ کرنے میں کچھ دقت بھی محسوس ہوئی۔ لیکن انہوں نے احتیاط کے اس پہلو کو مدنظر رکھا کہ محاورہ کی کسی قدر قربانی کرتے ہوئے بھی اصل کا تتبع نہ چھوڑا جائے۔

چونکہ اس تنقید کو کسی خاص نام کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ اس لئے قیاس یہ ہے کہ یہ ایڈیٹر صاحب کے اپنے قلم سے ہے۔ یا کسی ایسے صاحب کی تحریر کردہ ہے۔ جنہیں سلسلہ احمدیہ کی تاریخ اور جماعت احمدیہ

کے عقائد کے ساتھ تفصیلی واقفیت کا ادعا ہے۔

صاحب تنقید فرماتے ہیں کہ میرا مضمون "تحریک قادیان کے لئے پروپیگنڈا" کا رنگ رکھتا ہے عام حالات میں مجھے اس جملہ کی طرف چنداں توجہ کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ کیونکہ لفظ "پروپیگنڈہ" کا اصل اور اولین مفہوم تبلیغ اور نشر و اشاعت ہی ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ فریق لاہور کی طرف سے جب "تحریک قادیان" یا اس کے مترادف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں تو ان سے مراد سلسلہ عالیہ احمدیہ ہوتی ہے۔ اس لئے میں اس جملہ کی یہ تعبیر کر لیتا کہ صاحب تنقید کے نزدیک میرے مضمون کی غرض سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ ہے۔ لیکن فریق لاہور کی طرف سے "پروپیگنڈہ" کے مفہوم کی ایک تشریح ۲۲ اگست کے پیغام صلح میں (یعنی اس تنقید کے شائع ہونے سے صرف آٹھ روز قبل) ایسی کی جا چکی تھی۔ جس کے نتیجہ میں مجھے یہی فرض کرنا پڑا۔ کہ صاحب تنقید نے بھی یہ لفظ اُسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال کیا ہے! اور بقیہ حصہ تنقید سے بھی کچھ ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ اس مفہوم کو ۲۲ اگست کے پیغام صلح صفحہ ۶ کالم ۱ و ۲ میں یوں بیان کیا گیا ہے:-

"یہ ایک نہایت مکروہ لفظ ہے۔ اور اس میں جھوٹ۔ دھوکہ دہی۔ الفاظ کی توڑ موڑ سب کچھ شامل ہے۔"

میرے جس مضمون کو صاحبِ تنقید نے "پروپیگنڈا" قرار دیا ہے۔ میں نے تو اس میں نہایت صفائی اور صاف بیانی کا التزام رکھا تھا۔ افسوس ہے کہ لائٹ کو وہ "پروپیگنڈا" نظر آیا۔ اور اس "پروپیگنڈا" کی وضاحت کے لئے "لائٹ" کے قریباً پانچ کالم وقف کئے گئے۔ میری غرض اس موجودہ تحریر سے یہ ہے کہ جن امور کو اس تنقید میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ ان کی حقیقت کو اصل واقعات کی روشنی میں واضح کر دیا جائے تاکہ اس تنقید سے کسی قسم کی غلط فہمی کے پیدا ہونے کا امکان باقی نہ رہے۔ اس سے ناظرین یہ بھی فیصلہ کر سکیں گے کہ آیا میرا مضمون (پیغام صلح کے پیش کردہ مفہوم کے مطابق) "پروپیگنڈا" کا رنگ رکھتا تھا یا "لائٹ" کی تنقید خالص "پروپیگنڈا" ہے۔

اسی فقرہ میں جس میں میرے مضمون کو "پروپیگنڈا" قرار دیا گیا ہے۔ صاحب تنقید فرماتے ہیں۔ کہ اس مضمون کی اصل کتابت کے چھپنے سے پہلے رسالہ کی شکل میں خوب اشاعت کی گئی ہے۔ اور قیاس یہ ہے کہ "قادیان ہائی کمانڈ کی فرمائش اور خرچ پہ ایسا کیا گیا ہے۔" یہ قیاس صاحب تنقید کے حسنِ ظن اور انصاف پسندی کا نمونہ ہے۔ اور تنقید کے اصل بیانات کے پرکھنے کے لئے کسوٹی ہے۔

"قادیان ہائی کمانڈ" ہماری کوئی مسلمہ اصطلاح نہیں۔ سلسلہ احمدیہ میں جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں "لائٹ" کا ادارہ ان سے ناواقف نہیں۔ اور اگر ناواقف بھی ہوتا۔ تو مضمون زیر تنقید سے ان

اصطلاحات کے متعلق بہت کچھ واقفیت حاصل ہو سکتی تھی۔ اس قسم کی اصطلاح سے سوائے طنز کے اور کوئی مقصد میرے قیاس میں نہیں آسکتا۔ جس تنقید کی ابتدا ہی اس قسم کی طنز سے ہوتی ہے۔ اُس میں احقاقِ حق کی رُوح کس قدر ہوگی۔ اس کا اندازہ ناظرین خود فرمالیں۔ اس اصطلاح سے مُراد یا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہو سکتے ہیں۔ یا صدر انجمن احمدیہ۔ یا ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ۔ اگر صاحبِ تنقید کو ان الفاظ کا استعمال گوارہ نہیں بھی تھا۔ تو بھی وہ اپنے الفاظ میں مناسب طور پر اپنا مفہوم ادا کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے عمداً ایک ایسی اصطلاح استعمال کی ہے۔ جس سے یہ قیاس ضرور پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے تعصب اور طنز کے جذبات سے خالی ہو کر اس تنقید کے لئے قلم نہیں اٹھایا۔

پھر انہیں یہ ضرورت کیوں پیش آئی۔ کہ اس مضمون کی اشاعت اور اس اشاعت کے اخراجات کے متعلق ان کا قیاس "قادیان ہائی کمانڈ" کی طرف پرواز کرتا۔ یہ مضمون مَیں نے لکھا اور میرے نام پر شائع ہوا۔ کوئی وجہ نہیں تھی کہ مسٹر زبیر سین کو بلا ضرورت اس کی اشاعت کا وسیلہ بنایا جاتا۔ لیکن اگر یہ درست بھی ہو۔ کہ کسی مصلحت کی وجہ سے ضرور اسے مسٹر زبیر سین کے توسط ہی سے شائع کرنا مطلوب تھا۔ تو کیوں یہ قیاس نہ کیا گیا کہ مَیں خود ہی اس کی اشاعت کا محرک اور اس کی اشاعت کے اخراجات کا متحمل ہوا۔

اس مضمون کے شروع میں مسٹر زبیر سین نے اپنی طرف سے ایک مختصر سا نوٹ شائع کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں "میں نے اس صوبہ کے ممتاز مسلمانوں کی سوانح پر مشتمل ایک کتاب کے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس تعلق میں ظفر اللہ خان سے درخواست کی۔ کہ وہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سوانح پر مضمون لکھ دیں۔ پہلے تو انہوں نے عذر کیا۔ کہ اس کام کے لئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے۔ جو اُن کی نسبت اسے سرانجام دینے کا زیادہ اہل ہو۔ لیکن میرے اصرار پر انہوں نے کچھ تامل کے ساتھ مضمون لکھنا منظور کر لیا"

معلوم نہیں مسٹر زبیر سین کا یہ بیان کیوں صاحبِ تنقید کے شکوک اور قیاسات کا ازالہ نہ کر سکا۔ معلوم ہوتا ہے۔ انہیں اخبار نویسوں اور اخبارات سے تعلق رکھنے والے اصحاب کی دیانت اور راست گوئی کے متعلق اطمینان نہیں۔ اور وہ ان کے بیانات کے مقابلہ میں اپنے قیاسات کو قابلِ ترجیح قرار دیتے ہیں۔ ممکن ہے انہیں اپنا تجربہ اسی طریق پر مجبور کرتا ہو۔ لیکن اس موقعہ پر انکا قیاس حقیقت کے بالکل برعکس ہے۔

اب مَیں اس تمام واقعہ کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ پچھلے سال غالباً دسمبر کے مہینہ میں مجھے مسٹر زبیر سین صاحب کی طرف سے ان کی کتاب "پنجاب کے ہندو مشاہیرین" کا ایک نسخہ ہدیۃً پہنچا۔ میں نے انہیں اس کا شکریہ لکھ بھیجا۔ اس سے پہلے مجھے مسٹر زبیر سین کے ساتھ غائبانہ تعارف بھی حاصل نہیں تھا۔ اس سال کے شروع مہینوں میں ایک دن مسٹر زبیر سین دہلی مجھے ملنے کے لئے آئے اور ذکر کیا کہ

میں ایک کتاب "پنجاب کے مسلمان مشاہیر" شائع کرنا چاہتا ہوں۔ اور تمہارے حالات بھی اس میں درج کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے خود تو یہ طریق چنداں پسندیدہ نہیں معلوم ہوتا۔ اور بعض وجوہ بھی اپنے اس خیال کی تائید میں پیش کیں۔ لیکن وہ کتاب کے متعلق پختہ ارادہ کر چکے ہوئے تھے۔ اور مواد جمع کر رہے تھے۔ میرے متعلق جو سوالات انہوں نے مجھ سے کئے۔ میں ان کا جواب دیتا گیا پھر انہوں نے مجھے ایک فہرست دکھائی۔ جس میں ان اصحاب کے نام درج تھے۔ جن کے حالات شائع کرنے کا ان کا ارادہ تھا۔ میں نے پڑھ کر واپس کر دی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا کوئی اور صاحب تمہارے ذہن میں ایسے ہیں۔ جنہیں شامل کرنا چاہیئے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ نے اپنے نقطۂ نظر سے فہرست بنائی ہے۔ ٹھیک ہی ہوگی۔ میرے ذہن میں تو کوئی شخص نہیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ایک معزز غیر احمدی صاحب کی چٹھی دکھائی۔ جس میں ان صاحب نے دو نام زائد تجویز کئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی تھے۔ اور دوسرے ایک غیر احمدی رئیس تھے۔ وہ چٹھی بھی پڑھ کر میں نے واپس کر دی۔ مسٹر زبیر حسین نے دریافت کیا۔ ان دو ناموں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا۔ اگر آپ شامل کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضرت صاحب کے متعلق مضمون تم تیار کر دو۔ میں نے عذر کیا۔ لیکن ان کے اصرار پر منظور کر لیا۔

اس کے بعد ان کی طرف سے مجھے یاددہانی ہوتی رہی۔ لیکن میں فراغت کی انتظار میں تھا۔ فراغت میسر آنے پر میں نے مضمون مرتب کیا۔ جب مسٹر زبیر حسین صاحب کو مضمون مل گیا۔ تو انہوں نے مجھے لکھا کہ اصل کتاب کے شائع ہونے میں تو ابھی دیر ہے۔ اس لئے میں نے اس مضمون کو علیحدہ چھپوانے کا انتظام کر لیا ہے۔ پروف تمہیں بھیجتا ہوں۔ ان کی درستی کر کے واپس کر دو۔ میں نے ان کے ارشاد کی تعمیل کر دی۔ تصویروں کے بلاک حاصل کرنے میں انہیں کچھ دقت ہوئی۔ یہ بھی ان کی خواہش پر میں نے قادیان سے انہیں بھجوا دئے۔ (میری تصویر انہوں نے خود بخود شامل کر دی) کتاب طبع ہو جانے پر ایک خاصی تعداد بطور ہدیہ کے انہوں نے مجھے بھیجدی۔ کہ تم اسے اپنے حلقۂ احباب میں تقسیم کر دو۔

واقعات کی اس تفصیل میں اس اعتراض کا جواب بھی آجاتا ہے۔ جو صاحب تنقید نے مجھ پر کیا ہے کہ میں نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس زمرہ میں شامل کرنے میں جس میں ملک خضر حیات خاں صاحب۔ میاں عبدالحی صاحب اور میر مقبول محمود صاحب جیسے اشخاص شامل ہیں۔ حضور کے ساتھ بے انصافی کا سلوک کیا ہے۔ جس کتاب کی اشاعت کا ارادہ مسٹر زبیر حسین صاحب نے کیا تھا۔ اس کے متعلق یہ طے کرنا کہ اس میں وہ کن اصحاب کے حالات درج کریں۔ ان کا اپنا کام تھا۔ میں نے اپنے متعلق

حجاب محسوس کیا۔ اور ان کی خدمت میں وجوہات گذارش کر دیں۔ انہوں نے مزید نام دریافت کئے۔ میں نے کوئی نام پیش نہیں کیا۔ انہوں نے کسی اور صاحب کی تحریک پر حضور کے حالات بھی اس کتاب میں درج کرنے کا فیصلہ کیا۔ میرا اس میں صرف اس قدر حصہ تھا کہ میں نے ان کے اصرار پر مضمون لکھنا منظور کر لیا میرے نزدیک اس میں کوئی ہرج نہیں تھا انما الاعمال بالنیات۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اس مضمون کا لکھا جانا مسٹر نذیر حسین صاحب کی تحریک اور ان کے اصرار کی وجہ سے تھا۔ میری طرف سے یا جماعت کے کسی اور فرد کی طرف سے کوئی ایسا ایماء ظاہر نہیں کیا گیا۔ اس کی الگ اشاعت بھی ان کا اپنا ہی فیصلہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کے متعلق انہوں نے مجھ سے مشورہ بھی نہیں کیا۔ اخراجات کی تمامتر ذمہ واری ان کی اپنی تھی۔ میرا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ البتہ انہوں نے ایک معقول تعداد طبع شدہ مضمون کی مجھے بطور ہدیہ بھیجدی۔ اس مضمون کے لکھے جانے کا علم قادیان میں صرف مکرمی جناب صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب اور ایک دو اور اصحاب کو تھا۔ ان حالات میں ناظرین خود فیصلہ فرمالیں۔ کہ صاحبِ تنقید کا قیاس کہ یہ سب کچھ "قادیان کے ہائی کمانڈ" کی فرمائش اور خرچ پر ہوا۔ کہانتک درست ہے۔

تنقید کا اکثر حصہ جماعت میں اختلاف کے اسباب کی وضاحت سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے متعلق یہ شکوہ کیا گیا ہے کہ میں نے اپنے مضمون میں ان اسباب کی پوری وضاحت نہیں کی۔ میرے اصل مضمون کا حجم تیس صفحات سے بھی کچھ کم ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندانی حالات، حضور کے دعاوی۔ سلسلہ احمدیہ کے قیام۔ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی خلافت کا بھی ذکر آیا ہے۔ جیسے خود تنقید میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون ایک کتاب میں شامل کئے جانے کے لئے لکھا گیا تھا۔ اور اس لئے اس کا حجم ایک معین حد کے اندر رکھنا لازم تھا۔ تفاصیل میں جانے کی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اختلاف کے متعلق صرف اُسی امر کے بیان پر اکتفاء کیا گیا جو اختلاف کی بنیاد تھا۔ یعنی یہ کہ آیا خلیفہ ہونا چاہیئے یا نہیں۔ اور اگر خلیفہ ہو۔ تو انجمن کے مقابلہ میں اس کا کیا مقام ہونا چاہیئے۔ اختلاف کی وجہ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے زمانہ ہی میں پیدا ہو چکی تھی۔ اور آپ کی وفات پر بنیادی سبب اختلاف کا یہی تھا۔ اور میں نے اسی کے بیان پر اکتفاء کیا۔ کیونکہ میرا مقصد اختلاف کی تاریخ لکھنا نہیں تھا۔ بیشک کفر و اسلام کے متعلق بھی جماعت میں اختلاف شروع ہو چکا تھا۔ لیکن یہ اختلاف جماعت کی تفریق کا موجب نہیں ہوا۔ اصل موجب یہی تھا۔ کہ ایک گروہ اس بات پر اڑ گیا تھا۔ کہ خلیفہ کی ضرورت نہیں اور خلافت کے نظام کو توڑ دینا چاہیئے۔ اور جماعت کی کثرت اس امر پر قائم تھی۔ کہ خلافت کا قیام

اور استحکام جماعت کی ہستی اور سلسلہ کے قیام اور ترقی کے لئے لازم اور لابد ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی کہ مولوی محمد علی صاحب نے حضرت صاحبزادہ میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کی اس تجویز کو جو حضرت خلیفہ اول رض کی وفات کے فوراً بعد آپ نے مولوی صاحب کے سامنے پیش کی۔ منظور نہ فرمایا کہ خلافت کو برقرار رکھا جائے۔ اور اس امر کا فیصلہ کہ خلیفہ کون ہو۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقار کی مرضی کے مطابق کر لیا جائے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب خود خلیفہ بننا چاہیں۔ تو صاحبزادہ صاحب ان کی بیعت کر لیں گے۔ اور خاندانِ نبوت کے افراد اور اپنے خاص احباب کو بھی یہی مشورہ دینگے کہ وہ انکی بیعت کر لیں۔ اور اگر مولوی صاحب خود خلافت کا بوجھ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوں تو جماعت میں سے جسے وہ پسند کریں۔ اُسے انتخاب کر لیا جائے۔ اگر مولوی صاحب اس تجویز کو منظور فرما لیتے۔ تو ان مفاسد کا جو صاحبِ تنقید کے زعم میں خلافتِ ثانیہ کی موجودہ صورت میں پیدا ہوئے ہیں۔ سدِّ باب ہو جاتا۔ انجمن مطاع بھی بن جاتی۔ خلیفہ انجمن کا فرمانبردار ہو جاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بطور ایک "سادہ مسلمان" کے تسلیم کر لیا جاتا۔ عام مسلمان کہلانے والوں کو حقیقی مسلمان شمار کیا جاتا۔ اور جماعت کو مولوی صاحب کے عقائد اور مسلّمات کی تلقین کی جاتی۔ مولوی صاحب نے کیوں اس تجویز کو جو ان کے نقطۂ نگاہ سے اس قدر عمدہ اور مفید تھی۔ ماننے سے انکار کر دیا؟ کیا اسی لئے کہ ان کے نزدیک کسی ایک شخص کا خلیفہ ہونا ہی مناسب نہیں تھا؟ ورنہ تو اس تجویز میں ان سب خرابیوں کا علاج موجود تھا۔ جن کا شمار صاحبِ تنقید نے موجباتِ افتراق کے طور پر کیا ہے۔

خود مولوی محمد علی صاحب اختلاف کے دو ہفتہ بعد لکھتے ہیں:۔

"اب اس وقت ہمارے اندر جو اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد تا قیامت خلفاء کا ایک سلسلہ ہوگا۔ جن میں سے ہر ایک خلیفہ نہ صرف ساری قوم کا مطاع ہوگا۔ بلکہ اس کے ہاتھ پر تمام احمدیوں کو خواہ وہ دنیا کے کسی کونہ میں ہوں بیعت کرنی ضروری ہوگی۔ اور جو بیعت نہیں کریں گے وہ فاسق ہونگے۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نہ صرف خلفاء کا سلسلہ لازمی نہیں بلکہ یہ چل نہیں سکتا۔ اور حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے بعد کسی فردِ واحد خلیفہ کی اطاعت کو ضروری قرار نہیں دیا۔ بلکہ اصلی جانشین اور ساری قوم کا اصلی مطاع ایک انجمن کو قرار دیا ہے۔ اور اسی کے سپرد سارا انتظام کیا ہے۔" (ضمیمہ پیغام صلح ۲ر اپریل ۱۹۱۴ء)

پھر فریق لاہور کی طرف سے یہ اعلان ہو چکا ہے:۔ "سارا تنازعہ تو یہ ہے کہ جماعت احمدیہ

کے لیڈر کی پوزیشن مطلق العنان اور مطاع الکل حاکم کی حیثیت ہو یا وہ صحیح اسلامی نظام جمہوریت کا پابند ہو۔ یہ وہ بنیادی مسئلہ ہے۔ جو جماعت احمدیہ میں تمام اختلافات اور منازعات کیلئے بطور جڑ کے ہے۔ . . . . . ہماری رائے میں باقی کل تنازعے اس بنیادی مسئلہ کی فرع ہیں۔ مگر انہیں طول اس لئے دیا جاتا ہے تا اس بنیادی مسئلہ سے توجہ ہٹ کر دوسری طرف منتقل ہو جائے"۔

(ینگ اسلام ۱۵ اپریل ۱۹۴۰ء صفحہ ۶۰۵)

اب صاحبِ تنقید فرماتے ہیں کہ مَیں نے اِس مسئلہ کو اختلاف کا اصل سبب بیان کرنے میں واقعات کا غیر مکمل اظہار کیا ہے۔ اور تصویر کا صرف ایک رُخ پیش کیا ہے۔ اگر مَیں اپنے مضمون میں ان تفاصیل میں پڑتا کہ یہ کہنا کہ نظامِ خلافت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کے خلاف ہے بالکل غلط ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہرگز کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا اور آپ محض ایک "سادہ مسلمان" تھے اور حضور کی طرف دعویٰ نبوت کا منسوب کرنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایجاد ہے، ایک صریح بہتان ہے۔ اور یہ کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا منہ سے اقرار کرے۔ وہ ہر حالت میں حقیقی مسلمان ہے۔ خواہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر ہی کیوں نہ ہو۔ حضور کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ تو اپنے مضمون کے موضوع سے بہت دُور نکل جاتا اور مضمون بجائے اپنے معین حجم کے اندر رہنے کے اپنی ذات میں اختلافی مسائل پر ایک مستقل تصنیف بنجاتا اور مَیں بجائے مسٹر نربیر سین کی فرمائش کو پورا کرنے کے ان کی طرف سے زیر الزام ہوتا۔

مَیں یہ اندازہ نہیں کر سکا کہ صاحبِ تنقید کو کیوں ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ وہ ان مسائل کو میرے مختصر مضمون کی تنقید کے دَوران میں زیر بحث لائے۔ لیکن بہرحال انہوں نے ایسا کرنا مناسب اور برمحل سمجھا۔ اور چونکہ ان کے نزدیک باوجود اس کے کہ دونوں طرف سے ان مسائل پر سیر کن بحث ہو چکی ہے میرے لئے بھی لازم تھا کہ مَیں اپنے نقطۂ نگاہ سے ان پر بحث کرتا۔ اس لئے مَیں بھی اپنے خیالات کا اظہار ان کے متعلق کر دیتا ہوں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے بعض لوگوں کی راہنمائی کا موجب بنا دے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اختلاف کی وجوہ کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ تنقید نے سب سے اوّل اس امر کو بیان کیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے خلافتِ ثانیہ کو تسلیم کرنے سے انکار اس بناء پر کیا تھا کہ بانیٔ سلسلہ کی واضح تحریر میں صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہے کہ ان کے بعد سلسلہ کی رہنمائی، نگرانی اور نظم و نسق کے تمام اختیارات ایک نمائندہ جماعت یعنی صدر انجمن کے ہاتھ میں رہیں گے۔ جس کی بنیاد

انہوں نے خود رکھی۔

خط کشیدہ الفاظ میں جو دعویٰ کیا گیا ہے۔ اس کی تصدیق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی تحریر سے نہیں ہوتی۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں رسالہ الوصیت (۲۰ر دسمبر ۱۹۰۵ء) اور ضمیمہ الوصیت (۶ر جنوری ۱۹۰۶ء) کی بعض عبارتیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک تحریر پیش کی جاتی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ خلافت کا نظام حضور کی صریح ہدایات کی خلاف ورزی ہے۔ اور یہ کہ حضور کے وصال کے بعد سلسلہ کی ہر قسم کی رہنمائی۔ نگرانی اور نظم ونسق کے تمام اختیارات صدر انجمن احمدیہ کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔ حالانکہ یہ عبارتیں اور تحریر اپنے سیاق وسباق اور ماحول کے لحاظ سے اس مفہوم کی متحمل نہیں ہو سکتیں۔

رسالہ الوصیت میں حضورؑ نے پہلے اُس وحی کی طرف توجہ دلائی ہے جس کے ذریعہ حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاع دی گئی۔ کہ حضور کا زمانہ وفات نزدیک ہے۔ پھر جماعت کی غمخواری اور تسلی کی خاطر حضورؑ نے ایک بشارت کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر جماعت کو چند نصائح فرمائی ہیں۔ اور آخر میں بہشتی مقبرہ کے قیام وانتظام کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضورؑ نے ایک انجمن کے قیام کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور اس مرحلہ پر اس انجمن کا ذکر بالکل ضمنی رنگ میں فرمایا۔ ۱۹۰۵ء تک یہ صورت تھی کہ سلسلہ کی مالی مدد کے لئے چندے وغیرہ سب حضورؑ کے نام آتے تھے۔ اور کوئی باقاعدہ صیغے اور محکمے قائم نہیں تھے اب جو حضور نے مقبرہ بہشتی اور وصایا کے متعلق ہدایات جاری فرمائیں۔ تو لازم تھا کہ اس کے متعلق انتظامی کارروائی بڑھتی چلی جاتی۔ جس کی سرانجام دہی کے لئے ایک صیغہ یا محکمہ یا انجمن کی ضرورت تھی۔ چنانچہ چندہ شرط اوّل کے سلسلہ میں حضور نے تحریر فرمایا:۔ "بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب رضؓ کے پاس آنا چاہیئے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا۔ اس صورت میں ایک انجمن چاہیئے۔ کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا۔ اعلائے کلمۂ اسلام اور اشاعتِ توحید میں جس طرح مناسب سمجھیں خرچ کریں"

دُوسری شرط کے سلسلہ میں فرمایا۔ "اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہلِ علم انجمن کے سُپرد رہیگی۔ اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعتِ علم قرآن وکتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کرینگے"۔ اور اسی ضمن میں فرمایا "اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے۔ فوت ہو جائے گا۔ تو وہ لوگ جو ان کے جانشین ہونگے۔ ان کا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایات سلسلہ احمدیہ بجا لاویں"۔ اور اس شرط کے آخر میں فرمایا۔

"سو میں دُعا کرتا ہوں کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں۔ جو خدا کے لئے کام کریں۔ ہاں جائز ہوگا۔ کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو۔ ان کو بطور مدد خرچ اس میں سے دیا جائے"۔

یہ کل وہ عبارت ہے جو رسالہ الوصیت میں انجمن کے متعلق حضور نے تحریر فرمائی۔ اس سے تو صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وصایا کے اموال کے انتظام اور انہیں اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ سلسلہ میں خرچ کرنے کی تدابیر کے تجویز کرنے اور سرانجام دینے کے لئے حضور نے اس منشاء کا اظہار فرمایا کہ ایک انجمن چاہیئے۔ جو "ان تمام خدمات کو حسب ہدایات سلسلہ احمدیہ بجالاویں"۔

اور آخر میں حضور دُعا فرماتے ہیں۔ کہ "ایسے امین اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کیلئے کام کریں"۔

یہانتک تو ابھی صرف ایک انتظامی انجمن کا ذکر ہے۔ جو وصایا کے اموال کی نگہداشت کرے۔ اور انہیں اشاعتِ اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی تبلیغ میں خرچ کرے۔ لیکن یہ تمام کام یہ انجمن سلسلہ احمدیہ کی ہدایات کے مطابق کرے۔ گویا انجمن سلسلہ احمدیہ کی بعض سرگرمیوں کو سلسلہ احمدیہ کی ہدایات کے مطابق سرانجام دینے والی ایک کمیٹی ہوگی۔ نہ کہ خود "سلسلہ کی راہنمائی، نگرانی اور نظم و نسق کے تمام اختیارات" کی مالک!

یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسالہ الوصیت کے شروع میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق اپنا زمانہ وفات نزدیک ہونے کا انتباہ جماعت کو کرتے ہیں۔ لازم تھا کہ اس تصور سے ہی آپ کے جان نثار خدام کے ہوش و حواس اُڑ جاتے اور ان کی ہستیوں پر سخت زلزلہ وقوع میں آتا۔ اور وہ سخت پریشانی اور سراسیمگی میں پڑ جاتے۔ اور مارے غم کے ان کی حالت دیوانوں کی سی ہو جاتی کہ جس سانحۂ عظیم کے واقعہ ہونے کی خبر وحی الٰہی دیتی ہے۔ اور جس کا زمانہ قریب آرہا ہے۔ اُس کے ظہور پر جماعت کی کیا حالت ہوگی۔ ان کے ایمانوں کو کون سہارا دیگا۔ ان کی دلداری اور دلجوئی کون کرے گا۔ ان کی رُوحانی اور اخلاقی اور جماعتی اور انفرادی ترقی کا کون ذمہ دار اور محافظ اور نگران ہوگا۔ کون راتوں کو اپنی نیند اور اپنا آرام قربان کرکے آستانۂ الٰہی پر ان کے لئے تضرع کرے گا۔ اور گڑگڑائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کو ان کے لئے کھینچ لائے گا؟ حضور کا قلب مطہر جو ہمہ تن رحم اور سراسر شفقت تھا۔ اپنے خدام کے عشق اور اخلاص اور وارفتگی کے جذبات سے خوب واقف تھا۔ پھر ان باتوں کا علم اور احساس رکھتے ہوئے۔ حضور نے اس زخم کے لئے جو اس وحشت انگیز خبر سے جماعت کے تمام دلوں کو درد اور کرب میں مبتلا کرنے والا تھا۔ کونسا مرہم تجویز کیا۔ اس صدمۂ عظیمہ میں ان کی تسکین کا کیا سامان فرمایا؟ کیا صرف اسی قدر کہ ایک انجمن چاہیئے جو وصایا کے اموال کی نگہداشت کرے اور انہیں مناسب طور پر سلسلہ کی ہدایات کے مطابق خرچ کرے؟ وصایا کے اموال کی نگہداشت کے لئے تو انجمن ہو۔

جماعت کے ایمان اور اخلاص کی نگہداشت کے لئے کون ہوگا؟ جماعت کی رُوحانی ترقی کا کون نگران ہوگا؟ یہ انجمن تو سلسلہ کی ہدایات کے مطابق اپنی خدمات بجالائے گی۔ لیکن وہ ہدایات کون جاری کرے گا؟ کیا حضور کے متعلق یہ حد درجہ کا سوءِ ظن نہیں کہ حضور نے آئندہ آنے والے اموال کی نگہداشت کی فکر فرمائی لیکن جماعت کے متاعِ ایمان اور اخلاص اور تقویٰ اور رُوحانی ترقیات کی حفاظت اور نگرانی کی طرف کوئی توجہ نہیں فرمائی؟ حقیقت یہ ہے کہ حضور نے ان امور کی طرف سب سے پہلے توجہ فرمائی۔ اور جماعت کے دلوں کو ڈھارس دی۔ اور ان کے زخموں کے لئے مرہم تجویز فرمایا۔ اور اپنے وصال کے زمانہ کے نزدیک ہونے کی خبر کے ساتھ ہی ایک رُوح افزا مژدہ بھی سُنایا۔ لیکن ہماری توجہ کو اس سے ہٹاکر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ضمیمہ الوصیت میں حضور نے انجمن کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ بایں مراد کہ حضور کی وفات کے بعد انجمن ہی ہر رنگ میں آپ کی جانشین اور سلسلہ احمدیہ کی راہنما اور سلسلہ کے نظم ونسق کی با اختیار مالک ہوگی۔

ضمیمہ الوصیت پر غور کرنے سے بھی ایک غیر جانبدار شخص اسی نتیجہ پہ پہنچنے پر مجبور ہوگا کہ یہاں بھی حضور کے مدنظر وہی انجمن ہے۔ جس کا ذکر حضور نے الوصیت میں فرمایا ہے۔ اور اس کا وہی منصب اور وہی فرائض اور وہی اختیارات ہیں جو حضور نے الوصیت میں بیان فرمائے ہیں۔ صرف قواعد اور ضوابط کی صورت میں حضور نے انہیں واضح فرمادیا ہے۔

جو نام حضور نے اس انجمن کا تجویز فرمایا۔ اول تو اُس سے دائرۂ عمل کی تعیین ہو جاتی ہے۔ حضورؑ نے اس انجمن کا نام "انجمن کارپرداز مصالح قبرستان" رکھا ہے۔ اور ضمیمہ میں بیس۲۰ قواعد اس کے متعلق تجویز فرمائے ہیں۔ جو تمامتر وصایا کے نظام کے ساتھ متعلق ہیں۔ اس نام اور ان قواعد سے بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ انجمن کے قیام کی کیا غرض تھی۔ اور اسکے کیا فرائض اور اختیارات تھے۔ "سلسلہ کی راہنمائی، نگرانی، اور نظم ونسق کے اختیارات" کے ساتھ اس نام اور ان قواعد کو کوئی نسبت ہی نہیں اور نہ ایسا کوئی اشارہ یا کنایہ ان میں پایا جاتا ہے۔

رسالہ الوصیت میں اس انجمن کے قیام کی غرض اور اس کے فرائض بیان کئے گئے۔ اور ضمیمہ الوصیت میں اُسی غرض کی تکمیل اور انہی فرائض کی سرانجام دہی کے لئے قواعد تجویز کرد ئے گئے۔ ضمیمہ کی رُو سے اس غرض اور ان فرائض میں کوئی توسیع نہیں ہوئی۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس انجمن کو سلسلہ کے نظم ونسق کا مالک مقرر فرمایا۔ قاعدہ نمبر ۱۳ کی عبارت پر انحصار کیا جاتا ہے۔ اول تو یہی امر تعجب انگیز ہے کہ اگرچہ حضور کا منشاء انجمن کو سلسلہ پر بطور حاکم اور مطاع کے مقرر فرمانے کا تھا حضورؑ نے اس کا نام "انجمن کارپرداز مصالح قبرستان" تجویز فرمایا۔ اور قواعد کو تمامتر وصایا کے انتظام کے

ساتھ متعلق فرمایا۔ اور کہیں اس امر کی وضاحت نہ فرمائی۔ کہ یہ انجمن ”سلسلہ کی راہنمائی، نگرانی اور نظم و نسق“ کی مختار مقرر کی جاتی ہے۔ اگر حضور کا منشا یہ ہوتا۔ تو اس امر کا اظہار ضمیمہ کے شروع میں بھی ہونا متوقع تھا۔ لیکن ضمیمہ کا شروع اور وسط اور آخر سب وصایا سے ہی متعلق ہیں۔ اور ”سلسلہ کی راہنمائی، نگرانی اور نظم و نسق“ کا کہیں ذکر نہیں۔ نہ صراحتاً نہ کنایتہً۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ قاعدہ ۱۳ کی عبارت اپنے سیاق و سباق سے آزاد نہیں۔ اور اگر بفرض محال اسے پہلے بارہ قواعد اور آخری سات قواعد سے آزاد بھی تصور کر لیا جائے۔ تو بھی اس سے یہ مطلب اخذ نہیں ہو سکتا۔ کہ انجمن ”سلسلہ کی راہنمائی۔ نگرانی اور نظم و نسق“ کی مختار مقرر کی گئی ہے۔ اس قاعد کی عبارت یہ ہے ”چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں“

یہاں کوئی ذکر نہیں کہ حضور انجمن کو اپنا جانشین مقرر فرماتے ہیں یا انجمن حضورؑ کے بعد حضورؑ کی جانشین ہوگی۔ بلکہ خالی یہ بھی نہیں کہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے۔ یہ جملہ جس میں انجمن کی ”حیثیت جانشینی کا ذکر ہے۔ بطور مبتدا کے ہے۔ چونکہ انجمن میری جانشین ہے۔ اس لئے اسپر خاص ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور یہاں زور جانشین پر نہیں بلکہ خدا کے مقرر کردہ خلیفہ پر ہے۔ چونکہ انجمن **میری** جانشین ہے۔ اس لئے اس کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔ یعنی دنیاداروں کی بنائی ہوئی انجمنوں کا خواہ کچھ طریق ہو۔ اور محض قانون کے الفاظ سے انجمن کو خواہ بعض حقوق پہنچتے ہوں یا جائدادیں حاصل ہوتی ہوں۔ لیکن چونکہ یہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اور اپنے اختیارات اُسی کے قائم مقام اور نائب کے طور پر استعمال کرتی ہے۔ اس لئے اسے دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

خود وصایا کا سلسلہ ایک خالص دینی امر ہے۔ جیسے حضور نے ضمیمہ میں بیس قواعد کے بیان کرتے ہی فرمایا ”یہ شرائط ضروریہ ہیں۔ جو اوپر لکھی گئیں۔ آئندہ اس مقبرہ بہشتی میں وہ دفن کیا جائے گا۔ جو ان شرائط کو پورا کرے گا۔ ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو۔ وہ ہمیں اس کارروائی میں اعتراضوں کا نشانہ بناویں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اس کو بدعت قرار دیں۔ لیکن یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلاشبہ اُس نے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے۔ اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ اِس الٰہی انتظام پر

اطلاع پاکر بلا توقف اس فکر میں پڑ سے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں۔ وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگاتے ہیں۔ ..... ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے۔ کہ وہ اس قبرستان میں دفن کیا جائے۔ کس قدر دُور از حقیقت ہے۔ اگر یہی روا ہو۔ تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانے میں امتحان کی کیوں بناء ڈالی۔ وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلاوے۔ اس لئے اس نے اب بھی ایسا ہی کیا۔ ..... ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اس وقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائیں گے۔ اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے۔ اور اپنا صدق ظاہر کر دیا ہے بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذرے گا۔ اور اس سے ان کی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے۔ فی قلوبھم مرضٌ فزادھم اللہ مرضا۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائیں گے۔ اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہوں گی"

جب وصایا کا تمام نظام ہی اس معیار پر تھا۔ تو حضور نے ضرورت سمجھی کہ اس انجمن کو جس کے سپرد یہ کام کیا جا رہا تھا۔ ہدایت فرمائیں کہ دیکھو تمہیں میں نے جو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ ہوں۔ مقرر کیا ہے۔ اور اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔ جس کے ذریعہ خدا تعالیٰ منافق اور مومن میں تمیز کرنا چاہتا ہے۔ اور جس میں کسی کی اغراض نفسانیہ کی کوئی ملونی نہیں ہونی چاہیئے تم اس معاملہ میں میرے قائم مقام اور نائب ہو۔ اس لئے تمہیں دنیاداری کے رنگوں سے بالکل پاک رہنا ہوگا۔ اور تمہارے تمام معاملات عاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

آپ نے تو وصیت کرنے والے پر بھی سچے ایمان۔ اخلاص اور تقویٰ اور طہارت کی شرائط عائد فرما دی تھیں۔ چنانچہ قاعدہ ۱۳ کی عبارت یہ ہے۔ "یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ کا دسواں حصہ دیا جائے۔ بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنے والا جہانتک اس کیلئے ممکن ہے۔ پابند احکام اسلام ہو۔ اور تقویٰ طہارت کے امور میں کوشش کرنے والا ہو۔ اور مسلمان۔ خدا کو ایک جاننے والا اور اس کے رسول پر سچا ایمان لانے والا ہو۔ اور نیز حقوق عباد۔ غصب کرنیوالا نہ ہو"

اور در اصل قاعدہ ۱۳ قاعدہ ۱۲ ہی کی جزو ہے۔ اور جو اصول قاعدہ ۱۲ میں مذکور ہے۔ اُسی کی تشریح کرتا ہے۔ قاعدہ ۱۲ میں حضور فرماتے ہیں۔ "اگر کوئی شخص وصیت کر کے پھر کسی اپنے ضعفِ ایمان

کی وجہ سے اپنی وصیت سے منکر ہو جائے یا اس سلسلہ سے رُوگردان ہو جائے تو گو انجمن نے قانونی طور پر اس کے مال پر قبضہ کر لیا ہو۔ پھر بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ مال اپنے قبضہ میں رکھے۔ بلکہ وُہ تمام مال واپس کرنا ہوگا۔ کیونکہ خدا کسی کے مال کا محتاج نہیں اور خدا کے نزدیک ایسا مال مکروہ اور رد کرنے کے لائق ہے"۔ اور پھر ساتھ ہی قاعدہ ۱۳ میں فرما دیا کہ چونکہ انجمن میری جانشین ہے۔ اس لئے اسے دنیاداری کے رنگوں سے بکلّی پاک رہنا ہوگا۔ اور اس کے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

اس قاعدہ میں حضور فرماتے ہیں۔ چونکہ انجمن میری جانشین ہے۔ یعنی چونکہ ان امور میں جو میں نے اس کے سپرد کئے ہیں اور جس کی ان قواعد میں وضاحت کی جارہی ہے۔ انجمن میری طرف سے اور میری جگہ کام کرتی ہے۔ اس لئے انجمن پر یہ ذمہ واری عائد ہوتی ہے۔ یہاں خلافت اور موت کے بعد جانشینی کا کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی موقعہ اس امر کے ذکر کا تھا۔ اس جملہ میں انجمن کو جانشین بنایا یا مقرر نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس امر کو ایک واضح بات کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ جس سے مراد صرف یہی ہو سکتی ہے کہ چونکہ انجمن بوجہ اس کے کہ میں نے اسے قائم کیا ہے۔ اپنے اختیارات بطور میرے نائب کے استعمال کرتی ہے۔ اور میری طرف منسوب ہے۔ اگر اس جملہ سے یہ مراد لینے کی کوشش کی جائے کہ انجمن حضور کی وفات کے بعد بطور سلسلہ کی راہنما اور نگران اور نظم و نسق کی مالک کے جانشین مقرر ہو چکی تھی۔ تو اس تقرر کا اس قاعدہ کی اشاعت سے قبل کہیں ثبوت ملنا چاہیئے۔ اور ایسا ذکر کہیں بھی نہیں۔ ضمیمہ کی اشاعت سے پہلے انجمن کا ذکر جس قدر رسالہ الوصیت میں ہے۔ اس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے۔ اور اس ذکر میں ہرگز ایسی مراد کا کہیں بھی اشارہ نہیں۔

غرض رسالہ الوصیت اور ضمیمہ الوصیت میں انجمن کا ذکر محض اس تعلق میں ہے۔ کہ وصایا کے متعلقہ انتظامات اور امور کی سرانجام دہی کے لئے انجمن قائم کی گئی ہے۔ اور جو اختیارات اسے دئے گئے ہیں۔ اسی غرض کی تکمیل کے لئے دئے گئے ہیں۔ ان اختیارات کی جو بھی تشریح کی گئی ہے۔ وہ اسی غرض کے لئے کی گئی ہے۔ چنانچہ ضمیمہ کے آخر میں فرمایا "میں نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کروگے۔ اور بہشتی زندگی پاؤ گے"۔

اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ضمیمہ کی اشاعت کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجمن کو ان معنوں میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ جو صاحبِ تنقید کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں۔ ایسے کسی تقرر کو تو پیش نہیں کیا جاتا۔ البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ حضور کی ایک تحریر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی ہے۔ جس میں حضور ؑ نے اپنی رائے تحریر فرمائی ہے کہ حضور کی وفات کے بعد "ہر ایک امر میں صرف اس انجمن کا اجتہاد کافی

ہوگا" اور اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ہر ایک امر میں صرف انجمن ہی حضور کی جانشین ہوگی۔

اس سلسلہ میں پہلا امر جو غور طلب ہے۔ یہ ہے کہ آیا اس تحریر کی غرض انہی اختیارات کی وضاحت تھی۔ جو انجمن کو شروع ہی سے حاصل تھے یا کوئی نئے اختیارات یا نیا منصب اس تحریر کی رُو سے انجمن کو عطاء کرنا مقصود تھا۔ یہ آخری دعویٰ تو اس تحریر کے متعلق کیا نہیں جاتا اور نہ کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ مقصود اس تحریر سے ہوتا۔ تو رسالہ الوصیت اور ضمیمہ الوصیت کی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تحریر کی عام اشاعت فرماتے اور جماعت کو تاکیدی طور پر مخاطب فرماتے ۔ یہ تحریر کسی کو مخاطب کر کے نہیں لکھی گئی۔ اور نہ حضور نے اس کی اشاعت فرمائی۔ بلکہ جیسے ان حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ جو اس تحریر کے وجود میں آنے کا باعث ہوئے۔ یہ تحریر ایک قضیہ کے پیدا ہو جانے پر اسے سلجھانے کی غرض سے لکھی گئی۔ اور اس سے مقصود صرف یہ تھا۔ کہ انجمن کے موجودہ اختیارات کی وضاحت اس بارہ میں کردی جائے کہ آیا انجمن کے احکامات اور فیصلہ جات کی پابندی انجمن کے افسران اور کارکنان پر لازم ہے یا نہیں۔ اور کیا وہ محض شخصی رائے سے انجمن کے احکام اور فیصلہ جات میں خود بخود ترمیم کا حق رکھتے ہیں۔ اس تحریر سے انجمن کے اختیارات میں اضافہ مقصود نہ تھا۔ نہ انجمن کو کوئی نیا منصب عطاء کرنا مطلوب تھا۔

اس تحریر کے لکھے جانے کا محرک کونسے حالات ہوئے؟ ان کی تفصیل یہ ہے۔ مسجد مبارک کی توسیع کے لئے ایک نقشہ انجمن نے تجویز کیا تھا۔ اور توسیع کے کام کی نگرانی افسر تعمیر کے سپرد کی گئی تھی۔ افسر تعمیر جناب میر ناصر نواب صاحب مرحوم تھے۔ جب تعمیر کا کام مکمل ہوچکا۔ تو میر صاحب کے بِل متعلقہ توسیع مسجد مبارک مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت سیکرٹری انجمن اس بناء پر منظور کرنے سے انکار کردیا کہ تعمیر کا کام مطابق نقشہ تجویز کردہ انجمن نہیں ہوا۔ انجمن کے نقشہ میں مسجد کے پُرانے حصہ کو نئے حصہ کے ساتھ اس طور پر ملا دیا گیا تھا کہ پُرانی اور جدید عمارت ساری کی ساری ایک ہی شکل اور ہیئت پر ہو۔ اور یہ امتیاز نہ ہوسکے۔ کہ پرانا حصہ کہاں تک تھا اور نیا حصہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ میر صاحب مرحوم نے اپنے اختیار سے بلا منظوری انجمن اس میں یہ تبدیلی کردی تھی۔ کہ پُرانے حصہ کو اپنی اصلی شکل پر قائم رکھا اور نئے حصہ کی تعمیر مطابق نقشہ تجویز کردہ انجمن مکمل کروادی۔ جس سے دونوں حصے الگ الگ نظر آتے ہیں۔

تعمیر کے بلوں کی منظوری نہ ہونے کی وجہ سے معمار اور مزدور میر صاحب سے تقاضا کرتے تھے۔ اور میر صاحب دق ہو رہے تھے۔ آخر میر صاحب نے حضور اقدس کی خدمت میں شکایت کی۔ جب مولوی محمد علی صاحب کو یہ علم ہوا۔ تو انہوں نے استعفا دیکر قادیان سے چلے جانے کا ارادہ کرلیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بھی اُس وقت قادیان موجود تھے۔ انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کے رنج کے ازالہ کی کوشش کی۔ لیکن

مولوی صاحب اپنے ارادہ پر مصر رہے۔ اس امر کی اطلاع حضرت اقدس ؑ کو بھی ہو گئی۔ اور حضور مولوی صاحب کی تالیفِ قلب کی خاطر مسجد میں سے گذر کر مولوی صاحب کے کمرے میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولوی سید محمد ؓ سرور شاہ صاحب اور بعض دیگر بزرگان مسجد میں موجود تھے۔ وہ بھی حضور کے پیچھے مولوی صاحب کے کمرہ میں چلے گئے۔ حضور کی دریافت پر مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا۔ کہ ہم لوگ تو یہاں حضور کی دعائیں لینے کے لئے آئے ہیں۔ اگر اس قسم کی شکائتیں حضور کے پاس ہونے لگیں تو آخر حضور بھی تو انسان ہیں۔ شکایت سُنکر بجائے دُعا کے حضور کو رنج ہوتا ہوگا وغیرہ۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کہ مَیں تو اپنے کام اور فکر میں اس قدر منہمک ہوتا ہوں کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ خواجہ صاحب نے عرض کی کہ مشکل یہ ہے کہ انجمن جیسے فیصلہ کرتی ہے میر صاحب اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جس سے کام کو نقصان پہنچتا ہے اور مولوی صاحب کو رنج ہوتا ہے۔ اس کا کچھ تدارک ہو جائے تو بہتر ہے۔ یہ سُنکر حضور ؑ نے کاغذ قلم دوات طلب فرمائے جو وہیں سے پیش کر دیئے گئے۔ حضور ؑ نے چند سطریں تحریر فرمائیں اور کمرہ سے تشریف لے گئے۔

اس امر کی تصدیق کہ یہ تحریر اسی واقعہ سے متعلق ہے۔ خواجہ صاحب نے بھی کی ہے۔ وہ اپنے رسالہ "اندرونی اختلافات سلسلہ احمدیہ کے اسباب" کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں "پھر اُس تحریر کا بھی ذکر کرو۔ جو حضرت میر ناصر نواب صاحب کی بے ضابطگیوں پر میری ہی تحریک سے حضرت اقدس مرزا صاحب نے لکھی"۔ اور صفحہ ۴۴ پر لکھتے ہیں "پھر حضرت میر صاحب کے اہتمام میں مسجد مبارک بنتی ہے اور بعض امور کے پیدا ہونے پر مَیں خود حضرت اعلیٰ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ اس امر کا بھی فیصلہ کریں کہ کہاں تک صدر انجمن کے احکام اور فیصلہ جات پر شخصی رائے کا اثر ہے اور آیا معاملات سلسلہ جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں وہ کسی کی شخصی رائے کے ماتحت ہیں یا انجمن کا اجتہاد ان کے لئے کافی ہے"۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اس پر خدا کا مامور مسیح ذیل کے الفاظ لکھتا ہے"۔ اور آگے وہ تحریر نقل ہے، جو زیر بحث ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ رسالہ الوصیت اور ضمیمہ الوصیت میں جس انجمن کا ذکر ہے۔ وہ انجمن کارپرداز مصالح قبرستان ہے جو بیشک محض وصایا کے انتظام وغیرہ سے متعلق تھی۔ لیکن تحریر زیر بحث میں جس انجمن کا ذکر ہے۔ وہ صدر انجمن احمدیہ ہے۔ جو بوجہ حضرت اقدس کے اس ارشاد کے کہ میری وفات کے بعد "ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" حضور کی صحیح اور حقیقی جانشین خلیفہ ٹھہراتی ہے۔ اور الوصیت اور ضمیمہ الوصیت کی عبارتیں انجمن کارپرداز مصالح قبرستان تک ہی محدود تھیں۔ اور صدر انجمن احمدیہ کا کوئی نیا ہی

منصب ہے۔ تو اس شبہ کی تردید بھی خواجہ صاحب نے اس رسالہ کے صفحات ۴۳، ۴۴ پر کر دی ہے۔ جہاں وہ لکھتے ہیں "اگرچہ وہاں انجمن کا نام انجمن کارپرداز مصالح قبرستان حضرت اعلیٰ نے لکھا ہے۔ لیکن خود حضرت میاں صاحب بھی اس امر سے انکار نہیں کرتے۔ کہ خود حضرت اعلیٰ کے حکم اور منشاء سے اس انجمن کا نام صدر انجمن احمدیہ حضرت اعلیٰ کی زندگی میں رکھا گیا۔ اور صدر انجمن ہی انجمن کارپرداز مصالح قبرستان کی صحیح قائم مقام ہے۔"

اب یہ امور واضح ہو گئے۔ کہ رسالہ الوصیت اور ضمیمہ الوصیت میں جس انجمن کا ذکر ہے وہ برائے انتظام امور متعلقہ وصایا قائم کی گئی تھی۔ اور اس نے یہ کام حسب ہدایات سلسلہ سر انجام دینا تھا۔ صدر انجمن احمدیہ اس انجمن کی قائم مقام ہے۔ اور تحریر زیر بحث حضور نے خواجہ صاحب کے اس استفسار پر لکھی۔ کہ "آیا معاملات سلسلہ جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ کسی شخصی رائے کے ماتحت ہیں یا انجمن کا اجتہاد ان کے لئے کافی ہے" اور ضرورت اس استفسار کی اس لئے پیش آئی۔ کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کو شکایت تھی۔ کہ حضرت میر صاحب بحیثیت انجمن کے ایک افسر اور کارکن کے انجمن کے احکام اور فیصلہ جات کی تعمیل میں اپنی شخصی رائے سے تبدیلی کر لیتے تھے۔ جس سے بے ضابطگی لازم آتی تھی۔ اور کام میں حرج ہوتا تھا۔ اس موقعہ پر اس اثر کے ماتحت کہ میر صاحب نے جو شکایت مولوی صاحب کی حضور کی خدمت میں کی تھی۔ اس سے حضور کی طبیعت میں مولوی صاحب کے خلاف رنج پیدا ہوا ہو گا۔ مولوی صاحب نے استعفاء دیکر قادیان سے چلے جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ خواجہ صاحب نے چاہا کہ اصولی تنازعہ کا فیصلہ حضور سے کروا لیا جائے تا مولوی صاحب کو اطمینان ہو جائے۔ اب حضور اس استفسار پر کہ "آیا معاملات سلسلہ جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ کسی کی شخصی رائے کے ماتحت ہیں یا انجمن کا اجتہاد ان کے لئے کافی ہے" تحریر فرماتے ہیں:-

"میری رائے تو یہی ہے کہ جس امر پر انجمن کا فیصلہ ہو جائے۔ کہ ایسا ہونا چاہیئے۔ اور کثرت رائے اس میں ہو جائے۔ تو وہی امر صحیح سمجھنا چاہیئے اور وہی قطعی ہونا چاہیئے۔ لیکن اس قدر میں زیادہ لکھنا پسند کرتا ہوں کہ بعض دینی امور میں جو ہماری خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہیں مجھ کو محض اطلاع دی جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی۔ لیکن یہ صرف احتیاطاً لکھا جاتا ہے۔ کہ شاید وہ ایسا امر ہو کہ خدا تعالیٰ کا اس میں کوئی خاص ارادہ ہو۔ اور یہ صورت صرف میری زندگی تک ہے۔ اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہو گا۔"

گویا حضور کی رائے ہے۔ کہ معاملاتِ سلسلہ احمدیہ جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کا فیصلہ کثرت

رائے سے جو ہو جائے۔ اس کی پابندی تمام افسران اور اراکین اور کارکنانِ انجمن پر لازم ہے اور وہ فیصلہ قطعی سمجھنا چاہیئے۔ لیکن انجمن کے معاملات ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ جو انتظامی لحاظ سے عموم کا رنگ رکھتے ہوں مثلاً کسی کارکن کی تنخواہ یا ترقی کا معاملہ اور بیسیوں ایسے ہی معاملات جن کی مثالیں آسانی سے ذہن میں آ سکتی ہیں۔ اور ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو سلسلہ کی خصوصیات سے تعلق رکھتے ہوں۔ اول قسم کے معاملات کے متعلق تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ انجمن کا فیصلہ قطعی ہوگا۔ اور دوسری قسم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ مجھے اطلاع دے دی جایا کرے۔ لیکن میرے بعد ہر ایک امر (یعنی ان دونوں قسم کے معاملات) میں انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا۔

یہاں نہ سلسلہ کی راہنمائی اور نگرانی کا ذکر ہے نہ سلسلہ کے نظم و نسق کا۔ صرف ان معاملات کا سوال ہے۔ جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں۔ اور ضابطہ کی ایک تشریح فرما دی گئی ہے۔ کوئی نئے اختیارات نہیں دیئے گئے۔ نیا منصب عطا نہیں ہوا۔ وہی پہلے اختیارات ہیں۔ اور پہلا ہی دائرہ عمل ہے۔ آخر مولوی صاحب کو یہی شکایت تھی۔ کہ میر صاحب انجمن کے فیصلوں کی تعمیل میں اپنی شخصی رائے کو مقدم کر لیتے ہیں۔ جس سے حرج واقع ہوتا ہے۔ اور خواجہ صاحب کی یہی گذارش تھی۔ کہ حضور اس امر کو واضح فرما دیں۔ چنانچہ حضور نے فرما دیا۔

ایک امر جو مزید غور کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر اس تحریر کی رُو سے انجمن کو "سلسلہ کی راہنمائی نگرانی اور نظم و نسق کے اختیارات" عطا کئے گئے تھے۔ تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صرف اتنا ہی تعلق سلسلہ کے ساتھ باقی رہ گیا تھا کہ انجمن ان دینی اُمور کے متعلق جو سلسلہ کی خاص اغراض سے تعلق رکھتے ہوں۔ حضور کو اپنے فیصلہ کی محض اطلاع دے دیا کرے؟ اور سلسلہ کی رُوحانی اور اخلاقی راہنمائی اور نگرانی اور سلسلہ کا تمام نظم و نسق حضور کی زندگی ہی میں انجمن کے سپرد کر دیئے گئے تھے۔ اگر نہیں اور بالبداہت نہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ سوائے اس امر کے کہ حضور کی زندگی میں بعض امور کے متعلق انجمن کے فیصلہ کی اطلاع حضور کو دی جاتی تھی۔ انجمن کے اختیارات اور انجمن کا منصب حضور کی وفات کے بعد بھی وہی تھا جو حضور کی زندگی میں تھا۔ اس سے بڑھ کر نہیں۔

اس تحریر سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان معاملاتِ سلسلہ میں جو انجمن کے ہاتھ میں ہیں۔ جب انجمن کا فیصلہ کثرت رائے سے ہو جائے۔ تو انجمن کے افسران اور اراکین اور کارکنان پر اس کی تعمیل لازم ہے۔ "سلسلہ کی راہنمائی۔ نگرانی اور نظم و نسق کے اختیارات" سے یہ تحریر متعلق نہیں۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اگر انجمن صرف ان امور کی سرانجام دہی کی ذمہ دار تھی جو اس کے سپرد کئے

گئے تھے۔ تو حضور کی وفات کے بعد" سلسلہ کی راہنمائی - نگرانی اور نظم و نسق" کے متعلق حضور نے کیا ہدایات دی تھیں۔ اور کیا انتظام فرمایا تھا؟ اس سوال کا جواب تو یہ ہے کہ اگر یہ سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا اور ہمارا ایمان ہے کہ یقیناً (ایسا ہی ہے) تو خود قرآن کریم میں یہ ہدایات موجود ہیں۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون - اور یہ انتظام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ کہ جس کو چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے۔ بیشک فریق لاہور کی طرف سے آج یہ کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام محض ایک "سادہ مسلمان" تھے۔ نبی نہ تھے۔ اور یہ سلسلہ منہاج نبوت پر قائم نہیں ہوا۔ اس لئے آیہ استخلاف کا اس سلسلہ پر اطلاق نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سب بعد کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ خود مولوی محمد علی صاحب کی تقریروں اور تحریروں میں بارہا یہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے۔ ۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے چار ہفتہ کے اندر مولوی محمد علی صاحب نے لاہور میں ایک تقریر کے دوران میں کہا "یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس جگہ منہاج نبوت کے خلاف کوئی معاملہ نہیں ہوا۔ جو کسی کے دل میں کسی اعتراض کی جرأت پیش کرتا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اے حق کے مخالفو اور سچائی کے دشمنو! ہمیں منہاج نبوت کے خلاف کوئی امر اس سلسلہ میں بتاؤ تو ہم سب کچھ ترک کر دیں گے۔ مگر سن لو کہ اس راہ میں قدم ذرا سوچ کر رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم جو اعتراض کرو۔ وہ خود شریعت اسلام یا آنحضرت صلعم کی نبوت کے ہی خلاف ہو۔ قرآن، اسلام اور منہاج نبوت کو زیر نظر رکھ کر زبان کھولنا" پھر کہا "پس حضرت میرزا صاحب بھی چونکہ منہاج نبوت پہ ہی ظاہر ہوئے تھے۔ لہذا ایک مسلمان کا جو قرآن اور سنت کا پابند ہے۔ یہ فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس سلسلہ پر اعتراض کرتے وقت منہاج نبوت کو مدنظر رکھ لیا کرے۔ کیونکہ مسلمان کہلانے والے کے واسطے تو پہلے نظائر بھی موجود ہیں۔ اور وہ اس بات کا بھی پابند ہے کہ جو بات خود اس کے مسلمات میں موجود ہے۔ اس کے خلاف اعتراض نہ کرے۔ یا کوئی ایسا اعتراض نہ کرے۔ جو خود اس کے اپنے ہی مسلمات پر پڑتا ہو۔" اور پھر تاکیداً کہا "میں پھر کہتا ہوں کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائے گی۔"

 (الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء)

اب اگر اس موقعہ پر کوئی مخالف یہ اعتراض کرتا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

تو اسلام کی حفاظت اور اس باغ کی آبیاری کے لئے اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ آیہ استخلاف خلافت کو قائم کیا۔ اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ حضرت میرزا صاحب بھی "منہاج نبوت ہی پر ظاہر ہوئے تھے" تو انکا خلیفہ کون ہے۔ تو مولوی صاحب ہرگز اس کا یہ جواب نہ دیتے۔ کہ ہمارے اندر ایک انجمن موجود ہے۔ جو ہمارے اموال کی نگرانی کرتی ہے۔ اور اشاعت اسلام میں انہیں خرچ کرتی ہے۔ ان کا جواب یقیناً یہی ہوتا کہ ہمارے اندر ایک خلیفہ مثیل صدیقؓ موجود ہے۔ جو حضور کا جانشین ہے۔ بلکہ اسی تقریر کے دوران میں مولوی صاحب نے اس امر کو بطور دلیل پیش بھی کیا ہے "میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ بحیثیت ایک ہی جماعت ہونے کے اور ایک ہی شیرازہ اور ایک ہی حکم کے ماتحت ہونے کے گویا کہ تمام قوم نفسِ واحد کا حکم رکھتی ہو۔ اس کی نظیر کہیں بھی ہرگز ہرگز نہ ملے گی" اور پھر کہا "جب ان لوگوں کی اپنی معتبر اور مسلمہ کتب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ اور صاف اقرار موجود ہے۔ کہ مسیلمہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے قتل کیا جانا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قتل کیا جانا ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا کہ آپکے جانشین یا مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا خود آپ کی اولاد کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے" (الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء ص۲ تا ۶)

یہاں جانشین سے مراد مولوی صاحب کی یقیناً ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسا جانشین ہے۔ انجمن نہیں۔

غرض چونکہ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانشینی کا مسئلہ آیہ استخلاف کی ذیل میں آجاتا ہے۔ اور یہی آیہ کریمہ اس مسئلہ میں پوری راہنمائی فرما دیتی ہے۔ لیکن جیسے میں بیان کر چکا ہوں۔ حضور نے خود اس کی تشریح فرما دی ہے۔ اور جماعت کی راہنمائی اس طرف کر دی ہے۔ جس کے بعد کسی قسم کا اشتباہ اس امر میں نہیں رہ جاتا۔ رسالہ الوصیت میں اپنے زمانہ وفات کے نزدیک ہونے کی خبر دینے کے معاً بعد اور مقبرہ بہشتی اور وصایا اور انجمن کے ذکر سے بہت پہلے حضور تحریر فرماتے ہیں۔ "یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے۔ (تا عبارت) اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی"۔ (مفصل عبارت الوصیت صفحہ ۴ تا ۷ پر ملاحظہ فرمائیں)

اس عبارت سے یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ اور انہیں غلبہ دیتا ہے اور دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اول خود نبیوں کے ہاتھ سے اور دوسری

مرتبہ ان کی وفات کے بعد" جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے وقت ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانوں کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا" اور آیہ استخلاف کا وعدہ پورا کیا۔ "سو اب ممکن نہیں کہ وہ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے۔ اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا۔ تو پھر خدا اُس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

اس دوسری قدرت کی تعیین آپنے یُوں فرمائی ہے۔ "تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا۔ اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔" اور پھر فرماتے ہیں "سو اب ممکن نہیں کہ وہ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے" "تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے" "اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا۔"

اب کیا کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔ کہ اس دوسری قدرت سے حضور کی مراد وہی خلافت ہے جس کا وعدہ آیہ استخلاف میں دیا گیا ہے۔ اس دوسری قدرت سے مراد ہرگز کوئی انجمن نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علاوہ دیگر قرائن کے وہ "نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دیگا۔"

پھر فرمایا ہے "سو تم خدا کی قدرتِ ثانیہ کی انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دُعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو۔ اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔" گویا قدرتِ ثانیہ ہمیشہ آسمان سے نازل ہوتی ہے اور اب بھی آسمان سے نازل ہوگی۔ کیا اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے۔ کہ قدرتِ ثانیہ سے مراد وہی برکات اور فیوض اور دین کا استحکام اور خوف کے بعد امن کا حاصل ہونا ہے جو خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور قدرتِ ثانیہ سے مراد ہرگز ہرگز وہ انتظامی مجلس نہیں ہو سکتی جسے حضور نے بعض خاص امور کی سرانجام دہی کے لئے قائم فرمایا۔ اور حسب ہدایات سلسلہ احمدیہ، اپنے فرائض کو بجالانے کی تاکید فرمائی۔

کہا جاتا ہے کہ اگر قدرتِ ثانیہ سے حضور کی مُراد خلافت ہی تھی۔ تو کیوں حضور نے خود ہی اپنا خلیفہ نامزد کر کے اس قضیہ کا فیصلہ ہی نہ کر دیا۔ اوّل تو یہ قضیہ پیدا ہؤا ہی بعد میں حضور نے تو واضح طور پر فرما ہی دیا تھا کہ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے وقت میں ہؤا۔ ویسے ہی اب بھی ہو گا" ممکن نہیں کہ وہ اپنی قدیم سُنّت کو ترک کر دیوے" اور دُوسرے آپ نے وضاحت فرما دی کہ کیوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا۔ اور اسی سنّت کا آپ نے خود بھی اقتداء فرمایا۔ اور ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء کو یعنی اپنی وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل آپ نے فرمایا" جب کوئی رسول یا مشائخ وفات پاتے ہیں۔ تو دنیا پر ایک زلزلہ آ جاتا ہے۔ اور وہ بہت ہی خطرناک وقت ہوتا ہے۔ مگر خدا کسی خلیفہ کے ذریعہ اس کو مٹاتا ہے۔ اور پھر گویا اس امر کا از سرِ نو اس خلیفہ کے ذریعہ اصلاح و استحکام ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ نے کیوں اپنے بعد خلیفہ مقرر نہ کیا۔ اس میں بھی یہی بھید تھا کہ آپ کو خوب علم تھا کہ اللہ تعالیٰ خود ایک خلیفہ مقرر فرمائیگا۔ کیونکہ یہ خدا کا ہی کام ہے۔ اور خدا کے انتخاب میں نقص نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کو اس کام کے واسطے خلیفہ بنایا اور سب سے اوّل حق انہی کے دل میں ڈالا"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

حضور کا وصال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور ہؤا۔ اور حضور کا جنازہ ۲۷ مئی کو قادیان پہنچا۔ اسی روز ایک درخواست حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں جماعت کے بہت سے سر برآوردہ لوگوں کی طرف سے پیش کی گئی۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب کے بھی دستخط تھے۔ اس درخواست کے متعلقہ الفاظ یہ تھے:۔" مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی حکیم مولوی نورالدین صاحب ... کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں۔ اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا" (بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء)

اگر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے نزدیک حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانشین انجمن تھی۔ تو انہوں نے یہ درخواست حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں کیوں پیش کی؟ اور اس میں خصوصیت سے یہ کیوں درج کیا کہ " حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا؟"

یہ پہلا اجماع تھا جو حضور کے وصال کے بعد جماعت احمدیہ میں ہؤا۔ اور اس سے صاف طور پر

ثابت ہوتا ہے۔ کہ جماعت کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مندرجہ رسالہ الوصیت کی یہی تعبیر تھی کہ جماعت ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ جو جماعت کے لئے ویسے ہی واجب الاطاعت ہوگا جیسے حضور خود تھے۔ اس تحریر کی اور کوئی تعبیر ممکن نہیں۔

اسپر حضرت مولوی نورالدین صاحب رضؓ نے ایک تقریر فرمائی جس کے دوران میں فرمایا "اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو۔ تو سن لو کہ بیعت بِک جانے کا نام ہے" "اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں۔ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں" "یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں۔ جس (قوم) کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی"۔ (الحکم ۶ رجون ۱۹۰۸ء)

اس کے بعد آپ نے بطور خلیفۃ المسیح بیعت لی۔ اس پر خواجہ کمال الدین صاحب نے بطور سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ ایک چٹھی جماعت کو مخاطب کر کے شائع کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان . . . کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اُس وقت بارہ سَو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپکے ہاتھ پر بیعت کی . . . حضرت قبلہ حکیم الامۃ سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اُوپر دی گئی ہے۔ بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامۃ خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذاتِ خود یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔ چندوں کے متعلق سردست یہ لکھا جاتا ہے کہ ہر قسم کے چندے جن میں چندہ لنگرخانہ بھی شامل ہے۔ محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام حسب معمول بھیجے جاویں۔ بیعت کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔ . . . آج میں نورالدین کے ہاتھ پر تمام ان شرائط کے ساتھ بیعت کرتا ہوں جن شرائط سے مسیح موعود اور مہدی معہود بیعت لیا کرتے تھے . . . ."

یہ اعلان صدر انجمن کے سیکرٹری کی طرف سے ہوا۔ اس میں درج ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا انتخاب حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان عمل میں آیا۔ اور یہ انتخاب حضور کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق ہوا۔ اس میں تمام جماعت کو بیعت کی ہدایت کی گئی ہے اور انجمن کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ اُس کے دائرۂ عمل کی طرف بھی یہ کہکر اشارہ کر دیا گیا ہے۔ کہ تمام

چندے محاسب صاحب صدر انجمن کے نام حسب معمول بھیجے جائیں۔

اس کے بعد کسی قسم کی تاویل کی کوشش کرنا کہ دراصل انجمن ہی حضور کی صحیح جانشین تھی اور خلیفہ نے انجمن کے ماتحت کام کرنا تھا۔ بعد کی وضع کردہ باتیں ہیں۔ جواب قابلِ التفات نہیں ہو سکتیں۔ جماعت کے اس متفقہ فیصلہ میں معتمدین انجمن شامل تھے۔ اور انجمن اس فیصلہ کی ذمہ وار تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایات کی کوئی اور تعبیر یا تاویل ہو بھی نہیں سکتی تھی۔

اگر بفرضِ محال ایک لحظہ کے لئے یہ تسلیم کر بھی لیا جائے۔ کہ ۲۷ راکتوبر ۱۹۰۷ء والی تحریر کے آخر میں جو یہ فقرہ ہے "اور بعد میں ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا" اس سے یہ مراد ہے کہ انجمن ہی سلسلہ کی "راہنمائی نگرانی اور نظم و نسق" کی با اختیار مالک ہوگی۔ تو بھی ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ حضور کی وفات پر انجمن کا پہلا اجتہاد یہ تھا کہ سلسلہ کی "راہنمائی، نگرانی اور نظم و نسق" کے اختیارات ایک خلیفہ کے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔ جس کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا" اس اجتہاد کے ساتھ گویا انجمن نے بھی خلافت کی تصدیق کر دی۔ اور خلیفہ کی اطاعت قبول کر کے حضور کے اس حسنِ ظن کو بھی صحیح ثابت کر دکھایا۔ کہ "میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ یہ انجمن خلاف منشاء میرے ہرگز نہیں کرے گی"

غرض خلافت کا قیام آیۂ استخلاف کے ماتحت عین حضور کے فرمان مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق قدرتِ ثانیہ کے ظہور کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور جماعت کا اجماع اور انجمن کا اجتہاد بھی اس میں شامل تھا۔ حکمتِ ایزدی نے مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے دیگر رفقاء کو اس اجماع اور اجتہاد میں شامل کر کے اور ان کے ہاتھوں سے یہ اعلان کروا کے ثابت کر دیا کہ وہ قادر ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

صاحبِ تنقید نے ضمناً انجمن کو ایک "نمائندہ جماعت" کی حیثیت دیکر یہ بھی ظاہر کرنا چاہا ہے کہ جماعت کی نمائندگی حقیقتاً انجمن کو حاصل تھی۔ اور خلیفہ گویا ایک خود مختار اور مطلق العنان حاکم ہے۔ یہ کہکر ایک طرف تو انہوں نے میرے مضمون کے اس بیان کی خود ہی تصدیق کر دی کہ اختلاف کا اصل سبب بعض اصحاب کے سیاسی نظریئے تھے۔ جن پر مغربی سیاسی خیالات کا غلبہ تھا۔ اور دوسری طرف انہوں نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے متعلق تو ناظرین خود انجمن کے جنرل سیکرٹری صاحب کا اعلان پڑھ چکے ہیں کہ کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد بارہ سو تھی۔ آپ کو بالاتفاق خلیفہ تسلیم کیا۔ اسکے مقابل انجمن کی نمائندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انجمن کے ممبران میں سے جب کوئی ممبر فوت ہو جاتا یا رکنیت سے مستعفی ہو جاتا۔ تو اس کی جگہ انجمن کے بقیہ ممبران ہی نیا ممبر منتخب کرنے کے مجاز تھے! جماعت کو انجمن کا ممبر انتخاب کرنے کا کوئی حق نہیں تھا اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جماعت کا حقیقی نمائندہ خلیفہ ہے انجمن نہیں۔ انجمن کو اس قاعدہ کے مطابق

کوئی نمائندگی کی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ انجمن اپنے قواعد کے مطابق اپنے اراکین کو انتخاب کرنے کا خود اختیار رکھتی تھی۔ جماعت کا اس میں کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس لئے یہ کسی صورت میں "نمائندہ جماعت" نہیں تھی۔

پھر صاحبِ تنقید فرماتے ہیں کہ حضرت میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کے "دعاوی" چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح تحریر کے منافی تھے۔ اور ان کے تسلیم کرنے سے حضور کے ارشادات کی بے حرمتی لازم آتی تھی۔ اس لئے مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء نے انہیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اور ان کے انکار کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یہ "دعاوی" خلافت کے متعلق جو اسلامی نظریہ ہے۔ اس کے بھی خلاف تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات متعلقہ انجمن پر تو بحث گذر چکی ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے کونسے وہ "دعاوی" ہیں۔ جو اسلامی نظریہ خلافت کے خلاف ہیں۔ بحیثیت خلیفہ آپ احکام شریعت کے ویسے ہی پابند ہیں جیسے ہر فردِ جماعت پابند ہے۔ شریعت میں ایک شعشہ کی تبدیلی کا بھی نہ آپ کو اختیار ہے نہ دعویٰ ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت، اسوۂ حسنہ اور ارشادات، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور نصائح کی پابندی آپ پر ویسے ہی لازم ہے جیسے جماعت کے دیگر افراد پر۔ لیکن خلیفہ ہونے کے لحاظ سے آپ جماعت کے لئے حَکَم کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور جماعت کے متعلق جس قسم کے امور بھی پیدا ہوں۔ اُن میں آخری فیصلہ آپ ہی کا ہے۔ اور جماعت پر اُس فیصلہ کی پابندی لازم ہے۔ آپ اہم اُمور میں جماعت کے نمائندگان کے ساتھ مشورہ فرماتے ہیں۔ خواہ وہ مشورہ مجلس شوریٰ کے ذریعہ ہو یا روزمرہ پیدا ہونے والے اُمور میں علمائے سلسلہ اور دیگر اہل الرائے اصحاب کے ساتھ ہو۔ جن اصحاب کو مجلس شوریٰ کے اجلاسوں میں حاضری کا موقعہ ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ آپ اکثر امور میں مجلس کا متفقہ مشورہ یا کثرت رائے کا مشورہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور اس کا نفاذ فرماتے ہیں۔ گو بعض امور میں آپ کو اُس مشورہ کے ساتھ پورا اتفاق نہ بھی ہو۔ لیکن اگر کسی امر میں آپ کی رائے یہ ہو کہ متفقہ مشورہ یا کثرت رائے کا مشورہ ایسا ہے کہ اس پر عمل سلسلہ کے لئے خطرہ یا نقصان کا موجب ہوگا۔ تو آپ یہ وضاحت فرما دیتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں مشورہ کو قبول نہیں فرماتے۔ اور یہ طریق قرآن کریم کی تعلیم، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلافتِ اسلامیہ کے نظام کے عین مطابق ہے۔

صاحبِ تنقید نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ "اگر میں بدراہ ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو۔ اور اگر میں صحیح طریق کار اختیار کروں تو میری مدد کرو"۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہا ہے کہ اسلامی خلافت نہ صرف "رائے عامہ" کے مصلحانہ اثرات سے اثر پذیر ہوتی تھی۔ بلکہ اُس کے ماتحت

ہو کہ چلتی تھی۔ "رائے عامہ" کے معلوم کرنے اور اس سے اثر پذیر ہونے کا طریق شوریٰ ہی تھا۔ اور اس کے متعلق میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ طریق اس وقت بھی خلافت اسلامیہ میں جاری ہے۔ لیکن اگر اس فقرہ سے یہ مراد لینا غرض ہے کہ اسلامی خلیفہ ہر حالت میں "رائے عامہ" کا پابند اور اس کے ماتحت ہے۔ تو یہ امر بالبداہت غلط ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کے مندرجہ بالا فقرہ کی ہرگز یہ مراد نہیں ہوسکتی اور نہ اس کی یہ تعبیر کی جاسکتی ہے۔ "اور اگر میں بدراہ ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دو" یہ ان الفاظ کا ترجمہ ہے۔ ان سے مراد صرف اسی قدر ہو سکتی ہے کہ اگر تمہارے قیاس میں میں کسی وقت غلطی پر ہوں تو مجھے آگاہ کر دو۔ لیکن اس آگاہی کے بعد فیصلہ کا حق خلیفہ ہی کو ہوگا۔ اور جب خلیفہ کسی امر میں فیصلہ صادر کرے تو جب تک وہ خود اس کی نظر ثانی یا ترمیم نہ کرے وہ قابل پابندی ہوگا۔ اس کی واضح مثال خود نماز میں بعین نظر آتی ہے۔ اگر نماز کے دوران میں امام کسی رکن کے متعلق غلطی کرتا ہے۔ تو مقتدیان کو صرف اس قدر اجازت ہے کہ وہ سُبحان اللہ کہکر امام کو اُس کی غلطی پر آگاہ کر دیں۔ (گویا اُس کو اُس کی غلطی پر "سیدھا" کر دیں) لیکن اگر باوجود آگاہ کرنے کے امام اپنے طریق پر قائم رہے تو مقتدیوں کا فرض ہے کہ وہ امام کی پیروی کریں۔

اگر خلیفہ کے متعلق غلطی کا سوال پیدا ہو تو یہ فیصلہ کرنے کا حق کہ آیا وہ غلطی پر ہے یا نہیں کس کو حاصل ہے؟ اگر خلیفہ کو یہ اختیار ہے (اور صرف یہی اصول صحیح ہو سکتا ہے) تو "سیدھا کر دو" کے یہی معنے ہو سکتے ہیں کہ غلطی پر مناسب طریق سے آگاہ کر دو۔ پھر خلیفہ خود فیصلہ کر دیگا کہ صحیح طریق کیا ہے۔ اگر یہ اختیار "رائے عامہ" کو حاصل ہے تو جماعت کا شیرازہ چند دن میں ہی پراگندہ ہو جائیگا۔ اور امن کی جگہ فساد برپا ہو جائے گا۔ اول تو کئی حالات میں یہ فیصلہ کرنا ہی مشکل ہوگا کہ "رائے عامہ" کیا ہے۔ پھر ہر گروہ اپنی رائے کو "رائے عامہ" قرار دے گا۔ اور اس کی پابندی چاہیگا۔ اور خلیفہ بجائے امام اور حَکم ہونے کے ایک ماتحت کارکن ہو کر رہ جائیگا۔ جسپر آج ایک حکم کی پابندی لازم ہے اور کل دوسرے ایک متضاد حکم کی۔

اگر خلیفہ اللہ تعالیٰ کے حضور جماعت المسلمین کی راہنمائی اور نگرانی کا ذمہ وار ہے تو لازم ہے کہ نزاع اور اختلاف کی صورت میں آخری فیصلہ کا اختیار بھی اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ اور یہی صورت خلافت اسلامیہ میں تھی اور اس وقت بھی ہے۔

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل ایک لشکر کو رومیوں کی روک تھام کے لئے کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اُس لشکر کا سالار مقرر فرمایا تھا۔ ابھی لشکر نے مدینہ کے نواح سے کوچ نہیں کیا تھا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی۔ اُدھر حضورؐ کی وفات پر عرب میں بغاوت کے آثار پیدا ہوگئے۔ اس پر صحابہ کی رائے یہ ہو گئی۔ کہ ایسی حالت میں اس لشکر کا کُوچ کرنا مناسب نہیں۔

حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ ابھی اس لشکر کو روک لیا جائے حضرت اسامہؓ نے خود بھی یہی گذارش کی لیکن حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمایا تھا میں اس میں تبدیلی نہیں کرونگا۔ عرض کی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت یہ حکم جاری فرمایا تھا۔ اس وقت عرب کے اندر خطرہ کی وہ صورت نہ تھی جو حضور کی وفات کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے۔ اب حالات بدل گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکرؓ نے اس گذارش کو تسلیم نہ کیا اور فرمایا کہ اگر دشمن مدینہ کے اندر داخل ہو جائے اور میرے جسم کو کتے یا بھیڑیئے گھسیٹتے پھریں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو کتے پاؤں سے گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس معاملہ میں کوئی تبدیلی نہیں کرونگا

اب بتایئے کس قدر احترام "رائے عامہ" کا آپ نے کیا اور کس قدر "رائے عامہ" کے ماتحت ہو کر آپ چلے؟

انہی ایام میں یہ صورت حالات پیش آئی۔ کہ عرب کے بعض قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے فیصلہ کیا کہ آپ منکرین زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کریں۔ اس موقعہ پر بھی صحابہؓ کی یہ رائے ہوئی۔ کہ حالات نازک ہیں۔ اس لئے شروع شروع میں کچھ نرمی اختیار کی جائے اور جب حالات پر پورا قابو حاصل ہو جائے۔ تو پھر احکام زکوٰۃ کی پوری پابندی کرائی جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں گذارش کی کہ وصولی زکوٰۃ میں ایک سال تک سختی نہ کی جائے۔ کیونکہ حالات پریشان کن ہیں۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو سختی سے رد کر دیا۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری یا ایک اونٹ کی نکیل کی رسی بھی زکوٰۃ میں ادا کرتا تھا اور مجھے ادا کرنے سے انکار کرتا ہے۔ تو میں اس کے ساتھ ضرور جنگ کرونگا جب تک وہ اطاعت اختیار کرے اور زکوٰۃ ادا کرے۔

فرمایئے اس معاملہ میں بھی خلیفہ نے کہاں تک "رائے عامہ" کی پابندی کی؟

ان دونوں مواقع پر صحابہؓ کا مشورہ کمال نیک نیتی پر مبنی تھا۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اسے سختی سے رد کر دیا اور اس میں شک نہیں کہ آپ کا فیصلہ ہی درست اور صائب تھا۔ اور اگر آپ "رائے عامہ" کے مطابق عمل کرتے تو اسلام کو بہت سے اور خطرات کا سامنا ہو جاتا۔ آپ کے عزم اور آپ کی ہمت نے وہ کام کیا اور وہ اثر دکھایا جو ایک جرار لشکر نہ کر سکتا

لیکن یہاں یہ سوال نہیں کہ آیا حالات پیش آمدہ کے مطابق صحابہؓ کا مشورہ درست تھا یا حضرت ابو بکرؓ کی رائے صائب تھی۔ سوال یہ ہے کہ آیا خلیفہ "رائے عامہ" کا پابند ہے یا نہیں۔ اور ان مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ آخری فیصلہ خلیفہ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ مثالیں تو ایسی ہیں۔ جن میں "رائے عامہ" بلا شبہ نیک نیتی پر مبنی تھی۔ لیکن پھر بھی خلیفہ نے اسے رد کر دیا۔ مگر ایسے حالات بھی

پیدا ہو سکتے ہیں کہ جوش یا کم علمی یا بدظنی یا شرارت کے نتیجہ میں عارضی طور پر رائے عامہ صراحتاً غلط رستہ اختیار کرلے۔ کیا ان حالات میں بھی خلیفہ "رائے عامہ" کا پابند اور اس کے ماتحت چلنے والا ہونا چاہیئے؟ اور اگر نہیں تو یہ فیصلہ کون کریگا کہ کب "رائے عامہ" کی پابندی لازم ہے اور کن حالات میں نہیں؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت کے آخر میں مدینہ پر ایسے لوگوں کا قبضہ ہوگیا تھا۔ جو اس امر پر مصر تھے کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ لیکن آپ نے انکار کیا اور آخر شہید کئے گئے۔ کیا صاحبِ تنقید کی یہ رائے ہے کہ "رائے عامہ" کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے آپ کو خلافت سے دستبردار ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور دستبردار ہونے سے انکار کرنے میں آپ غلطی پر تھے؟ اور اس غلطی کی پاداش میں آپ قتل ہوئے؟ کیا صاحبِ تنقید کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث یاد ہے۔ جب حضورؐ نے حضرت عثمان رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائیگا۔ لوگ چاہیں گے۔ کہ وہ قمیص تجھ سے اُتار لیں لیکن تُو اسے نہ اتاریو! اب یہاں "لوگ" سے مراد "رائے عامہ" ہی ہے یا کچھ اور؟ پھر کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ "لوگ" تو تجھ سے چاہیں گے لیکن تُو ایسا نہ کیجیو؟ بیشک یہ لوگ شریر، فتنہ پرداز اور باغی تھے۔ اور صحابہ کبارؓ ان میں شامل نہیں تھے لیکن اس وقت کثرت تو انہی کی تھی۔ اور جو کچھ "رائے عامہ" کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ انہی کیطرف سے ہو رہا تھا۔ باقی لوگوں کو انہوں نے مرعوب کیا ہوا تھا۔ پھر کیا خلیفہ پر اس "رائے عامہ" کی پابندی لازم تھی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اصول کیا طے ہوا؟ کیا یہی نہیں کہ خلیفہ جو فیصلہ کرے وہی قطعی ہوگا۔ اور اس کی پابندی لازم ہوگی؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر حضرت خلیفہ اول رضؓ کو بالاتفاق خلیفۃ المسیح تسلیم کیا گیا اور اعلان کیا گیا کہ "آپ کا فرمان ہمارے واسطے آیندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا" اس میں کوئی شرط "رائے عامہ" کی پابندی کی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان تابع "رائے عامہ" نہیں تھا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ کا فرمان آیندہ بھی ایسا ہی قابلِ اطاعت تھا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔

حضرت خلیفہ اول رضؓ اپنے منصب کو کیا سمجھتے تھے۔ آپ کی اپنی تقریروں سے واضح ہے۔ یہاں ایک ہی تقریر کا حوالہ دینا کافی ہوگا۔ یہ تقریر ۱۶ر جون ۱۹۱۲ء کو آپ نے احمدیہ بلڈنگز لاہور کی مسجد میں فرمائی۔ دورانِ تقریر میں آپ نے فرمایا:۔

"تم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے بادشاہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک کیا۔ پھر اس کے مرنے کے بعد میرے ہاتھ پر تم کو تفرقہ سے بچالیا۔ اس نعمت کی قدر کرو۔ اور نکمی بحثوں میں نہ پڑو۔" "جس کو خدا تعالیٰ نے چاہا خلیفہ بنا دیا۔ اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فعل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو۔ تو سخت حماقت ہے۔ میں نے تمہیں بارہا کہا ہے سادا قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔"

"پس اگر کوئی مجھ پہ اعتراض کرے اور وہ اعتراض کرنے والا فرشتہ بھی ہو۔ تو میں اسے کہہ دونگا۔ کہ آدم کی خلافت کے سامنے سر بسجود ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ اور اگر وہ ابیٰ اور استکبار کو اپنا شعار بنا کو ابلیس بنتا ہے۔ تو پھر یاد رکھے۔ کہ ابلیس کو آدم کی مخالفت نے کیا پھل دیا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر کوئی فرشتہ بن کر بھی میری خلافت پر اعتراض کرتا ہے تو سعادتمند فطرت اُسے اسجدوا لآدم کی طرف لے آئیگی۔ اور اگر ابلیس ہے تو وہ اس دربار سے نکل جائے گا۔" "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا ہی نے خلیفہ بنایا ہے۔" "اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا۔ اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا۔ اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے۔" "اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔" (بدر ۴؍ جولائی ۱۹۱۲ء)

اور پھر فرمایا "جس طرح ابو بکرؓ اور عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے مجھے مرزا صاحب کے بعد خلیفہ کیا۔" "خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے اور نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے۔ میں جب مر جاؤنگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہیگا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تم نے میرے ہاتھوں پہ اقرار کئے ہیں۔ تم خلافت کا نام نہ لو۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دوگے۔ تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں۔ جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔" "میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتیں چھوڑ دو۔ اور توبہ کرلو۔" "ہماری زندگی میں چھوڑ دو۔ تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہیگا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔" (بدر ۱۱؍ جولائی ۱۹۱۲ء)

اب غور فرمائیے کہ جس خلیفہ کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

وہ فرماتا ہے۔ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اُسی نے مجھے خلیفہ بنایا۔ اسی طرح جیسے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو خلیفہ بنایا تم میں سے کوئی مجھے معزول نہیں کرسکتا۔ فرشتے بن کر اطاعت کرو۔ نافرمانی کر کے ابلیس مت بنو۔ جو میری مخالفت کرتا ہے۔ وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔

اب جو یہ کہتا ہے کہ خلیفہ "رائے عامہ" کے ماتحت ہے۔ اور اگر "رائے عامہ" خلیفہ کی رائے کے خلاف ہو۔ تو خلیفہ کو اپنی رائے چھوڑ کر "رائے عامہ" کی مطابقت کرنی چاہیئے۔ وہ اپنے لئے ان خطابوں میں سے جو پسند کرے چُن لے۔

پھر جو کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی جانشین انجمن ہے خلیفہ نہیں۔ وہ اوپر کی عبارتوں پر بھی غور کرے۔ اور اسپر بھی کہ ایسے خیالات ہلاکت کی حد تک لے جاتے ہیں۔ کسی انجمن کا اختیار نہیں کہ وہ خلیفہ بنائے اور میں انجمن کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں! کیا یہی وہ انجمن ہے جو صاحبِ تنقید کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقی جانشین اور سلسلہ کی "راہنمائی۔ نگرانی اور نظم ونسق" کی بااختیار مالک ہے؟ اس انجمن کے خلیفہ کو چھوڑ دینے پر تو وہ خلیفہ جس کا فرمان مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقا کی تصدیق کے ساتھ ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان تھا۔ تھوکتا بھی نہیں!!

پھر خلافت آپ تک ہی محدود نہیں۔ فرماتے ہیں "میں جب مر جاؤنگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہیگا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دیگا۔" "تھوڑے دن صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئیگا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہیگا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔" یہاں کیا مجال تھی کسی انجمن کی جانشینی کے بانی کی کہ دم مارتا! اب جو ہمیں "انجمن" "انجمن" سُناتے ہیں۔ انہوں نے اس وقت کیوں جرأت ایمانی سے کام لیکر انجمن کی جانشینی کو پیش نہ کیا؟ اور حضرت مسیح موعودؑ کی وہ "واضح تحریرات" پیش نہ کیں جن پر آج وہ انحصار کرتے ہیں؟ کیا اسی لئے نہیں کہ اُن کے کانوں میں شیر کی گرج کی طرح یہ الفاظ گونج رہے تھے "جو میری مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔" "فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ ابلیس نہ بنو۔" "اگر تم زیادہ زور دوگے تو یاد رکھو۔ میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مُرتدوں کی طرح سزا دیں گے۔" "میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔"

صاحبِ تنقید ہمیں بتاتے ہیں کہ خلافتِ اسلامیہ "رائے عامہ" کے ماتحت ہو کر چلتی ہے۔ اور وہ خلیفہ جس کا فرمان ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ فرماتا ہے۔ "جن امور پر حضرت صاحب نے گفتگو نہیں کی۔ اُن پر بولنے کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ جب تک ہمارے دربار سے

تم کو اجازت نہ ملے۔ پس جب تک خلیفہ نہیں بولتا۔ یا خلیفہ کا خلیفہ دُنیا میں نہیں آتا۔ ان پر رائے زنی نہ کرو۔ جن پر ہمارے امام اور مقتدار نے قلم نہیں اُٹھایا۔ تم ان پر جرأت نہ کرو۔ ورنہ تمہاری تحریریں اور کاغذ ردی کر دیں گے۔" "تم کیا ہستی رکھتے ہو کہ نہ میرے دربار سے تمہیں اجازت ہوتی ہے نہ خدا کی طرف سے تمہیں امر ہوتا ہے۔ اور تم جرأت کرتے۔" (بدر ۱۱ر جولائی ۱۹۱۲ء) "رائے عامہ" کے ماتحت ہو کر چلنا تو درکنار یہاں تو کسی نئے امر پر خلیفہ کی اجازت کے بغیر رائے زنی کرنا بھی منع ہے!

صاحبِ تنقید فرماتے ہیں۔ "خلافت کے استحکام اور سلامتی کو محفوظ کر لینے کی خاطر اس (یعنی میرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب) نے خلیفہ کو جو ابھی تک دستور اساسی کے ماتحت تھا، جماعت کی مرضی اور منشاء سے بالا کر دیا۔" خلیفہ کے متعلق "دستور اساسی" تو بس اسی قدر تھا کہ خلیفہ کا فرمان ہمارے واسطے ایسا ہی ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔ اگر اس کے علاوہ کوئی اور "دستور اساسی" خلیفہ کے متعلق تھا۔ تو وہ پیش نہیں کیا گیا۔ اور جو "دستور اساسی" موجود تھا۔ اُس کی تعبیر حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے فرما دی۔ "اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حقدار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو۔ ابلیس نہ بنو۔" "میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ تم ایسی باتیں چھوڑ دو اور توبہ کر لو۔" یہ تقریر جسے میں نے لکھا ہے احمدیہ بلڈنگز لاہور کی مسجد میں آپ نے فرمائی تھی۔ اس وقت کیوں کسی ایک فرد کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ کہ وہ عرض کرتا۔ کہ حضور آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ آپ تو "دستور اساسی" کے ماتحت ہیں اور آپ کا فرض ہے کہ آپ جماعت کی مرضی اور منشاء کے مطابق چلیں۔ آپ اُلٹا اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین فرماتے ہیں۔ اپنے مخالف کو جھوٹا اور فاسق قرار دیتے ہیں۔ فرمانبردار کو فرشتہ اور نافرمان کو ابلیس بتاتے ہیں۔ اپنی مخالفت کو خدا کی مخالفت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ اور ہمیں توبہ کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور پھر اسی پر بس نہیں آئندہ کے لئے ہمیں تنبیہ فرماتے ہیں۔ "میں جب مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا۔ جس کو خدا چاہیگا اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دیگا۔" "تھوڑے دنوں صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئیگا۔ اللہ تعالیٰ جیسا چاہیگا۔ وہ تم سے معاملہ کرے گا۔"

اب ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ صاحبِ تنقید کا یہ کہنا کہ اب تک تو خلیفہ "دستور اساسی" کے ماتحت تھا۔ اور جماعت کی مرضی اور منشاء کے مطابق چلنا اُس کا فرض تھا۔ کہاں تک حقیقت پر مبنی ہے۔ خود انجمن کے متعدد ریزولیوشن خلافتِ اُولیٰ کے زمانہ کے اس امر پر شاہد ہیں کہ انجمن اپنے تئیں خلیفہ کے ماتحت سمجھتی تھی۔ اور خلیفہ کے احکام کی پابند تھی۔ بارہا انجمن کے ریزولیوشنز میں درج ہے۔ کہ مطابق

ہدایت یا فرمان حضرت خلیفۃ المسیح یوں کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک موقعہ پر تو انجمن نے اپنا ریزولیوشن حضرت خلیفۃ المسیح کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے منسوخ بھی کیا۔ (ملاحظہ ہو ریزولیوشن ۱۲۳۱ مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۱۰ء)

جس "دستور اساسی" کے مطابق ایسا ہوتا رہا۔ وہی اب بھی قابلِ پابندی ہے اور عملدر آمد کے لائق ہے۔ اِن امور میں اُس وقت بھی خلیفہ کا فرمان ایسا ہی تھا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا

فرمان۔ اور اب بھی ایسا ہی ہے۔

خود انجمن کے قواعد میں قاعدہ ۱۸ کی رو سے "ہر ایک معاملہ میں مجلس معتمدین اور اس کی ماتحت مجلس یا مجالس اگر کوئی ہوں اور صدر انجمن احمدیہ اور اس کی کل شاخہائے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حکم قطعی اور ناطق" تھا۔ اور بہر صورت انجمن نے حسب ہدایات سلسلہ احمدیہ کام کرنا تھا۔ یہ تو دعویٰ کیا نہیں جا سکتا کہ تحریر ۲۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کی وجہ سے قاعدہ ۱۸ منسوخ ہو گیا تھا۔ اور قاعدہ ۱۸ کی موجودگی میں لازماً یہ تحریر افسران اور اراکین اور کارکنانِ انجمن پر ہی اثر پذیر تھی۔ حضور کی زندگی میں "سلسلہ احمدیہ" حضور ہی کی ذات تھی۔ جیسے یہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہی قائم ہے۔ عبارتوں وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل رض کے انتخاب پر اعلان کر دیا گیا کہ خلیفہ کا "فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا" اور اسی پر عمل بھی ہوتا رہا۔ جس پر انجمن کا ریکارڈ شاہد ہے کہ خلیفہ کے ہر حکم کی تعمیل کی گئی۔ خلیفہ کے احکام کے مطابق ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ ان میں ترمیم کی گئی۔ منسوخ ہوئے۔ خلیفہ کا حکم انجمن کے لئے "قطعی اور ناطق" ہوا۔ جیسے حضرت مسیح موعود کا تھا۔ قاعدہ ۱۸ میں کسی کو تبدیلی کرنے کا خیال پیدا نہ ہوا۔ کیونکہ عمل اسی بات پر ہو رہا تھا۔ اگر کسی وقت انجمن خلیفہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کرتی اور اس انکار کی تائید میں قاعدہ ۱۸ پیش کرتی۔ تو دیکھ لیتی کہ خلیفہ انجمن کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ اور اس قاعدہ کا کیا حشر ہوتا۔ لیکن ایک بھی ریزولیوشن انجمن کا ایسا نہیں جس میں درج ہو کہ خلیفہ کا حکم یوں ہے۔ لیکن ہمیں اتفاق نہیں۔ اس لئے ہم اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس کے مقابل پر متعدد ریزولیوشن ایسے ہیں۔ جن میں درج ہے کہ مطابق فرمان حضرت خلیفۃ المسیح یوں طے ہوا یا یوں عمل ہو۔ یا یوں فیصلہ کیا جائے یا یہ انتظام ہو۔ کم سے کم ایک موقعہ پر اور ممکن ہے ایک سے زیادہ دفعہ خلیفہ کے فیصلہ کی تعمیل میں انجمن کا ریزولیوشن منسوخ بھی ہوا۔ خود مولوی محمد علی صاحب و دیگر اکابر سلسلہ کا اعلان ہے "ساری قوم کے آپ مطاع ہیں اور سب ممبران مجلس معتمدین آپکی بیعت میں داخل اور آپکے فرمانبردار ہیں۔" (پیغام صلح ۴ دسمبر ۱۹۱۳ء)

جب آپ کی وفات کے بعد یہ شورش پیدا کی گئی۔ کہ خلافت کوئی شئے ہی نہیں۔ اور سب کچھ

انجمن ہی انجمن ہے۔ تو اس وقت بھی پندرہ ممبران انجمن میں سے ۹ نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت کی تصدیق کر دی۔ اگر بفرضِ محال انجمن ہی کا اجتہاد سلسلہ کے ہر معاملہ کے فیصلہ کے لئے کافی تھا۔ تو انجمن نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد پہلا اجتہاد یہ کیا کہ انجمن خلیفہ کی مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔ پھر حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی وفات پر باوجود شورش اور فساد کے انجمن کی کثرت نے پھر یہ فیصلہ کیا کہ انجمن خلیفہ کی مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔ اور تا آئندہ اس امر میں کوئی شک نہ رہے۔ اور کسی مفسدہ پرداز کو فساد پیدا کرنے کا بہانہ ہاتھ نہ آئے انجمن نے فیصلہ کیا کہ قاعدہ ۱۸ میں بجائے الفاظ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام“ الفاظ ”حضرت خلیفۃ المسیح مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی“ درج ہوں۔ انجمن کا یہ اجتہاد بھی قابلِ پابندی ہے۔

اور قریباً ربع صدی کے تجربہ نے پیغام صلح اور مولوی محمد علی صاحب کو بھی اس حقیقت کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا کہ صحیح طریق یہی ہے۔ پیغام صلح ۷ ر فروری ۱۹۳۷ء کے ایڈیٹوریل کا عنوان ہے ”اطاعتِ امیر —— رازِ حیات“ اور اس میں لکھا ہے:۔ ”جماعتی ترقی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک افرادِ جماعت میں یک جہتی اور اتحادِ عمل کا فقدان ہو۔ اور اتحادِ عمل مرکزیت اور اطاعتِ امیر کے بغیر وہم و گمان کے سوا کچھ نہیں۔“ ”یہ تبھی ممکن ہے جبکہ ایک واجب الاطاعت امیر کے ہاتھ میں جماعت کی باگ ڈور ہو۔ تمام افراد اس کے اشارے پر حرکت کریں۔ سب کی نگاہیں اس کے ہونٹوں کی جنبش پر ہوں۔ اور جونہی اس کی زبان فیض ترجمان سے کوئی حکم مترشح ہو۔ سب بلا حیل و حجت اس پر عمل پیرا ہوں۔ کیونکہ عمل میں حجت و تکرار سم قاتل ہے۔ بظاہر ایسے امیر کا تسلیم کرنا طبع کو ناگوار گذرتا ہے۔ خودسر انسان ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ اس میں پیر پرستی اور شخصی غلامی کا رنگ جھلکتا ہے۔ مگر یہ قلت تدبر اور کوتاہ بینی کا نتیجہ ہے۔“ ”ضروری ہے کہ ایک مرکزی شخصیت موجود ہو۔ جس کا ہر حکم اس قانون (یعنی قانون شریعت) کے ماتحت واجب التعمیل ہو۔ اور کوئی فردِ جماعت اس کی بجا آوری میں چون و چرا نہ کرے۔ اس امارت کی بہترین مثال زمانہ امارت ابوبکرؓ و عمرؓ ہے۔ وہ قرآن کے تابع تھے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی ان کے احکام سے سرمو انحراف کر سکے۔“ ”جماعتی زندگی واجب الاطاعت امیر کے بغیر بے معنی بات ہے۔ پس آؤ حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ہر ارشاد کی تکمیل اپنا وظیفہ حیات بنائیں اور تمام ایک رنگ میں رنگین ہو کر خدا کے فرمودہ وعدوں کو حاصل کریں۔“

صاحب تنقید فرمائیں کہ انجمن کی جانشینی کا اس میں کہاں ذکر ہے؟ اور کہاں اشارہ ہے اس

امر کی طرف کہ خلافتِ اسلامیہ "رائے عامہ" کے ماتحت چلتی تھی؟ یہاں تو ہمیں بتایا گیا ہے کہ "ابوبکرؓ و عمرؓ قرآن کے تابع تھے۔ لیکن کیا مجال کہ کوئی ان کے احکام سے سرِمو انحراف کر سکے" اور حضرت امیر کے ہر ارشاد کی تکمیل اپنا وظیفۂ حیات بنانے کی تلقین ہے! پھر بتایا گیا ہے کہ جماعت کی باگ ڈور ایک واجب الاطاعت امیر کے ہاتھ میں ہونی چاہیئے۔ جس کی امارت ابوبکرؓ و عمرؓ کی امارت کا نمونہ ہو!! اور صاحبِ تنقید کے خیالات کو خودسری

قلتِ تدبر اور کوتاہ بینی قرار دیا گیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کو نہ ہی صرف اس اصول کے ساتھ اتفاق ہے بلکہ انہوں نے اس ایڈیٹوریل کی اشاعت کے ۱۲ دن بعد یعنی ۱۹ فروری کو اسی مضمون پر خطبہ پڑھا جو ۲۷ فروری کے پیغام صلح میں چھپا ہوا ہے۔ اس خطبہ کے دوران میں مولوی صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف توجہ دلائی کہ "ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ سنے اور عمل کرے خواہ اُس بات کو پسند کرتا ہو یا ناپسند کرتا ہو۔ جبتک کہ اُسے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا جاتا۔ اور اگر نافرمانی کا حکم دیا جائے۔ تو پھر نہ بات سنے اور نہ فرمانبرداری کرے۔" اور کہا "ایک اور حدیث میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی اطاعت کی۔ اُس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے امیر کی نافرمانی کی۔ اُس نے میری نافرمانی کی۔ یہ ہے وہ بلند اصول جو آپؐ نے اتحادِ ملی کے لئے قائم کیا۔ اور جو نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ غور کر کے دیکھ لیجئے۔ اس کے بغیر کوئی نظام قائم رہ سکتا ہی نہیں۔ یہی اصول تھا جس نے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے زمانہ میں مسلمانوں پر فتوحات کے دروازہ کو کھول دیا تھا۔" "میں پھر کہتا ہوں کہ نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر ہے۔ اسمعوا واطیعوا۔ سنو اور اطاعت کرو۔ جبتک یہ رُوح نہ پیدا ہو جائے۔ جبتک تمام افراد جماعت ایک آواز پر حرکت میں نہ آجائیں۔ جبتک تمام اطاعت کی ایک سطح پر نہ آجائیں ترقی محال ہے۔"

یہ ہے اسلامی نظامِ خلافت کا نقشہ جو مولوی محمد علی صاحب پیش کرتے ہیں۔ اور جس کے متعلق انکی خواہش ہے کہ جو فریق انہیں امیر تسلیم کرتا ہے، اسے اختیار کرے۔ اور جس کے بغیر وہ ترقی محال قرار دیتے ہیں۔

اب صاحبِ تنقید بتائیں کہ اس میں انجمن کی جانشینی اور "رائے عامہ" کی ماتحتی کا کہاں ذکر ہے۔ یہاں تو نظام کی بنیاد ایک ہی بات پر بتائی گئی ہے "سنو اور اطاعت کرو۔" اور امیر کی نافرمانی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور حضورؐ کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بتایا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ امیر لاہور کے لئے تو یہ اصول درست اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے لئے وہی اصول خلافتِ اسلامیہ کے نظام کو توڑنے والا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت کی بے حرمتی کرنے والا ہو!

اس جگہ یہ ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ جماعت احمدیہ میں تفریق کے ظاہر ہونے کے وقت میں انگلستان میں تعلیم پا رہا تھا۔ میں شروع ستمبر ۱۹۱۱ء میں ہندوستان سے روانہ ہوا۔ اور آخر اکتوبر ۱۹۱۴ء میں یہاں واپس آیا۔ میرے انگلستان جانے کے ایک سال بعد خواجہ کمال الدین صاحب بھی انگلستان تشریف لے گئے۔ اور مجھے متواتر خواجہ صاحب کی صحبت میسر آتی رہی۔ ۱۹۱۲-۱۳ء کی سردیوں کا کچھ عرصہ تو خواجہ صاحب اسی مکان میں مقیم بھی رہے۔ جس میں میری رہائش تھی۔ اس دوران میں خواجہ صاحب بعض دفعہ خلافت کا تذکرہ بھی چھیڑ دیتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ خواجہ صاحب نے فرمایا "یارا خلافت دا ای مولوی دے پچھوں رولا ای پینا اے۔ آجاکے محمود اے پر اوہ بچہ اے۔ محمد علی اے اوہ بڑا احساس اے ذرا ذرا جہی گل تے رو پیندا اے۔ تے میں آں میرے وچ ایہہ نقص اے میں سچ گل منہ تے کہ دیناں تے لوگ میرے نال غصے ہو جاندے نیں"
یعنی خلافت کا بھی (حضرت مولوی صاحب) کے بعد تنازعہ ہی ہوگا۔ آخر اس منصب کے اہل ہیں کون؟ محمود ہے لیکن وہ بچہ ہے۔ محمد علی ہے وہ بہت حساس ہے ذرا ذرا سی بات پر رو پڑتا ہے۔ اور میں ہوں۔ لیکن مجھ میں یہ نقص ہے کہ میں سچی بات منہ پر کہہ دیتا ہوں۔ جس سے لوگ مجھ سے خفا ہو جاتے ہیں۔
میں نے کہا ایک خلیفہ موجود ہے۔ اُس کے بعد جسے خدا چاہیگا کھڑا کر دیگا۔ آپ اس فکر میں کیوں پڑتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح رضؓ نے لاہور والی تقریر میں وضاحت فرما دی ہے کہ اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مفتی محمد صادق صاحب ہمارے خلاف تو ہر بات اخبار میں درج کر دیتے ہیں۔ ہمارے حق کی باتیں نہیں لکھتے۔

اس سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۲-۱۳ء میں خواجہ صاحب خلافت کے جاری رہنے کے حق میں تھے۔ البتہ انہیں یہ فکر تھی کہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے بعد خلیفہ کون ہو۔

انہی ایام کا ذکر ہے کہ خواجہ صاحب اور میں ایک دفعہ سینما میں ملکہ الزبتھ کا ڈرامہ دیکھنے کیلئے گئے۔ اس میں ایک منظر یہ تھا کہ ارل آف ایسیکس کو بغاوت کے جرم میں موت کی سزا ملتی ہے۔ ایک لکڑی کے چبوترے پر جلاد کلہاڑی لئے کھڑا ہے۔ ایسیکس کو اس چبوترے پر لٹا دیا گیا۔ اور اس نے اپنا سر لکڑی کے ایک بلاک پر رکھ دیا۔ جونہی جلاد نے تصویر میں کلہاڑی اُٹھائی۔ کہ ایسیکس کا سر قلم کرے تو خواجہ صاحب سخت دہشت زدہ ہو گئے۔ اور نہایت اضطراب کی حالت میں مجھ سے کہنا شروع کیا کہ اٹھو جلدی اُٹھو۔ یہاں سے نکل جائیں۔ چنانچہ میں بھی خواجہ صاحب کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور ان کے پیچھے پیچھے باہر نکل آیا۔ باہر نکل کر خواجہ صاحب نے مکان کا رستہ نہ لیا۔ ایک ایسی سڑک پر سراسیمگی کی حالت میں چلتے گئے۔ جو دریا پار ایک کھلے علاقہ کی طرف جاتی تھی۔ کوئی نصف میل تک جا کر ان کی طبیعت سنبھلی۔ تو انہوں نے مجھ سے

دریافت کیا۔ تم کچھ سمجھے میری پریشانی کی کیا وجہ تھی؟ میں نے کہا مجھے تو یہی خیال ہوتا ہے کہ شاید آپکو سردی سے کچھ تکلیف ہوگئی۔ خواجہ صاحب نے کہا۔ نہیں مجھے سردی سے تو اس ملک میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں تو اس منظر کو دیکھ کر ڈر گیا تھا۔ کیونکہ مجھے اپنا ایک خواب یاد آ گیا تھا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ یہ ان دنوں کا ذکر ہے جب مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے مکانوں میں لاہور ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے اور مولوی محمد علی اور تین چار اور لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے اور ہمسے کہا گیا ہے کہ تم لوگوں نے بغاوت کی ہے۔ تمہیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا جائیگا۔ چنانچہ ہمیں ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا۔ جو چیف کورٹ کے فرسٹ بنچ کے کمرے کی طرح ہے۔ اور اس کے ایک طرف ایک چبوترے پر ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ جسپر بادشاہ بیٹھا ہے۔ میں نے غور سے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ انہوں نے حلم سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ بتاؤ تمہیں کیا سزا دی جائے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اب بادشاہ ہیں جیسے چاہیں تجویز کریں۔ اسپر مولوی صاحب نے کہا اچھا ہم تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد حضرت صاحب کی وفات ہوگئی اور مولوی صاحب خلیفہ ہوگئے۔ پھر دوسری دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ ہم پھر گرفتار کئے گئے ہیں اور مثل سابق ہماری پیشی بادشاہ کے سامنے ہوئی۔ اس دفعہ مولوی صاحب نے فرمایا۔ تم نے دوبارہ بغاوت کی ہے۔ ہم حکم دیتے ہیں کہ تمہارا سر کاٹ ڈالا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں مجھے ایک ایسے ہی چبوترے پر لٹا دیا گیا۔ جیسا اس تصویر میں تھا۔ اور جلاد نے کلہاڑی میری گردن پر چلائی۔ جس سے میں سخت خوفزدہ ہو کر بیدار ہو گیا اور بیدار ہو کر بھی بہت عرصہ اس خواب کی دہشت اور ہیبت مجھ پر طاری رہی۔ اب جو میں نے وہی نظارہ تصویر میں دیکھا۔ تو ویسے ہی میری طبیعت پر خوف طاری ہو گیا اور میں اس کی برداشت نہ کرسکا۔

اختلاف کا علم ہونے پر میں نے خواجہ صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ اگر خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ تو آپنے حضرت خلیفہ اول رضؓ کی بیعت کیوں کی تھی؟ انہوں نے کہا غلطی ہوگئی تھی۔ میں نے کہا پہلی بار کی غلطی کے بعد پھر آپنے دوبارہ یہ غلطی کیوں کی؟ خواجہ صاحب نے کچھ جھنجھلا کر کہا جھک ماری تھی! بعد میں انہوں نے "غلطی" کو بیعتِ توبہ اور "جھک" کو بیعتِ ارشاد سے تعبیر کیا۔

خواجہ صاحب کے ساتھ وقتاً فوقتاً جو گفتگو ان مسائل کے متعلق ہوتی رہی۔ وہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کی وفات پر میرے لئے جماعت کے اختلاف کے معاملہ میں بہت راہنمائی کا موجب ہوئی۔ اور اختلاف کی تفصیل کا علم ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی بیعت کی توفیق مل گئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

⑤ آگے چل کر صاحبِ تنقید لکھتے ہیں کہ "ابھی تک جماعت کا یہ مسلمہ عقیدہ تھا کہ بانیٔ سلسلہ ایک سادہ مسلمان تھے۔ نبی نہ تھے" "میرزا بشیرالدین محمود احمد ہی تھے۔ جو اس خیال کے موجد اور سرپرست تھے۔ کہ بانیٔ سلسلہ صحیح معنوں میں نبی تھے" حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور آپ کے منکرین کی تکفیر کے متعلق بہت لمبی بحثیں پچھلے تیس سال میں ہو چکی ہیں۔ یہ بحثیں اس قدر مفصل ہیں کہ ان کا مختصر سے مختصر خلاصہ بھی ایک ایک جلد چاہتا ہے۔ اس سلئے میں محض اصولی باتوں پر اکتفاء کرونگا۔ نبوت کی بحث کا ایک صورت میں تو بہت جلد فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا بیان اس بارہ میں قطعی تسلیم کر لیا جائے۔ کہ آپ نے جہاں جہاں نبوت سے انکار کیا ہے کن معنوں میں کیا ہے۔ اور جہاں جہاں اپنے تئیں نبی اور رسول کہا ہے۔ کن معنوں میں کہا ہے۔ لیکن یہ صورت اگرچہ بارہا پیش کی گئی۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے موجبِ اطمینان ثابت نہیں ہوئی۔

اس سلسلہ میں سب سے ضروری اور مقدم سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا کیا درجہ تھا۔ نبی خدا تعالیٰ بناتا ہے۔ اور اس بات کا حقیقی علم کہ کسی شخص کو اس نے نبی بنایا ہے۔ اسی کو ہو سکتا ہے۔ اس بارہ میں وہی علم صحیح اور یقینی کہلا سکتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کیا جائے۔

پیغام صلح کی طرف سے تو یہ دعویٰ ہے "جبکہ خدا نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ حضرت صاحب کو صاف اور صریح لفظوں میں غیر نبی کہہ رہا ہے۔ تو پھر ہم کس طرح مان لیں کہ خدا نے آپ کو ایک دفعہ بھی نبی کہا ہے" (پیغام صلح ۲۱ جولائی ۱۹۴۳ء) ادھر مولوی محمد علی صاحب یہ اصول پیش کرتے ہیں:۔ "اصل چیز تو وہ مسلک ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کا قائم کردہ ہے۔ دونوں جماعتوں سے جو جماعت اس مسلک پر قائم ہے۔ وہی حضرت مسیح موعود کی اصل جانشین ہے" (پیغام صلح ۲۸ جولائی ۱۹۴۳ء) یہ اصول نہایت معقول ہے۔ اسی کی بناء پر فیصلہ کر لیا جائے۔ کہ آیا وہ جماعت حضرت مسیح موعود کی اصل جانشین ہے جو حضور کو نبی کہتی ہے۔ یا وہ فریق جو کہتا ہے لست مرسلا۔ وہ جماعت جو کہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے صدہا دفعہ حضور کو نبی اور رسول کہکر خطاب کیا۔ یا وہ فریق جو کہتا ہے۔ خدا نے حضور کو ایک دفعہ بھی نبی نہیں کہا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں "خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ" (ایک غلطی کا ازالہ) "اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا

ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸) "خداتعالیٰ نے اور اس کے پاک رسولؐ نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۴۸) "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خداتعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹ و ۱۵۰) "غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء۔ اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

ان تحریروں سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور کا نام نبی رکھا ہے اور اس امت میں صرف حضور ہی کو اس نام کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔ کوئی اور اس نام کا مستحق نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ یہاں صرف نام اور خطاب کا ذکر ہے۔ حقیقتِ نبوت کا ذکر نہیں۔ گویا حضورؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبی کا نام اور خطاب تو عطاء فرمایا۔ لیکن نبوت کی اصلیت اور حقیقت یعنی وہ صفات اور شرائط جو نبوت کا خاصہ ہیں۔ اور جن سے ایک نبی کی نبوت ثابت اور متحقق ہو سکتی ہے۔ عطاء نہیں فرمائیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گو اللہ تعالیٰ نے اعزازاً حضور کو نبی اور رسول کے نام سے یاد تو فرمایا۔ لیکن حضور کو نبوت کی خصوصیات حاصل نہ تھیں۔ اس لئے حضور در اصل نبی نہ تھے۔

اوّل تو حقیقۃ الوحی کے یہی آخری دو حوالے جن کی بناء پر یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ اس استدلال کو باطل کرتے ہیں۔ پہلے حوالہ سے ظاہر ہے کہ حقیقت تو موجود تھی۔ یعنی لوازماتِ نبوت اور مسیح ابن مریم پر تمام شان میں فضیلت۔ لیکن حضور اس فضیلت کی تاویل فرما لیتے تھے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حضرت مسیحؑ تو نبی تھے۔ اور حضور خود نبی نہیں۔ اس لئے اس فضیلت سے مراد جزئی فضیلت ہی ہوگی۔ لیکن پھر خداتعالیٰ کی وحی بارش کی طرح نازل ہوئی۔ اور حضور کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ کس عقیدہ پر؟ حضور کا عقیدہ اوائل میں یہ تھا۔ (۱) مسیح ابن مریم نبی ہے (۲) میں نبی نہیں ہوں۔ اس لئے جو فضیلت مسیح ابن مریم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری ظاہر ہوتی ہے۔ وہ جزئی فضیلت ہی ہو سکتی ہے۔ اب یہ عقیدہ کہ مسیح ابن مریم نبی ہے۔ یہ تو صراحتاً درست تھا۔ اور حضور ہمیشہ اسپر قائم رہے وہ کونسا عقیدہ تھا جسپر خداتعالیٰ کی وحی نے جو بارش کی طرح نازل ہوئی

حضور کو قائم نہ رہنے دیا؟ یہی کہ مَیں نبی نہیں ہوں۔ خدا تعالیٰ کی وحی نے حضور پر واضح کر دیا کہ حضور کو جو منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا۔ اور جو صفات اور نشانات دیئے گئے تھے۔ اور جو کام حضور کے سپرد کیا گیا تھا۔ وہ نبی ہی کا منصب اور نبی ہی کے نشانات اور نبی ہی کا کام تھا۔ اور جو فضیلت حضور کی مسیحؑ ابن مریم پر ظاہر کی جا رہی تھی۔ اُس کی تاویل کی ضرورت نہ تھی۔ اور اس حقیقت کی وجہ سے صریح طور پر نبی کا خطاب حضور کو دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی۔

دُوسرا حوالہ اس سے بھی واضح ہے۔ نبی کا نام پانے کے لئے حضور کیوں مخصوص کئے گئے اور کیوں پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس نام کے مستحق نہیں؟ اس لئے کہ نبوت کی حقیقت یعنی حصۂ کثیر وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں حضور ہی مخصوص تھے۔ اور یہ حقیقت یعنی کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ جو "اس میں شرط ہے" یعنی نبوت میں شرط ہے ان میں پائی نہیں جاتی۔ گویا حضور فرماتے ہیں۔ کہ نبی کا نام اس امت میں سے صرف مجھے دیا گیا۔ کیونکہ نبوت کی حقیقت (کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ) صرف مجھے عطا کی گئی ہے اور کسی کو عطا نہیں کی گئی۔ کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ شرطِ نبوت ہیں۔ جہاں یہ شرط پائی جائے گی۔ وہاں نبوت موجود ہوگی۔ جہاں یہ شرط نہیں پائی جائے گی۔ وہاں نبوت نہیں۔ اس امت میں یہ شرط صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائی جاتی ہے۔ پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب میں سے کسی میں پائی نہیں جاتی۔

دراصل یہ مغالطہ کہ چونکہ حضور کو صریح طور پر نبی کا خطاب دیا گیا۔ اور نبی کا نام پانے کے لئے اس امت میں سے حضور ہی مخصوص کئے گئے۔ اس لئے حضور کو محض نبی کا خطاب اور نبی کا نام ہی دیا گیا تھا نبوت کی حقیقت حضور کو عطا نہیں کی گئی تھی۔ الفاظ "خطاب" اور "نام" پر خلاف سیاق و سباق زور دینے اور الفاظ کی جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جائیں حقیقت نہ سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ پہلے حوالہ میں فقرہ ہے۔ "اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا"۔ اس میں زور خطاب پر نہیں بلکہ نبی پر ہے۔ مراد یہ نہیں کہ حضور کو نبی کا خطاب دیا گیا۔ یعنی نام دیا گیا۔ اور حقیقت عطا نہیں کی گئی۔ بلکہ سیاق سباق سے ظاہر ہے کہ حضور کو صاف طور پر نبی کا خطاب دیا گیا۔ یعنی حضور کو اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا گیا کہ باوجود حضور کا منصب اور نشانات اور کام نبی کا ہونے کے حضور غیر نبی ہیں۔

اسی طرح دوسرے حوالہ میں یہ جو فقرہ ہے "پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا" اس میں بھی زور نام پر نہیں کہ نبی کا نام پانے کے لئے مَیں مخصوص کیا گیا۔ گو نبوت کی حقیقت تو مجھ میں نہیں پائی جاتی۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ چونکہ کثرتِ وحی اور کثرتِ اُمورِ غیبیہ جو شرطِ نبوت ہے۔ صرف مجھ میں پائی جاتی اور پہلے اولیاء ابدال اور اقطاب میں سے کسی میں پائی نہیں جاتی۔ اس لئے نبی کا نام پانے کے لئے

صرف میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ دُوسرا کوئی نبی کہلانے کا مستحق نہیں۔ چونکہ یہ حقیقت صرف مجھے عطاء ہوئی۔ اِس لئے یہ نام بھی صرف مجھے ہی ملا۔ اور کسی کو یہ حقیقت عطاء نہیں ہوئی۔ اِس لئے یہ نام بھی کسی اور کو نہیں ملا۔

دُوسری وجہ مغالطہ کی یہ ہے کہ اس امر پر غور نہیں کیا جاتا کہ یہ "خطاب" اور "نام" عطاء کرنے والی کونسی ہستی ہے؟ یہ درست ہے کہ اگر کوئی دنیاوی حکومت کسی کو کوئی خطاب یا اعزاز عطاء کرے۔ تو یہ لازم نہیں کہ اُس شخص کے اندر اُس خطاب یا اعزاز کے مطابق صفات اور شرائط بھی پائی جاتی ہوں۔ اور اگر اُس کے اندر وہ صفات اور شرائط موجود نہ ہوں۔ تو حکومت کو یہ قدرت اور طاقت حاصل نہیں کہ ان صفات اور شرائط کو اُس کے اندر پیدا کر دے۔ مثلاً حکومت ایک شخص کو "سردار بہادر" کا خطاب دیتی ہے۔ ضروری نہیں کہ جس شخص کو یہ خطاب دیا جائے۔ وہ اپنی قوم کا سردار بھی ہو اور دل کا بہادر بھی ہو۔ عین ممکن ہے کہ وہ اپنی قوم کا ایک نہایت معمولی فرد ہو اور ایک کمزور اور بُزدل شخص ہو۔ یہ خطاب مل جانے سے وہ اپنے نام کے ساتھ "سردار بہادر" لکھنے کا حقدار تو ہو جائیگا لیکن یہ خطاب نہ حقیقت میں اُسے سردار بنا دیگا نہ بہادر۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی خطاب عطاء کرتا ہے یا کسی نام سے پکارتا ہے۔ تو ضرور ہے کہ اُس خطاب اور نام کے مطابق اُس میں صفات اور شرائط بھی پائی جاتی ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اور اس سے بڑھ کر صادق القول کوئی نہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خطاب عطاء ہونے یا ایک نام پانے سے پیشتر کسی شخص میں اُس خطاب یا نام کے مطابق شرائط اور صفات نہ بھی ہوں تو خطاب کے ملتے ہی یا نام کے پاتے ہی اُس کی شرائط اور صفات بھی اُس کے اندر پیدا ہو جائیں گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دُنیاوی حکومتوں کی طرح عاجز نہیں بلکہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے۔ اور کُنْ فَیَکُوْن اُس کی شان ہے۔ وہ اگر کسی کو کہتا ہے "اے بہادر" تو وہ شخص اگر پہلے بزدل بھی تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یُوں مخاطب کئے جانے پر یقیناً بہادر بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کو قدرت ہے کہ وہ بزدل کو بہادر بنا دے۔ اور جب وہ اُس کو بہادر کہتا ہے تو بہادر بنا بھی دیتا ہے اگر وہ کسی کو کہتا ہے "اے بادشاہ" تو وہ بادشاہی عطاء بھی کر دیتا ہے۔ ورنہ تو یہ (نعوذ باللہ من ذالک) تمسخر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایک بزدل کو بہادر کہے اور وہ بزدل کا بزدل ہی رہے۔ اور ایک مفلس و نادار کو بادشاہ کہے اور وہ مفلس و نادار ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ ایسا کرے۔

اسی طرح جب وہ کسی شخص کو "نبی" کا خطاب دیتا ہے۔ تو نبوت کی شرط اور حقیقت (جس کے بغیر ایک انسان نبی نہیں ہو سکتا) اُس شخص میں موجود ہوتی ہے یا پیدا ہو جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا تھا۔ اِنّي مع الرسُول اقوم۔ تو اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہوسکتی تھی کہ اے میرے رسُول مَیں تیرے ساتھ کھڑا ہوں۔ گو تُو درحقیقت رسُول تو نہیں۔ یا جب اُس نے فرمایا۔ ایّھا النبی اطعموا الجائع والمعتر۔ تو اس سے ہرگز یہ مراد نہیں تھی کہ اے نبی بھوکوں اور سوالیوں کو کھانا کھلاؤ۔ گو تم حقیقت میں نبی تو نہیں ہو۔ بلکہ اس نے تو فرمایا کہ دیکھ مَیں نے تجھے کثرتِ وحی اور کثرتِ امورِ غیبیہ جو شرطِ نبوت ہے عطا کر کے تجھے نبی بنایا ہے۔ اور صریح طور پر نبی اور رسُول کے خطاب سے تجھے سرفراز ا ہے۔ اب تو یقول العدو لست مرسلاً۔ سناخذہ من مارنٍ او خرطوم۔ (دشمن کہتا ہے کہ تُو مرسل نہیں۔ ہم اس کو ناک سے پکڑ لیں گے۔ یعنی دلائل قاطعہ سے اس کا منہ بند کر دینگے) (تذکرہ صفحہ ۳۵۴) ومن اصدق من اللہ قیلاً۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف مقامات پر اپنے تئیں حضرت مسیحؑ سے جزئی طور پر افضل بیان فرمایا تھا۔ چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷ پر فرمایا "اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ مَیں نے اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیحؑ پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہوسکتی ہے" خدا کی وحی میں آپ کو مسیح موعود بتایا گیا۔ نبی کر کے پکارا گیا۔ وہ کام آپ کے سپرد کیا گیا۔ جو حضرت مسیحؑ کے کام سے بڑھ کر تھا۔ اس قدر نشانات دیئے گئے۔ کہ جن کے مقابلہ میں حضرت مسیحؑ کے نشانات کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔ لیکن چونکہ آپ کے ذہن میں نبی کی ایک خاص تعریف تھی۔ اس لئے آپ اپنے تئیں حقیقت میں غیر نبی ہی شمار کرتے رہے۔ اور حضرت مسیحؑ پر اپنی فضیلت کو جزئی فضیلت قرار دیتے رہے۔ جو غیر نبی کو نبی پر بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن پھر خدا تعالیٰ کی وحی جو بارش کی طرح ہوئی۔ اُس نے آپ کو اس عقیدہ پر یعنی یہ کہ حضرت مسیحؑ تو نبی ہیں۔ لیکن مَیں حقیقت میں نبی نہیں ہوں قائم نہ رہنے دیا۔ اور آپ نے تسلیم کر لیا کہ آپ کو حضرت مسیحؑ پر ہر رنگ میں فضیلت ہے۔ چنانچہ فرمایا "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا ہے جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے" (دافع البلاء صفحہ ۱۳) "اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے۔ مگر شان میں ہزارہا درجہ بڑھ کر۔ مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھ کر۔ اور مثیل ابن مریم ابن مریم سے بڑھ کر" (کشتی نوح صفحہ ۱۳) "مَیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کا منکر نہیں۔ گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے" (کشتی نوح صفحہ ۱۶) "مَیں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر کوئی زیادت نہیں دیکھتا۔ یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا۔ ایسا ہی مجھ پر بھی ہوا۔ اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں۔ مَیں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں۔ بلکہ ان سے زیادہ اور یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے۔ جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے۔ یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم" (چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۳) "مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہونے کا کیوں دعویٰ کیا۔ مگر مَیں سچ سچ کہتا

ہوں کو اس نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص عیسٰیؑ سے بڑھ کر بھی ہو سکتا ہے۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ۱۴)

"جو وہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں۔ جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دُنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عطا کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کیلئے ضروری تھیں۔ تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے۔ تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمت اللّٰہ ولا فخر۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

"اور تمام نبیوں کے نام میرے نام رکھے۔ مگر مسیح ابن مریم کے نام سے خاص طور پر مجھے مخصوص کر کے وہ میرے پر رحمت اور عنایت کی گئی۔ جو اس پر نہیں کی گئی۔ تا لوگ سمجھیں کہ فضل خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴) "وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دِل پر اترا تھا۔ وہی میرے دِل پر بھی اُترا ہے۔ مگر اپنی تجلّی میں اُس سے زیادہ۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۴ حاشیہ) "یہ فتویٰ میں بڑا زور اس بات پر دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ سے بڑھ کر بنتے ہیں۔ مگر خدا جانے ان کی عقلوں پر تعصب کے کیسے پردے پڑ گئے ہیں۔ قرآن شریف میں حضرت مسیحؑ کے متعلق یہی لفظ ہیں ومن المقربین۔ یہ تو نہیں فرمایا ھو المقرب۔ مقربان بارگاہ کے ضمن میں ایک حضرت عیسیٰ بھی ہیں۔ حصر کہاں سے نکال لیتے ہیں۔ ترقیات کا دروازہ خدا نے تو بند نہیں کیا۔ اگر یہ دروازہ بند ہو جاتا۔ تو یقیناً دنیا کا بھی خاتمہ ہی ہو جاتا۔" (الحکم ۲۲ اپریل ۱۹۰۶ء) اور نشانات کے متعلق فرمایا:-

"وہ تمام معجزات ایک لاکھ کے قریب ہیں۔ بلکہ غالباً وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔" (چشمۂ معرفت حصہ دوم صفحہ ۳۳)

"خدا نے میرے ہزارہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گذرے ہیں۔ جن کی یہ تائید کی گئی۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۸، ۱۴۹) "اُس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھلائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنھوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے اس قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۶) "میری تائید میں اُس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں جو آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے۔ اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۷) "اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں۔ اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷) "موجودہ زمانے میں خدا نے اتنے کثرت سے زبردست نشانات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ اور ایسے ایسے اسباب مہیا کر دئے ہیں کہ اگر ایک لاکھ نبی بھی ان نشانات سے اپنی

(ایک عیرنبی کا ہے)

نبوت کا ثبوت کرنا چاہے تو کر سکے۔" (الحکم ۱۴ر اپریل ۱۹۰۸ء)

خلاصہ یہ کہ مسیح موعود پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ اور کلی فضیلت یا وغیرہ نبی کو نبی پر ہو نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار حضور کو نبی اور رسول کے نام سے پکارا ہے۔ اور اس قدر معجزات حضور کی تائید میں ظاہر کئے ہیں کہ باستثناء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔ ان نشانات کی تعداد تین لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ نشانات ایسے زبردست اور اس کثرت سے ہیں کہ اگر ایک لاکھ نبی بھی ان نشانات سے اپنی نبوت کا ثبوت کرنا چاہے تو کر سکے۔ باوجود ان تمام امور کے یہ کہا جاتا ہے کہ حضور نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ اور حضور نبی نہیں۔ اور حضور کے الہامات میں جو الفاظ نبی اور رسول کے ہیں۔ ان سے مراد صرف نام ہی نام ہے نبوت کی حقیقت ان سے مراد نہیں۔ گویا جو تائید اللہ تعالیٰ نے حضور کی فرمائی ہے۔ اس سے ایک لاکھ نبی اپنی نبوت تو ثابت کر سکتا ہے۔ لیکن حضور کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔

حضور کے دعویٰ نبوت کے بارے میں ایک امر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حضور نے متعدد مقامات پر اپنی تحریروں اور تقریروں میں دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور مدعیٔ نبوت کے متعلق نہایت سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ پھر کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ حضور کا دعویٰ نبی ہونے کا تھا۔ اور حضور واقع میں نبی تھے۔ اس اعتراض کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضور کا دعویٰ کس قسم کی نبوت کا تھا اور کس قسم کی نبوت کے دعویٰ سے انکار تھا۔ اس مسئلہ کی پوری تشریح آپ نے اپنے اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرمائی ہے جس کے مطالعہ کے بعد اس مسئلہ کے متعلق کسی قسم کا تردد اور اشتباہ باقی نہیں رہتا۔ اس اشتہار کے شائع کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کے متعلق حضور فرماتے ہیں "چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔" اس کے بعد حضور اس اشتہار میں تشریح فرماتے ہیں کہ کس قسم کی نبوت کا دعویٰ حضور کو ہے۔ اور کس قسم کی نبوت کا دعویٰ نہیں۔ اس مرحلہ پر یہ تو بالکل واضح ہے کہ مطلق یوں کہنا کہ حضور نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے صحیح نہیں ہے۔ اب کوئی لاکھ توجیہہ اور تاویل لفظ نبی اور رسول کی کرے۔ لیکن اگر وہ مطلق اور محض یہ کہے کہ حضور نبی اور رسول نہیں۔ تو حضور کا فرمان یہ ہے کہ ایسا شخص صحیح نہیں کہتا۔ پھر حضور فرماتے ہیں "اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ . . . . علیہ الصلوٰۃ والسلام" اب دیکھنا یہ ہے کہ اس فقرہ سے "ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں۔ جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔" حضور کی

کیا مراد ہے۔ سو یہ مُراد حضور کے ان بیانوں سے واضح ہو جاتی ہے۔ "نبوت[۱] کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ اور یہ نوبت کا لقب عنایت کیا جائے۔" "اور میں بیت[۲] اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں... محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔"

اب اگر کوئی شخص کوئی حوالہ حضور کی تحریرات یا تقریرات سے پیش کرے۔ کہ یہاں حضور نے نبوت اور رسالت سے انکار کیا ہے۔ تو ہم اس کا یہی جواب دیں گے۔ کہ اس انکار سے مراد صرف اس قدر ہے کہ حضورؑ کوئی شریعت نہیں لائے اور اپنی ذات میں مستقل نبی نہیں یعنی یہ مقام حضور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ہی اور آنحضرت صلعم کے ظل کے طور پر عطاء ہوا ہے۔ اور حضور کا اپنا نفس درمیان میں نہیں۔ اور اگر کوئی مخالف یہ امر پیش کرے کہ دیکھو یہاں حضور نے دعویٰ نبوت اور رسالت کیا ہے اور اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ تو ہم اس کا بھی وہی جواب دینگے جو حضور نے یہاں فرما دیا ہے کہ نبوت کی یہ چادر نبوتِ محمدی ہی کی چادر ہے جو ظلی طور پر آپکو پہنائی گئی اور یہ نام آپ کو بحیثیت فنافی الرسول دیا گیا جس سے خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہیں آتا۔

"ایک غلطی کا ازالہ" تحریر فرمانے کے بعد حضور اپنی نبوت اور رسالت کی ہمیشہ یہی تشریح فرماتے رہے۔ البتہ جہاں اس خدشے کا ازالہ کرنا ہوتا تھا کہ آپ نے تشریعی نبوت یا براہ راست یعنی مستقل نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو آپ اس پہلو پر زور دیتے تھے کہ ایسا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ اور ایسا دعویٰ تو مستلزم کفر ہے اور اسلام سے خارج کرتا ہے۔ اور جہاں اس خیال کا رد مقصود ہوتا تھا۔ کہ آپ نے کسی قسم کی نبوت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہی نہیں۔ وہاں آپ اپنے نبی اور رسول ہونے کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ لیکن اوّل قسم کے مواقع پر ساتھ ہی واضح فرما دیتے تھے کہ میں ان معنوں میں نبی اور رسول ضرور ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے کثرتِ وحی اور کثرتِ اُمورِ غیبیہ عطاء کئے گئے ہیں۔ اور دُوسری قسم کے مواقع پر تنبیہ فرما دیتے تھے۔ کہ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ اور قرآن کریم سے ایک ذرہ بھر دُوری بھی موجبِ کفر سمجھتا ہوں۔ اور مجھے نبوت براہِ راست نہیں ملی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور آنحضرتؐ کے کامل اتباع میں یہ مقام عطاء ہوا ہے۔

جو جو اصطلاحات بھی حضور نے استعمال فرمائی ہیں وہ اسی مفہوم کی وضاحت کے لئے استعمال فرمائی ہیں۔ لیکن یہ جائز نہیں کہ ہم ان اصطلاحات سے ایسا کوئی مفہوم مراد لے لیں جو حضور کا منشاء نہیں تھا۔ حضور کی نبوت بیشک ظلّی، بروزی، بطور انعکاس اور استعارہ کے تھی۔ اور حضور ان معنوں میں مستقل یا حقیقی نبی نہیں تھے۔ کہ حضور کو یہ مقام اور مرتبہ براہِ راست عطاء ہوا۔ بلکہ یہ سب کچھ حضور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے اور آنحضرت کے بروز کے طور پر پایا۔ لیکن اس سے ہرگز ہرگز یہ مُراد نہیں لی جا سکتی کہ حضور کی نبوت عارضی تھی یا غیر حقیقی بمعنی جعلی یا فرضی یا نقلی تھی۔ کہ جس کے اندر نبوت کی حقیقت یا شرائط یا لوازم نہ پائے جاتے ہوں۔ نبی تشریعی بھی ہوتے ہیں اور غیر تشریعی بھی۔ حضور غیر تشریعی نبی تھے۔ سابق انبیاء کو نبوت براہِ راست یعنی مستقل طور پر اور حقیقی طور پر عطاء ہوتی تھی۔ خواہ وہ

سا[۱] مکمل عبارت صفحہ ۱۱۲ پر حوالہ ۲ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ ۲[۲] مکمل عبارت صفحہ ۱۱۱ پر حوالہ ۳ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں

نبوت تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ حضور کو یہ مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور کامل اتباع سے اور آنحضرت کے بروز کے طور پہ ملا۔ یعنی نبوت کی اقسام میں سے حضور کی نبوت غیر تشریعی تھی اور نبوت کے عطاء ہونے کے طریق کے لحاظ سے مستقل اور حقیقی نہیں تھی۔ لیکن جو علاوہ نبوت ہی تھی۔ یعنی کثرتِ وحی اور کثرتِ اُمورِ غیبیہ جس کے ساتھ لاکھوں زبردست تائیدی نشان تھے" کہ اگر ایک لاکھ نبی بھی ان نشانات سے اپنی نبوت کا ثبوت کرنا چاہے تو کر سکے"۔ ایسی نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں۔ حضور نے فرمایا "اس کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحبِ شریعت نہیں آئیگا۔ اور یہ کہ کوئی ایسا نبی آپ کے بعد نہیں آسکتا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو۔ رئیس المتصوفین حضرت ابن عربی کہتے ہیں کہ نبوت کا بند ہو جانا اور اسلام کا مر جانا ایک ہی بات ہے"۔ "خدا جس طرح سے پہلے تمام انبیاء کے ساتھ بولتا تھا اور کلام کرتا تھا۔ اسی طرح اب بھی بولتا ہے چنانچہ ہم خود اس ثبوت کے واسطے موجود ہیں"۔ (الحکم ۱۰ رمئی ۱۹۰۸ء) اور ایک وقت تک یہی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب کا بھی تھا۔ ریویو اُردو جلد ۵ میں مولوی صاحب نے لکھا "یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی خواہ وہ پرانا نبی ہو یا نیا۔ آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا جس کو نبوت بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا تعالےٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپ کے متبعینِ کامل کے لئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاقِ کاملہ سے ہی نور حاصل کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ گویا اُسی وجودِ مطہر اور مقدس کے عکس ہیں"۔ ہمارا تو اب بھی یہی عقیدہ ہے۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقاء بشمولیت صاحبِ تنقید بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں؟

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بار بار اپنے تئیں منہاجِ نبوت پر پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ مجھے اس کے مطابق پرکھ لو۔ اگر آپ کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا۔ تو بار بار آپ یہ معیار کیوں پیش فرماتے رہے؟

سالانہ جلسہ ۱۹۰۷ء کی تقریر میں حضور نے فرمایا "جب کبھی خدا تعالےٰ کسی کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا ہے۔ تو جو اس کی مخالفت کرتا ہے۔ ضرور ہلاک ہو جاتا ہے"۔ "یاد رکھو خدا اگرچہ سزا دینے میں دھیما ہے۔ مگر جو لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے اور بجائے اسکے کہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خدا تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اُلٹے خدا تعالیٰ کے رسول کو ستاتے اور دُکھ دیتے ہیں۔ وہ آخر پکڑے جاتے ہیں اور ضرور پکڑے جاتے ہیں"۔ (الحکم ۱۷ر جنوری ۱۹۰۸ء)

۳۱ر مارچ ۱۹۰۸ء کو "پیر عبد اللہ شاہ صاحب ساکن پنڈ صاحب خان ضلع اٹک جو کہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ایک معزز خلیفہ ہیں اور ان کو پیر صاحب موصوف کی طرف سے بیعت لینے کی بھی اجازت ہے دو تین دن سے قادیان میں تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے آج حضرت اقدس کی خدمت میں نہایت ادب سے اور

حق جوئی اور اطمینان قلب کی خاطر یوں عرض کی کہ خدا کے بندوں کے ساتھ خدا کے نشان ہوتے ہیں۔ اور آپکو بھی اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں مامور و مرسل بنا کر دنیا میں بھیجا ہے اور آپکے ہزاروں نشان ظاہر ہو چکے ہیں۔ مگر چونکہ میں ایک بہت دور دراز ملک کا رہنے والا ہوں۔ اور ہم نے آپکے ان نشانات سے کوئی حصہ نہیں لیا جس طرح آپکی موجودہ جماعت کے لوگوں نے آپکے نشانات کو دیکھا ہے۔ لہذا میری عرض یہ ہے کہ کوئی نشان دکھایا جاوے جو کہ ہمارے اطمینان قلب اور ترقی ایمان کا باعث ہو" اس کے جواب میں حضور نے ایک بسیط تقریر فرمائی۔ جس کے دوران میں فرمایا " پھر جو نشانات خدا تعالیٰ نے خود اپنی مرضی اور خوشی سے مجھے دیئے ہیں ان سے تسلی تشفی نہ پاکر اپنی تسلی تشفی کے واسطے خاص نشانات طلب کرنا تو نہ قرآن میں ثابت ہے اور نہ کسی پہلے نبی کی زندگی میں ملتا ہے۔ پس ہم سے کیوں منہاجِ نبوت سے باہر سوال کیا جاتا ہے" (الحکم ۲ر اپریل ۱۹۰۸ء)

۷ر اپریل ۱۹۰۸ء کو ایک امریکن میاں بیوی حضور کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے اور دورانِ ملاقات میں انہوں نے سوال کیا کہ آپ نے ڈوئی کو کس بنا پر چیلنج دیا تھا۔ حضور نے فرمایا۔ چونکہ " یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک ہی وقت میں ایک ہی خدا کی طرف سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد اور مخالف راہوں پر چلنے والے ۲ دو رسول موجود ہوں۔ پس چونکہ اس طرح سے دنیا میں فساد پیدا ہوتا اور حق و باطل میں امتیاز اٹھ جاتا ہے ہم نے اُسے صادق اور کاذب کے فیصلہ کرنے کے واسطے چیلنج دیا" پھر سوال کیا گیا۔ بائیبل میں لکھا ہے کہ آخر زمانہ میں جھوٹے نبی آئیں گے۔ تو پھر آپکے دعویٰ کی سچائی کی کیا دلیل ہے۔ حضور نے فرمایا " بائیبل میں جہاں یہ لکھا ہے کہ جھوٹے نبی آئیں گے۔ وہاں سچے نبی کے آنے کی نفی تو نہیں کی گئی۔ یہ تو نہیں کہا کہ سچا نہیں آئے گا۔ بلکہ جھوٹے نبیوں کا آنا خود بخود اس امر کی صراحت کرتا ہے کہ ان میں سچا بھی ہوگا" اپنے دعویٰ کی سچائی کی دلیل کے متعلق فرمایا " میں کوئی نیا نبی نہیں۔ مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آ چکے ہیں۔ توریت میں جن انبیاء کا ذکر ہے۔ اور آپ اُن کو سچا مانتے ہیں۔ جو دلائل ان کی صداقت کے اور ان کو نبی اور خدا کا فرستادہ یقین کرنے کے ہیں۔ وہ آپ پیش کریں۔ انہی دلائل سے میری صداقت کا ثبوت مل جائے گا۔ جن دلائل سے کوئی سچا نبی مانا جا سکتا ہے وہی دلائل میرے صادق ہونے کے ہیں۔ میں بھی منہاجِ نبوت پر آیا ہوں" (الحکم ۱۰ر اپریل ۱۹۰۸ء)

پھر ۱۱ر اپریل ۱۹۰۸ء کو فرمایا " اگر ہم منہاج نبوت سے باہر کوئی امر پیش کرتے ہوں اور کوئی نئی بات اپنی طرف سے پیش کرتے۔ تو اعتراض کا موقعہ بھی تھا" " پس جس شخص نے نہ کبھی صحبت میں رہ کر ہماری باتوں کو سنا ہو اور نہ خود منہاج نبوت کے ثبوت پر پرکھنے کی عقل ہو وہ کیسے ہدایت پا سکتا ہے" (الحکم ۱۴ر اپریل ۱۹۰۸ء)

یکم مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور فرمایا " رہا یہ کہ ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت کیا ہے۔ سو یاد رکھو کہ ہماری صداقت کا ثبوت وہی ہے جو ہمیشہ سے انبیاء اور ماموروں کا ہوتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا جو

ثبوت کوئی شخص پیش کر سکتا ہے۔ اسی دلیل سے ہم اپنے دعویٰ کا صدق ظاہر کر سکتے ہیں۔" "مَیں کوئی نئی بات نہیں لایا۔ اور نہ ہی مَیں نے کوئی نئی شریعت قائم کی ہے۔ مَیں اُسی شریعت کی خدمت اور تجدید کے واسطے آیا ہوں جو آنحضرتؐ لائے تھے۔ اور میری سچائی دعویٰ کے لئے بھی منہاج نبوت پر ہی نشان موجود ہیں۔" "دیکھو بعض انبیاء صرف ایک ہی معجزہ سے صادق قبول کر لیئے گئے۔ مگر یہاں تو ہزاروں نشان موجود ہیں۔" "پس اسوقت ہمارے ساتھ بھی خدائی شہادت موجود ہے۔ کوئی بھی اعتراض جو منہاج نبوت پر قرآن اور حدیث کے رُو سے کیا جاوے۔ ہم اس کا جواب دینے کو ہر وقت تیار ہیں۔ ایک مدعی سے یہی ہوتا ہے کہ اس کے صدقِ دعویٰ کا ثبوت مانگا جاتا ہے۔ سو ہم اس امتحان کیلئے ہر وقت تیار ہیں بشرطیکہ منہاجِ نبوت پر ہو۔" (الحکم ۶-۱۰ رمئی ۱۹۰۸ء)

۱۲ رمئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور فرمایا۔ "پھر یہی نہیں کہ ہمارا صرف زبانی دعویٰ ہو۔ بلکہ اس نے ساتھ ساتھ اپنے ہزاروں زبردست نشان بھی دیئے۔ منہاجِ نبوت پر بھیجا۔ مگر لوگوں نے پرواہ نہ کی۔" "خدا سے آنے والے لاریب غربت کے لباس میں ہوتے ہیں۔ لوگ ان کو حقارت اور تمسخر سے دیکھتے ہیں۔ ہنسی ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یاحسرة علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزءون۔ اللہ تعالیٰ سچا ہے۔ وہ جھوٹ نہیں کہتا۔ وہ فرماتا ہے کہ آدم سے لیکر آخر تک جتنے بھی نبی آئے ہیں۔ ان تمام سے ہنسی ٹھٹھا کیا گیا۔" "یقین جانو کہ اگر مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور جھوٹا ہوں تو پھر تمام انبیاء میں سے کسی کی نبوت کو کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔" (الحکم ۱۴ رمئی ۱۹۰۸ء)

۱۴ رمئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور فرمایا۔ "یاحسرة علی العباد ما یأتیھم من رسولٍ الا کانوا بہ یستھزءون۔ کوئی بھی ایسا سچا نبی نہیں آیا کہ آتے ہی اسکی عزت کی گئی ہو۔ ہم کیونکر سنت اللہ سے باہر ہو سکتے ہیں۔" (الحکم ۱۸ رمئی ۱۹۰۸ء)

مسٹر محمد علی جعفری ایم۔ اے کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "غرض یہ سنتِ قدیمہ ہے کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔" "مَیں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں۔ جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔" "ما ارسل اللہ رسولاً الا اخزیٰ بہ قوماً لا یؤمنون۔ یاد رکھو کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نبی یا رسول نہیں گذرا جس کے منکروں کو خدا تعالیٰ نے ذلت اور رسوائی کا عذاب نہ دیا ہو۔ یہ ضروری اور لازمی ہوتا ہے۔ رسول کی حجت پوری کر دینے کے بعد منکر قوم کو حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کیواسطے عذاب دیا جاوے۔" "یہ بات ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ اور اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے عملی طور پر ایک سلسلہ نبوت قائم کرکے دکھا دیا ہے۔" "یاد رکھو کہ اگر مَیں جھوٹا ہوں تو پھر اسلام بھی جھوٹا ہے۔ اور اگر اسلام بھی دوسروں کی طرح ایک مُردہ مذہب ہے تو پھر اسلام میں کیا بڑائی ہے اور اس کی کیا خصوصیت۔" (الحکم ۱۸ رجون ۱۹۰۸ء)

غرض بیسیوں حوالے ایسے ہیں جہاں حضور نے اپنے تئیں منہاج نبوت پر پیش کیا اور انبیاء کے متعلق سُنّت اللہ

کو اپنے پر چسپاں کیا اور فرمایا کہ جس دلیل سے کسی اور نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ اُسی دلیل سے ہم اپنا دعویٰ ثابت کر سکتے ہیں۔ اب اگر حضور کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا۔ تو منہاجِ نبوت اور انبیاء کے متعلق سُنّت اللہ اور انبیاء کے تائیدی دلائل اور نشانات پر آپکا حصر کیا معنی رکھتا تھا؟ بیشک اپنے دعویٰ نبوت کے متعلق حضورؑ "ایک غلطی کا ازالہ" کے بعد متواتر وہی تشریح فرماتے رہے۔ جو اس اشتہار میں فرمائی ہے۔ یعنی یہ کہ مَیں نبی اور رسول ہوں۔ لیکن بغیر کسی نئی شریعت کے، اور مجھے یہ مرتبہ براہِ راست نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور کامل اتباع سے بطور ظل اور بروز کے ملا ہے۔ اور اس کی اصلیت کثرتِ وحی اور کثرتِ اُمورِ غیبیہ ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہو اور اس طرح پر وُہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپکا وارث ہو۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوُا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو۔ اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے۔ لیکن اس طرح منقطع نہیں کہ وہ نبوت چراغ نبوتِ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو" (ریویو بر مباحثہ چکڑالوی صفحہ ۶، ۷)

"اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔ اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔ مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔ پس اس بناء پر مَیں اُمتی بھی ہوں اور نبی بھی۔ اور میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے۔ اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوتِ محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵) "یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرفِ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو پس ایک اُمتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ اُمتی اپنے اُسی نبیؐ متبوع سے فیض پانے والا ہو" "اور اگر نبی کے یہ معنے ہیں کہ اس پر شریعت نازل ہو۔ یعنی وہ نئی شریعت لانے والا ہو۔ تو یہ معنے حضرت عیسٰی پر بھی صادق نہیں آئیں گے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹)

"تمام نبوتیں اسپر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں۔ یعنی وہ نبوت جو اسکی کامل پیروی سے ملتی ہے۔ اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے۔ وہ ختم نہیں۔ کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے۔ یعنی اسی کا ظل ہے۔ اور اسی کے ذریعہ سے ہے۔ اور اسی کا مظہر ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴)

۱۷ مئی ۱۹۰۸ء بمقام لاہور معزز رؤسا کو مخاطب کرتے ہوئے آپنے فرمایا "یہ بھی مجھ پر الزام لگایا جاتا ہے کہ مَیں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور کہ مَیں نے نیا دین بنالیا ہے۔ یا مَیں کسی الگ قبلہ کی فکر میں ہوں۔ نماز مَیں نے الگ بنائی

ہے یا قرآن کو منسوخ کر کے الگ قرآن بنالیا ہے۔ سو اس تہمت کے جواب میں میں بجز اسکے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کہوں اور کیا کہوں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفاء نہیں کر سکتا۔ کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف عطا کیا گیا ہے۔ اور خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور کثرت سے ہوتا ہے۔ اسی کا نام نبوت ہے۔ مگر حقیقی نبوت نہیں" "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر کوئی دعویٰ نہیں کرتا۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ رض کا یہ قول کہ قولوا خاتم النبیین ولکن لا تقولوا لا نبی بعدہ اس امر کی صراحت کرتا ہے۔ نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے" (الحکم ۱۴ر جولائی ۱۹۰۸ء)

حضورؑ کی تقریر کے اس حصہ سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ گویا حضورؑ نے دعویٰ نبوت سے انکار کیا ہے اور اس قسم کی خبر اخبار عام کے پرچہ ۲۳ر مئی میں درج کی گئی۔ اب اگر یہ صحیح ہے۔ جیسا مولوی محمد علی صاحب اور انکے رفقاء کیطرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ حضور کا دعویٰ نبوت کا ہرگز نہیں تھا۔ تو اس خبر سے حضور کو اطمینان ہونا چاہیئے تھا کہ ایک غلط فہمی حضور کے متعلق لوگوں کے دلوں سے رفع ہو گئی۔ لیکن حضور نے اس خبر کو دیکھتے ہی اخبار عام کے ایڈیٹر صاحب کو ایک خط لکھا۔ جس میں تحریر فرمایا۔ "پرچہ ۱ اخبار عام ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا میں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا ۔۔۔۔ اس زمانہ میں کثرتِ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرتِ اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطاء کی گئی ہے"

یہ خط ۲۳ر مئی ۱۹۰۸ء کو یعنی حضور کے وصال سے صرف تین دن قبل لکھا گیا۔ اور حضور کی قلم سے دعوئ نبوت کی آخری تشریح ہے۔ اور اس میں دعوئ نبوت کا اثبات ہے۔ اس دعویٰ سے انکار نہیں۔ اور دعوئ نبوت کی وہی تشریح حضور نے فرمائی ہے جو "ایک غلطی کا ازالہ" میں فرمائی تھی۔ "ایک غلطی کا ازالہ" میں حضور نے فرمایا تھا کہ حضور کے دعویٰ نبوت اور رسالت کے متعلق محض انکار کے الفاظ میں جواب دینا صحیح نہیں۔ حضور اسکے متعلق ایسا جواب بھی پسند نہیں فرماتے تھے جس سے سننے والے کی طبیعت پر یہ اثر رہ جائے۔ کہ حضور نے کسی قسم کی نبوت یا رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اوائل ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے کہ مکرمی جناب خان ذوالفقار علی خان صاحب نے جو اُن دنوں رخصت پر قادیان تشریف لائے ہوئے تھے حضور اقدسؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ نواب صاحب رامپور نے جو شیعہ ہیں حضور کے بارے میں چند سوالات کئے جن کے یوں جواب دیئے گئے۔ منجملہ ان سوالات کے ایک یہ تھا کہ آیا حضورؑ رسالت کے مدعی ہیں۔ خانصاحب نے جواب دیا کہ حضور کا ایک شعر ہے "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔ ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم" اس کے متعلق حضورؑ نے فرمایا "اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحبِ کتاب ہے

دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں اُن کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور کسی قسم کا خوف کرنا اہلِ حق کا قاعدہ نہیں۔ .... امرِ حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفاء نہ رکھنا چاہیئے۔" (الحکم ۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

یہ ایک نہایت ہی واضح حوالہ ہے۔ جس میں من یلستم رسول دنیا والے امام کتاب کی تشریح بھی آجاتی ہے حضورؑ کے دعویٰ نبوت کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔ یہ بھی طے ہو جاتا ہے کہ ایسے سوال کے جواب میں کیا کہنا حق کا اخفاء ہے اور کیا کہنا لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق بنا دیتا ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اس سلسلہ کے جید ترین علماء میں سے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے آپ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں وفات پا گئے۔ آپکی شان میں حضور اقدس نے فرمایا ہے:۔

مظہرِ اسرارِ حق شد عارفِ رازِ قدیم ÷ زیں عجب تر آنکہ او در صحبتم در چند روز
ہرچہ ماگفتیم داخل شد دراں طبعِ فہیم ÷ گوہرش چوں آب و تابے داشت از فہم رسا

اس مظہرِ اسرارِ حق، عارفِ رازِ قدیم نے جس کی طبع فہیم حضور کی ہر بات کو جذب کر لیتی تھی حضور کے دعویٰ کو کیا سمجھا اور حضور کے منصب اور مرتبہ کا کیا اندازہ کیا؟ آپ فرماتے ہیں:"تیرہ سو برس کے اندر کسی کو یہ موقعہ نہ ملا۔ کہ کوئی شخص منبر پر کھڑا ہوا پڑھ رہا ہو۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم اور خدا کا مرسل و مامور اس کے سامنے موجود ہو۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ یہ مبارک دور ہمیں ملا۔ خدا کا مرسل ہم میں ہے اور ہم اُسی ذوق سے پڑھتے ہیں۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤفٌ رحیم۔ جنہوں نے اس کو قبول کیا ہے اور خدا کے فضل سے مانا ہے وہ اس کی اطاعت کر کے دیکھیں کہ یہ ان پر کس قدر مہربان اور رحیم ہے۔" (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء) "اس وحی میں اتنا بڑا دعویٰ ہے۔ کہ خدا شناس خدا ترس کی گردن جھک جاتی ہے۔ اس میں اپنے تئیں خدا کا رسول اور اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے والا کہا ہے۔" (الحکم ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء) "حضرت نبی اللہ مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعوئے برحق سے کہ مَیں حسینؓ اور عیسیٰؑ سے بڑھ کر ہوں۔ مخلوق پرست غالیوں کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔ حالانکہ کسقدر صاف بات تھی کہ جو تمام انبیاء کا موعود اور خاتم النبیینؐ کے منہ سے جری اللہ اور نبی اور مرسل اور حَکَم پکارا گیا ہو۔ اس سے حسینؓ کو یا دُوسروں کو کیا نسبت ہے؟" (دیباچہ خلافتِ راشدہ صفحہ ۲۳)

"اگرچہ مَیں آپ کی اس تحریر سے پہلے بھی علیٰ وجہ البصیرۃ آپ کو سچا پیغمبر اور مرسل مانتا ہوں۔ لیکن اس تحریر کو پڑھ کر ایک حالتِ وجد مجھ پر تھی۔ اور مَیں سرور سے بھرا ہوا تھا۔ کہ کس قدر بصیرت اور شعور اس کو اپنی سچائی پر ہے۔" (الحکم ۱۰ مئی ۱۹۰۳ء) "اس سلسلہ کا دعویٰ ہے کہ اس کا قدم منہاجِ نبوت پر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس کی راہ میں وہی امور پیش آئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے۔" (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء) "مَیں آج پکار کر کہتا ہوں۔ انما المومنون اخوۃ۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ تم یاد رکھو۔ کہ یہ

آیت گویا اس وقت پھر اتر رہی ہے۔ خدا کا برگزیدہ رسول تم میں موجود ہے۔ اس کے بعد تم میں باہم کوئی عداوت اور کینہ نہ ہو۔" (الحکم ۲۴ر جون ۱۹۰۳ء)

اب بھی اگر صاحبِ تنقید اسی بات پر مصر ہیں کہ حضور کی نبوت اور رسالت کا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ایجاد کردہ ہے۔ تو یہ ضد لا علاج ہے اگر ایک شخص عمداً اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیتا ہے اور کانوں میں رُوئی ٹھونس لیتا ہے تو اُسے دکھانے اور سُنانے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ مثلاً پیغام صلح ۱۸ر اکتوبر ۱۹۴۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے بارہ میں یوں خامہ فرسائی کی گئی ہے "نفی نبوت مسیح موعود کے متعلق تو قرآن، حدیث اور خود حضرت مسیح موعود کی ساری تحریریں کافی طور پر شاہد ہیں۔ کہ حضرت نہ نبی ہیں نہ رسول ہیں نہ پیغمبر ہیں اور قرآن کا ایک ایک حرف اور ایک ایک آیت کہہ رہی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایک بھی سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ حضرت میں ایک ذریعہ حصول نبوت کا ہی فرق نہیں بلکہ نبی اور رسول کے جس قدر لوازم اور شرائط اور خصوصیات اور ماہیت اور حقیقت ہے ان میں سے ایک بات بھی حضرت میں نہیں پائی جاتی۔ نہ حضرت نبوت کے دعویدار ہیں اور نہ آپ نبوت حاصل کرنے والوں کے زمرہ میں شامل ہیں۔ محض غیر نبی ہیں۔" بلکہ پیغام صلح ۴ر اگست ۱۹۴۳ء میں تو یہانتک کہا گیا۔ "ہم تو حضرت پر نبی کا لفظ ہی بولنا گناہ سمجھتے ہیں۔" اگر یہ درست ہے تو بتائیے آپ ان اصحاب کے حق میں کیا فرماتے ہیں جو ذیل کی تحریرات اور اعلانات کے ذمہ وار ہیں۔ توجہ سے پڑھیں اور لومۃ لائم کے خوف سے نڈر ہو کر اظہار رائے کریں۔ کیا یہ لوگ جوانکے دلوں میں تھا۔ اُس کی صحیح کیفیت بیان کر رہے تھے یا کسی قسم کا فریب یا دھوکہ اس میں تھا۔ اور اگر یہ سب کچھ سچ اور اخلاص پر مبنی تھا۔ تو کیا آج بھی ان کے رفقاء کے یہی عقائد ہیں یا ان عقائد کو وہ ترک کر چکے ہیں۔

۱۹۰۳ء میں مولوی کرم دین نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس بناء پر ازالہ حیثیت عرفی کا استغاثہ دائر کیا کہ حضور نے اسکے متعلق اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں بعض الفاظ ایسے فرمائے ہیں جن سے اسکی ہتک مقصود ہے۔ اس مقدمہ کے دوران میں حضور نے اپنے عقائد کی ایک فہرست داخل عدالت کی۔ جس پر حضورؑ کے اور خواجہ کمال الدین صاحب کے بطور حضور کے وکیل کے دستخط ہیں۔ اس فہرست میں ۵ پر یہ درج ہے "میں میرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود اور امام زمان اور مجددِ وقت اور ظلّی طور پر رسول اور نبی اللہ ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔" اگر حضور ایک "سادہ مسلمان"، "محض غیر نبی" تھے۔ تو حضور نے یہاں اپنے متعلق "ظلّی طور پر رسول اور نبی اللہ" کیوں فرمایا۔ ایک "محض غیر نبی" کو کسی قسم کی نبوت اور رسالت کے ذکر کی ضرورت ہی کیا تھی خصوصاً جب اس سے مخالفین میں جوش بڑھتا تھا اور دوست اور دشمن میں غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ تھا؟ پھر خواجہ صاحب نے اس کی تصدیق کیوں کی؟ کیوں حضورؑ کو

مشورہ نہیں دیا کہ حضور جب "محض غیر نبی" ہیں تو حضور کو اپنی نسبت "رسول" اور "نبی اللہ" کے الفاظ کسی رنگ میں بھی استعمال نہیں فرمانے چاہئیں۔ لیکن خواجہ صاحب جانتے تھے کہ ایسے مشورہ کو حضور اخفائے حق قرار دے کر رد کر دینگے اسلئے انہوں نے نہ صرف یہ مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ خود ان عقائد کی تصدیق کی۔

آج کہا جاتا ہے "حضرت کی اس مجازی استعارہ۔ لغوی وظلی نبوت کو نبوت کی بجائے غیر نبوت بھی کہنا لازم اور ضروری ہے" "نہ ظلی اور مجازی اور امتی نبی کو کوئی نبی کہتا ہے" (پیغام صلح ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۲ء) گویا یہ نبوت ہی دراصل غیر نبوت ہے اس میں نبوت کی کوئی صفت ہی نہیں۔ اور ایسے نبی کو کوئی نبی کہہ ہی نہیں سکتا! لیکن اس بیان میں ۱۴ پر درج ہے "مسیح موعود میں خدا نے تمام انبیاء کی صفات اور فضائل جمع کر دیے ہیں"۔ اور ۱۴۱ پر درج ہے "مسیح محمدی اسرائیلی مسیح سے افضل ہے"۔ اور یہ سب عقائد خواجہ صاحب کے مصدقہ ہیں۔ پھر خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے دستخطوں سے ایک تحریری بیان اس مقدمہ میں داخل کیا گیا۔ جس میں ایک دلیل یہ پیش کی گئی۔ کہ چونکہ حضور مدعی نبوت ہیں اور کرم دین حضور کا منکر ہے اسلئے حضور کرم دین کو کذاب لکھنے میں حق پر تھے! اور یہ امر شہادت میں ثابت بھی کیا گیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کا بیان بطور گواہ اس امر کے متعلق یہ ہے "مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے۔ اس کے مرید اس کو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں"۔ اور جرح میں بیان کیا "مرزا صاحب دعویٰ نبوت کا اپنی تصانیف میں کرتے ہیں۔ یہ دعویٰ نبوت اس قسم کا ہے کہ میں نبی ہوں لیکن کوئی نئی شریعت نہیں لایا۔ ایسے مدعی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے"۔

کرم دین کا استغاثہ تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے کذاب کہا ہے۔ اس کا جواب خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے یہ تھا کہ چونکہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں اور کرم دین آپکا منکر ہے۔ اسلئے قرآن شریف کی رو سے کرم دین کذاب ہے اور مرزا صاحب کرم دین کو کذاب لکھنے میں حق پر ہیں۔ اس سے بالبداہت ثابت ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک (۱) حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت تھے، (۲) حضور اس دعویٰ میں سچے تھے (۳) یہ دعویٰ قرآن شریف کی رو سے نبوت کا دعویٰ تھا (۴) ایسے نبی کا مکذب قرآن شریف کی رو سے کذاب ہے۔ میں یہاں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ قرآن شریف کی رو سے تو ایک نبی کا مکذب اور منکر کافر ہی ہے۔ اور اس لحاظ سے بیشک کذاب بھی ہے۔ اور قرآن شریف نے اس پہلو سے مختلف انبیاء میں کوئی فرق نہیں کیا۔ البتہ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ جرح کے جس فقرہ کا حوالہ اوپر دیا گیا ہے اس میں ایسے مدعی سے مراد "اس قسم کی نبوت کا مدعی" مراد نہیں۔ بلکہ "مدعی نبوت" مراد ہے۔ کیونکہ اول تو بیان کے شروع میں مولوی صاحب نے کہا ہے "مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے"۔ اور جرح میں بھی یہی مراد لازماً ہے۔ دوسرے قرآن شریف کی رو سے ہر نبی کا منکر کافر ہے۔ وہاں یہ تفریق نہیں کہ تشریعی نبی کا منکر کافر ہے اور غیر تشریعی نبی کا منکر کذاب ہے

اس لئے جرح کا آخری فقرہ جو اُوپر درج ہے۔ اس سے یہی مراد ہو سکتی ہے کہ "ایسے مدعی" یعنی مدعی نبوت کا مکذب قرآن شریف کی رُو سے کافر ہے۔ اور اس لئے کذاب بھی ہوا لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ مولوی صاحب کے نزدیک حضور کا دعویٰ نبوت ایسی نبوت کا تھا جو قرآن شریف کی رُو سے نبوت ہے۔ تبھی تو آپ کا مکذب قرآن شریف کی رُو سے کافر یا کذاب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے حضور کے رسالہ "پیغام صلح" کی وسیع اشاعت کی تحریک کرتے ہوئے لکھا "میرا ارادہ ہے کہ اب کے اس پیغام کے شروع میں چند ورق پیغام صلح اور ان کے نبی جناب مسیح موعود علیہ السلام کے حالات کے متعلق بھی لگا دوں" (الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۸ء)

اب اگر حضور "محض غیر نبی" تھے اور ظلّی، مجازی اور اُمتی نبی کو کوئی نبی نہیں کہتا۔ تو خواجہ صاحب نے کن معنوں میں یہاں حضور کو نبی کہا ہے؟

۲۲ر اکتوبر ۱۹۰۸ء کی ایک چٹھی میں خواجہ صاحب امرتسر کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

"اے ظالم طبع انسانو! آخر جس آیت نے تم کو بحالتِ مرض روزہ چھوڑایا ہے وہی آیت ایک مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ دیکھو خدا کا قہری سبق پلید اور خبیث طبع منافقوں کے لئے یوں اُترا کرتا ہے۔ تم نے ایک خدا کے مرسل پر اس لئے پتھر برسائے کہ اُس نے رمضان میں بحالتِ سفر کیوں روزہ چھوڑا۔ خدا نے کل دُنیا میں بخار ضرور بھیجا۔ لیکن کل پنجاب میں سے تمہارے اس شہر کو چُن کر تم کو اس آیت پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار" (الحکم ۳۰ر اکتوبر ۱۹۰۸ء)

وہ صاحب تنقید فرمائیں کہ یہ "خدا کا مرسل" کون تھا؟ باوجود ان کھلی شہادتوں کے ہمیں آج بیدھڑک کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک "سادہ مسلمان" تھے۔ "محض غیر نبی" تھے۔ اور حضور کی نبوت کا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایجاد کیا! کچھ تو خوفِ خدا چاہیئے۔

۲۱ر جون ۱۹۰۸ء کو لاہور میں تقریر کرتے ہوئے میرزا یعقوب بیگ صاحب نے کہا "صاحبان قومی کمزوریوں کا اثر رسول کی کامیابیوں پر ہوا کرتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی کمزوریوں ہی کی وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے۔ اور رستے ہی میں رہ گئے۔ مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا کے رسول حضرت مسیح موعود کی دُعاؤں کے طفیل ہم ایسی کمزوری دکھانے سے محفوظ رہیں۔ بلکہ صحابہؓ کی طرح ان تمام وعدوں کے پُورا ہونے کے مورد اور مصداق بنیں۔ آمین" (الحکم ۲۲ر اگست ۱۹۰۸ء) یہاں ایک "سادہ مسلمان" "محض غیر نبی" کو خدا کا رسول کس نے کہا ہے؟ پیغام صلح کا فتویٰ تو ہے کہ ظلّی، مجازی، اُمتی نبی کو کوئی نبی کہتا ہی نہیں!

ڈاکٹر محمد حسین صاحب اپنی ایک چٹھی میں جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور زمانہ کی ہدایت کے لئے اور راہنمائی کے لئے اپنا رسول وقت بھیجا ہے" "مَیں دُعا

کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو توفیق بخشے اور اس کام کو جو ہمارے مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کی منشائے مبارک کے مطابق شروع کیا ہے اور جسکی کہ تو از حد ممنون ہے تکمیل تک پہنچا کر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں سُرخرو ہو جائے اور اُن انعامات کے حصول کی مستحق ٹھہرے جو کہ اصحابِ انبیاء پر کئے جاتے رہے ہیں"۔ (الحکم ۲۶ر اپریل ۱۹۰۸ء) یہ "رسولِ وقت" کون تھا؟ اور احمدیہ جماعت کو یہاں "اصحابِ انبیاء" سے تشبیہ کیوں دی گئی؟ کیا کہیں ایک "سادہ مسلمان"، "محض غیر نبی" کو "رسولِ وقت" تو نہیں کہا گیا؟

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جنہیں مولوی محمد علی صاحب اولیاء اللہ میں سے قرار دے چکے ہیں لکھتے ہیں۔

"حیاتِ مسیح کے مدعی صاحبان کے مسلمات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح موعود) نبی اور رسول ضرور ہونگے۔ کیونکہ وہ یہ بات بڑے زور شور سے مانتے ہیں کہ مسیح کی وفات سے پہلے تمام اہلِ کتاب ان پر یعنی مسیح پر ایمان لائیں گے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اہلِ کتاب نے ان کا خدا کا رسول ہونے سے انکار کیا تھا اور ایمان لانا رسول پر ہی ہوا کرتا ہے۔ جو خدا کا رسُول نہیں اسپر ایمان لانا کیا معنی؟ کیا کوئی شخص کسی اُمتی پر بھی ایمان لایا کرتا ہے؟ حاصل کلام یہ کہ نبی اور رسول ہونگے لیکن ساتھ ہی اُمتی بھی ہونگے۔ کیونکہ اس طرح بسبب امتی ہونے کے اُن کی رسالت و نبوت ختم نبوت کے منافی نہ ہوگی"۔ (پیغام صلح ۲۴ر فروری ۱۹۱۴ء) کیا کوئی شخص ایک "سادہ مسلمان"، "محض غیر نبی" جسے کوئی نبی نہیں کہتا۔ پر بھی ایمان لایا کرتا ہے؟ ڈاکٹر صاحب کے استدلال کو چھوڑ کر بھی اتنا تو واضح ہے کہ ۱۹۱۴ء کے اوائل تک ان کا ایمان اور عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اور رسول بھی تھے اور اُمتی بھی۔

مولوی محمد علی صاحب نے تو اس "سادہ مسلمان"، "محض غیر نبی" کو جس کی "نبوت کو نبوت کی بجائے غیر نبوت ہی کہنا لازم اور ضروری ہے" اس کثرت سے "مدعی نبوت"، "نبی"، "رسُول" لکھا اور کہا ہے۔ کہ ان حوالوں سے ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے (بلکہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو "رسالہ تبدیلیٔ عقائد مولوی محمد علی صاحب" مرتبہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان) سلسلہ احمدیہ کو مولوی صاحب نے بار بار منہاجِ نبوت پر قائم شدہ بیان کیا ہے۔ اور معترضین کو تواتر کے ساتھ دعوت دی ہے کہ وہ اسے منہاجِ نبوت پر پرکھیں۔ ان کی تمام بحث خواجہ غلام الثقلین ایڈیٹر عصر جدید کے ساتھ اسی نہج پر تھی۔ اس بحث کا سلسلہ ریویو جلد ۴ کے آخری نمبروں میں چلتا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند مختصر حوالے کافی ہونگے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"خواجہ غلام الثقلین نے ان اصول کے قائم کرنے میں جن کی رُو سے وہ کسی مدعی نبوت کے سچ یا جھوٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ بڑی بھاری غلطی کھائی ہے۔ اور اس کی وجہ ان کی قرآن شریف اور اصولِ حقہ مذہب اسلام سے ناواقفیت ہے"۔ "چار اصول خواجہ غلام الثقلین نے اپنی طبیعت سے ایجاد کئے ہیں۔ جن کی رُو سے وہ حضرت مرزا صاحب کو پرکھنا چاہتے ہیں"۔ "ایک متعصب آدمی جو ایک نبی کے خلاف رائے قائم کر چکا ہے۔ جیسے

آپ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اور سبیل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرچکے ہیں" "تعجب ہے کہ مکہ کے بُت پرستوں نے تو اس بات کو سمجھ لیا" "اور آج کے نام کے مسلمان اس بات کو نہیں سمجھ سکتے" "قرآن شریف نے جو امتیازی نشان سچے اور جھوٹے کے درمیان قائم کیا ہے۔ اسکی رُو سے حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کو پرکھو۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ اعتراض کرتے وقت تو عیسائی اور اس سلسلہ کے مخالف بڑی بڑی باریکیاں نکالتے ہیں مگر اس موٹی بات کو نہیں سمجھتے کہ ایک مدعی نبوت میں کس امتیازی نشان کا پایا جانا ضروری ہے جس سے اس کا حق پر ہونا کھل جائے" "کبھی وہ اپنی بحث کو اس رُخ پر نہیں لائیں گے۔ کہ توریت نے وہ کونسا امتیازی نشان پیش کیا ہے۔ اور ہزاروں انبیاء کی زندگی میں وہ کونسا امتیازی نشان پایا جاتا ہے جس سے نبی کی نبوت اور منجانب اللہ ہونے پر قطعی اور یقینی ثبوت ملتا ہے" "بعینہ اس سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے" "پس خدا نے اپنی قدیم سنت کے مطابق ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ ایک شخص کو اسی طرح پر مامور فرمایا۔ جس کے ہاتھ پر اس نے ایسے ہی خارق عادت امور اور نشانات ظاہر فرمائے جیسے وہ ہمیشہ انبیاء کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا رہا" "کوئی وجہ نہیں بتائی جاتی۔ کہ خدا نے اس وقت وہ اپنی سنتِ قدیمہ کیوں بدل دی۔ اور کیوں اس سخت ایمانی کمزوریوں کے وقت میں کسی ایسے شخص کو مبعوث نہ فرمایا جیسے وہ ہمیشہ سے مبعوث فرماتا رہا تھا" "سلسلہ احمدیہ ہی اس وقت دنیا میں ایک سلسلہ ہے۔ جو ان نشانات کو مشاہدہ کرانے کا دعویٰ کرتا ہے اور مشاہدہ کراتا ہے" "باقی رہا یہ امر کہ اس دعویٰ میں کہانتک یہ سلسلہ سچا ہے۔ سو اس کو اسی طریق پر پرکھو جس طرح انبیاء سابقین کے نشانات کو پرکھتے ہو۔ اور کوئی ایسا مطالبہ نہ کرو۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام سے کفار نے کیا" "پہلے انبیاء سے خدا کی کیا سنت رہی؟ اب بھی وہ اسی سنت کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں؟ انہی دو باتوں کے حل ہو جانے سے سب باتیں کھل جاتی ہیں" "علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ وہ کونسے اصول ہیں جن کو یہ سلسلہ زندہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ وہی اصول ہیں۔ جن کو وقتاً فوقتاً تمام انبیاء زندہ کرتے رہے"

"امتیازی نشان سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں وہ ہے جس کو قرآن کریم نے اس پختہ اور حتمی وعدہ کے رنگ میں بیان کیا ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا" "میری بحث تو یہ ہے کہ نصرت اور تائید اس طرح پر جو سلسلہ نبوت کے ساتھ خاص ہے جھوٹے مدعی کو کبھی نہیں ملتی۔ سو آپ اس کا جواب دیں۔ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان خواجہ صاحب نے نہیں بتایا" "استفادہ کی خواہش تو آپکو کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ آپ ایک مدعی نبوت کے خلاف میدان میں نکلے تھے" "چار باتیں خواجہ غلام الثقلین نے آیت انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیٰوۃ الدنیا کے ان معنوں کی تردید میں جو میں نے بیان کئے ہیں پیش کی ہیں" (یعنی (۱) شیطان کی اطاعت کرنے والے زیادہ ہیں (۲) بنی اسرائیل کے

معصوم بچے فرعونیوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے (۳) مسیحؑ مصلوب ہوئے (۴) خلفائے اربعہ اور سبطین میں سے پانچ کس دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے" "بحث تو یہ تھی کہ سچے اور جھوٹے مدعی نبوت میں امتیازی نشان قرآن کریم نے کیا قرار دیا ہے۔ اب خواجہ غلام الثقلین خود ہی بتائیں کہ ان پیشکردہ امور میں سے سوائے تیسرے کے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ باقی مدعی نبوت کون کون ہیں۔ کیا شیطان مدعیٔ نبوت ہے؟ کیا بنی اسرائیل کے شیرخوار لڑکے مدعی نبوت تھے۔ کیا خلفائے اربعہ اور سبطین مدعیٔ نبوت تھے؟ اگر نہیں تو ان باتوں کو امر زیر بحث سے کیا تعلق ہے؟" "بموجب آیت تلك الرسل فضلنا بعضهم علٰی بعضٍ جیساکہ مدارج فضیلت میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ ایسا ہی رسولوں کے کام بھی سب کے برابر نہیں ہوتے، کسی کے سپرد بڑا کام ہوتا ہے۔ کسی کے سپرد چھوٹا۔ مثلاً جو کام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہوا۔ وہ ایسا عظیم الشان کام تھا کہ دوسرے کسی رسول کے سپرد نہیں ہوا۔ پس اس کام کی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائیدیں اور نصرتیں بھی ایسی ہی عظیم الشان ہوتیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی وعدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر لوگ قادر نہ ہوسکیں گے۔ جیساکہ فرمایا۔ واللہ یعصمك من الناس۔" "ایسا ہی ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے ابتداء میں یہ وعدہ فرمایا تھا جو بیس سال سے شائع ہوچکا ہے کہ آپ کے قتل پر کوئی شخص قادر نہ ہوسکیگا۔ پس یہ بھی ایک تائید اور نصرت الٰہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے شامل حال ہوئی۔ اور اسی رنگ کی تائید اور نصرت ہے جو ابتداء سے انبیاء علیہم السلام کے شامل حال ہوتی رہی۔"

بحث کے اس خلاصہ سے یہ امور واضح ہو جاتے ہیں (۱) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مدعیٔ نبوت ہیں (۲) حضور کا دعویٰ منہاج نبوت پر ہی پرکھا جاسکتا ہے (۳) جھوٹے اور سچے مدعیٔ نبوت کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے جو نشان قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سے حضور کے دعویٰ کی صداقت ثابت ہوتی ہے (۴) حضور کا کام بھی وہی ہے جو انبیاء کا کام ہوتا ہے "وہ کونسے اصول ہیں جن کو یہ سلسلہ زندہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ وہی اصول ہیں جن کو وقتاً فوقتاً تمام انبیاء زندہ کرتے رہے" (۵) حضور اسی قسم کے رسول ہیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا فی الحیوٰۃ الدنیا (۶) حضور اسی قسم کے رسول ہیں جن کا ذکر تلك الرسل فضلنا بعضهم علٰی بعضٍ میں ہے (۷) حضور کا کام بڑے رسولوں والا ہے۔ اس لئے واللہ یعصمك من الناس کا وعدہ دیا گیا۔ گویا حضور کا منصب نبی کا ہے۔ کام نبی کا ہے۔ نشانات نبی کے ہیں۔ آپ کو نبوت عطاء کی گئی۔ اور نبیوں کی خصوصیات اور امتیازات عطاء کئے گئے۔ اگر خواجہ غلام الثقلین صاحب مولوی محمد علی صاحب کے استدلال کے جواب میں کہتے کہ مرزا صاحب شریعت نہیں لائے۔ تو مولوی صاحب یقیناً یہی جواب دیتے کہ نبوت کے لئے شریعت لانا شرط نہیں۔

ہزاروں بلکہ لاکھوں نبی ایسے آئے ہیں جو شریعت نہیں لائے۔ اگر اعتراض ہوتا کہ مرزا صاحب ایک صاحبِ شریعت رسول کے امتی ہیں تو مولوی صاحب یقیناً یہی جواب دیتے کہ نبی کیلئے ضروری نہیں کہ صاحبِ شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔ اگر اعتراض ہوتا کہ آیت خاتم النبیین مانع نبوت ہے تو مولوی صاحب یہی کہتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور کامل اتباع سے بطور بروز کے ملی ہے۔ اس قسم کی نبوت مہر ختمیت کو نہیں توڑتی۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بحیثیت منصب، بحیثیت کام اور بحیثیت نشانات نبی تھے بلکہ بڑے کام والے نبی تھے۔ لیکن آپ شریعت نہیں لائے۔ اور آپ کو نبوت براہِ راست نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور کامل اتباع سے بطور بروز کے عطاء ہوئی اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ پھر کیا اب بھی کہا جائیگا کہ یہ عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایجاد کیا۔ اور یہ عقیدہ جماعت میں افتراق کا موجب ہوا۔ ع کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ ۲۱ رجون ۱۹۰۸ء کو حضور کا تحریر کردہ "پیغام صلح" یونیورسٹی ہال لاہور میں پڑھا گیا۔ اُس روز مولوی محمد علی صاحب نے اُن احباب جماعت کو جو لاہور میں اس تقریب پر جمع ہوئے تھے مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس کے دوران میں حضور کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا علم اپنے رسول کی معرفت اس واقعہ سے دو سال پہلے عطاء فرمایا تھا" پھر کہا۔ "ان لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی بعض پیشگوئیوں پر اعتراض کیا ہے۔ مگر دیکھو پیشگوئیاں ہمیشہ انتظار اور اُمید کے مطابق ہی واقع نہیں ہوا کرتیں۔ آج سے ہی نہیں اور نہ صرف مرزا صاحب کے معاملہ میں بلکہ ہمیشہ سے اور تمام انبیاء کی سنتِ قدیمہ میں اسی طرح سے چلا آیا ہے" آگے چل کر کہا "راہ کھلی ہے۔ ہمیں بھی اسی وسیع دُعا کے کرنے کا حکم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے۔ کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہیں تھا تو پھر ہمیں یہ دُعا سکھلانے کے کیا معنی؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطاء کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا"۔ لیکن اب یا تو مولوی صاحب خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفین میں شامل ہو گئے ہیں ورنہ اگر وہ خود ابھی تک اسی پر قائم ہیں تو اخبار پیغام صلح ضرور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالفوں کے ہاتھوں میں چلا گیا ہے۔ کیونکہ جیسا پہلے لکھا جا چکا ہے ۱۸ ر اکتوبر کی اشاعت میں پیغام صلح کا دعوٰی ہے کہ "قرآن کا ایک ایک حرف اور ایک ایک آیت کہہ رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک بھی سچا نبی نہیں ہو سکتا"

آخر میں مولوی محمد علی صاحب نے کہا "ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی رُوح اس میں اپنے کمال تک پہنچی ہوئی تھی" (الحکم ۱۸ رجولائی ۱۹۰۸ء) کیا یہ ایک

"سادہ مسلمان"۔ "محض غیر نبی" جس کی "نبوت کو نبوت کی بجائے غیر نبوت ہی کہنا لازم اور ضروری ہے" اور "جسے کوئی نبی کہتا ہی نہیں" کے ہی متعلق تو نہیں کہا گیا تھا؟

یہ تو ہوئی لاہوری فریق کے اکابر کی انفرادی حالت۔ ان کے مشترکہ اعلان یہ ہیں:-

"ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمین اوّلین میں سے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں حضرت اقدس ہم سے رخصت ہوئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے دنیا میں نازل ہوئے اور آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ ہم اس امر کا اظہار ہر میدان میں کرتے ہیں اور کسی کی خاطر ان عقائد کو بفضلہ تعالیٰ نہیں چھوڑ سکتے۔" (پیغام صلح ۱۶ ستمبر ۱۹۱۳ء) چالیس دن کے بعد پھر اعلان ہوتا ہے "معلوم ہوا ہے کہ بعض احباب کو کسی نے غلط فہمی میں ڈال دیا ہے کہ اخبار ہذا کے ساتھ تعلق رکھنے والے احباب یا ان میں سے کوئی ایک سیدنا وہادینا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج عالیہ کو اصلیت سے کم یا استخفاف کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہم تمام احمدی جن کا کسی نہ کسی صورت سے اخبار پیغام صلح کیساتھ تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ کو جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے۔ حاضر و ناظر جان کر علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری نسبت اس قسم کی غلط فہمی پھیلانا محض بہتان ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔ اور جو درجہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنا بیان فرمایا ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کی نجات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لائے بغیر نہیں ہو سکتی۔" (پیغام صلح ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

اگر بقول پیغام صلح "حضرت پر نبی کا لفظ ہی بولنا گناہ" ہے۔ تو یہ گناہ پیغام صلح کے سرپرستوں اور خود پیغام صلح نے پیٹ بھر کر کیا ہوا ہے۔

اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ جماعت کا یہ مسلّمہ عقیدہ تھا کہ بانئے سلسلہ ایک "سادہ مسلمان تھے نبی نہ تھے" اور یہ کہ "میرزا بشیر الدین محمود احمدؐ ہی تھے جو اس خیال کے موجد اور سرپرست تھے۔ کہ بانئے سلسلہ صحیح معنوں میں نبی تھے"

اسی سلسلہ میں صاحب تنقید نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا انکار کر کے کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا۔ اور حضور کے منکر کافر ہیں۔ جماعت کے سابقہ مسلّمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایجاد ہے۔ یہ بیان بھی صداقت سے اسی قدر معرا ہے اور حقیقت سے اُسی قدر بعید ہے جس قدر ان کے دُوسرے بیانات جن پر بحث گذر چکی ہے۔

اس تعلق میں سب سے پہلا سوال جو غور طلب ہے یہ ہے کہ کفر اور اسلام کے مسئلہ کی حقیقت کیا ہے اور کفر و اسلام کے درمیان حدِ فاصل اور مابہ الامتیاز کیا ہے۔ انسانی زندگی کا مقصد خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان، اُس کا عرفان اور اُس کے تقرب کا حصول ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحم سے ہدایت کے سامان بہم پہنچائے ہیں۔ یہ ہدایت آسمانی صحیفوں کی صورت میں بذریعہ وحی انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی رہی۔ اس کی تشریح اور وضاحت بھی انبیاء کے ذریعہ ہوئی۔ اور انبیاء اپنی زندگیوں میں ان تعلیموں کا نمونہ قائم کرتے رہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے لازم ہے کہ انسان اپنے رب کو پہچانے اور اس کی توحید کا قائل ہو۔ اور اُسے ہی ہر خیر و شر کا حقیقی مالک تصور کرے انسان کے اعمال کی درستی کے لئے لازم ہے کہ وہ اس زندگی کے بعد آنے والی زندگی پر ایمان رکھے کہ اگر ایسا نہ ہوگا تو اعمال کا معیار اور توازن بالکل بگڑ جائیگا۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید۔ وحی الٰہی (کتب) اور اس وحی کے لانیوالی اور خدا اور بندے کے درمیان واسطہ مخلوق (ملائکہ) اور ان پاک وجودوں پر یہ وحی نازل ہوتی ہے (انبیاء) اور موت کے بعد کی زندگی اور اللہ تعالیٰ کے خیر و شر کے مالک ہونے پر ایمان لانا اور ایمان رکھنا حیاتِ انسانی کے مقصد کے حصول کے لئے لازمی شرط ہے۔ اسی لئے اسلام نے اللہ۔ ملائکہ۔ کتب الٰہیہ۔ انبیاء۔ بعثِ بعد الموت اور خیر و شر کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونے پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان حقایق میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی انسان ہدایت کے رستوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ جب ایسا ہوگا۔ تو اس کا عمل فاسد ہو جائیگا اور وہ حیاتِ انسانی کے مقصد کے حصول سے دُور جا پڑے گا اس حقیقت کو لفظوں میں ادا کرنے کے مختلف طریق ہیں۔

اٰمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ اس مفہوم کو ادا کرنے کا جامع اور راسخ ترین طریق ہے۔ اسی مفہوم کو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی جامع مگر مختصر طور پر ادا کرتا ہے۔ بلکہ ایمان باللہ میں بھی یہ مفہوم آجاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت متعلق وفد عبد القیس میں آتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امرھم بالایمان باللہ وحدہ۔ اور پھر دریافت فرمایا کہ تم جانتے ہو۔ کہ ایمان باللہ وحدہ کیا ہے۔ اور ان کے جواب پر کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ اور نماز قائم کرنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا وغیرہ (بخاری کتاب الایمان)

اب یہ کہنا بھی درست ہے کہ جس شخص میں ایمان باللہ وحدہ پایا جائے گا۔ وہ مومن ہے لیکن اس سے مراد یہی ہوگی۔ کہ اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان بغیر محمد رسول اللہؐ پر حقیقی ایمان ہونے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔

اور محمد رسُول اللہ پر حقیقی ایمان ہوگا۔ تو ملائکہ۔ کتب۔ انبیاء۔ بعث بعد الموت اور قدر خیر و شر من اللہ تعالیٰ پر بھی لازماً ایمان ہوگا۔ لیکن یہ کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں ہو سکتا کہ اگر ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے ایک اللہ پر ایمان ہے۔ لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہیں تو وہ بھی مومن ہے۔ کیونکہ اصل غرض تو اللہ کو پہچاننا اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنا ہے۔ جو یہ نہیں پہچان سکتا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور اس کے محبوب ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز نہ اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہی نہ اس پر ایمان رکھتا ہے۔ خواہ وہ لاکھ دفعہ حلفاً اقرار کرے کہ میں اللہ وحدہ پر پختہ ایمان رکھتا ہوں وہ اپنے اس دعویٰ میں بالکل جھوٹا ہے اور فریب خوردہ ہے اور فریب دیتا ہے۔ یہی حال اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ پر ایمان ہے۔ لیکن مجھے باقی انبیاء پر ایمان نہیں یا فرشتوں پر ایمان نہیں وغیرہ۔ جو شخص حقیقتاً ایک اللہ پر ایمان رکھتا اور محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا یقین کرتا ہے۔ وہ لازماً ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ بعث بعد الموت۔ قدر خیر و شر من اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان لائیگا۔ اور ایمان رکھیگا۔ اگر وہ ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہے۔ تو لازماً محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی منکر ہے اور اللہ تعالےٰ کا بھی منکر ہے۔ اور اس کا اس کے خلاف دعویٰ کرنا جھوٹ اور فریب ہے۔ ایمان یا اس کے دل میں کبھی داخل ہی نہیں ہوا یا نکل چکا ہوا ہے۔

اور انبیاء پر ایمان سے مُراد جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان ہے۔ اسی لئے مومنین کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ لا نفرق بین احد منھم۔ اور اسی لئے فرمایا۔ ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا ؁ اولئک ھم الکافرون حقا و اعتدنا للکفرین عذابا مھینا۔ اب یہ کیوں فرمایا کہ جو بعض کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں وہ یقیناً کافر ہیں؟ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کی موجودگی میں جو شریعت کاملہ ہے اور جس میں ہدایت کی تمام راہیں۔ اور ان کی تفصیل موجود ہے۔ انبیاء سابقین پر ایمان کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر ان کے متعلق بھی یہ شرط ہے کہ سب کو مانے۔ بعض کا مومن اور بعض کا کافر نہ ہو۔ بلکہ ان میں سے ایک کی تفریق کی بھی اجازت نہیں! اس کی یہی وجہ ہے کہ جس شخص کو کسی ایک نبی پر ایمان نہیں اُسے درحقیقت کسی پر بھی ایمان نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں اور وہ پختہ اور پکا اور یقینی کافر ہے۔ خواہ لاکھ دفعہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسُول اللہ پر ایمان رکھنے کا حلفاً اعلان کرے۔ ایسا شخص وحی الٰہی ہی کی شناخت نہیں رکھتا اور

اگر وحی کی شناخت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ کو بھی نہیں پہچانتا۔ اور اس کا یہ دعویٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہے جھوٹا ہے۔ ممکن ہے وہ خود اسے سچا ہی سمجھتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک گو وہ منہ سے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا اقرار کرتا ہے نہ وہ اللہ کی شناخت رکھتا ہے نہ وحی کی۔ نہ رسالت کی۔ کیونکہ اگر وہ یہ شناخت رکھتا تو انبیاء سابقین پر بھی سب پر اُسے ایمان ہوتا۔ جو ایک کو نہیں مانتا وہ دراصل سب کا منکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بھی منکر ہے۔

یہانتک تو یہ مسئلہ مسلمہ اور متفق علیہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر مومن ہے یا کافر؟ اگر حضور بقول مولوی محمد علی صاحب "مدعی نبوت" ہیں اور "صادق ہیں۔ اور "خدا کے برگزیدہ رسول ہیں"، تو پھر حضور کا منکر ایک نبی اللہ کا منکر ہے اور بوجہ حضور کے انکار کے جمیع انبیاء علیہم السلام کا منکر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا بھی منکر ہے۔ گو وہ منہ سے یہ کہتا ہے کہ میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اس کا منہ سے یہ کہنا دعویٰ ہے اس بات کا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور وحی اور رسالت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شناخت کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے نہیں۔ یہ (نعوذ باللہ) افترا ہے۔ خدا ایک نبی برپا کرتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے یہ شخص نبی نہیں (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے یا فریب خوردہ ہے۔ تو ثابت ہوگیا۔ کہ وہ وحی کی شناخت نہیں رکھتا۔ نبوت کی شناخت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ کی شناخت نہیں رکھتا۔ اس کا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کا دعویٰ باطل ہے اور وہ عمداً جھوٹ بولتا ہے یا سخت غلطی اور دھوکہ اور فریب میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا مسیح موعود کا انکار سب نبیوں کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ تبھی تو مولوی محمد علی صاحب نے کہا "میں پھر کہتا ہوں۔ کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائیگی" (الحکم ۱۸ر جولائی ۱۹۰۸ء)

ایک نبی کے منکر کی مثال ایسی ہی ہے کہ وہ حقیقی رُوحانی بصارت اور قوت سامعہ اور قوت شامہ کا دعویٰ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک نور نازل فرماتا ہے اور وہ شخص کہتا ہے یہ تاریکی ہے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے پکارتا ہے اور وہ شخص کہتا ہے (نعوذ باللہ) یہ شیطانی آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ایک خوشبو دنیا میں پھیلاتا ہے اور وہ شخص کہتا ہے کہ یہ بدبو اور غلاظت ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں اور سونگھتا ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی وحی جو اس کا نور اور کلام اور خوشبو ہے ثابت کر دیتی ہے۔ کہ وہ اندھا ہے اور بہرا ہے اور قوت شامہ سے بے نصیب ہے۔ وہ تاریکی کو نور سمجھے ہوئے ہے۔ اور

خطرہ ہے۔ کہ کسی عمیق گڑھے میں گر کر ہلاک ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کا تو منکر ہے۔ لیکن اپنے نفسانی اور شیطانی وساوس کو موجبِ ہدایت سمجھتا ہے۔ وہ اس سمت تو نہیں جاتا جدھر وحی الٰہی اس کو بلاتی اور راہنمائی کرتی ہے۔ اور جس طرف جانے سے زندگی اور عرفان اور قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے الٹ چل کر قریب ہے کہ ہلاکت اور تباہی کی وادی میں پہنچ جائے۔ اور درندے اسے پھاڑ ڈالیں۔ اور مکروہ جانور اس کا گوشت نوچ لیں۔ وہ روضۂ قدس میں تو داخل نہیں ہوتا۔ جو خدا تعالیٰ کی خوشبو سے مہک رہا ہے۔ کیونکہ وہ اسے بدبو اور غلاظت سمجھتا ہے۔ لیکن زہریلی گیسوں اور گندگی اور غلاظت کی طرف بھاگتا ہے۔ جو یقیناً اسے ہلاک کر دیں گی۔ سچائی اور انسانی ہمدردی کا تقاضا ہے کہ ایسے شخص کو اس کی محرومیوں پر آگاہ کیا جائے اور اُسے بتایا جائے کہ وہ دیکھنے اور سُننے اور سونگھنے کی طاقتوں سے محروم ہے۔ جو شخص ایک ایسے محروم کو کہتا ہے۔ تم ان قوتوں سے محروم نہیں ہو۔ وہ اس کو موت اور ہلاکت کی طرف دھکیلتا ہے۔ اور اس کا دوست اور ہمدرد نہیں۔ بلکہ اس کا دشمن اور بدخواہ ہے۔

کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطا سے پاک اور مثلِ قرآن منزہ تھی یا نہیں؟ اگر تھی (اور یقیناً تھی) اور ایک شخص اس کو شناخت نہیں کر سکتا تو وہ جھوٹا ہے اس دعویٰ میں کہ وہ قرآن کریم کو بطور اللہ تعالیٰ کی وحی کے شناخت کرتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے اس دعویٰ میں کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ کا رسُول شناخت کرتا اور اُن پر ایمان لاتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے اس دعویٰ میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو شناخت کرتا اور اس پر ایمان لاتا ہے۔ ایسا شخص اگر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتا تو ابوجہل کا رفیق ہوتا۔ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت ہوتا تو فقیہوں اور فریسیوں کا ساتھ دیتا۔ اگر حضرت موسیٰؑ کے وقت ہوتا تو لشکرِ فرعون کے ساتھ بنی اسرائیل کا تعاقب کرتا۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت ہوتا تو اُن کو آگ میں ڈالنے والوں کا حامی و معاون ہوتا۔ اور اگر حضرت نوح علیہ السلام کے وقت ہوتا تو کہہ اُٹھتا۔ یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا۔ ایسے کو مومن کہنے والا چاہیئے۔ کہ خود اپنے ایمان کی فکر کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

آنچہ من بشنوم ز وحیِ خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا

ہمچو قرآن منزّہ اش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم

بخدا ہست ایں کلامِ مجید
از دہانِ خدائے پاک و وحید

انبیاء گرچہ بُودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے

وارثِ مصطفیٰ شدم بیقیں
شدہ رنگین برنگِ یارِ حسیں

آں یقینے کہ بود عیسےٰ را | بر کلامے کہ شد بروالقار
واں یقینِ کلیم بر تورات | واں یقیں ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں | ہر کہ گوید دروغ ہست لعیں

جو اس وحی کو شناخت نہ کر سکا وہ کسی اور وحی پر بھی ایمان نہیں رکھتا۔ گو دعویٰ کرتا ہو۔ حضور نے فرمایا ہے۔ "من فرق بینی و بین المصطفٰے ما عرفنی وما رائی" جو آپ کو منجانب اللہ اور بطور بروزِ مصطفےٰ شناخت نہ کر سکا۔ وہ مصطفےٰ کو بھی شناخت نہیں کرتا۔ گو دعویٰ کرتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو مخاطب کر کے اپنی وحی میں فرمایا "أنت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی" جو آپکو شناخت نہیں کر سکا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو بھی شناخت نہیں کر سکتا۔ اور اسپر ایمان نہیں رکھتا۔ گو کسقدر زور سے دعویٰ کرتا ہو۔

جو شخص کسی نبی کا بھی منکر ہے وہ اسی لئے کافر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو شناخت نہیں کرتا اور ہدایت کے رستوں کو اپنے اُوپر بند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود تعلق قطع کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا عملاً منکر ہو جاتا ہے۔ خواہ اس کا مُنہ کا دعویٰ کچھ بھی ہو۔

یہی اصول دیگر موجباتِ کفر کے متعلق ہے۔ ایک شخص نماز میں سستی یا غفلت کرتا ہے۔ تو بیشک یہ عمل کا نقص ہے۔ لیکن اگر ایک شخص دعویٰ ایمان کرتے ہوئے نماز کا منکر ہے۔ یعنی (نعوذ باللہ) اسے ایک بے ہودہ اور لغو فعل قرار دیتا ہے تو بتایئے کہ کیا وہ مومن ہوگا یا کافر؟ اسی طرح دیگر ارکانِ اسلام کا حال ہے۔ اور وجہ اس فرق کی صاف ہے کہ پہلی صورت میں وہ ابھی ہدایت پر تو ایمان رکھتا ہے۔ لیکن اپنی ذاتی کمزوری کیوجہ سے سستی اور غفلت کرتا ہے۔ لیکن دُوسری صورت میں گو وہ منہ سے دعویٰ ایمان کرتا ہے۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن عملاً وحی الٰہی کا منکر ہے۔ یا مثلاً ایک عورت جو مسلمان کہلاتی ہے۔ پردہ نہیں کرتی اور کھلے بندوں مردوں کی مجالس میں شریک ہوتی اور ہنسی کھیل میں حصہ لیتی ہے اور پردہ کے متعلق جو احکام قرآن کریم میں ہیں۔ ان کو خلافِ تہذیب اور تمدنی ترقی میں روک اور وحشیانہ قرار دیتی ہے۔ تو بتاؤ وہ مومن ہوگی یا کافر؟ یہاں یہ صورت نہیں کہ وہ ان احکام کو اللہ تعالیٰ کی وحی تسلیم کرتے ہوئے نیک نیتی سے ان کی تعبیر کیا کرتی ہے یا ان کی صحیح تعبیر کرتے ہوئے اپنی کوئی مجبوری بیان کرتی ہے یا ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے طریق کو غلطی یا کمزوری پر محمول کرتی ہے بلکہ وہ سرے سے ان احکام کو (نعوذ باللہ) بے ہودہ اور غیر مہذب اور وحشیانہ قرار دیتی ہے۔ کیا اس کے کفر میں کوئی شک رہ جائے گا؟

یہی حالت ایک منہ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنے والے منکرِ مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ یہ انکار نماز یا دیگر ارکان میں سستی کے مترادف نہیں۔ یہ نماز اور دیگر ارکان اسلام اور احکام الٰہی اور وحی الٰہی کے انکار کے مترادف ہے۔ جو شخص مسیح موعودؑ کا منکر ہے۔ وہ اس وحی کا منکر ہے جو حضور پر نازل ہوئی۔ وہ ان کھلے کھلے نشانات کا منکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپکی تائید میں دکھائے۔ اور جن سے ایک لاکھ نبی چاہے تو اپنی نبوت ثابت کر سکے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کا منکر ہے۔ وہ قرآن کریم کے پیش کردہ ان اُصولوں کا منکر ہے۔ جو سچے اور جھوٹے نبی میں امتیاز کرنے کا ذریعہ ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو شناخت کرنے سے قاصر ہے۔ وہ جس نبی کے وقت میں بھی ہوتا تو اسے پہچان نہ سکتا۔ اُسے خدا تعالیٰ کی بھی شناخت نہیں۔ اور باوجود لا اله الا الله محمد رسول الله کا زبانی اقرار کرنے کے نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

کہا جاتا ہے کہ چونکہ حضور کی نبوت ظلی اور بروزی تھی اس لئے حضور کی نبوت پر ایمان لانا لازم نہیں۔ اور حضور کا انکار مستلزم کفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز اور ظل کیوں بھیجا؟ کیا اسی لئے نہیں کہ دُنیا نور مصطفویؐ سے ناآشنا اور بیگانہ ہو چکی تھی؟ پھر جس نے نور مصطفویؐ کو جس کا کامل ظل اور انعکاس حضور کے اندر تھا پہچان لیا اور اسے قبول کر لیا وہ مسیح موعودؑ کا بھی مومن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی مومن اور اللہ تعالیٰ کا بھی مومن۔ جو اس نور کو شناخت نہ کر سکا اور اس کا منکر ہو گیا وہ مسیح موعود کا بھی منکر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی منکر اور اللہ تعالیٰ کا بھی منکر۔ شناختِ نور مصطفوی میں ایک پاس اور دُوسرا فیل۔ جو کامل ظل اور انعکاس کو دیکھ کر نہ پہچان سکا وہ اصل کو بھی دیکھتا تو شناخت نہ کر سکتا۔ حیرت کہ جو ایسے نبیوں میں سے کسی ایک کو نہ مانے جو ایک معجزہ دکھا کر بھی صادق مانے گئے وہ کافر۔ اور جو ایسے نبی کو نہ مانے جس کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے لاکھوں نشان ظاہر کئے جس سے ایک لاکھ نبی چاہے تو اپنی نبوت ثابت کر سکے وہ مومن! یعنی ایسی وحی کا منکر جو مثل ایک چراغ کے تھی کافر اور ایسی وحی کا منکر جو مثل چاند کے ہے مومن! مستقل اور حقیقی نبوت اور بروزی اور ظلی نبوت میں فرق تو ذریعہ حصول ہی کا ہے۔ ایک مثل چراغ کے ہے کہ اس کا نور کسی اور نبی سے مستفاض نہیں اور دوسری مثل بجلی کے لیمپ کے ہے کہ اس کے نور کا منبع اور سرچشمہ اس کی اپنی ذات نہیں بلکہ ایک اور وجودؐ ہے جس کی کامل اتباع سے اسے یہ نور ملتا ہے یا اس سے بھی واضح مثال یہ ہو گی کہ دوسری مثل چاند کے ہے۔ کہ شمس نبوتؐ سے نور حاصل کرتی ہے۔ اور اس مثال سے درجہ اور شان کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے "مثیل موسیٰؑ موسیٰؑ سے بڑھ کر اور مثیلِ مسیحؑ مسیحؑ سے بڑھ کر"۔ جس نے اس وحی کو آج شناخت نہ کیا جو مسیحؑ پر نازل ہوئی۔ اور جس کی کچھ بھی نسبت نور مصطفویؐ سے نہیں۔ اور جس کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اور جس پر آج عمل

کرکے اللہ تعالیٰ کے قرب کی اُمید رکھنا ایک سراب سے سیراب ہونے کی اُمید رکھنا ہے۔ ایسا شخص تو کافر اور جس نے اس وحی کو شناخت نہ کیا جس میں آج نور مصطفوی ضیا افگن اور شعلہ زن ہے وہ مومن!

تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۵ پر حضورؑ نے فرمایا "میری نبوت یعنی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظل ہے اور بجز اس کے میری نبوت کچھ بھی نہیں۔ وہی نبوت محمدیہ ہے جو مجھ میں ظاہر ہوئی" اب بتاؤ جو اس نبوت کو شناخت نہیں کرسکتا اور اس کا منکر ہے۔ اس کا دعویٰ کیسے لائق قبول ہے کہ وہ نبوتِ محمدیہ کو شناخت کرتا اور اس پر ایمان لاتا ہے۔

رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں "جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رُو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو۔ اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو۔ تو وہی دُوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جس کے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس اور جن کے لئے یہ دُعا سکھائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم اس کے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا" "خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر انہیں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ انکا وجود اپنا وجود نہ رہا۔ بلکہ انکی محویت کے آئینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا۔ اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونیکا خطاب پایا۔ کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوتِ محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوتِ محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدید میں جلوہ گر ہوئی" (صفحہ ۱۲ و ۱۳)۔ اب جو شخص اس نور کو شناخت نہیں کرسکتا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہے اور اس نبوت کو قبول نہیں کرتا جو نبوت محمدیہ سے الگ نہیں۔ بلکہ ایک پیرایہ جدید میں نبوتِ محمدیہ ہی ہے۔ اس کا یہ دعویٰ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ وہ نبوتِ محمدیہ کو شناخت کرتا اور قبول کرتا ہے، انبیائے سابقین میں سے کسی کو قبول نہ کرنے والے کے کفر کے لئے تو کسی دلیل کی تلاش کی بھی ضرورت ہے لیکن جو شخص ایسی نبوت کو شناخت اور قبول نہیں کرتا جو نبوتِ محمدیہ ہی کا بروز اور ظل ہے اور گویا ایک پیرایہ جدید میں نبوتِ محمدیہ ہی ہے۔ اس کے کفر کی تو دلیل بھی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔

پھر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کرہ ارض کے دور دراز علاقوں کے مسلمان جنہوں نے بانئے سلسلہ کا

نام تک بھی نہیں سُنا ہُوا وہ کیسے کافر ہو گئے؟ میں یہ اصول بیان کر چکا ہوں کہ جو شخص وحی اور نبوت کو شناخت کرتا ہے وہ مومن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے۔ اُسے یہ خبر تک نہیں پہنچتی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہور ہو گیا ہے۔ وہ محض آپ کے ظہور سے کافر کیونکر ہو گیا؟ اس سوال کا جواب سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ اگر پہلے ہم ایک مسلّمہ مثال پر غور کر لیں۔ ایک شخص حضرت مسیحؑ کو اللہ تعالیٰ کا رسُول مانتا ہے اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتا جیسے بعض عیسائی فرقوں مثلاً یونیٹیرین فرقہ کا عقیدہ ہے۔ اُسے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا کچھ حال معلوم نہیں اور آنحضرتؐ کے نام اور حالات سے بالکل ناواقف ہے۔ ایسے شخص کو مُسلمان یا مومن تو بہر حال نہیں کہا جائیگا اور اس کے سوائے اس کا نام کافر ہی ہوگا۔ بیشک یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا شخص رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے قابلِ مواخذہ نہیں۔ لیکن اس نے چونکہ شناختِ وحی اور شناختِ نورِ نبوت کا امتحان پاس نہیں کیا اسلئے مومن نہیں مومن تو وہی ہے جس نے یہ امتحان پاس کر لیا جس نے یہ امتحان پاس نہیں کیا خواہ اس طور پر کہ وہ امتحان میں بیٹھا اور فیل ہو گیا اور خواہ اس وجہ سے کہ وہ امتحان میں بیٹھا ہی نہیں یا بیٹھنے کا اس کیلئے موقعہ ہی نہیں تھا۔ وہ مومن تو نہیں۔ یہ الگ امر ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک الزام سے بری ہے تو قابلِ مواخذہ نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کے حال اور حقیقت کے مطابق سلوک کریگا۔ کیونکہ وہ دلوں کی کیفیت کو جاننے والا ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہی خود ثبوت اس امر کا ہے کہ دنیا اس وقت الٰہی ہدایت کے نُور سے بیگانہ اور ناآشنا ہو چکی تھی۔ ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ اسلئے انبیاء سابقین کے اتباع کا دعویٰ کرنے والوں کے حق میں قیاسِ ایمان مٹ چکا تھا۔ اب مومن ہونے کی یہ شرط ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کامل نورِ نبوت نازل فرمایا تھا۔ اُسے شناخت اور قبول کیا جائے۔ اس امتحان میں جو پاس ہو گیا وہ مومن، جو امتحان میں بیٹھا اور پاس نہ ہو سکا۔ یا امتحان میں بیٹھا ہی نہیں یا امتحان میں بیٹھنے کا اسے موقعہ ہی نہیں ملا، وہ کافر۔ گو مواخذہ کا معاملہ جدا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جس تک دعوت ہی نہیں پہنچی۔ وہ قابلِ مواخذہ بھی نہیں۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا۔

یہی صورت یہاں ہے۔ دُنیا نورِ محمدیؐ سے ناآشنا اور بیگانہ ہو چکی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل بروز اور ظل کو مبعوث فرمایا۔ محض مُنہ سے نبوت محمدی کا اقرار کرنے والوں کے حق میں قیاسِ ایمان مٹ گیا تھا۔ کیونکہ ایمان تو معلقًا بالثریا کی طرح ہو چکا تھا۔ ولم یبق من الاسلام الا اسمہٗ۔ اب جو اس بروز اور ظل میں نورِ محمدی کو شناخت کرنے اور قبول کرنے کے امتحان میں پاس ہوتا ہے وہ مومن اور جو امتحان میں بیٹھتا اور فیل ہو جاتا ہے یا بیٹھتا ہی نہیں یا بیٹھنے کا موقعہ ہی نہیں پاتا وہ امتحان

میں پاس شدہ نہیں سمجھا جا سکتا۔ اور اس لئے مومن شمار نہیں ہو سکتا۔ جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا وہ قابلِ مواخذہ بھی نہیں۔ لیکن مومن بھی نہیں۔ اور ہر نبی کے متعلق دو ہی گروہ ہو سکتے ہیں۔ مومن اور کافر۔ ہاں ایک تیسرا گروہ منافقین کا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ منہ سے تو اقرارِ ایمان ہی اس نبی کے متعلق کرتے ہیں جس کی صداقت زیرِ بحث ہوتی ہے۔

یہ واضح کر دینا لازم ہے کہ اسلام نے صرف انبیاء کی وحی پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے۔ اسلئے صرف انبیاء کی وحی کے انکار سے کفر لازم آئیگا۔ اور اگرچہ ایک نبی پر ایمان لانے والا مومن اور انکار کرنے والا منکر یا کافر ہے۔ لیکن ہر منکر یا کافر ایک ہی حیثیت اور درجہ کا نہیں۔ ایک شخص اللہ تعالیٰ کے وجود کا ہی سرے سے منکر ہے اور ایک شخص زبان سے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید کا اقرار کرتا ہے۔ گو حقیقت ایمان کی اس کے اندر نہیں یہ دونوں برابر نہیں۔ ایک شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح منکر اور معاند ہے اور دوسرا زبان سے آنحضرتؐ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ گو حقیقتِ ایمان سے بے بہرہ ہے۔ یہ دونوں بھی برابر نہیں۔ جیسے جسمانی بیماریوں کے درجے ہیں۔ ویسے ہی رُوحانی بیماریوں کے درجے ہیں۔ ایک حد تک صحت میں نقص بیماری نہیں کہلاتا اور نہ جس میں یہ نقص ہو بیمار کہلاتا ہے۔ جب نقص ایک حد کو پہنچ جاتا ہے اور بصورت درد اور کرب یا زخم ظاہر ہوتا ہے اور عام اشغال میں روک بننے لگتا ہے تو بیماری کہلاتا ہے۔ اور پھر بیماری کے کئی درجے ہیں کہ وہ محتاجِ تشریح نہیں۔ اور ہر شخص ان کو جانتا ہے اور سمجھتا ہے۔ یہی حال رُوحانی صحت یعنی ایمان۔ اور رُوحانی بیماری یعنی کفر کا ہے۔

اِس تشریح کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکرین کے کفر کا مسئلہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ایجاد ہے۔ اور جماعت کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

سب سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہے۔ کیونکہ اگر حضور کا ماننا اور حضور کی اطاعت فرض نہیں تو پھر حضور کے انکار سے کوتاہی لازم نہیں آتی۔ اوّل تو قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نبی کو بھیجتے ہی اس لئے ہیں کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ اور پھر یُوں بھی ہر نبی پر ایمان لانا فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور اس امر پر کافی بحث گذر چکی ہے کہ حضورؑ ایک صادق اور برگزیدہ مدعی نبوت ہیں۔ پھر حضورؑ کے اپنے صریح ارشادات اس سلسلہ میں ہیں مثلاً فرمایا "اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانہ میں امام الزمان کون ہے۔ جس کی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے؟ سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں۔" (ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴)

"مبارک وہ جس نے مجھ کو پہچانا۔ میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۵۶)

"یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائیگا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلیگی کہ یہ تہتر فرقے مسلمانوں کے جن میں بجز ایک کے سب عارِ اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں۔ خود بخود کم ہوتے جائیں گے۔ اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں ہیں۔ مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحۂ زمین سے نابود ہو کر ایک ہی فرقہ رہ جائے گا جو صحابہؓ کے رنگ پر ہوگا"۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۸۱ و ۸۲)

اب اگر حضور کی پیروی خدا تعالیٰ کیطرف سے فرض قرار دی گئی ہے۔ حضور کے بغیر سب تاریکی ہی تاریکی ہے اور باقی فرقے سب عارِ اسلام اور بدنام کنندۂ اسلام ہیں اور حقیقتِ اسلام کے منافی ہیں تو آپکے منکرین کی حیثیت کیا ہوئی؟

تقریر "احمدی اور غیر احمدی میں فرق" میں حضور فرماتے ہیں "غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں جن سے خدا تعالیٰ ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ کے مخالف ہیں۔ اسواسطے اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جبتک وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہِ راست پر نہ آجائیں اور اس مطلب کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے"۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ ان لوگوں کے حق میں جو قیاس ایمان تھا وہ ختم ہوگیا ہے۔ اور "اللہ تعالیٰ اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا"۔ اب وہ اپنا مومن ہونا اسی طور پر ثابت کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو شناخت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے مامور کو قبول کرنے کے امتحان میں پاس ہوں۔ وہ جو اس طور پر اپنا مومن ہونا ثابت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اب اسکو مسلمان نہیں جانتا۔ اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمان نہیں جانتا تو اس شخص کو کیا سمجھیں گے؟

پھر حضور فرماتے ہیں "اور فی الحقیقت دو شخص بڑے ہی بدبخت ہیں اور انس و جن میں سے ان جیسا کوئی بھی بدطالع نہیں۔ ایک وہ جس نے خاتم الانبیاء کو نہ مانا دوسرا وہ جو خاتم الخلفاء پر ایمان نہ لایا"۔ (الہدیٰ صفحہ ۴)

گویا آپکے منکر جیسا بدطالع اور بدبخت وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہے۔ یا بالفاظِ دیگر آپکا منکر ابوجہل جیسا ہی شقی ہے۔ پھر کیا وہ مومن ہوا یا کافر؟

"اس نے اس سلسلہ کے قائم کرنے کے وقت مجھے فرمایا کہ زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہے تو اس طوفان کے وقت میں یہ کشتی طیار کر جو شخص اس کشتی میں سوار ہوگا۔ وہ غرق ہونے سے نجات پا جائیگا اور جو انکار میں رہیگا۔ اس کے لئے موت در پیش ہے"۔ (فتح اسلام صفحہ ۲۰) زمین میں طوفانِ ضلالت برپا ہونے کا بھی وہی نتیجہ ہے کہ پہلا قیاسِ ایمان جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے والوں کے حق میں تھا وہ مٹ گیا۔ اب مومن وہی ہے (امن میں وہی آئیگا۔ نجات وہی پائیگا) جو خدا کے مامور

تیار کردہ کشتی میں سوار ہوگا۔ اور جو منکر رہیگا وہ ہلاک ہوگا۔ ہلاک ہونیوالے کو کیا قرار دوگے؟ مومن یا کافر؟

"جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوٰیٔ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ۱۸)

"خدا فرماتا ہے کہ تم ایسے لوگوں کو بالکل چھوڑ دو۔ اگر وہ چاہیگا تو ان کو خود دوست بنادیگا یعنی وہ مسلمان ہو جائینگے۔ خدا نے منہاجِ نبوت پر اس سلسلہ کو چلایا ہے۔ مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ اپنا حصہ ایمان کا بھی گنواؤ گے" (بدر ۵ رمئی ۱۹۰۳ء) یعنی دوسرے فرقے اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اسلام کی حقیقت انکے اندر نہیں تم انکو بکلی ترک کردو۔ اگر خدا چاہیگا تو وہ مسلمان ہوجائینگے۔ جو ابھی مسلمان نہیں ہوا وہ کیا ہے؟

حقیقت تو اتنے ہی سے واضح ہے لیکن ایچا پیچی کرنے والے کہتے ہیں۔ یہاں تو صرف اتنا ہی کہا ہے کہ سب مسلمانوں پر میری پیروی خدا نے فرض قرار دی ہے۔ اب جو نہیں مانتا۔ وہ محض ایک فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ لیکن یہ استدلال باطل ہے۔ جو نہیں مانتا وہ خدا کی وحی کا منکر ہے۔ جو مانتا ہے اور پیروی کو کمال تک نہیں پہنچاتا وہ فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ پھر کہا جاتا ہے۔ صرف یہی کہا ہے کہ میرے بغیر تاریکی ہے۔ جو تاریکی میں ہے وہ لازمًا کافر تو نہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن کریم میں دیکھ لو جو تاریکی میں ہے وہ کون ہے۔ غرض اسی قسم کی باریکیاں نکالتے ہیں کہ باقی فرقے عارِ اسلام۔ بدنام کنندۂ اسلام۔ اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمان نہیں جانتا۔ بڑے ہی بدبخت ہیں۔ انس و جن میں سے ان سا کوئی بدطالع نہیں۔ ان کے لئے موت درپیش ہے۔ لیکن انہیں کافر تو نہیں کہا گیا۔ جب ایمان ان میں نہیں۔ حقیقت ایمان سے بے بہرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مسلمان نہیں جانتا۔ تو پھر بھی کیا مومن ہیں؟ کفر کی تمام حقیقت تو موجود ہے۔ لیکن چونکہ لفظ کفر کا استعمال نہیں ہوا۔ اس لئے اعتراض ہوتا ہے کہ کافر نہیں ہیں۔ جب کفر کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو کہدیتے ہیں۔ یہ تو محض انکار کا عربی ترجمہ ہے۔ بیشک لیکن اصطلاح شریعت میں یہ لفظ (بشرطیکہ سیاق وسباق مخالف نہ ہو) اُسی انکار کیلئے استعمال ہوتا ہے جو ایک شخص کو کافر بنادیتا ہے۔ یعنی نفی ایمان کے لئے۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ حضور تو خادمِ اسلام ہیں نہ کہ عین اسلام، پھر آپ کا منکر کافر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں حضور نے تحریر فرمایا "بہر حال جب خدا تعالیٰ نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اب میں ایک شخص کے کہنے سے جس کا دل ہزاروں تاریکیوں میں مبتلا ہے خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔ اس سے سہل تر بات یہ ہے کہ ایسے شخص کو اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ ہاں اگر کسی وقت صریح الفاظ میں اپنی توبہ شائع کریں

اور اس خبیث عقیدہ سے باز آجاویں تو رحمتِ الٰہی کا دروازہ کھلا ہے۔"

اس سے واضح ہے کہ خدا کے حکم کے موافق ہر ایک شخص جس کو حضور کی دعوت پہنچی اور اس نے حضور کو قبول نہیں کیا (یعنی جو امتحانِ شناخت میں بیٹھا لیکن فیل ہوگیا) وہ (۱) مسلمان نہیں ہے اور (۲) خدا کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے۔ اور یہ کہنا کہ حضور کا منکر حقیقتاً مسلمان ہے۔ ایک خبیث عقیدہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ رحمتِ الٰہی کا دروازہ اپنے اوپر بند کرتا ہے۔

پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴ پر حضور فرماتے ہیں "یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔" "علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔" "اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے؟" "وہ لوگ خدا کے نزدیک کیونکر مومن ہو سکتے ہیں جو کھلے کھلے طور پر خدا کے کلام کی تکذیب کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ہزارہا نشان دیکھ کر جو زمین اور آسمان میں ظاہر ہوئے۔ پھر بھی میری تکذیب سے باز نہیں آتے۔" اور صفحہ ۱۷۹ پر فرماتے ہیں "کفر دو قسم پر ہے۔ اوّل۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوم۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اسکو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"

اب تو کوئی بہانہ ہی باقی نہ رہا۔ یہاں تو صریح طور پر کفر کا لفظ بھی عائد ہوگیا۔ البتہ فرمایا ہے کہ ایک قسم تو کفر کی ایسی واضح ہے کہ ہر کوئی کہیگا کہ جس میں وہ قسم پائی جاتی ہے وہ کافر ہے۔ دوسری قسم کے کفر کی آپ نے وضاحت فرمائی۔ کہ وہ یوں کفر ہے۔ اور پھر فرمایا کہ اگرچہ پہلی نظر میں یہ قسم کفر کی پہلی قسم سے کچھ مختلف نظر آتی ہے لیکن ہے یہ بھی کفر ہی۔ اور غور سے دیکھو تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ اب تو کوئی گنجائش ایچا پیچی کی بھی نہ رہی۔ لیکن پھر بھی کہا جاتا ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں تو ایسے منکرین کا ذکر ہے جن پر اتمام حجت ہو چکا ہے (یعنی جو امتحانِ شناخت میں بیٹھے اور فیل ہوگئے) لیکن ان کا ذکر نہیں جنہوں نے نام بھی نہیں سنا۔ اس کا جواب تو پہلے آچکا ہے کہ وہ خدا کے نزدیک مسلمان رہے ہی نہیں۔ اور مسلمان بننے کا طریقہ انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ خواہ اسی وجہ سے کہ انہیں

موقعہ میسر نہیں آیا۔ لیکن وہ مسلمان بنے تو نہیں۔ اس لئے وہ مومن اور مسلمان نہیں۔ ہاں اگر الزام سے بری ہیں تو قابلِ مواخذہ بھی نہیں۔ کفر کے اثبات کی ضرورت نہیں۔ ایمان کے اثبات کی ضرورت ہے۔ جہاں ایمان ثابت نہیں کفر عائد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتمامِ حجت ہو چکا ہے تو مواخذہ بھی ہے۔ اگر اتمامِ حجت نہیں تو لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ اتمام حجت کا تعلق مواخذہ کے ساتھ ہے۔ ایمان اور کفر کے ساتھ نہیں۔ جیسے فرمایا "پس جو شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابلِ مواخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو" ایسا ہی عقیدہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بارہ میں بھی یہی ہے کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچ چکی ہے۔ اور وہ آپ کی بعثت سے مطلع ہو چکا ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارہ میں اس پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ اگر کفر پر مر گیا تو ہمیشہ کی جہنم کا سزاوار ہوگا۔ اور اتمام حجت کا علم محض خدا تعالیٰ کو ہے۔" "بہر حال کسی کے کفر اور اس پر اتمام حجت کے بارے میں فرد فرد کا حال دریافت کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے جو عالم الغیب ہے۔ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ خدا کے نزدیک جس پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور خدا کے نزدیک جو منکر ٹھہر چکا ہے۔ وہ مواخذہ کے لائق ہوگا۔ ہاں چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر ہی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۸، ۱۷۹)

اصول واضح ہے۔ جو مانتا نہیں وہ منکر ہے۔ اگر اتمام حجت کے باوجود نہیں مانتا تو قابلِ مواخذہ بھی ہے۔ مواخذہ خدا کے اختیار میں ہے۔ اور اس بات کا علم بھی کہ اتمامِ حجت ہو چکا ہے یا نہیں خدا ہی کو ہے لیکن ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے۔

اتمامِ حجت کے متعلق فرمایا "ہمارا کام صرف بات کو پہنچا دینا ہے۔ ما علی الرسول الا البلاغ۔ تصرف خدا کا کام ہے۔ ہم اپنی طرف سے بات کا پہنچا دینا چاہتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پوچھے جاویں کہ کیوں اچھی طرح سے نہیں بتایا۔ اسی واسطے ہم نے زبانی بھی لوگوں کو سنایا ہے۔ تحریری بھی اس کام کو پورا کر دیا ہے دنیا میں کوئی کم ہی ہوگا۔ جو اب بھی یہ کہدے۔ کہ اس کو ہماری تبلیغ نہیں پہنچی۔ یا ہمارا دعویٰ اس تک نہیں پہنچا" (الحکم ۱۸ر جون ۱۹۰۸ء) یہ حضور کی تقریر ۲ر مئی ۱۹۰۸ء کی ہے۔ یعنی حضور کی وفات سے ۲۴ دن قبل۔ اور حضور اس میں فرماتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کم ہی ہوگا۔ جو اب بھی یہ کہدے کہ اس کو ہماری تبلیغ نہیں پہنچی یا ہمارا دعویٰ اس تک نہیں پہنچا۔ اب جو کچھ اوپر گذر چکا ہے۔ اس سب کو مدنظر رکھتے ہوئے حضورؑ کے

اس فرمان پر غور کریں "اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اوّل قسم کفر یا دُوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہوگا۔ اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے (جس کی بناء ظاہر پر ہے) اس کا نام بھی کافر ہی رکھا ہے اور ہم بھی اس کو باتباعِ شریعت کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ خدا کے نزدیک بموجب آیۃ لا یکلف اللّٰہ نفسًا اِلّا وسعھا۔ قابلِ مواخذہ نہیں ہوگا۔ ہاں ہم اس بات کے مجاز نہیں ہیں کہ ہم اس کی نسبت نجات کا حکم دیں۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ ہمیں اس میں دخل نہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ و ۱۸۰)

اِس حوالہ میں جو امر خصوصیت سے قابلِ لحاظ ہے وہ یہ ہے کہ حضور نے نتائج کے لحاظ سے دونوں قسم کے کفر یعنی اسلام اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار اور مسیح موعودؑ کے نہ ماننے کو بالکل برابر اور یکساں قرار دیا ہے۔ اب ان دونوں میں کونسی وجہ تمیز باقی رہ گئی! حضورؑ کے ان صریح ارشادات کے بعد تو یہ سوال ہی نہیں رہ جاتا۔ کہ جماعت کا عقیدہ اس بارہ میں کیا تھا۔ لازماً وہی تھا جو حضور کا تھا۔ لیکن مخالف کے اور ناواقف کے مزید اطمینان کی خاطر اس کی بھی کچھ مثالیں پیش کر دی جاتی ہیں:۔

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں "تعجب ہے کہ مکّہ کے بُت پرستوں نے تو اس کو سمجھ لیا .... اور آج کل کے نام کے مسلمان اس بات کو نہیں سمجھ سکتے"! (ریویو اُردو جلد ۴ ص۱) گویا مسلمان تو کہلاتے ہیں۔ لیکن حقیقتِ ایمان سے بے نصیب ہیں۔ اور اتنا بھی نورِ فراست نہیں رکھتے۔ جتنا مکّہ کے بُت پرستوں میں فتح مکّہ تک پیدا ہو چکا تھا! اب صاحبِ تنقید بلا خوف لومۃ لائم فرمائیں کہ اس تحریر کے وقت مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ اس بارہ میں کیا تھا؟

پھر مولوی صاحب اُسی مقام پر لکھتے ہیں "اگر مذہب کی غرض خدا کی ہستی پر یقین ہے۔ تو خواجہ صاحب یاد رکھیں کہ اس غرض کو آج سلسلہ احمدیہ کے سوا رُوئے زمین پر اور کوئی پُورا کرنے والا نہیں"۔ (یہاں "خواجہ صاحب" سے مراد خواجہ کمال الدین صاحب نہیں۔ خواجہ غلام الثقلین صاحب ایڈیٹر عصر جدید ہیں) اس فقرہ کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ سلسلہ احمدیہ سے باہر خدا کی ہستی پر یقین رُوئے زمین پر کہیں موجود نہیں۔ اگر خدا کی ہستی پر یقین کہیں موجود نہیں۔ ایمان باللہ ہی غائب ہے۔ تو دیگر وجوہ کفر کی پڑتال کی ضرورت نہیں۔

اسی جلد کے ص۱۲ میں مولوی صاحب اپنے اس دعویٰ کو اور بھی واضح کر دیتے ہیں "میں نے اسی اکتوبر کے رسالے میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر مذہب کی غرض خدا تعالیٰ پر یقین کامل اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے تو اس غرض کو آج رُوئے زمین پر سلسلہ احمدیہ کے سوائے کوئی پُورا کرنے والا نہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ

ہر ایک نبی نے جو خدا کی طرف سے آیا ہے دو باتوں پر زور دیا ہے۔ اوّل یہ کہ لوگ خدا پر ایمان لائیں۔ اور دُوسرا یہ کہ اس کی نبوت کو اور اس کے منجانب اللہ ہونے کو تسلیم کرلیں۔ کیونکہ خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ بعینہٖ اسی قدیم سنت الٰہی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو بھی مبعوث فرمایا ہے۔ اس سلسلہ کی اصل غرض جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی ہستی پر یقین تام اور زندہ ایمان پیدا کرنا ہے۔ کیونکہ یہی وہ ذریعہ ہے جس سے انسان اپنی زندگی کا اصل مقصد حاصل کرسکتا ہے۔ یعنی یہ کہ گناہ سے نجات حاصل کرکے اِسی دنیا میں عالمِ آخرت کی لذّات کا مشاہدہ کرلے۔ اور یہ بھی مَیں کہہ چکا ہوں کہ اس مقصد کو پُورا کرنے والا اس وقت سوائے اِس سلسلہ کے کوئی نہیں "

یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی غرض خدا پر زندہ ایمان پیدا کرنا تھی۔ اور خدا پر زندہ ایمان بغیر نبی کو ماننے کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان نہیں لاتا۔ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں۔ کیونکہ یہ تو مولوی صاحب کا بھی منشاء نہیں ہو سکتا کہ خدا پر "مُردہ ایمان" بھی ایک شخص کو مومن بنا دیتا ہے! جس کو خدا پر ایمان نہیں اُسے کیا سمجھا جائے؟

مولوی صاحب کے ان دلائل پر غور کرتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس ساری بحث کے مخاطب خواجہ غلام الثقلین صاحب تھے۔ جو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنے کے مدعی تھے۔ اور مولوی صاحب انہیں ایک "مدعیٔ نبوت" کی صداقت منوانے کی کوشش کررہے ہیں آگے چل کر مولوی محمد علی صاحب اپنی دلیل کی مزید وضاحت کرتے ہیں "اس میں کوئی شک نہیں کہ محض نظارۂ قدرت سے خدا کی ہستی پر یقین کامل پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو دنیا میں کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے پے در پے نبی اور رسُول بھیجنے سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر نبی کے ظہور کے کچھ مدت بعد وہ ایمان دِلوں سے اُٹھ جاتا تھا۔ اور اس لئے پھر دُوسرا نبی اس ایمان کو از سرِ نو تازہ کرنے کے لئے بھیجا جاتا تھا۔ ایک انبیاء کے سلسلہ کو ماننے والے کے لئے اس سے واضح ثبوت اس بات کا اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت چلی آئی ہے کہ جب کبھی دُنیا کے لوگ خدا سے بالکل قطع تعلق کرکے دنیا پر جھک پڑے اور اُن کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا زندہ ایمان اور کامل یقین گم ہوگیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بعثت سے ہی اِس کا علاج کیا۔ اور یہ کبھی نہیں ہُوا۔ کہ ایسے وقت میں کوئی انسانی کوشش کارگر ہوئی ہو۔ اس سے ایک غور کرنے والی طبیعت سمجھ سکتی ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا وجود نبی کی زندگی میں اور کچھ عرصہ بعد تک تو پایا جاتا ہے مگر پھر وہ مفقود ہو جاتی ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے نئے نبی کے بھیجنے کی ضرورت پیش آتی رہی

استدلال صاف ہے۔ کہ نبی کے کچھ عرصہ بعد ایمان دلوں سے اُٹھ جاتا ہے۔ یعنی لوگ عملاً ایمان سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کسی نبی کو بھیجکر از سرِ نو ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ جو اس نبی کو شناخت کر لیتا اور قبول کر لیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ پر زندہ ایمان حاصل ہو جاتا ہے۔ جو نہیں مانتا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان سے محروم رہتا ہے۔ اب جو اللہ تعالیٰ پر ایمان سے محروم ہے وہ مومن تو نہیں ہو سکتا۔

پھر مولوی صاحب کہتے ہیں "مثال کے طور پر نبی کے وجود کو آفتاب سے مشابہت دے سکتے ہیں۔ کیونکہ جیسے ایک کا وجود دنیا میں نور پھیلاتا ہے دوسرے کا وجود روحانی انوار اور برکات کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پس جس طرح آفتاب کے غروب ہو جانے کے بعد محض گذشتہ آفتاب کے انوار کے قصے واقعی روشنی پیدا نہیں کر سکتے۔ اسی طرح نبی کے نشانات جب مشاہدہ کی حد سے گذر کر قصہ اور کہانی کا رنگ اختیار کر لیتے ہیں تو ان قصوں اور کہانیوں سے نورِ ایمان پیدا نہیں ہوتا جبتک کہ آفتابِ نبوت ظہور کر کے دوبارہ اپنی تیز شعاعیں تمام تاریکیوں کو دور نہ کر دیں۔ یہی خدا کی سنت چلی آئی ہے۔"

اس استدلال میں کیا کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے۔ اس زمانہ میں ایمان گویا بالکل ہی دنیا سے اٹھ گیا۔ پس خدا نے اپنی قدیم سنت کے مطابق ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا۔ ایک شخص کو اسی طرح پر مامور فرمایا جیسے وہ ہمیشہ انبیاء کو مامور فرماتا رہا۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ ایمان نبی پر ایمان لانے سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ اسلئے جو اس مامور کو شناخت نہیں کرتا اور اسپر ایمان نہیں لاتا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان سے محروم رہتا ہے۔ اس کا انکار بھی ایسا ہی ہے جیسے دیگر نبیوں کا۔ کیا ایسے نبی کا منکر جو قدیم سنت اللہ کے مطابق مبعوث ہوا مومن ہو سکتا ہے! اب اس سے واضح فتویٰ اور کونسا درکار ہے؟

کہا جائیگا مولوی صاحب نے کفر کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ لیکن ایسا عذر کس قدر حقیقت سے دور ہے کفر کیا ہے؟ ایمان کا نہ ہونا۔ جس شخص کو خدا پر ایمان نہیں پھر اس کے کفر میں کیا شک رہا؟ اور مولوی صاحب صرف تسلیم ہی نہیں کرتے بلکہ دعویٰ کرتے ہیں کہ "اگر مذہب کی غرض خدا کی ہستی پر یقین ہے، تو خواجہ صاحب یاد رکھیں کہ اس غرض کو آج سلسلہ احمدیہ کے سوا رُوئے زمین پر اور کوئی پورا کرنے والا نہیں" پھر مولوی محمد علی صاحب ریویو کی مشترکہ اشاعت کی تجویز کی ناکامی کے سلسلہ میں کہتے ہیں "مجھے رونا آتا ہے اس بات پر کہ جبھی زندہ اسلام کا نام لیا گیا اور جبھی یہ کہا گیا کہ ہم غیر مسلم اقوام کے سامنے زندہ اسلام کو پیش کریں گے۔ اور اس اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ جو اپنے اندر اس زمانہ میں بھی وہی برکات رکھتا ہے جو اپنے بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی رکھتا تھا۔ تو ایڈیٹر وطن اپنا فاضل لیسان ہم سے مایوس ہو گیا" "افسوس تو یہ ہے کہ وہ نہ صرف مُردہ ایمان پر قانع ہیں بلکہ زندہ اسلام سے ایسی نفرت ظاہر کرتے ہیں کہ گوارا بھی نہیں کر سکتے کہ زندہ اسلام کا نام ان کے سامنے آ سکے" "قوم قوم پکارنے سے کیا بنے گا جب قوم کے دلوں میں وہ ایمان ہی نہیں جو اس قوم کا ذخیرہ یا سرمایہ تھا" "اگر سچی اور جھوٹی تعلیم

کے اثر میں کوئی فرق نہیں تو پھر ایک خدا یا تین خداؤں کے ماننے میں فرق کیا ہوا۔ فلسفیانہ دلائل تم بنے دیتے جاؤ گے وہ اپنے دیتے جائیں گے۔ اسلام کا یہ فخر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فضیلت تھی کہ تمام انبیائے سابقین کی وحی منقطع ہو گئی اور ان کے معجزات قصوں کے رنگ میں رہ گئے اور ان کی امتیں خالی ہاتھ رہ گئیں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی نہ منقطع ہوئی نہ معجزات پیچھے رہ گئے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کرنے والوں کو وہ برکات اس زمانہ میں بھی اسی طرح ملتی ہیں جس طرح گذشتہ زمانہ میں ملتی تھیں۔" "قطعی اور یقینی دلائل اسلام کے زندہ اور بابرکت اور سچا منجانب اللہ مذہب ہونے کے اس زمانہ میں صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی اور ان دعاوی کے دلائل میں ہی پائے جاتے ہیں" (ریویو اردو جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۹ (۱۲۱) یعنی منکرانِ مسیح موعودؑ کا اسلام مُردہ۔ ہمارا اسلام زندہ۔ ان کے دلوں میں وہ ایمان ہی نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وحی ہے۔ اور حضور کے معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی معجزات ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور معجزات کے منکرین کو کیا قرار دو گے؟

بیشک آج مولوی صاحب یہ نہیں کہتے۔ لیکن یہ تو ساری نزاع ہی اسلئے پیدا ہوئی کہ مولوی صاحب آج وہ نہیں کہتے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں کہتے اور لکھتے رہے اُس وقت تو مولوی صاحب نے یہ بھی کہا تھا۔ "جس طرح اللہ تعالیٰ کا صحابہؓ سے وعدہ تھا کہ میں تم کو غالب کرونگا اس طرح یہاں بھی وعدہ ہے کہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ" (الحکم ۶ فروری ۱۹۰۸ء) کیا یہ الذین کفروا ایک صادق "مدعی نبوت" "خدا کے برگزیدہ اور مقدس رسول" کے کافر نہیں تھے؟

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا عقیدہ بھی اس بارہ میں واضح ہے۔ ایک شخص کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں "آپ ایسا خیال فرمالیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مسیح کا منکر جس فتویٰ کا مستحق ہے۔ اُس سے بڑھ کر خاتم الانبیاء کے مسیحؑ کا منکر ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین۔ میاں صاحب اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے ارشاد فرماتا ہے کہ اُن کا قول ہوتا ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اور آپ نے یہ بلا وجہ تفرقہ نکالا کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے اور غیر صاحب شرع کا منکر کافر نہیں۔ مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔" (بدر ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء)

"ایک غیر احمدی مولوی نے ہماری دعوت کی۔ یہ غلام محمد امرتسری بھی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ میزبان خود تو

پنکھا جھلنے کھڑا ہو گیا۔ اور دوسرے مولوی کو پہلے ہی ہم سے بحث کرنے کو لاکر ہمارے پاس بٹھا دیا تھا۔ بہت سی باتیں نرمی اور محبت کی کرتا رہا کہ ہم تو عیسیٰ کو مرا ہوا مانتے ہیں۔ اور مرزا صاحب کو بڑا راستباز جانتے ہیں۔ اور بھی سب باتوں کو مانتے ہیں۔ گویا آپکے مرید ہی ہیں۔ مولوی صاحب! ذرا یہ چھوٹا سا مسئلہ بتائیے کہ جو مرزا صاحب کو نہ مانے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ایک طرف موسیٰ علیہ السلام، دوسری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر ایک طرف موسوی مسیح ہے، دوسری طرف محمدی مسیح۔ موسیٰ علیہ السلام کے منکروں کو کیا سمجھنا چاہیئے اسے آپ جانتے ہی ہیں۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر کو کیا سمجھنا چاہیئے یہ بھی آپ کو معلوم ہے۔ اسی طرح موسوی مسیح کے منکر کو بھی جو کچھ سمجھتے ہیں وہ معلوم ہے۔ اس کے مقابل محمدی مسیح کے منکر کو کیا سمجھیں، یہ آپ خود ہی تجویز فرما سکتے ہیں۔ یہ سنکر وہ اپنے لڑکے سے کہنے لگا۔ لا جلدی سے کھانا۔ ان سے بحث کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔" (الحکم ۲۸ جون ۱۹۰۹ء)

لاہور احمدیہ بلڈنگس کی مسجد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا "دوسرا مسئلہ جس پر اختلاف ہوتا ہے وہ انکار کا مسئلہ ہے۔ اپنے مخالفوں کو کیا سمجھنا چاہیئے؟ ہمارے بادشاہ ہمارے آقا مرزا صاحب نے اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔ مگر تم پھر بھی جھگڑتے ہو۔" "ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا۔ اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقت باقی رہ جاتی ہے؟ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے۔ ان کے وقت میں دو ہی قومیں تھیں۔ ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا۔ اور کوئی سوال اٹھا۔ کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں۔ جواب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو کیا کہیں" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

"ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ فرمایا۔ اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کو ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔" (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

"اگر مرزا صاحب کو خدا کا مامور و مرسل ماننے سے تم ہم کو کافر بناتے ہو تو تم خود سوچ لو کہ ایک مامور و مرسل کے انکار سے تم کیا بن سکتے ہو۔ کفر تو نہ ماننے کا نام ہے۔ ماننے والے تو مومن ہی کہلاتے ہیں۔" (الحکم ۲۱/۲۸ جولائی ۱۹۱۲ء)

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب فرماتے ہیں "کفر بالرسول کی عبرت انگیز سزا یا ایک اہلحدیث کی پردہ دری۔ خدا کے مرسل کے انکار سے سلب ایمان ہی نہیں ہوتا۔ علم عقل و دانائی سب ہی کچھ چھن جاتا ہے۔" (الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۵ء)

"یاد رکھو کہ مسیح موعود کا انکار کفر بالرب ہے۔" (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں بدر اور الحکم سلسلہ کے دو اخبارات تھے۔ ان دونوں کا مسلک اس بارہ میں کیا تھا؟

"خدا کے تمام رسولوں پر ایمان لانا شرائط اسلام میں داخل ہے۔ ایک شخص آدم سے لیکر نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم تک سب پر ایمان لاتا ہے۔ درمیان میں سے ایک رسول کو (بالفرض مسیح ابن مریم ہی سہی) نہیں مانتا۔ کہتا ہے وہ تو کافر تھا۔ بتلاؤ وہ شخص یہودی کہلائیگا یا مسلمان؟ حضرت مرزا صاحب بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ جو خدا کے رسولوں میں سے ایک کا انکار کرتا ہے اس کا کیا حشر ہوگا؟" (بدر ۹ مارچ ۱۹۰۶ء) "مرزا صاحب کے نہ ماننے والے ہمارے نزدیک بلکہ کل اہلِ اسلام کے نزدیک کافر ہیں" "حضرت مرزا صاحب نبی اللہ ہیں اور نبی کا منکر کافر ہے بالاتفاق" "ہمارے مخالفین اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آئیں گے اور انکا منکر کافر ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کا مدلل اور سچا دعویٰ ہے کہ میں وہی نبی اللہ عیسیٰ ہوں جس کے آنے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی۔ پس انکا منکر بھی بالاتفاق کافر ہے" (الحکم ۲۴ رمئی ۱۹۰۶ء) یہ دونوں حوالے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے دو سال قبل کے ہیں۔ پھر کس قدر جرأت بلکہ صریح ظلم اور ناانصافی ہے کہنے والے کی کہ تکفیر منکرین مسیح موعودؑ کا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے ایجاد کیا۔ اور جماعت کا مسلّمہ عقیدہ اس کے خلاف تھا!

جیسے میں لکھ چکا ہوں حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے وقت میں انگلستان میں تعلیم پا رہا تھا۔ اور میری عمر اس وقت ۲۱ سال تھی۔ جب جماعت میں اختلاف ہو گیا تو خانصاحب چوہدری محمد امین صاحب حال ایڈووکیٹ شیخوپورہ نے جو اس وقت سیالکوٹ پریکٹس کرتے تھے اور میرے والد صاحب کے دوست تھے، اور اس تعلق کی وجہ سے میرے ساتھ بھی شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ایک خط میں مجھے لکھا کہ تمہاری جماعت میں دو فریق ہو گئے ہیں۔ ایک ہمیں کافر کہتا ہے اور ایک نہیں کہتا۔ گویا ایک مکفر ہے اور ایک غیر مکفر۔ تم بتاؤ کہ تم دونوں میں سے کس کے ساتھ ہو۔ اور تم ہمیں کیا سمجھتے ہو۔ میں نے انہیں اس کے جواب میں لکھا۔ کہ جہانتک مجھے اختلاف کے حالات کا علم ہو سکا ہے۔ اصل وجہ اختلاف یہ ہے کہ ایک فریق کہتا ہے کہ خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ گویا ایک فریق خلافت کا مصدق ہے۔ اور دوسرا مکذب۔ اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ میں کس فریق کے ساتھ ہوں۔ آپکے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی مانتا ہوں اور آیت لا نفرق بین احدٍ من رسلہ کے ماتحت مانتا ہوں۔ آپکو ایک نبی کا منکر سمجھتا ہوں۔ اگر آپ اتنی بات سے میرا مطلب سمجھ گئے ہوں تو یہی کافی ہے ورنہ مزید تشریح کر دونگا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں تمہارا مطلب سمجھ گیا ہوں مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

کیا صاحب تنقید سمجھتے ہیں کہ مارچ ۱۹۱۴ء میں جب میرا اپنا عقیدہ یہ تھا جو میں نے بیان کیا ہے۔ تو میں اُن کے اس بیان کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور حضور کے منکرین کی تکفیر کا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت کے مسلّمہ عقیدہ کے خلاف خود ایجاد کر لیا۔ کچھ بھی مناسبت

حق، اور صداقت اور دیانت کے ساتھ قرار دے سکتا ہوں کہ مولوی محمد علی صاحب کا اس مسئلہ کے متعلق بنیادی اصول جسے وہ بہت زور اور تحدی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرے منہ سے وہ مسلمان ہے اور اسے کافر کہنا ہرگز جائز نہیں۔ اس میں عقیدہ یا عمل کی کوئی بھی کوتاہی ہو۔ وہ ایک نقص کہلائیگا۔ اس کی وجہ سے اسے کافر قرار دینا جائز نہ ہوگا۔ اگر اس سے مراد یہ ہے (اور مولوی صاحب کے استدلال سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے) کہ محض توحید اور رسالت کے زبانی اقرار سے ایک شخص حقیقتاً مومن قرار پاتا ہے اور اس سے بڑھ کر اسے مومن قرار دینے کے لئے کسی اور شرط کی ضرورت نہیں تو یہ عقیدہ قرآن کریم کے بھی خلاف ہے اور خود مولوی محمد علی صاحب کے مسلمات کی رُو سے بھی باطل ہے۔ اگر اس سے صرف اتنی ہی مراد ہوتی۔ کہ جو شخص توحید اور رسالت کا زبانی اقرار کر کے اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے۔ اُسے عرفِ عام میں مسلمان ہی کہا جائیگا۔ اور قومی اور سیاسی اور عدالتی امور وغیرہ میں اس کا نام مسلمان ہی رکھا جائیگا اور اس کے معاملات مثل وراثت وغیرہ اسلامی فقہ کے مطابق ہی طے ہونگے۔ کیونکہ وہ خود اپنے اقرار سے اپنے تئیں اس قانون کا پابند قرار دیتا ہے تو یہ صورت تو بیشک قابلِ قبول ہے اور اسی پر عمل بھی ہوتا ہے۔ جو شخص اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے خواہ کلمہ پڑھ بھی نہ سکتا ہو۔ اور توحید اور رسالت کے مفہوم کے ساتھ اُسے دُور کی واقفیت بھی نہ ہو۔ اُسے کہنے کے لحاظ سے تو مسلمان ہی کہا جاتا ہے۔ اُسے عیسائی یا پارسی یا سکھ یا جین یا بدھ یا ہندو تو نہیں کہہ سکتے اور اس کے معاملات مطابق شرع محمدی ہی طے پاتے ہیں اور مردم شماری میں اس کا شمار مسلمانوں ہی میں ہوتا ہے۔ لیکن حقیقتِ ایمان کے لحاظ سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا مفہوم وہی ہوگا۔ جو پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی اللہ۔ ملائکہ۔ کتب۔ انبیاء۔ بعث بعد الموت۔ قدر خیر و شر من اللہ تعالیٰ پر ایمان۔

مولوی صاحب بڑے زور شور سے جماعت احمدیہ پر یہ الزام قائم کرتے ہیں کہ چونکہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حقیقی مومن ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اسلئے ہم نعوذ باللہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ حضور کی بعثت تک تو ایک غیر مسلم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے مسلمان ہو سکتا تھا۔ اور اب ہمارے عقیدہ کی رُو سے اس کے لئے صداقت مسیح موعودؑ کا اقرار بھی ضروری ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ مولوی صاحب کو یہ استدلال پیش کرتے وقت ایک لحظہ کیلئے بھی یہ مغالطہ ہؤا ہو۔ یا توقع پیدا ہوئی ہو کہ کوئی معقول شخص اسے صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ مولوی صاحب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے کیا مراد لیتے ہیں؟ کیا صرف اتنا ہی کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ یا اس کے ضروری لوازمات بھی؟ مثلاً کیا ملائکہ پر ایمان اس میں شامل ہے یا نہیں؟

اگر ہے۔ تو جو شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے۔ وہ فرشتوں پر بھی ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ حالانکہ ملائکہ کا لفظ کلمہ میں موجود نہیں۔ اگر نہیں (اور مولوی محمد علی صاحب کے استدلال کے مطابق کلمہ میں سوائے توحید اور رسالت کے اقرار کے اور کچھ بھی شامل نہیں) تو پھر کیا ایک شخص کلمہ کے اقرار سے مگر ملائکہ کا منکر ہوتے ہوئے حقیقی مسلمان ہو جاتا ہے؟ کیا جمیع کتب سماویہ پر ایمان کلمہ میں شامل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جو شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے وہ کتب سماویہ پر بھی ایمان لاتا ہے۔ اور اگر باوجود اقرار کلمہ کے کتب سماویہ کا منکر ہے تو کافر ہے۔ اور اگر یہ اقرار کلمہ میں شامل نہیں (جیسے مولوی صاحب کے استدلال سے ظاہر ہوتا ہے) تو پھر جو شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن کتب سماویہ کا منکر ہے وہ مولوی صاحب کے نزدیک ہی مسلمان ہوگا۔ قرآن کریم کی رُو سے تو مسلمان نہیں۔

مولوی صاحب بتائیں کہ اگر ایک شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے لیکن جملہ انبیاء سابقین کا منکر ہے۔ اور انہیں نعوذ باللہ مفتری اور دھوکہ باز یقین کرتا ہے۔ تو کیا وہ مومن ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو ماننا پڑیگا کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جملہ انبیاء سابقین پر ایمان شامل ہے۔ اور جو شخص ملائکہ یا کتب سماویہ یا انبیاء یا ان میں سے کسی کا منکر ہے۔ وہ لاکھ دفعہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا منہ سے اقرار کرے۔ وہ مسلمان نہیں۔ پھر کیا کلمہ منسوخ ہو گیا؟

اگر ایک شخص کہتا ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لانا ضروری ہے تو کیا وہ کلمہ کو منسوخ کرتا ہے؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلے تو مسلمان ہونیکے لئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کافی تھا۔ لیکن یہ شخص کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر بھی ایمان ضروری ہے اسلئے یہ کلمہ کو منسوخ کرنیوالا ہے؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جمیع انبیاء پر ایمان شامل ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ صاحب شریعت اور غیر صاحبِ شرع کی کوئی تفریق نہیں۔ نہ پہلوں اور نہ پچھلوں کی تخصیص ہے۔ جو شخص کلمہ کا اقرار کرتا ہے۔ وہ سب نبیوں پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اگر باوجود اقرارِ کلمہ کے ابراہیمؑ کو نہیں مانتا یا موسیٰؑ کو نہیں مانتا۔ یا مسیحؑ کو نہیں مانتا تو مسلمان نہیں۔ اور ایسا کہنے سے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی تنسیخ نہیں بلکہ حقیقی تصدیق ہوتی ہے۔ اسی طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں مسیح موعودؑ پر ایمان لانا شامل ہے۔ جو شخص مسیح موعودؑ کے ظہور کے بعد کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تو منہ سے اقرار کرتا ہے۔ لیکن مسیح موعودؑ کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں۔ اور ایسا کہنے سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تنسیخ نہیں بلکہ حقیقی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے ہیں "لا الہ الا اللہ کے ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کو

ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جائے۔ اب سارے ماموروں کو ماننا لا الٰہ الا اللہ کے معنوں میں داخل ہے۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت مسیحؑ ان سب کا ماننا اسی لا الٰہ الا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں ہے قرآن مجید کا ماننا۔ سیدنا حضرت محمدؐ خاتم النبیین پر ایمان لانا۔ قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ

اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔" (بدر ۹ رمارچ ۱۹۱۱ء)

حقیقت یہ ہے کہ خود مولوی محمد علی صاحب بھی اپنے پیش کردہ اصل کے قائل نہیں۔ انہوں نے کہا ہے "اگر دنیا میں کوئی کلمہ گو ایسا ہے جو مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں تو وہ یہی مسلمان کو کافر کہنے والا ہے۔" (رد تکفیر اہل قبلہ صفحہ ۹) اب جو شخص یہ کہتا ہے کہ ایک کلمہ گو ایک مسلمان کو کافر کہنے سے کافر ہو جاتا ہے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کے مقرر کردہ اصل کے مطابق کلمہ کو منسوخ کرتا ہے یا نہیں؟ ادھر مولوی صاحب کہتے ہیں۔" اس مجدد وقت پر تمام دنیا نے فتویٰ دے دیا کہ یہ شخص کافر ہے۔ سب نے اس سے بیزاری ظاہر کی اور اسلام سے خارج قرار دیا۔" (پیغام صلح ۷ رجنوری ۱۹۳۳ء) اگر تمام دنیا نے یہ فتویٰ دیا۔ تو تمام دنیا مسلمان کو کافر کہنے والی ہوئی۔ اور اس وجہ سے مسلمان کہلانے کی مستحق نہ رہی۔ پھر اختلاف کیا ہے؟ لیکن مولوی صاحب کے ذمہ اس سوال کا جواب باقی رہ جاتا ہے کہ اگر وہ ایسے شخص کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر کہتا اور اس پر مصر رہتا ہے۔ کافر قرار دیتے ہیں باوجود اسکے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کا اقرار کرتا ہے تو پھر خود مولوی صاحب کلمہ کو اپنے پیش کردہ اصول کے مطابق منسوخ کرنے والے ہوئے یا نہیں؟ یہ کہنا کہ ہم ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکرین کو خوش کرنے اور جماعت احمدیہ کو انکی نظروں میں مورد الزام کرنے کے لیے ہے۔ ورنہ اگر لاہوری فریق کے مختلف فتاویٰ پر یکجائی طور پر نظر کی جائے۔ تو نتیجہ وہی نکلتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جو بیان کیا جا چکا ہے۔ کیا فریق لاہور نے اپنی انجمن کی کثرت رائے کے ساتھ آج سے بیس ۲۰ سال قبل یہ فتویٰ نہیں دیا تھا کہ جماعت احمدیہ بوجہ مسلمانوں کو کافر کہنے کے خود کافر ہے؟ کیا اس کا یہ نتیجہ نہیں کہ جماعت احمدیہ باوجود لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ پر ایمان رکھنے کے لاہوری فریق کے نزدیک کافر ہے؟ پھر کیا مولوی محمد علی صاحب اپنے نظریہ کے مطابق لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو منسوخ کرنے والے ہوئے یا نہیں؟ کیا مولوی محمد علی صاحب کا یہ عقیدہ ہے یا نہیں "ہر وہ شخص جو ختم نبوت کا منکر ہے اسلام پر ایمان نہیں رکھتا اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔" (اسلام اینڈ دی پریزیٹ وار صفحہ ۳۵) اور پھر کیا انکا یہ عقیدہ ہے یا نہیں کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا عقیدہ

رکھتا ہے۔ خواہ وہ نیا ہو یا پُرانا مہر ختمیت کو توڑتا ہے؟ کیا مولوی صاحب کے اس عقیدہ کے مطابق ہی یہ بیان ہے یا نہیں۔ جو ایک صاحب مولوی مرتضیٰ خان کی طرف سے پیغام صلح ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۷ء میں شائع ہوُا ہے "وہ نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پُرانا اور جو لوگ نیا نبی تو نہیں مانتے لیکن وہ کسی پُرانے نبی کا آنا بعد از حضرت ختمی پناہ مانتے ہیں وہ بھی ایسے ہی منکر ختم نبوت ہیں جیسے کہ وہ جو آپ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ غرض ختم نبوت دونوں طرح باطل ہوتی ہے۔ خواہ کوئی نیا نبی آنا مانے خواہ پُرانا۔" "اس زمانہ میں سوائے ایک ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی جماعت اسلامی ختم نبوت کی قائل نظر نہیں آتی" پھر کیا لازم نہیں آتا کہ باقی سب جماعتیں منکر اسلام اور خارج از دائرہ اسلام ہیں؟ پھر کیا کلمہ منسوخ ہوا یا قائم رہا؟ ایک طرف تو یہ حال ہے۔ اور دوسری طرف اس قدر فراخدلی کے ساتھ اسلام کا دائرہ وسیع کیا جاتا ہے کہ مسٹر سی آر داس کی وفات پر ایڈیٹر لائٹ نے لکھا:۔ "مسٹر داس ان (عام مسلمانوں) کی نگاہوں میں مسلمان نہ ہوں۔ خدا کی نگاہ میں وہ ضرور مسلمان تھے" "ہندوستان کا ایک بڑا مسلمان اُٹھ گیا" "کاش کہ کروڑہا برائے نام مسلمان داس کی سی اسلامی شخصیت کا فخر حاصل کر سکتے" (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء) یہ کروڑہا برائے نام مسلمان جب سی آر داس جتنی بھی اسلامی شخصیت نہیں رکھتے۔ تو انہیں کیا سمجھو گے؟ وہ تو پہلے ہی فقط نام کے مسلمان ہیں۔ پھر ایک مسلمہ غیر مسلم جتنی بھی اسلامی شخصیت نہیں رکھتے۔ پھر لاہوری فریق کے نزدیک حقیقی مسلمان بھی ہیں اگو مسٹر سی آر داس ان سے بڑھ کر مسلمان ہیں۔ یہ گورکھ دھندا قابلِ حل ہے؟

قرآن کریم کا فتویٰ بھی مولوی صاحب کے اس اصل کے صریح خلاف ہے۔ میں یہ بات پہلے بھی بیان کر چکا ہوں، اور بجائے انہی دلائل کو دوسرے الفاظ میں یہاں دُہرانے کے وہی مضمون یہاں نقل کر دیتا ہوں میں نے لکھا تھا "کفر و اسلام کے متعلق جہاں تک ہم معلوم کر سکے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کا عقیدہ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو شخص توحید کا اقرار کرے (یا زیادہ سے زیادہ توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرے) وہ مسلمان ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ کسی چیز کا منکر ہے یا کوئی عملی کمزوری اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو وہ رہیگا تو مسلمان ہی گو وہ کمزور مسلمان ہوگا لیکن اسپر یقیناً کافر کا لفظ نہیں بولا جا سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکار کو بھی وہ ایسے امور کے انکار میں ہی شامل کرتے ہیں جن سے ایک کلمہ گو پر کافر کا لفظ نہیں بولا جاسکتا۔ یعنی ان کے نزدیک جائز نہیں کہ جو شخص عرف عام میں مسلمان کہلاتا ہو۔ اس کے متعلق کہا جائے۔ کہ وہ کسی وجہ سے حقیقتاً مسلمان نہیں۔ اور اسلام کے صحیح مفہوم کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کافر ہے۔

اس ضمن میں ہم مولوی صاحب اور ان کے رفقاء کی توجہ سورۃ توبہ کی چند آیات کی طرف مبذول کراتا

چاہتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ ان پر سنجیدگی سے غور فرمائینگے اور یہ آیات انکی اس امر کے متعلق صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں راہنما ہونگی۔ سورہ توبہ کا چھٹا رکوع اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ یہاں جس جماعت سے خطاب ہے اسے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے مومنو یا مسلمانو! کرکے پکارا گیا ہے۔ یہاں سے لیکر سورۃ کے آخر تک قریباً ایک ہی مضمون چلتا ہے۔ یعنی ان لوگوں کا ذکر ہے جو جہاد کے معاملہ میں سستی دکھاتے تھے۔ باوجود استطاعت رکھنے کے وقت پر تیاری نہیں کرتے تھے۔ طرح طرح کے عذر اور بہانے تراش کر پیچھے رہ جانے کے لیئے اجازت طلب کرتے تھے۔ پیچھے رہ جاتے تھے۔ پھر مسلمانوں کی واپسی پر جھوٹے عذر کرکے مسلمانوں کو راضی کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان لوگوں کی یہ بھی نشانی بیان کی گئی ہے کہ وہ نمازوں میں سستی کرتے تھے۔ اور دین کے رستہ میں خرچ کرنے میں اپنے دلوں میں قبض محسوس کرتے تھے۔ ان کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا۔ کہ حضور ان میں سے کسی کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان میں سے کسی کی قبر پر دعا کریں۔ گویا یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے مدعی تھے اور اسلامی احکام کو ظاہری طور پر بجا لاتے تھے۔ یعنی مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک مسلمان تھے اور ان پر کفر یا کافر کا لفظ بولنا جائز نہیں تھا۔ سورۃ توبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل آیات میں ان لوگوں کے متعلق مختلف ارشادات ہیں۔ اور ان آیات میں ایسے ہی لوگوں سے خطاب ہے جن کا ذکر ہم کر رہے ہیں:۔

۱۔ اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔

۲۔ اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَھَنَّمَ لَمُحِیْطَۃٌ بِالْکٰفِرِیْنَ۔

۳۔ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْھًا لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْکُمْ اِنَّکُمْ کُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ۔

۴۔ وَمَا مَنَعَھُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْھُمْ نَفَقٰتُھُمْ اِلَّآ اَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَبِرَسُوْلِہٖ وَلَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَھُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کٰرِھُوْنَ۔

۵۔ فَلَا تُعْجِبْکَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کٰفِرُوْنَ۔

۶۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ۔

۷۔ یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا کَلِمَۃَ الْکُفْرِ وَکَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِھِمْ وَھَمُّوْا بِمَا لَمْ یَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔

۸۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا

بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَاتُوْا وَھُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

۹۔ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ ج فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝

ان آیات میں سے پانچویں آیت کا مضمون سورۃ توبہ میں دو دفعہ بیان ہوا ہے۔ گویا یہ کل دس آیات (یا ان کے ٹکڑے) ہیں۔ ان دس آیات میں ایک دفعہ تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ تین بار انہیں فاسق کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور سات بار صریح طور پر کفر اور کافر کا لفظ انپر بولا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کا کفر کیا ہے۔

اب اگر یہ لوگ کھلے طور پر مرتد ہو گئے تھے اور علی الاعلان اسلام کا انکار انہوں نے کیا تھا۔ تب تو کوئی مشکل پیدا نہیں ہوتی۔ یہ اندر سے بھی کافر تھے اور ظاہر میں بھی کافر ہو گئے۔ لیکن یہ صورت تو تھی نہیں۔ کیونکہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے۔ کہ نمازیں پڑھتے تھے گو سستی سے۔ خرچ کرتے تھے گو قبض سے۔ قسمیں کھاتے تھے کہ ہم بھی تم میں سے ہی ہیں۔ اور آئندہ ضرور جہاد میں تمہارے ساتھ شامل ہونگے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ منافق تھے، اور دل سے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ یہ بیشک صحیح ہے۔ لیکن یہی امر تو زیر بحث ہے کہ جو شخص منہ سے تو کلمہ کا اقرار کرے اور ایمان اور اسلام کا دعویدار ہو لیکن حقیقت ایمان کی اس میں نہ ہو۔ اسپر کفر اور کافر کا لفظ بولا جا سکتا ہے یا نہیں؟ مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں بولا جا سکتا۔ کیونکہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ اور ان آیات میں صریح طور پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو فاسق، کافر اور اللہ اور اس کے رسول کے منکر کا خطاب دیا ہے۔ اب کیا مولوی صاحب اس معمہ کو حل فرمائیں گے۔ کہ کیا یہ لوگ جن کا ان آیات میں ذکر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا دعویٰ کرتے تھے یا نہیں؟ نمازیں پڑھتے تھے یا نہیں؟ مسلمانوں میں سے ہونے پر قسمیں کھاتے تھے یا نہیں؟ پھر کیا یہ مسلمان تھے؟ اگر تھے۔ تو کیا ان کو کافر کہنا جائز تھا؟ اگر تھا۔ تو آج ایسا کہنا کیوں جائز نہیں؟ اگر جائز نہیں تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے صریح طور پر ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے۔ پھر یہ لوگ کس قسم کے کافر تھے؟ اگر یہ لوگ کافر نہیں تھے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے جنازے پڑھنے اور ان کی قبروں پر دعا کرنے سے کیوں منع فرمایا گیا؟

یہاں یہ سوال نہیں کہ کسی خاص شخص کے ساتھ کیا سلوک ہو۔ یا کیا سلوک نہ ہو۔ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود بعض لوگوں کے دعوائے اسلام (اقرار توحید و رسالت) کے انہیں کافر اور اللہ اور رسول کے منکر فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر فرمایا ہے۔ تو مولوی محمد علی صاحب کا نظریہ قطعاً درست نہیں ہو سکتا۔

اب ناظرین فیصلہ فرمائیں کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت اور حضور کے منکرین کی تکفیر کا

عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایجاد کیا؟ صاحبِ تنقید لکھتے ہیں "اب یہ ایک بالکل نئی بات تھی۔ ایک ایسی بات تھی۔ جو جماعت میں ابھی تک کسی کے خواب میں بھی نہ گذری تھی" میں یہ تو قیاس نہیں کر سکتا کہ صاحبِ تنقید نے عمداً غلط لکھا ہو! لیکن معلوم ہوتا ہے۔ جس قدر حوالے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں، حضرت خلیفہ اول رضؓ کی تحریروں، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ کی تحریروں اور مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء کی تحریروں اور تقریروں سے اُوپر درج کئے گئے ہیں صاحبِ تنقید ان میں سے کسی سے بھی واقف نہیں! پھر یہ صاحب لکھتے ہیں" خاموشی سے اس نئی نبوت کو جو اس نئے خلیفہ نے قائم کی۔ مان لینے کا یہ مطلب تھا کہ اسلام کی موت کے فتویٰ پر دستخط کر دئے جائیں" حضور کی نبوت کو تسلیم کرنے میں اسلام کی موت ہے، یا اس کے انکار میں، اس کا فیصلہ حضور ہی کے اقوال سے ہو جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں" ہمارا مذہب تو یہ ہے۔ کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو۔ وہ مُردہ ہے۔ یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مُردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا۔ تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے۔ کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیئے" (الحکم ۶ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵ کالم ۲ سطر ۹ تا ۱۳) "یاد رکھو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر اسلام بھی جھوٹا ہے۔ اور اگر اسلام بھی دوسروں کی طرح ایک مُردہ مذہب ہے تو پھر اسلام میں کیا بڑائی ہے اور اس کی کیا خصوصیت" (الحکم ۱۸ جون سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۶ کالم ۲ سطر ۲۲ تا ۲۴) "نبوت اگر اسلام میں موقوف ہو چکی ہے تو یقیناً جانو کہ اسلام بھی مر گیا اور پھر کوئی امتیازی نشان بھی نہیں ہے۔ ایک باغ جس کو اس کے مالی اور باغبان نے چھوڑ دیا اور اُسے بھلا دیا۔ اُس کی آبپاشی کی اس کو فکر نہیں تو پھر نتیجہ ظاہر ہے کہ چند سال کے بعد وہ باغ خشک ہو کر بے ثمر ہو جائیگا۔ اور آخر کار لکڑیاں جلانے کے کام میں لائی جاویں گی" (الحکم ۱۴ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۲ سطر ۷ تا ۲۳) "ہذا ضرور ہوا۔ کہ تمہیں یقین اور محبت کے مرتبہ تک پہنچانے کے لئے خدا کے انبیاء وقتاً بعد وقتٍ آتے رہیں جن سے تم وہ نعمتیں پاؤ" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۳۳)

پھر صاحبِ تنقید لکھتے ہیں" ان مشکلات کے باوجود مولوی محمد علی اور انکے دوست کوئی ایسا قدم اٹھانا نہیں چاہتے تھے۔ جو احمدیہ جماعت کے اندرونی اتحاد کو پراگندہ کر دے۔ اس سے بچنے کے لئے وہ آخری ممکن حد تک جانے کے لئے بھی تیار ہو گئے۔ انہوں نے مرزا بشیرالدین کی خلافت کو مان لینے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ مگر ایک شرط کے ساتھ کہ وہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صحیح پوزیشن کے متعلق اپنے ان خیالات پر قائم رہنے کہ وہ محض ایک مسلمان تھے نبی نہ تھے، اور دُوسروں تک ان خیالات کے پھیلانے میں آزاد ہونگے۔ خلیفہ صاحب پہلی شرط کے ماننے کو تیار تھے کہ مولوی محمد علی صاحب اور انکے دوست اپنے خیالات قائم رکھ سکتے ہیں مگر وہ پبلک میں

ان کے اظہار کے مجاز نہیں ہوں گے" اس عبارت سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ صاحب تنقید کو یہ شکایت ہے کہ کیوں مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء کو اجازت نہ دی گئی۔ کہ وہ جماعت میں شامل ہو کر اپنے عقائد کی عام اشاعت کرتے رہیں۔ جو شخص سنجیدگی کے ساتھ ایک لحظہ بھر بھی اس معاملہ پر غور کریگا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوگا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مولوی محمد علی صاحب اور انکے ہم خیالوں کو جس قدر آزادی دے سکتے تھے دینے پر تیار تھے۔ یعنی یہ کہ وہ اپنے عقاید وہی رکھیں جو وہ دیانتداری کے ساتھ صحیح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انسان اپنے عقاید کسی کی خاطر بدل نہیں سکتا۔ اور اگر کوئی ان سے دریافت کرے۔ تو وہ آزادی سے اپنے عقائد بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ جماعت میں رہتے ہوئے ان عقائد کی کھلی تبلیغ کریں۔ اور خلیفہ کے عقاید اور جماعت کے عقاید کے خلاف ہر موقعہ پر اعلانات کرتے رہیں۔ کیونکہ اس طریق سے بجائے جماعت میں اتحاد قائم ہونے کے ہر روز اختلاف بڑھیگا اور جماعت ایک مستقل تشویش اور پریشانی میں مبتلا رہیگی۔ جس کے نتیجہ میں آخر جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی کسی معقول انسان کو اس میں اعتراض یا شکوہ کی وجہ نظر نہیں آسکتی۔

اب صاحب تنقید ایک اور پہلو پر اظہار رائے کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں "میرزا بشیر الدین کی زندگی کے اس حصہ کا جس کو فاضل مضمون نگار انکا تربیتی زمانہ کہتے ہیں ذکر کرتے ہوئے انہوں نے دو باہم متضاد باتیں کہہ دی ہیں۔ ان حالات سے جو وہ ان کے زمانہ طالب علمی کے متعلق ہمیں بتلاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ فرائض کی ادائیگی میں انہماک اور مقاصد کی سنجیدگی کسی طرح سے بھی ہمارے ہیرو کے کیرکٹر کے نمایاں پہلو نہ تھے یہ ہے وہ تصویر جو وہ اس ہونے والے غیر معمولی اوصاف کے شخص کی اسکی زندگی کی اس منزل پر پیش کرتے ہیں" اس کے آگے میرا ایک فقرہ نقل کیا ہے جو یہ ہے "رسمی تعلیم کے نقطہ نظر سے آپکا ریکارڈ تسلی بخش نہ تھا۔ آپ کبھی کوئی امتحان پاس نہیں کر سکے۔ مگر اساتذہ کی اعانت سے مدرسہ کی کشمکش کو جاری رکھ سکے۔ یہانتک کہ اینٹرینس کے امتحان میں آپ کی ناکامی نے آپکے رسمی تعلیمی دور کو ختم کر دیا" اور اس فقرہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں "اس بیان سے ایک شخص پر یہ اثر پڑتا ہے کہ ہونے والے خلیفہ صاحب کسی کام کو سنجیدگی سے نہ کرتے تھے۔ اور یہ کہ وہ ایسے ہی محبت و لاڈ کی وجہ سے خراب ہوئے ہوئے ضدی قسم کے بچے تھے جو اکثر بڑے مذہبی پیشواؤں کے خاندانوں میں ملتے ہیں۔ جہاں انکی عزت اُن سے محبت اور انکا بے جا احترام کیا جاتا ہے"۔

میرے جس فقرہ سے صاحب تنقید نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اُس کے ساتھ بالکل ملحقہ عبارت یہ ہے:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے آخری حصہ میں اور خلافت اُولیٰ کے زمانہ میں آپکی توجہ تمام تر قرآن کریم اور دیگر علوم اسلامیہ کے مطالعہ میں لگی ہوئی تھی اور آپکی تعلیم کے نگران اعلیٰ خود

حضرت خلیفہ اول تھے۔ اُس زمانہ میں آپکے اوقات کا اکثر حصہ مطالعہ میں صرف ہوتا تھا اور جماعت کے سامنے آنے کے مواقع آپکے لئے بہت کم تھے۔ لیکن پھر بھی آپکی ہر حرکت و سکون اس امر پر شاہد تھی کہ آپ اپنی زندگی کے ہر لحظہ کو سلسلہ احمدیہ کے مقاصد کی تکمیل کے لئے صرف کئے ہوئے ہیں۔ انہی ایام میں آپ نے ایک ماہوار رسالہ بنام تشحیذ الاذہان جاری کیا جس میں دینی عقائد اور مسائل پر خالص علمی نقطۂ نگاہ سے بحث کی جاتی تھی۔ ایک نوجوان کے لئے جو اپنی عمر کے لحاظ سے مدرسہ کے طالب علموں کے درجہ میں شمار ہوتا تھا۔ ایک ایسے رسالہ کا جاری کرنا چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال سمجھی جاسکتی تھی لیکن آپکی اس زمانہ کی تحریرات بھی اس قدر وسیع مطالعہ اور گہرے فکر کی شہادت دیتی ہیں۔ جو حیرت میں ڈالنے والی ہیں" ناظرین پہلے فقرہ کو اس سے بالکل متصل اور ملحقہ عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا اس تمام بیان سے یہی نتیجہ نکلتا ہے جو صاحب تنقید نے نکالا ہے کہ آپ فرائض کی ادائیگی سے غافل۔ مقاصد کی سنجیدگی سے بیگانہ۔ کسی کام کو سنجیدگی سے کرنے کے ناقابل۔ محبت و لاڈ سے خراب ہوئے ہوئے ضدی بچے تھے؟ ظاہر ہے کہ قرآن کریم اور دیگر علوم اسلامیہ کا مطالعہ صاحب تنقید کی نگاہ میں کوئی سنجیدہ مقصد نہیں۔ اوقات کا اکثر حصہ مطالعہ میں صرف کرنا انکی نظر میں فرائض کی ادائیگی میں انہماک نہیں۔ زندگی کے ہر لحظہ کو سلسلہ احمدیہ کے مقاصد کی تکمیل میں صرف کرنا انکی رائے میں کسی کام کو سنجیدگی سے نہ کرنے کے برابر ہے۔ دینی عقائد اور مسائل پر علمی نقطۂ نگاہ سے بحث کرنا محبت اور لاڈ سے خراب ہونے کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور وسیع مطالعہ اور گہرا فکر ایک ضدی بچے کی عام صفات ہیں! ورنہ کیا وجہ ہے کہ اس عبارت کے سامنے ہوتے ہوئے جو میں نے اوپر نقل کی ہے۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ جو انہوں نے بیان کیا ہے۔ جو فقرہ انہوں نے نقل کیا ہے۔ اُسے ساتھ کی عبارت کے ساتھ پڑھنے سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مدرسہ کی عام تعلیم آپکی توجہ کی جاذب نہیں تھی۔ اور آپکو شغف دینی علوم اور دینی دلچسپیوں کے ساتھ تھا۔ آج تو بیشک صاحب تنقید اور ان کے سرپرستوں کو آپکے ہر مرحلہ زندگی میں سوائے عیب کے کچھ نظر نہیں آتا لیکن جو زمانہ تنقید کے اس حصہ میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ اس کے متعلق اسی زمانہ کی تحریر کردہ مولوی محمد علی صاحب کی رائے ہے کہ آپ کی زندگی، آپ کے مشاغل، آپ کے خیالات اور جذبات سلسلہ احمدیہ کی صداقت کی بیّن دلیل ہیں۔ مولوی صاحب کی یہ رائے مارچ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔ اور جس مضمون کے شائع ہونے پر یہ لکھی گئی وہ اس سے کچھ عرصہ پہلے ہی کا لکھا ہوا ہوگا۔ اس وقت آپکی عمر سترہ سال تھی۔ گو مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اندازہ سے اٹھارہ انیس برس لکھی ہے۔ جس سے بھی ظاہر ہے کہ ہر وقت کے دیکھنے والوں کو بھی آپکی ذہانت اور فراست کیوجہ سے آپکی عمر کے متعلق اندازہ کرنے میں غلطی لگ جاتی تھی! اور باوجودیکہ آپکی کم عمری میں آپکے مقاصد عالیہ اور آپکی ذہانت اور فراست بطور سلسلہ کی صداقت کی دلیل کے پیش کئے جارہے تھے۔

پھر بھی مولوی صاحب کو آپ کی عمر کا اندازہ کرنے میں غلطی لگ گئی اور آپ کی عمر صحیح اندازہ سے برس دو برس زیادہ ہی بیان ہو گئی۔ مولوی صاحب نے لکھا :- "رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جس کا پہلا نمبر یکم مارچ کو شایع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر ... اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے" (ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

تنقید کا سلسلہ یوں جاری ہے "ایک ہی سانس میں مضمون نگار صاحب ایک ایسے بے فکر اور غافل نوجوان کے متعلق جس کے کیریکٹر کا غالب پہلو اسوقت احساسِ فرض کا انتہائی فقدان تھا۔ ہمیں یہ بتلاتے ہیں کہ گویا وہ اپنے والد کے عظیم الشان مشن کی کامیابی کے لئے تڑپ رہا تھا۔ اس منظر سے وہ یوں پردہ اٹھاتے ہیں" اور پھر میرے مضمون کے یہ فقرات نقل کئے ہیں "میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنے والد کی وفات کے وقت انیس برس سے کچھ ہی زیادہ عمر کے تھے۔ اور اس موقعہ پر پہلا فعل جو ایک خاص جذبہ کے ماتحت آپ سے صادر ہوا۔ آپ کے کیریکٹر پر بہت بڑی روشنی ڈالتا ہے اور اس پالیسی کے سمجھنے کیلئے ہمیں ایک کنجی مہیا کرتا ہے۔ جس پر آپ اس وقت سے کہ آپ اپنے عالی مرتبہ والد کی ان کی وفات کے چھ سال بعد خلیفہ ہوئے برابر کاربند رہے۔ اسوقت آپ نے اپنے والد کی مقدس نعش کے بالکل ہی قریب کھڑے ہوئے خدائے تعالیٰ کو اپنے اس عزم پر گواہ ٹھہرایا کہ آپ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ خواہ جماعت کا ہر فرد آپکا ساتھ چھوڑ دے" اسپر صاحبِ تنقید فرماتے ہیں "یہ لو! ایک معجزہ ظہور پذیر ہوا۔ اس لڑکے کی جس کو اپنے سکول کے کام کو سنجیدگی اور مستعدی سے کرنے اور اپنے زمانہ طالب علمی کے دس سالوں میں کسی بھی امتحان کے پاس کرنے کی قابلیت نہ تھی۔ فوراً ہی کایا پلٹی جاکر وہ ایک قسم کا ولی اللہ بن گیا۔ جس کی دلی آرزو اسلام کی شوکت تھی۔ اور جس نے قسم کھائی۔ کہ وہ مشن کو کامیاب کر کے چھوڑیگا۔ خواہ تمام جماعت اسکی مخالف ہو جائے۔ یقیناً توہم پرستی جاہل عامی لوگوں کا اجارہ نہیں ہے۔ فیڈرل کورٹ کے جج تک بھی انسانی طبیعت کی اس کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں"

واقعات کا تو صاحبِ تنقید کو انکار نہیں کہ ہمارے ممدوح سکول کے بھی امتحانات پاس نہیں کر سکے اور یونیورسٹی کے امتحان اینٹرینس میں فیل ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر آپنے اس عہد کا اظہار کیا۔ جس کا ذکر میں نے اپنے مضمون میں کیا ہے۔ اس سے بھی انہیں انکار نہیں کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے اس فقرہ کی تعبیر کرنے میں ڈیڑھ کالم کے قریب صرف کیا ہے۔ لیکن وہ میرے پہلے فقرہ سے ایک غلط نتیجہ ناظرین کے سامنے پیش کر کے اس دوسرے واقعہ کو ایسے رنگ میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ جس رنگ میں میں نے اسے پیش نہیں کیا۔ اوّل تو یہ وضاحت کر دینا مفید ہوگا کہ حضرت مسیح موعود

علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات والا واقعہ میرے مضمون میں پہلے بیان شدہ ہے اور صاحب ممدوح کی رسمی تعلیم والا واقعہ اور اس کی متعلقہ عبارت ایک صفحہ بعد جا کر شروع ہوتی ہے۔ اور درمیان میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے انتخاب اور آپ کے زمانۂ خلافت کا مختصر سا ذکر ہے۔ اگر میرا مقصود ایک ایسے معجزہ کا بیان کرنا ہوتا جس قسم کا بھونڈا اور خلافِ حقیقت استدلال تعلیم والے فقرہ کے مطلب کو بگاڑ کر صاحبِ تنقید نے میری طرف منسوب کیا ہے، تو میں تعلیم والا فقرہ پہلے لکھتا اور ساتھ ہی دوسرے واقعہ کو بیان کرتا۔ لیکن جیسے میں نے وضاحت کی ہے۔ حضرت اقدسؑ کی وفات والا واقعہ پہلے بیان شدہ ہے۔ صاحبِ ممدوح کی تعلیم کا ذکر ایک صفحہ بعد آتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپکی دینی تعلیم اور مشاغل اور تشحیذ الاذہان کے اجراء کا ذکر ہے۔ یہ عبارت یقیناً کسی بے تعصب صاحبِ فراست شخص کے دل پر یہ اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ کہ یہ تصویر ایک بے فکر اور غافل نوجوان کی ہے۔ جس کے کیریکٹر کا غالب پہلو احساسِ فرض کا انتہائی فقدان ہے۔ بلکہ جس قسم کے مطالعہ جس معلم۔ جن مشاغل جس فکر۔ جن مقاصد کا یہاں ذکر ہے۔ وہ عین مطابق اس واقعہ کے ہیں۔ جو حضرت اقدسؑ کی وفات پر ظاہر ہوا۔ اور جس کا ذکر پہلے گذر چکا تھا۔ اور کوئی تفاوت اور تضاد اُس واقعہ اور اس تصویر میں نہیں۔ آپ کے رسمی امتحانات کو پاس نہ کر سکنے اور اینٹرینس کے امتحان میں فیل ہو جانے کا ذکر اسلیئے ضروری تھا کہ صاحبِ تنقید جیسا کوئی نقاد یہ اعتراض نہ کر دے کہ آپکے تعلیمی دور کے اس پہلو کا عمداً ذکر نہیں کیا گیا۔ کوئی معجزہ اس ذکر کا مقابلہ وفات والے واقعہ سے کر کے ثابت کرنا مقصود نہ تھا۔ اصل معجزہ تو خود اسی عبارت میں مذکور ہے۔ جو امتحان پاس نہ کر سکنے والے فقرہ کے ساتھ ملحق ہے۔ اور جو میں نے اُوپر درج کر دی ہے۔ اگر امتحان پاس نہ کر سکنے والے فقرہ سے وہ مُراد لی جائے۔ جو صاحبِ تنقید کے دماغ نے اختراع کی ہے۔ تو یہ معجزہ اور بھی حیرت انگیز ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمیں خواہ مخواہ حقیقت کو الٹ پلٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ شغل صاحبِ تنقید ہی کے شایان ہے۔

یہ معجزہ اسی وعدہ الٰہی کا ظہور ہے۔ "اور علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائیگا" جو آپ کی پیدائش سے تین سال قبل کیا گیا تھا۔ اور جو میرے مضمون میں درج ہے۔ لیکن حقیقی معجزات پر ایمان لانا تو معلوم ہوتا ہے۔ صاحبِ تنقید کی نگاہ میں "توہم پرستی" ہے۔ میرے بیان کردہ حقائق کو تو صاحبِ تنقید غالباً "توہم پرستی" سے ہی تعبیر کریں گے۔ لیکن وہی بات اگر مولوی محمد علی صاحب کی بیان کردہ ہو تو شاید انہیں معقول نظر آئے۔ میں پھر انہیں مولوی صاحب کے ان بیانات کی طرف توجہ دلاتا ہوں "جماعت تو اس مضمون کو پڑھیگی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے"۔

صاحبِ تنقید کہتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص اپنے طالب علمی کے دس سالہ عرصہ میں ایک بھی امتحان پاس نہ کر سکا۔ اُس کی "فوراً" کایا پلٹی جا کر وہ ایک قسم کا ولی اللہ بن گیا۔ جس کی دلی آرزو اسلام کی شوکت تھی"۔

یہ تو مَیں واضح کر چکا ہوں کہ امتحان پاس نہ کر سکنے سے وہ تمام نتائج فاسدہ جو صاحبِ تنقید نے نکالے ہیں وُہ ان کی اپنی اختراع ہیں۔ یہاں مَیں مولوی صاحب کی شہادت پیش کرتا ہوں کہ کسی فوراً کا یا پلٹی جانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور اس نوجوان کی دلی آرزو شروع سے اور ہمیشہ ہی اِسلام کی شوکت تھی۔ وفات والے واقعہ سے ۲ دو سال پیشتر جو آپ کی حالت تھی۔ اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں " جو دلیل مَیں سلسلہ کی صداقت پر گواہ کے طور پر اس وقت کل مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس مضمون کا آخری حصہ ہے۔ جس کو مَیں نے صاحبزادہ کے اصل الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ اور تمام دُنیا جانتی ہے کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال انکے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ شوق جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں۔ بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔" "ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دِل میں اِس جوش اور ان اُمنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھکر کھیل کود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دِل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افترا ہے۔ تو یہ سچا جوش اس بچّہ کے دِل میں کہاں سے آیا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ۲ دو سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے جب آپکی عمر سترہ سال تھی۔ مولوی محمد علی صاحب شہادت دیتے ہیں۔ " دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش" "ایک خارق عادت بات ہے۔" "ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔" مولوی صاحب نے آپکی دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کے جوش کو خارق عادت قرار دیتے ہیں۔ یعنی معجزہ کہتے ہیں اور صاحبِ تنقید کے نزدیک یہ توہم پرستی ہے۔

پھر صاحبِ تنقید فتویٰ صادر فرماتے ہیں " یقیناً توہم پرستی جاہل عامی لوگوں کا اجارہ نہیں ہے۔ فیڈرل کورٹ کے جج تک بھی انسانی طبیعت کی اس کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔" ناظرین انصاف فرمائیں کہ میرے عہدہ کو اس بحث میں گھسیٹ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ سوائے اس کے کہ صاحبِ تنقید بار بار اپنے تئیں یہ کہہ کر ایک قسم کی لذت حاصل کرلیں کہ خوب چوٹ کی! یا ان کے ہم خیال ایسی ہی لذت حاصل کرسکیں۔ اور اس کا اظہار ان کے پاس کر سکیں۔ انہیں اس سے کیا حاصل یا مقصود تھا؟

کیا مَیں نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے کہ فیڈرل کورٹ کے جج لازماً توہم پرستی سے آزاد یا محفوظ ہوتے ہیں؟ یا یہ کہ مَیں توہم پرستی سے اسلئے آزاد اور محفوظ ہوں کہ مَیں فیڈرل کورٹ کا جج ہوں یا وائسرائے ہند کی مجلس انتظامیہ کا

رکن رہ چکا ہوں۔ اعلیٰ سرکاری عہدہ اس بات کی ہرگز ضمانت نہیں کہ جو شخص بھی اس پر مقرر ہو۔ وہ لازماً توہمات سے آزاد ہو۔ یا اس کے دینی عقائد لازماً صحیح اور درست ہوں۔ اس ملک پر جن لوگوں کی حکومت ہے۔ اور جن کے ہاتھ میں کثرت سے اعلیٰ عہدے ہیں۔ وہ ایک انسان کو خدا مانتے ہیں۔ پھر اعلیٰ عہدہ دینی لحاظ سے کسی امر کی ضمانت کیسے ہوا؟ ہر عہدہ صرف یہ قیاس پیدا کرتا ہے کہ جو شخص اس عہدہ پر مقرر ہے۔ وہ مقرر کرنے والے یا کرنے والوں کی نگاہ میں اس عہدہ کے فرائض کے سرانجام دینے کی قابلیت رکھتا ہے۔

لیکن "توہم پرستی" کی تعریف ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق کر لیتا ہے۔ اس کا کوئی معیار مقرر نہیں کہ مقیاس الحرارت کی مانند اس معیار کے مطابق "توہم پرستی" کا درجہ تحقیق کیا جا سکے۔ جس کا ذوق فاسد ہوتا ہے اُسے ہر چیز کڑوی لگتی ہے۔ دیوانہ اپنے تئیں ہشیار اور تمام دنیا کو دیوانہ سمجھتا ہے۔ افریقہ کے وحشی قبائل یورپین لوگوں کو وہم پرست خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ایک ایسے شخص کو خدا مانتے ہیں جسے اُس کے دشمنوں نے پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا! اللہ تعالیٰ کی ہستی کے منکر ایک خدا کے ماننے والوں کو وہم پرست قرار دیتے ہیں۔ ایک انسان کو خدا ماننے والے اور اسکو خدائی میں شریک قرار دینے والے خالص توحید پر ایمان رکھنے والوں کو وہم پرست سمجھتے ہیں۔ پردہ سے آزاد، زینت کا لباس پہن کر کھلے بندوں مَردوں کی مجالس میں شریک ہو کر ہنسنے کھیلنے والی عورتیں اپنے تئیں مسلمان کہتی ہوئی اپنی اُن مسلمان بہنوں کو جو خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق پردہ کے احکام کی پابندی کرتی ہیں "غیر مہذب" اور "توہم پرست" کے ناموں سے یاد کرتی ہیں۔ قرآن کریم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کا دعویٰ کرنے والے ایسے لوگوں کو جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ "راہ کھلی ہے۔ ہمیں بھی اسی وسیلہ دُعا کرنے کا حکم ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مدارج جو منعم علیہ لوگوں کو ملے کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دُعا سکھلانے کے کیا معنی؟ مخالف خواہ کوئی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے۔ صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطاء کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا۔" ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا"۔ (تقریر مولوی محمد علی صاحب الحکم ۱۸ جولائی ۱۹۰۸ء) بے دین۔ کافر۔ خارج از دائرہ اسلام کہتے ہیں۔ اور آج مولوی محمد علی صاحب خود بھی یہ عقیدہ رکھنے والوں کو "پیر پرست" یعنی مشرک اور وہم پرست بتاتے ہیں۔ اور صاحب تنقید یہ کہنے والے پر کہ سترہ سال کی عمر میں حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی "دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا

جوش" "ایک خارق عادت بات ہے" (قول مولوی محمد علی صاحب) "توہم پرستی" کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں!
ہاں مَیں اپنے لئے اس امر کو جائز نہیں سمجھتا کہ جن عقاید پر مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق قائم ہوں۔ ان میں سے کسی کو اس خوف سے ترک کر دوں کہ اس عقیدہ کی وجہ سے مجھے لوگ توہم پرست کہیں گے۔ اگر مجھے اپنے کسی عقیدہ کے متعلق معلوم ہو جائے۔ کہ وہ حضور کے کسی ارشاد یا ہدایت کے خلاف ہے۔ تو مَیں فوراً اپنی غلطی تسلیم کر کے اُسے ترک کر دُونگا۔ کیونکہ حضور تمام اُمور میں حکم کا درجہ رکھتے ہیں۔ اور حضورؑ کے ارشادات اور ہدایات کے مطابق ہمارے لئے اصلاحِ عقائد لازم ہے۔ جب ہم نے حضور کو علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ کا فرستادہ اور مرسل اور مامور مانا ہے۔ اور حضور کی وحی کو خطا سے پاک اور منزّہ تسلیم کیا ہے تو حضور ہی کے ارشادات اور ہدایات ہمارے صحیح راہنما ہیں۔ اور ہم ان میں سے کسی کو بھی اس خوف سے ترک نہیں کر سکتے کہ مغربی آزاد خیالوں کا گروہ ہمیں توہم پرست نہ قرار دے۔ حضور فرماتے ہیں "جو شخص مجھے دِل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی، اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔" (اربعین صفحہ ۶۶ حاشیہ)

صاحبِ تنقید پر واضح کرنے کے لئے کہ "توہم پرستی" کے الزام کا خوف کیا کیا نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ مَیں ایک ہی مثال پر اکتفاء کرتا ہوں۔ مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰ پر حضور فرماتے ہیں۔ کہ "ہمارے عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قدرتِ مجردہ سے پیدا ہوئے" "جہلاء کی وجہ سے حقیقت کو نہ سمجھ کر ان آیات میں غور و فکر نہیں کرتے۔ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور علامات کے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے باپ کے نطفہ سے تھے" "اہلِ بصیرت کے نزدیک دو ہی احتمال ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہا جاوے کہ حضرت عیسیٰ خدا تعالیٰ کے کلمہ سے پیدا ہوئے یا نعوذ باللہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ آپ حرام سے تھے۔" "اور یہ بات ہم قرآن اور انجیل کی شہادت کے مطابق کہتے ہیں۔ پس تم کامیابی اور صداقت کا راستہ مت ترک کرو۔"

پھر تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۴۳ پر فرماتے ہیں "یہ امر ولادت بن باپ ہونے میں خلاف قانونِ قدرت نہیں اور عادت اللہ سے باہر نہیں۔" اور پھر کس قدر وضاحت سے فرمایا ہے "ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح بے باپ تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا۔ وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کا خدا مُردہ خدا ہے اور ایسے لوگوں کی دُعا قبول

نہیں ہوتی۔ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کر سکتا۔ ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔" (الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء)

خود مولوی محمد علی صاحب نے لکھا "یہ خیال کہ مسیحؑ یوسف سے پیدا ہوا نہایت جاہلانہ خیال ہے نصِ صریح اور قرآن کے مخالف ہے۔" (ریویو اردو جلد اول صفحہ ۱۵۶) "مسیحؑ کی پیدائش ایک اعجازی رنگ میں ظاہر ہوئی تھی کہ جس میں باپ کا دخل نہ ہوا۔ اور اس لئے اسے کلمہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ معمولی طرز پر باپ سے ماں کے شکم میں نہ آیا۔ اور وہ اس معمولی طریق سے حاملہ نہ ہوئی۔ بلکہ خدا کے کلمہ کُن سے حاملہ ہوئی۔ اِسی لئے اسے کلمہ کہا۔" (ریویو جلد ۷ نمبر ا صفحہ ۱۴)

لیکن جب مولوی محمد علی صاحب نے عمداً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ماننا چھوڑ دیا۔ تو لکھا "اگر فی الواقع حضرت مسیحؑ بن باپ پیدا نہیں ہوا۔ تو اس سے مسلمانوں کے کسی عقیدہ میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ کیونکہ بن باپ پیدا شدہ ماننا ان کے عقائد میں داخل نہیں۔" "اگر کوئی شخص قرآن کریم کے الفاظ سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ پیدا ہونا تسلیم کیا گیا ہے تو وہ ایسا مانے۔ میرے نزدیک یہ نتیجہ الفاظ قرآنی سے نہیں نکلتا۔" (بیان القرآن نوٹ ۴۲۷ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۴) اور پھر تمام استدلال اس امر کی تائید میں کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ یوسف کے نطفہ سے تھے۔ مولوی صاحب نے بقول اپنے یہ "نہایت جاہلانہ خیال" جو "نصِ صریح اور قرآن کے مخالف ہے" کیوں اختیار کیا۔ اسی لئے کہ مغربی آزاد خیال کہیں مولوی صاحب کو "وہم پرست" خیال نہ کریں! اور یہ میں نے یونہی نہیں کہہ دیا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جنہیں مولوی محمد علی صاحب اولیاء اللہ میں سے قرار دیتے ہیں۔ اپنے رسالہ ولادت مسیح (صفحہ ا و ۲) میں کہتے ہیں "کیا دُنیا میں کوئی ہے جس کا باپ نہ ہو؟ جب کوئی بھی بغیر باپ کے نہیں اور سنت اللہ یہی نظر آتی ہے تو پھر حیرت سے یُوں پوچھنا چاہیئے تھا کہ کیا مسیح کا باپ کوئی نہ تھا؟ جو کہے کہ باپ نہ تھا۔ اس کا فرض ہے کہ ایسی خارقِ عادت اور سنت اللہ کے خلاف بات کا وہ ثبوت دے۔ ورنہ ہم مجبور ہیں کہ اس کے اس دعویٰ کو رد کر دیں۔ ہمیں دُنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی جس میں کوئی بغیر باپ کے بچہ پیدا ہوا ہو اور خدا کی یہ سنت ہماری طبائع میں اس قدر مرکوز ہے کہ اگر ایک عورت حاملہ پائی جائیگی تو ہم مجبور ہیں کہ سمجھیں کہ اس کا کوئی شوہر تھا جس سے اس کو حمل ہوا۔ کیونکہ بغیر مرد کے کوئی عورت حاملہ نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ہمیں یہ بتا بھی دیا جائے۔ کہ وہ بڑی نیک ہے مگر شوہر نہیں رکھتی اور حاملہ ہے۔ تو بھی باوجود اس کی نیکی کے ادعا کے ہم کبھی نہیں مان سکتے کہ وہ بغیر کسی مرد کے حاملہ ہو گئی ہے۔

خواہ وہ عورت کتنی ہی پارسا اور صاحبِ عفت و عصمت ہو اور خواہ وہ بیت المقدس اور کعبہ کے اندر ہی رہتی ہو۔ وہ لاکھ دفعہ کہے کہ مَیں بغیر مرد کے حاملہ ہوئی ہوں۔ مگر ہم اُسے جھوٹا ہی سمجھینگے"۔

اور اسی رسالہ کے دیباچہ میں کہتے ہیں "میرا مقصد ان صفحات کی اشاعت سے صرف اس قدر ہے۔ کہ ایک ایسے خیال کے متعلق جو میری تحقیقات کی رُو سے ایک توہم سے بڑھ کر نہیں۔ طالبانِ حق کے سامنے وہ نتائج پیش کروں۔ جن پر قرآن اور اناجیل کے مطالعہ سے مَیں پہنچ سکا ہوں"۔ "مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ایک دیرینہ توہم کا جس میں کروڑہا بنی نوع انسان عیسائی اور مسلمان مبتلا رہے ہیں قلع قمع ہو"۔

معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے جو مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اور مولوی صاحب کے واجب التعظیم بزرگ تھے اور مجدد اعظم کے مصنف تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عقیدہ کو اسی لئے ترک کیا کہ وہ "توہم پرست" نہ کہلائیں۔ اور ڈاکٹر صاحب نے تو اس سے اس قدر بیزاری اختیار کی کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے کو (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی) توہم میں مبتلاء قرار دیا۔ مجددِ اعظم تو ڈاکٹر صاحب خود ہوئے نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ کیونکہ ایسے توہم کا جس میں کروڑہا بنی نوع انسان عیسائی اور مسلمان (بشمول حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) مبتلا رہے ہیں۔ قلع قمع ڈاکٹر صاحب کے ہاتھ سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو "توہم پرست" قرار دیا۔ اگر صاحبِ تنقید نے خود ہی میری طرف سے بعض معیوب مطالب گھڑ لیے اور پھر اُن مطالب کے مخالف میرے ایک بیان کی بناء پر مجھے "توہم پرست" قرار دیا تو کونسی جائے شکوہ ہے!

آگے سلسلہ تنقید یُوں جاری ہے "سر ظفر اللہ خان ہماری توجہ نوجوان مرزا کے اس بے اختیاری میں کہے ہوئے فقرہ کی طرف منعطف کراتے ہیں۔ گویا کہ یہ اس کے کیریکٹر اور اسکی زندگی کے بقیہ ریکارڈ کو سمجھنے کے لئے کنجی کا کام دیتا ہے۔ اور یہ کنجی ان کے نزدیک اس جوش اور عزم میں ہے۔ جس کا اس فقرہ سے اس کے اپنے والد کے مشن کی حمایت کے لئے اظہار ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ اس فقرہ کو ایک مخلص مُرید کی عینک کے ذریعہ دیکھ رہے ہیں۔ ایک غیر جانبدار نقاد ایک دُوسرے حصہ کو اس کے دل کو سمجھنے کی کنجی قرار دیگا۔ یہ کنجی جماعت کی مخالفت کے اس خوف میں پائی جاتی ہے۔ جس کو اُس نے قبل از وقت محسوس کیا۔ اور جس کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا "خواہ جماعت کا ہر فرد آپ کو چھوڑ جائے"۔ یہ پُر معنی الفاظ ہیں"۔

اگر ایک شخص کے حالات اور اُس کی سیرت کا صحیح اندازہ کرنا ہو۔ تو ایک مخلص مرید کی عینک کے ذریعہ اُسے دیکھنا انسان کو حقیقت کے بہت زیادہ قریب کر دیتا ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اسے ایک معاند کی عینک کے ذریعہ دیکھا جائے۔ مخلص مُریدوں کو صحبت میں رہنے اور صحیح معلومات حاصل کرنیکے بہت زیادہ مواقع حاصل ہوتے ہیں بمقابلہ معاندین کے۔ اور اگر صحبت میں رہنے کا سوال نہ بھی ہو۔ تو بھی ایک مخلص مُرید کا نقطۂ نظر صحت اور دیانت کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے بہ نسبت ایک معاند کے۔ مثل مشہور ہے دشمن بات کہے انہونی۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح اور سیرت کا مطالعہ منظور ہو تو صاحبِ تنقید سیل اور سپرینگر اور زویمر کے بیانات کو ترجیح دیں گے یا صحابہؓ اور طبری اور ابن ہشام کے بیانات کو۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور سیرت کا حال معلوم کرنا ہوگا۔ تو کیا حکیم مظہر حسین سیالکوٹی کے افسانہ "چودھویں صدی کا مسیح" کو پیشِ نظر رکھیں گے یا حضور اقدس ؑ کے اپنے بیانات۔ مولوی عبدالکریم صاحب ؓ کی تحریر کردہ سیرت۔ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کی تحریر کردہ سیرت۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے بیان کردہ حالات اور واقعات۔ حضرت میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی جمع کردہ روایات۔

اگر "ایک غیر جانبدار" نقاد سے مُراد صاحبِ تنقید خود ہیں۔ تو اب تک ناظرین اندازہ کر چکے ہونگے کہ غیر جانبداری کا کس قدر مظاہرہ ان کی طرف سے ہو چکا ہے اور ابھی اور باقی ہے۔ کہتے ہیں "اگر اس نے اپنے والد کے مشن کو ہی چلانا تھا۔ تو اس کے لئے جماعت سے مخالفت کے خوف کی کوئی وجہ نہ تھی۔ جماعت سب کی سب اسکے والد کے مشن کی ترقی اور کامیابی کے لئے مخلصانہ طور پر وقف تھی۔ پس یقیناً وہ چیز نہیں ہو سکتا۔ جو اس وقت اس کے دل میں تھی۔ یہ قطعی طور پر جماعت کی طرف سے مخالفت کا ڈر اس کے دل میں پیدا نہ کر سکتی تھی۔ اس کے قلب کے پچھلے گوشوں میں کچھ اور ہی بات تھی۔ جو اس کی مخالفت پیدا کر سکتی۔ اور جس نے واقعہ میں اسکی مخالفت پیدا کی۔ یہ خلافت کو حاصل کرنا تھا" پھر مجھ سے سوال ہوتا ہے کہ "میں اس کنجی کے متعلق کیا خیال کرتا ہوں۔"

بات تو واضح تھی۔ لیکن چونکہ صاحب تنقید یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ وہ اپنے ناظرین کے سامنے آپ کی یہی تصویر پیش کریں کہ آپ فرائض کی ادائیگی سے غافل۔ مقاصد کی سنجیدگی سے بیگانہ۔ کسی کام کو سنجیدگی سے کرنے کے ناقابل۔ محبت و لاڈ سے خراب ہوئے ہوئے ضدی بچے تھے۔ اور ایک ایسے بے فکر اور غافل نوجوان تھے۔ جس کے کیریکٹر کا غالب پہلو احساسِ فرض کا انتہائی فقدان تھا۔ اس لئے وہ اس فقرہ کی بھی کوئی ایسی ہی تعبیر کرنے پر مجبور ہوئے جو اس قسم کے نوجوان پر چسپاں ہو سکے۔ جس کی تصویر انہوں نے اپنے ناظرین کے سامنے پیش کی تھی۔ لیکن اگر وہ نوجوان بقول مولوی محمد علی صاحب دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا سچا جوش خارق عادت طور پر رکھتا تھا۔ اور اس کی سترہ سال کی عمر کی تحریریں مخالفین سلسلہ کے

سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کی جا سکتی تھیں۔ اور سلسلہ احمدیہ کی صداقت پر گواہ تھیں تو پھر صاحب تنقید نے جو عمارت اس قدر محنت اور دماغ سوزی سے ایک ریت کے تودہ پر کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ساتھ ہی ساتھ گرتی بھی جاتی ہے۔ اور اس کی کوئی اینٹ دوسری اینٹ کے اُوپر کھڑی نہیں رہ سکتی۔

"آپ اپنے والد کے مشن کو جاری رکھیں گے خواہ جماعت کا ہر فرد آپکا ساتھ چھوڑ دے"۔ انتہائی عزم اور استقلال کا ہی اظہار کرتا ہے۔ اور ان معنوں کا متحمل نہیں ہو سکتا جو صاحبِ تنقید نے اس فقرہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ صاحبِ تنقید ذرا اس ماحول کا نقشہ اپنے ذہن میں جمانے کی کوشش کریں جس میں یہ فقرہ آپ کے منہ سے نکلا۔ آپ کے مقدس والد کی رُوح اسی لحظہ جسدِ عنصری سے جُدا ہو کر اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو چکی ہے۔ دُنیا آپ کی آنکھوں میں اندھیر ہے۔ آپ کے دِل میں ایک نہایت ہی شفیق باپ کی جُدائی ہی کا احساس نہیں۔ اُس مقدس انسان کے ساتھ آپکا رشتہ باپ بیٹے ہی کا نہیں۔ وہ آپ کا آقا بھی تھا۔ معلّم بھی تھا۔ رُوحانی بادشاہ بھی تھا۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا عاشق تھا۔ اسلام کا سب سے بڑا خادم تھا۔ اور شیطانی طاقتوں کے مقابلہ میں اسلام کی آخری جنگ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر کیا ہوا سپہ سالار تھا۔ اُس کی موت رُوحانی عالم میں ایک سخت زلزلہ تھی۔ بیشک ایک جماعت حضور کے مخلصین اور جان نثاروں کی موجود تھی۔ لیکن یہ امر پردۂ غیب میں تھا کہ حضور کی وفات کے بعد کون کونسے خطرات پیش آئیں گے۔ اور جماعت کو کس کس مصیبت میں سے گذرنا ہوگا۔ ہر دماغ ہراساں اور ہر دل لرزاں تھا کہ ہمارا مقدس آقا تو ہم سے جدا ہو گیا۔ اب کیا ہوگا؟ بیشک خدا تعالیٰ کے وعدے تائید اور نصرت کے تھے۔ اور ہیں۔ لیکن عارف دِل جانتے ہیں کہ ان وعدوں کا پُورا ہونا جہاد اور قربانی کو چاہتا ہے۔ ایک نبی کی موت پر عالمِ رُوحانی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وفات کے وقت یاد کر لو عرب کی کیا حالت ہو گئی تھی۔ اور اسلام کو کن حالات میں سے گذرنا پڑا تھا۔ پھر یہاں اس سانحہ عظیم کے وقت کیا کیفیت ہو گی؟

صاحبِ تنقید ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایسے وقت میں اس انیس سالہ نوجوان کے دل و دماغ جن میں "دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا سچا جوش" موجزن رہا کرتا تھا منصوبہ بازی میں لگ گئے۔ اور آپنے اپنے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکا دینا چاہا! مجھ سے دریافت ہوتا ہے۔ میں اس کج فہمی کی نسبت کیا خیال کرتا ہوں۔ میرے والد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خدام میں سے تھے۔ اگر کوئی شخص مجھ سے یہ کہے۔ کہ انکی وفات کے وقت میرے دل میں کوئی منصوبہ بازی شروع ہو گئی۔ تو جو احساسات میرے دِل میں ایسے کمینہ اور

ناپاک بہتان کے مقابلہ میں پیدا ہوں۔ ان سے کئی ہزار بلکہ کئی لاکھ گنا شدّت کے احساسات میرے اس کنجی کے متعلق ہیں جو صاحبِ تنقید ایک کامیاب سُراغ رساں کے طور پر میرے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ صاحبِ تنقید کون ہیں۔ اور آیا ان کے والد صاحب بقیدِ حیات ہیں یا فوت ہو چکے ہیں (اگر حیات ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں بہت لمبی عمر دے اور صاحبِ تنقید کو ان کی رحلت کے صدمہ اور جُدائی کے کرب سے بہت لمبا عرصہ محفوظ رکھے) اگر صاحبِ تنقید اس صدمہ میں سے گذر چکے ہیں۔ تو وہ خود دیانتداری سے فیصلہ کرلیں کہ اگر ایک شخص کو اپنے باپ کے ساتھ محبّت اور احترام کا حقیقی تعلق ہو جیسا ہونا چاہیئے۔ اور اس نے اپنے باپ سے وہی شفقت اور رحم اور محبّت کا سلوک دیکھا ہو۔ جو باپ کو بیٹے کے ساتھ ہونا لازم ہے۔ تو کیا یہ قرینِ قیاس ہے کہ بیٹے کے دِل و دماغ عین اس جدائی کے وقت منصوبہ بازی میں مشغول ہوں۔ اور اگر وہ ابھی اس صدمہ سے نہیں گذرے تو جب غم واندوہ کا یہ پہاڑ ان کے سر پر ٹوٹے گا تو وہ اس وقت اندازہ کرلیں کہ کیا ان کا ایسا ظن اس نوجوان کے حق میں جس کا باپ ایک "صادق مقدس اور برگزیدہ رسول" تھا۔ قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟

کہا گیا ہے کہ ایسے وقت میں آپ کو جماعت کی مخالفت کا خوف کیوں دامنگیر تھا۔ اس تمام فقرے میں اپنے عزم اور استقلال کے اظہار کا پہلو غالب ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ میں اس فرض کو ضرور کماحقہٗ سرانجام دُونگا۔ دُوسرا خواہ کوئی بھی اس کے انجام دینے میں غفلت یا سستی کرے۔ ایک مومن کی حقیقی شان تو ہونی ہی یہی چاہیئے۔ کہ وہ دین کی اشاعت اور خدمت کو اکیلے اپنا ہی فرض شمار کرے۔ اور تہیہ کرلے کہ میں نے اپنی ہی کوششوں سے دین کو غالب کر کے چھوڑنا ہے۔ خواہ باقی سب لوگ دین سے غافل ہو جائیں یا اسے ترک کر دیں۔ آپ نے بار بار جماعت کو اسی رنگ میں متنبہ فرمایا ہے کہ تم میں سے ہر ایک کو یہی تہیہ کرنا چاہیئے کہ تم نے اکیلے دین کو غالب کرنا ہے۔ لیکن صاحبِ تنقید شاید میرے استدلال کو چنداں وقعت دینے پر آمادہ نہ ہوں میں ان کی خدمت میں ان صاحبان کے اقوال پیش کرتا ہوں جو انکے نزدیک ضرور قابلِ احترام ہونے چاہئیں۔ ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اپنی ایک چٹھی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے تھوڑا عرصہ بعد ہی لکھی گئی کہتے ہیں

"غرض قوم کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا کام بڑی مردانگی اور شجاعت سے اس کے سپرد کر گئے ہیں۔ ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ ان سب کاموں کو جو حضرت اقدس کر رہے تھے۔ کرنا اپنا خاص فرض سمجھے۔ اور ہر ایک اس کام کو اپنا ہی کام سمجھے۔ اور یہ یقین کرے کہ یا اُس نے ہی کرنا ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کا جاری کیا ہوا ہے۔ ہو کر تو ضرور رہیگا۔ مگر ایسا نہ ہو۔ کہ ہم

میں سے کوئی بدقسمت ایسے ہوں جو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی دکھائیں۔" (الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء)

یہاں اس جان نثار قوم کے متعلق جس کا حوالہ صاحب تنقید نے دیا ہے۔ یہ بدظنی کیوں۔ کہ ایسا نہ ہو ہم میں سے کوئی بدقسمت ایسے ہوں جو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی دکھائیں ؟ جو جواب وہ اس خدشہ کا دیتے ہیں وہی فقرہ زیر بحث پر بھی چسپاں کریں۔

۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں کہا:۔ "بس جس طرح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے تمام کاموں کا خود کو ذمہ وار بنالیا تھا اور ہر ایک یہی خیال لے کر کھڑا ہو گیا تھا کہ گویا ان تمام کاموں کو اکیلا میں نے ہی کرنا ہے۔ اب بھی جب تک ویسی ہی قوت لے کر ہم لوگ نہ کھڑے ہونگے۔ اور ہم میں کا ہر ایک اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود کا قائم مقام نہ سمجھیگا۔ تب تک ہم بھی اس کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پس آج سے ہم میں سے ہر ایک احمدی کا یہ فرض ہے کہ وہ اس فکر میں لگ جاوے کہ گویا حضرت مسیح موعود نے جو کام ہمیں کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ تنہا میں نے ہی کرنا ہے۔ صاحبان قومی کمزوریوں کا اثر رسول کی کامیابیوں پر ہوا کرتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کی کمزوریوں ہی کی وجہ سے منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے۔ اور رستے ہی میں رہ گئے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا کے مرسل حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی طفیل ہم ایسی کمزوری دکھانے سے محفوظ رہیں۔ بلکہ صحابہؓ کی طرح ان تمام وعدوں کے پورا ہونے کے مورد و مصداق بنیں۔ آمین"۔ (الحکم ۲۲ اگست ۱۹۰۸ء)

اسی جذبہ کا اظہار شدت کے رنگ میں فقرہ زیر بحث میں ہوا۔ اس میں خصوصیت یہ تھی۔ کہ یہ ایک انیس سالہ نوجوان کے منہ سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک پاکیزہ عہد کی صورت میں نکلا۔ اور یہ عہد ایسے وقت میں کیا گیا۔ جب قدرتی طور پر عہد کرنے والے کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو رہی تھی۔ اُسے تن بدن کا ہوش نہ تھا۔ اور اس کا دل غم و اندوہ کے جذبات میں غرق تھا۔ لیکن پھر بھی "دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا سچا جوش" ہر بات پر غالب آیا۔ اور آپ نے اپنے مقدس باپ کی رُوح کے جسدِ عنصری سے پرواز کرنے کے ساتھ ہی اپنے تئیں خدمت اسلام کے لئے ہمیشہ کے واسطے اور ہر حالت میں وقف کر دیا۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس فقرہ کے آخری الفاظ میں اس خوف کا اظہار نہیں کیا گیا۔ کہ جماعت میری مخالفت کرے گی۔ بلکہ ایسی حالت میں بھی اپنے عزم پر قائم رہنے کا عہد ہے کہ بالفرض تمام جماعت اس کام میں ساتھ چھوڑ دے صاحب تنقید کے تمام استدلال کی بنیاد مخالفت

کے خوف پر ہے۔ اور الفاظ زیر بحث جماعت کیطرف سے سستی یا غفلت کے صادر ہونے کی صورت میں بھی اپنے عہد پر قائم رہنے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں۔

پھر لکھا ہے " یہ بات اکثر اوقات تعجب میں ڈال دیتی ہے۔ کہ کیوں فوراً ہی عنانِ خلافت سنبھالنے کے بعد اُس نے صدر انجمن احمدیہ کے دستور اساسی کو بدل دیا " اس فقرہ میں قاعدہ ۱۸ میں ترمیم کی طرف اشارہ ہے جس پر بحث گذر چکی ہے۔ صدر انجمن نے اپنے فرائض کو سلسلہ احمدیہ کی ہدایات کے ماتحت سر انجام دینا تھا۔ قاعدہ ۱۸ کی رُو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم انجمن کے لئے قطعی اور ناطق تھا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ کے انتخاب پر جماعت کا فیصلہ ہوا۔ اور اعلان کیا گیا کہ " آپ کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو۔ جیسا حضرت مسیح موعود مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا " اس فیصلہ کی رُو سے خلیفہ کا حکم انجمن کے لئے قطعی اور ناطق ہو گیا اور اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ خلافتِ ثانیہ کے قیام کے بعد انجمن نے قاعدہ ۱۸ میں بھی وہی تبدیلی کر دی۔ جس کا فیصلہ جماعت نے حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کے انتخاب کے وقت کیا تھا۔ یعنی یہ کہ خلیفہ کا حکم انجمن کے لئے قطعی اور ناطق ہوگا۔ دستور اساسی میں آپ نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ اوّل تو خلیفہ کے انتخاب سے ہی قاعدہ ۱۸ کا وہی مفہوم رہ جاتا تھا۔ جس پر خلافتِ اُولیٰ میں عملدرآمد ہوا۔ پھر صریح طور پر جماعت نے فیصلہ کیا۔ کہ خلیفہ کا " فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا حضرت مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا " اور اسی کے مطابق قاعدہ ۱۸ میں تبدیلی انجمن نے کر دی۔ دستور اساسی وہی رہا جو پہلے تھا۔ اور جو ترمیم قاعدہ ۱۸ کے الفاظ میں ہوئی۔ وہ انجمن نے کی۔ اسی انجمن نے جس کا اجتہاد ہر ایک امر میں کافی بیان کیا جاتا ہے۔ اور جس کے خلیفہ کو چھوڑ دینے پر حضرت خلیفہ اوّل تھوکتے بھی نہ تھے!

آگے چل کر نبوت اور کفر کے متعلق اپنے بے بنیاد دعاوی کی تکرار کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔

" بانیٔ سلسلہ نے اپنی ضخیم تصانیف میں ایک دفعہ بھی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہا " میں نے بتایا ہے کہ حضور نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے اس عقیدہ کو کہ کوئی شخص آپ کے انکار سے کافر نہیں ہوتا۔ " خبیث عقیدہ " قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے " کفر دو قسم پر ہے۔ اوّل۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوم۔ دوسرے یہ کفر کہ

مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ دونو قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹)۔ اور کئی اور حوالے جو گذر چکے ہیں۔ اسی کی تائید اور تشریح کرتے ہیں۔ پھر کس قدر دلیری ہے یہ کہنے والے کی کہ حضور نے "اپنی ضخیم تصانیف میں ایک دفعہ بھی غیر احمدیوں کو کافر نہیں کہا ہے"۔

پھر کہا ہے "کیوں وہ تعصب کی اس حد تک چلے گئے۔ کہ انہوں نے لاہوری پارٹی کے ساتھ ہر قسم کے میل ملاپ یہاں تک کہ ان کے لٹریچر کو بھی پڑھنا ممنوع قرار دے دیا" صاحبِ تنقید نے مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا مخلص مُرید قرار دیا ہے۔ اور ایک مخلص مُرید سے یہ توقع ہونی چاہیئے۔ کہ اگر لاہوری پارٹی کے ساتھ ہر قسم کا میل ملاپ اور انکے لٹریچر کو پڑھنا ممنوع ہے تو اس حکم کی پُوری تعمیل کرے۔ پھر لاہوری پارٹی کی طرف سے میرے نام پیغام صلح کا پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ اگر انہیں علم ہے کہ میں بحیثیت ایک مخلص مُرید کے ان کا لٹریچر نہیں پڑھونگا تو ان کا یہ پرچہ مجھے بھیجنا ایک بالکل بے معنی فعل ہے۔ آخر وہ جانتے ہیں کہ میں پڑھونگا۔ تبھی وہ بھیجتے ہیں۔ اسی طرح ان کا پرچہ جماعت میں بہت سے اور اصحاب کے نام پر جاتا ہے۔ ان کے متعلق بھی ان کا یہی قیاس ہوگا۔ کہ وہ پڑھتے ہیں۔ پھر میری یہ موجودہ تحریر اس امر کا یقینی اور قطعی ثبوت ہے کہ موقعہ پیدا ہوتے ہی میں ان کا لٹریچر پڑھتا ہوں اور توجہ سے پڑھتا ہوں۔ پھر فرقان کا ہر پرچہ اور اس پرچے کا ہر صفحہ اور ہر سطر شاہد ہے کہ جماعت میں ان کا لٹریچر پڑھا جاتا ہے۔ اور خوب توجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ اور یہی بات الفضل کی بہت سی اشاعتوں سے ثابت ہوتی ہے۔ اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ جماعت میں ان لوگوں کی تعداد جو لاہوری پارٹی کا لٹریچر کچھ نہ کچھ پڑھتے ہیں کئی گنا زیادہ ہے لاہوری پارٹی کے ان لوگوں کی تعداد سے جو جماعت کی طرف سے شائع شدہ لٹریچر پڑھتے ہیں۔

میل ملاپ کے متعلق صاحبِ تنقید مولوی صدرالدین صاحب۔ مولوی عبدالمجید صاحب امام ووکنگ مسٹر ایچ۔ اے۔ فاروقی کلکتہ بمبئی۔ میاں غلام عباس صاحب نئی دہلی سے دریافت کرلیں۔ کہ آیا میں ان صاحبان کے ساتھ میل ملاپ سے پرہیز کرتا رہا ہوں؟ ہاں احبابِ جماعت نے لاہوری پارٹی کیساتھ میل ملاپ اور انکے لٹریچر کا پڑھنا فرائضِ زندگی میں سے قرار نہیں دیا ہوُا۔ اور یہ جائے شکوہ نہیں۔

مومن کو چاہیئے کہ ہر بات اپنے مقام اور محل پر کرے۔ اور بے فائدہ اور لغو اشغال سے پرہیز کرے۔

پھر لکھا ہے "یہ ایک بہت بعید از قیاس بات ہے۔ کہ ایک نوجوان جس سے اس سے قبل سنجیدگی طبع کا کبھی کوئی اظہار نہ ہوا ہو۔ عنفوان شباب میں اپنے والد کی وفات پر یکلخت ولایت کے علامات ظاہر کرنا شروع کردے"۔ صاحب تنقید نے یہ نہیں بتایا کہ انہوں نے یہ رائے کس بناء پر قائم کی ہے کہ آپ سے حضرت اقدسؑ کی وفات کے قبل سنجیدگی طبع کا کبھی کوئی اظہار نہیں ہوا تھا؟ جو شخص اس قسم کا الزام اپنے پاس سے تراش لیتا ہے۔ اس کی سنجیدگی اور دیانت کے متعلق کیا قیاس کیا جائے؟ اس کے مقابل مولوی محمد علی صاحب کہتے ہیں "دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش" "ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے" "ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں" "اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے۔ تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا؟" "غور کرو کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے۔ وہ کاذب ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کاذب ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟" مولوی صاحب تو آپ کی دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کے سچے جوش کو سلسلہ کی صداقت کی ایک بیّن دلیل قرار دیتے ہیں۔ اور آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور تربیت کے پاکیزہ پھل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اور صاحب تنقید کہتے ہیں کہ آپ سے اس تمام زمانہ میں سنجیدگی طبع کا کوئی بھی اظہار نہیں ہوا۔ یہ دونوں بیان تو درست نہیں ہو سکتے۔ ایک تو ان میں سے ضرور جھوٹ ہے۔ اور تعصب عقیدت یا تعصب عداوت کا نتیجہ ہے۔ کیا صاحب تنقید ہمیں بتائیں گے کہ کیا ان کا اپنا بیان جھوٹ ہے۔ اور تعصب کا نتیجہ ہے یا مولوی محمد علی صاحب کا بیان جھوٹ ہے اور تعصب کا نتیجہ ہے؟ تاکہ ہم ان دونوں صاحبان کے دیگر بیانوں کی نسبت بھی کم سے کم یہ فیصلہ کرنے کے قابل تو ہو سکیں کہ کس کے بیانات جھوٹ اور تعصب پر مبنی ہو سکتے ہیں۔ گو دوسرے صاحب کے بیانات کی صحت کا سوال تو پھر بھی ہر بیان کے پرکھنے پر ہی کیا جا سکیگا۔ لیکن ایک کے متعلق کچھ قیاس تو ہو سکیگا۔

آگے لکھا ہے "حقیقت میں خلیفہ صاحب کا اپنا ایک شعر جو انہوں نے اس مقام پر فائز ہونے کے جلدی بعد ہی کہا۔ ظاہر کرتا ہے کہ انکا دل کس بات پر لگا ہوا تھا۔ اپنے والد کے مشن کو چلانے پر یا اپنی خلافت کے حصول پر۔ وہ شعر یہ ہے ...

"شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل (خلافت) کیا ہوُا اگر قوم کا دِل سنگِ خارا ہو گیا"

صاحبِ تنقید کو سلسلہ کی تاریخ سے واقفیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف کے مطالعہ کا ادّعا تو بہت معلوم ہوتا ہے (گو اس دعویٰ کی حقیقت اب تک ناظرین پر روشن ہو چکی ہوگی) لیکن یہ ایک آخری مثال ان کے استدلال اور طرزِ تنقید کی بھی ملاحظہ ہو۔ اس بات کا ثبوت کہ حضور اقدسؑ کی وفات پر جو فقرہ آپ نے کہا۔ اس سے مُراد حصولِ خلافت تھا نہ کہ حضور کے مشن کی تبلیغ یہ ہے کہ چھ سال بعد خلافت کے منصب پر فائز ہوتے ہی آپ نے یہ شعر کہا! اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور کئی سال حضور کی وفات سے بھی پہلے کا کہا ہوُا ہے۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۲ پر شائع شدہ ہے!

صاحبِ تنقید نہ صرف اپنے دعویٰ کی دلیل میں اس شعر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا لکھا ہوُا بیان کرتے ہیں بلکہ خود ہی لعلِ بے بدل کے آگے خطوط کے اندر "خلافت" کا لفظ درج کر کے ظاہر کرتے ہیں کہ آپ نے یہ شعر لکھا اور لعلِ بے بدل سے خلافت مُراد لی! حالانکہ جیسے میں نے کہا ہے۔ یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لکھا ہوُا ہے۔ اور سب سے پہلی شائع شدہ درثمین اُردو میں بھی موجود ہے۔ بیشک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اس شعر کا ذکر فرمایا ہے۔ اور اس کا پہلا مصرعہ حضور کو القا بھی ہوُا لیکن یہ شعر کہا ہوُا آپ کا نہیں۔ چنانچہ جہاں آپ نے اس شعر کا ذکر کیا ہے وہ عبارت یہ ہے۔ "فتنے ہیں اور ضرور ہیں مگر تم جو اپنے آپ کو اتحاد کی رسّی میں جکڑ چکے ہو۔ خوش ہو جاؤ کہ انجام تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ تم خدا کی ایک برگزیدہ قوم ہو گے۔ اور اس کے فضل کی بارشیں انشاء اللہ تم پر اس زور سے برسیں گی۔ کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔ میں جب اس فتنہ سے گھبرایا اور اپنے رب کے حضور گرا۔ تو اس نے میرے قلب پر یہ مصرعہ نازل فرمایا۔ "شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل"۔ اتنے میں مجھے ایک شخص نے جگا دیا۔ اور میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مگر پھر مجھے غنودگی ہوئی اور میں اس غنودگی میں اپنے آپ کو کہتا ہوں۔ کہ اس کا دُوسرا مصرعہ یہ ہے۔ "کیا ہوُا اگر قوم کا دِل سنگِ خارا ہو گیا"۔ مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ دُوسرا مصرعہ الہامی تھا یا بطور تفہیم تھا۔ پھر کل بھی میں نے اپنے رب کے حضور میں نہایت گھبرا کر شکایت کی کہ مولا میں ان غلط بیانیوں کا کیا جواب دُوں۔ جو میرے بر خلاف کی جاتی ہیں۔ اور عرض کی کہ ہر ایک بات حضور ہی کے اختیار میں ہے اگر آپ چاہیں تو اس فتنہ کو دُور کر سکتے ہیں۔ تو مجھے ایک جماعت کی نسبت بتایا گیا۔ کہ لیمزقنھم یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ضرور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتلاء ہیں۔ لیکن

انجام بخیر ہوگا۔ مگر یہ شرط ہے۔ کہ تم اپنی دعاؤں میں کوتاہی نہ کرو۔" (رسالہ کون ہے جو خدا کے کام روک سکے؟ صفحہ ۱۲۔ ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء) اس سے تو واضح ہے کہ جب آپ نے فتنوں سے گھبرا کر اللہ تعالیٰ کے حضور تضرع کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسکین کے طور پر اور نصرت کے وعدہ کے طور پر یہ مصرع قلب پر نازل ہوا "شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل"۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت حاصل ہو گئی۔ یہاں خلافت کے حصول کا کونسا ذکر ہے؟ گو اس میں شک نہیں کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اور اس کے خدا کی طرف سے عطا ہونے پر جس قدر شکر بھی کیا جائے کم ہے۔ لیکن یہاں زیر بحث تو یہ امر تھا کہ آپ نے حضرت اقدس ؑ کی وفات کے موقعہ پر جو فقرہ کہا۔ اُس سے مُراد کیا تھی۔ کیا اس وقت حصولِ خلافت کی خواہش آپ کے دِل میں تھی؟ اس کا قطعی نفی میں جواب تو خود اس فقرہ میں موجود ہے صاحبِ تنقید کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے "خواہ جماعت کا ہر فرد میرا ساتھ چھوڑ دے"، ظاہر ہے کہ آپ کے دِل میں خلافت کی خواہش موجزن ہو رہی تھی۔ اب اگر ان کے خیال کے مطابق آپ خلافت کی خواہش، امارت اور تحکم کی خاطر کر رہے تھے۔ تو پھر اس کے کیا معنی کہ خواہ جماعت کا ہر فرد میرا ساتھ چھوڑ دے؟ کیا آپ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ میں ضرور خلافت حاصل کر لونگا۔ خواہ جماعت میں سے ایک فرد بھی مجھے خلیفہ تسلیم نہ کرے؟ پھر اس خلافت میں امارت کیسی اور تحکم کیسا جسے ایک شخص بھی تسلیم نہ کرے؟

پھر اسی شعر کو مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اُوپر چسپاں کیا۔ اور بظاہر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ۲۱ مارچ والی تقریر کے جواب میں۔ مولوی صاحب نے کہا "ہر ایک صداقت اور حق امر کو قبول کرنے والے پہلے تھوڑے ہوتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ ہی طبائع اس کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ پس یہ نہ میرے لئے گھبرانے کا مقام ہے نہ میرے ان احباب کے لئے جنہوں نے میری آواز کے ساتھ اتفاق کیا۔ بلکہ میں تو اسے بھی اپنی اُمید سے بڑھ کر پاتا ہوں۔ اور اس شعر کو اپنے لئے ہی سمجھتا ہوں۔ شکر للہ مل گیا مجھ کو وہ لعلِ بے بدل۔ کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا۔ ہاں وہ لعلِ بے بدل صداقت ہے۔" (ضمیمہ پیغام صلح ۲ اپریل ۱۹۱۴ء) مولوی صاحب یہاں اسی شعر کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا شعر سمجھ کر تو اپنے پر چسپاں نہیں کر رہے۔ بلکہ مقابلہ پر کر رہے ہیں۔ اور لعلِ بے بدل سے اپنے وہ نئے عقائد مراد لے رہے ہیں۔ جن پر وہ اختلاف کے وقت قائم ہو گئے ہیں اور جنکے متعلق وہ امید رکھتے ہیں کہ یہ "صداقت اور حق امر" آہستہ آہستہ طبائع کو اپنی طرف کھینچ

لیں گے۔ اگر بفرضِ محال اس امر کو محض بحث کی خاطر ایک لحظ کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ حضرت اقدسؑ کی وفات پر جو عہد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے کیا۔ اس سے مُراد حصولِ خلافت تھی۔ تو جیسے حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا تھا۔ خلیفے خدا بناتا ہے اور مَیں جب مَر جاؤنگا۔ تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہیگا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔ تھوڑے دِنوں صبر کرو۔ پھر جو پیچھے آئے گا اللہ تعالیٰ جیسا چاہیگا وہ تم سے معاملہ کرے گا۔ خدا نے جسے چاہا خود خلیفہ بنا دیا۔ اور جماعت کی بہت بڑی کثرت نے اسے قبول کر لیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس امر میں روک پَیدا کرنی چاہی اور انجمن کو خلافت کے مقام پر بلکہ اس سے بھی اُوپر کھڑا کرنا چاہا۔ وہ ھموا بما لم ینالوا کے مصداق بن گئے۔

صاحبِ تنقید آخر میں دُوسری بار مجھ سے سوال کرتے ہیں "سر ظفر اللہ خان ان بنیادی الفاظ کی جن کا انہوں نے حوالہ دیا ہے۔ اس امکانی توضیح کے متعلق کیا خیال فرماتے ہیں؟" مَیں اپنے خیال کا تو اظہار کر چکا ہوں۔ اب اس ساری توضیح اور توجیہہ کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے الفاظ سے پیش کرتا ہوں:۔

"مَیں نے کسی سے درخواست نہیں کی کہ وہ میری بیعت کرے، نہ کسی سے کہا کہ وہ میرے خلیفہ بننے کے لئے کوشش کرے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے۔ تو وہ علی الاعلان شہادت دے۔ کیونکہ اس کا فرض ہے کہ وہ جماعت کو دھوکے سے بچائے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہے۔ اور جماعت کی تباہی کا عذاب اُس کی گردن پر ہوگا۔ اَے پاک نفس انسانوں جن میں بدظنی کا مادہ نہیں۔ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں نے کبھی انسان سے خلافت کی تمنّا نہیں کی۔ اور یہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی۔ کہ وہ مجھے خلیفہ بنائے یہ اس کا اپنا فعل ہے یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ اس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جھکا دیں۔ مَیں کیونکر تمہاری خاطر خدا تعالیٰ کے حکم کو رَدّ کر دوں۔ مجھے اُس نے اسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح پہلوں کو بنایا تھا۔ گو مَیں حیران ہوں کہ میرے جیسا نالائق انسان اُسے کیونکر پسند آ گیا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو۔ اُس نے مجھے پسند کر لیا۔ اور اب کوئی انسان اس کُرتہ کو مجھ سے نہیں اُتار سکتا جو اُس نے مجھے پہنایا ہے۔ یہ خدا کا دین ہے۔ اور کون انسان ہے۔ جو خدا کے عطیہ کو مجھ سے چھین لے۔ خدا تعالیٰ میرا مددگار ہوگا۔ مَیں ضعیف ہوں، مگر میرا مالک بڑا طاقتور ہے۔ مَیں کمزور ہوں،

مگر میرا آقا بڑا توانا ہے۔ میں بلا اسباب ہوں، مگر میرا بادشاہ تمام اسبابوں کا خالق ہے۔ میں بے مددگار ہوں، مگر میرا رب فرشتوں کو میری مدد کے لئے نازل فرمائیگا انشاء اللہ میں بے پناہ ہوں مگر میرا محافظ وہ ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔ لوگ کہتے ہیں میں جھوٹا ہوں۔ اور یہ کہ میں مدتوں سے بڑائی کا طلبگار تھا اور فخر میں مبتلا تھا۔ جاہ طلبی مجھے چین نہ لینے دیتی تھی۔ مگر میں ان لوگوں کو کہتا ہوں کہ تمہارا اعتراض تو وہی ہے جو ثمود نے صالحؑ پر کیا۔ یعنی بل ھو کذاب اشر۔ وہ تو جھوٹا اور متکبر اور بڑائی کا طالب ہے۔ اور میں بھی تم کو وہی جواب دیتا ہوں جو حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا کہ سیعلمون غداً من الکذاب الاشر۔ ذرا صبر سے کام لو۔ خدا تعالےٰ کچھ دنوں تک خود بتائے گا کہ کون جھوٹا اور متکبر ہے اور کون بڑائی کا طلبگار ہے" (کون ہے جو خدا کے کام روک سکے۔ صفحہ ۶ و ۷۔ ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء)

اصولی امور پر تو مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اور صاحبِ تنقید کی طنز یا ملیح مدح کی طرف توجہ میری غرض نہیں۔ میں صاحبِ تنقید کی ایک امر میں داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ انہوں نے یہ کمال تو حاصل کر لیا کہ ساڑھے چار کالم کے مضمون میں کم ہی کوئی فقرہ انکے قلم سے نکلا ہے جو سچ بھی ہو اور طنز سے خالی بھی ہو۔

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق

اخبار لائٹ کی رائے

وسط ۱۹۳۰ء میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے متعلق یہ غلط افواہ بعض اخبارات میں شائع ہوگئی کہ آپ انتقال فرماگئے۔ اس پر اخبار لائٹ نے یکم جون ۱۹۳۰ء کے پرچہ میں سیاہ جدول کے اندر شایع کیا۔ کہ:۔

"ہم گہرے رنج اور افسوس کے ساتھ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلسلہ احمدیہ کے قادیانی حصہ کے امام کی وفات کی خبر درج کرتے ہیں جو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے واقعہ ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمیں آپ سے بعض عقائد میں اختلافات تھے۔ لیکن اس سے ہم اس مشہور و معروف ہستی کی ان خوبیوں سے جو قدرت نے انہیں فیاضی سے عطا کی تھیں آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ اپنے عقائد کے لئے آپ کا جوش اور سرگرمی بحیثیت لیڈر آپکی پختہ کاری اور ہنرمندی۔ ماہر تنظیم اور سب سے بڑھ کر آپکی ذاتی مقناطیسی کشش جس کی وجہ سے آپکے متبعین کو آپ سے حیرت انگیز عقیدت تھی۔ ایسی صفات ہیں جنہیں وہ لوگ بھی جنہوں نے کبھی آپ کو دیکھا بھی نہیں تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس حقیقت سے یہ حادثہ اور بھی غمناک ہو جاتا ہے۔ کہ آپ ابھی نوجوان یعنی صرف چالیس سال کی عمر کے تھے۔ ہم آپکی جماعت نیز آپ کے غمزدہ خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔" (بحوالہ الفضل ۷ جون ۱۹۳۰ء صفحہ ۲)

ضمیمہ

حوالہ نمبر ۱: "اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ مَیں اُس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں۔ ہاں مَیں اس طور سے نبی اور رسول ہوں۔ جس طور سے ابھی مَیں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں۔ وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے۔ بلکہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسی لحاظ سے میرا نام محمدؐ اور احمدؐ ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمدؐ کی چیز محمدؐ کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔" (رسالہ ایک غلطی کا ازالہ)

حوالہ نمبر ۲: "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھُلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اُسی کے جلال کے لئے اس لئے اس کا نام آسمان پر محمدؐ اور احمدؐ ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ محمدؐ کی نبوت آخر محمدؐ کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اس کے معنے یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احد من رجال الدنیا ولکن ھو اب لرجال الاٰخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمدؐ اور احمدؐ ہونے کے ہے۔ نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔ لیکن عیسےٰ کے اُترنے سے ضرور فرق آئیگا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کی رُو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے۔ کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰے کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے۔ لا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الّا من ارتضیٰ من رسول۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رُو سے نبی سے انکار کیا جائے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ یہ امت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے۔ بالضرور اس پر مطابق آیت لا یظھر

علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائیگا۔ اسی کو ہم رسول کہیں فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو۔ یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنا فی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے۔ یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے۔" (رسالہ ایک غلطی کا ازالہ)

حوالہ نمبر ۳: "اور مَیں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لیے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی۔ کہ مَیں خلیفۃ اللہ ہوں۔ مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا۔ اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں۔ وہ قبول نہیں کرتے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کریگا۔ جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے۔ کیونکہ خدا کی تائید اُن کے ساتھ نہیں۔ اور جس جس جگہ مَیں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ مَیں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ مَیں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ مَیں نے اپنے رسُول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسُول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے مَیں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسُول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی مَیں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول کہ "من نیستم رسُول و نیاوردہ ام کتاب" اس کے معنے صرف اس قدر ہیں کہ مَیں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ ہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیئے۔ کہ مَیں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں۔ کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے۔ جس کا رُوحانی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اس میں ہو کر، اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّی ہو کر مَیں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں۔ یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم النبیّین کی مُہر محفوظ رہی۔ کیونکہ مَیں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔" (رسالہ ایک غلطی کا ازالہ)

حوالہ نمبر ۴: "پرچہ اخبار عام ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کے پہلے کالم کی دُوسری سطر میں میری نسبت یہ خبر درج ہے کہ گویا مَیں نے جلسہ دعوت میں نبوت سے انکار کیا۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ اس جلسہ میں مَیں نے صرف

رہی کی تقی کہ میں ہمیشہ اپنی تالیفات کے ذریعہ سے لوگوں کو اطلاع دیتا رہا ہوں۔ اور اب بھی ظاہر کرتا ہوں۔ کہ یہ جو الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا ہو جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں۔ اور شریعت اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں۔ اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔ اور جس بناء پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں۔ اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو۔ دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہیں امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ اور اگر میں اس سے انکار کروں۔ تو میرا گناہ ہوگا۔ اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیونکر اس سے انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں۔ اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔ مگر میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں۔ کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں۔ یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا۔ اور کسی کو مجال نہیں۔ کہ ایک نقطہ یا ایک شوشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے سو میں صرف اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں۔ کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے یہ معنے ہیں۔ کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنے والا۔ اور بغیر کثرت کے یہ معنی تحقیق نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ صرف ایک پیسہ سے کوئی مالدار نہیں کہلا سکتا۔ سو خدا نے اپنے کلام کے ذریعہ سے بکثرت مجھے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور ہزار ہا نشان میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں۔ اور کر رہا ہے۔ میں خودستائی سے نہیں مگر خدا کے فضل اور اس کے وعدہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ اگر تمام دنیا ایک طرف ہو۔ اور ایک طرف صرف میں کھڑا کیا جاؤں۔ اور کوئی ایسا امر پیش کیا جائے۔ جس سے خدا کے بندے آزمائے جاتے ہیں۔ تو مجھے اس مقابلہ میں خدا غلبہ دے گا۔ اور ہر ایک پہلو کے مقابلہ میں خدا میرے ساتھ ہوگا۔ اور ہر ایک میدان میں وہ مجھے فتح دے گا۔ پس اسی بناء پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ کہ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی ہے۔"

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۴)

والہ نمبر ۵: "رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جس کا پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدائے تعالیٰ اس میں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲/ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا یر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن انکی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ عت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہو جاتا ہے اور لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ کو وڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں اور مردار دنیا پر گدوں کی طرح گر جاتے ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہو تے ہیں تو اس وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے کہ وہ ں میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھلائے۔ پر لوگ جو معاصی میں بالکل اندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور یا اسے دکھ دیتے ہیں اور اسکے ساتھیوں یذائیں پہنچاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے انی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے آخر کار وہی مغلوب ہوں گے۔ اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آویگا۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جو ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہوا۔ پھر مختصر طور پر یہ بتایا ہے کہ کس طرح پر آج سے بیس پچیس برس پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھ کر یہ پیشگوئیاں شائع کی تھیں کہ ائے تعالیٰ ایک سلسلہ قائم کریگا۔ اور لوگ آپکی طرف بکثرت رجوع کریں گے۔ اور مخالف اس سلسلہ کو ہلاک نے کی کوشش کریں گے۔ مگر وہ خود ہی انی مھین من اراد اھانتک کے مصداق ہوں گے۔ پھر یہ ذکر کیا طرح جیسے انبیائے سابقین کی تکذیب حد سے گذر گئی۔ تو خدا نے ان کے مخالفوں پر عذاب بھیجے۔ تا کہ وہ ب اختیار کریں۔ ایسا ہی یہاں بھی ہوا۔ اس کے بعد اپنی جماعت کے نوجوانوں کو خطاب کر کے لکھا ہے۔ جس کو ی ان کے اصل الفاظ میں نقل کرتا ہوں "اے میرے احمدی بھائیو! اگر ہم نے خدائے تعالیٰ کے ایک فرستادہ مانا ہے۔ تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں۔ بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بار گراں ٹھایا ہے۔ . . . دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں۔ جو زبان سے کہہ دینے پر اس سے خلاصی ہو جائے بلکہ اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔ . . . اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں تو بخدا نہایت ہی سخت ٹوٹا پانے والوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ کہ جس میں اسلام کی محبت نہ ہو۔ وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام قاصر ہیں۔ . . . رونے کا مقام ہے اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔ . . . .

اَے غیور خدا تو دیکھتا ہے کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے رہیں۔" میں نے اس مضمون کو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ خصوصاً اس سے نہیں ٹھیرایا کہ ان دلائل کو کوئی مخالف توڑ نہیں سکتا۔ یہ دلائل پہلے بھی کئی دفعہ پیش ہو چکے ہیں۔ مگر اس دلیل میں سے جو دلیل میں سلسلہ کی صداقت پر گواہ کے طور پر اس وقت کل مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس مضمون کا آخری حصہ ہے۔ جس کو میں نے صاحبزادہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ اور تمام دُنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور اُمنگیں کیا ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال اُن کے دلوں میں ہوگا۔ دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقع پر نہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش اُن کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے تو ان میں یہی دُعا ہے کہ اے خدا تو ان کو اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبدالحی کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں یہی دُعا بار بار کی ہے کہ اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دِل میں اس جوش اور ان اُمنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھ کر کھیل کُود کا زمانہ ہے۔ اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اِس بات کا جواب دیں کہ اگر یہ افتراء ہے۔ تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افترا کرتا ہے۔ تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افترا کو چھپا لے۔ مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر حرکت اور سکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اُس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ پس اگر افتراء ہو تو ضرور ہے۔ کہ وہ افترا کسی نہ کسی وقت اُس کے اپنے بچوں اور بیوی پر ظاہر ہو جائے۔ اَے بدقسمت لوگو! غور کرو کہ کیا مفتری کی اولاد جو اُس کے افترا کے زمانے میں پیدا ہو۔ اور افترا کے زمانے میں پرورش پائے۔ ایسی ہُوا کرتی ہے؟ کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں۔ جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں اُلٹی ہوگئی ہیں۔ غور کرو! کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے۔ وہ کاذب ہو سکتا ہے؟ اور اگر وہ کاذب ہے۔ تو پھر دُنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟"

(ریویو آف ریلیجنز اُردو جلد ۵ نمبر ۳ بابت مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۱۷ تا ۱۱۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اِن تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً

مجلس رفقائے احمد قادیان کا ماہنامہ

فرقان

ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۴ء

ایڈیٹر:
ابو العطاء جالندھری

حضرت خلیفۂ اوّل مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کا فتویٰ!

غیر احمدی کو لڑکی دینے والے کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے سامنے غیر احمدی کو لڑکی دینے والے کے متعلق سوال پیش ہوا چنانچہ لکھا ہے کہ:-

"ایک شخص نے دریافت کیا کہ جو احمدی کسی غیر احمدی کو اپنی لڑکی کا ناطہ دے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا: جو غیر احمدی کو لڑکی دے۔ وہ احمدی ہی نہیں اس کے پیچھے نماز کیسی؟" (اخبار بدر ۲۶- ستمبر ۱۹۱۲ء) ❊ اس فتویٰ کی روشنی میں غیر مبایعین کہاں ہیں؟

جلد ۳	فہرست مضامین	نمبر ۹ و ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فرقان

جلد ۳ | بابت ماہ تبوک و اخاء ۱۳۲۳ھش ☆ مطابق ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۴ء | نمبر ۹، ۱۰

جناب مولوی محمد علی صاحب کے اخلاق کا تازہ ترین تلخ تجربہ

مکرم جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کا اظہارِ درد

احباب کو معلوم ہے۔ کہ جس طرح جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سابق جنرل سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور، جناب ماسٹر فقیر اللہ صاحب آڈیٹر انجمن اشاعت اسلام و امام الصلوٰۃ مولوی محمد علی صاحب جناب خان بہادر ڈاکٹر محمد شریف خان صاحب بٹالہ اور دیگر معززین لمبے تجربہ کے بعد جناب مولوی محمد علی صاحب اور ان کی انجمن اشاعتِ اسلام سے الگ ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے خلافتِ ثانیہ کی بیعت میں شامل ہو گئے ہیں۔ اسی طرح جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی سابق جنرل سیکرٹری انجمن اشاعتِ اسلام لاہور بھی مولوی محمد علی صاحب سے علیحدہ ہو کر جماعتِ قادیان میں شامل ہو چکے ہیں۔ الحمد للہ۔ مکرم جناب سید صاحب موصوف نے دردمندانہ طور پر احبابِ لاہور کو صلح و محبت کا پیغام دیتے ہوئے درخواست کی کہ وہ جماعتِ قادیان اور ان کے مقدس امام ایدہ اللہ بنصرہٖ کے متعلق ذاتی حملوں سے اجتناب اختیار فرمائیں۔ ایسی نیک تحریک پر ہر شریف انسان لبیک کہتا اور محرک کی نیک نیتی کی داد دیتا ہے لیکن جناب مولوی محمد علی صاحب نے جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی ایسے پرانے بزرگ کو اس نیک تحریک کا جو جواب دیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔ کہ:-

"مجھے ڈر ہے۔ کہ سید امجد علی شاہ صاحب بعض باتیں اپنی ضمیر کے خلاف بھی ان مضامین میں نہ لکھ رہے ہوں۔ یہ تو درست ہے۔ کہ پختہ مریدی کا سرٹیفکیٹ ایسی باتوں کے

بغیر نہیں مل سکتا اور شاید قادیان کے قانون کی رُو سے ہر مرید کے لئے ایک سال پروبیشن کا ہوتا ہے۔ تب جاکر وُہ مستقل ہوتا ہے۔ اور خاص خاص حقوق اسی وقت اسے ملتے ہیں۔ اور سید صاحب کی آرزو بھی ان حقوق کو حاصل کرنے کی ضرور ہے لیکن آخر حق بھی کوئی چیز ہے؟" (پیغام صلح ۲۳ر اگست ۱۹۴۴ء ص۳)

ہم جانتے ہیں۔ کہ جناب مولوی محمد علی صاحب اختلاف رائے کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اختلاف رائے رکھنے والے انسان پر مختلف قسم کی بدظنیاں کرتے ہوئے شدید الزام لگانا شروع کر دیتے ہیں:۔ آج سے تیس برس قبل جب ابتداء میں حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ مولوی محمد علی صاحب کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے غیر مبایعین کی مجلس شوریٰ میں فرمایا تھا۔ کہ:۔

"اگر کوئی اختلافِ رائے کے سبب سے میاں صاحب کو ذلیل کرنا چاہے۔ تو میں ایسا بھی نہ ہونے دوں گا!" (پیغام صلح ۳۱ر مارچ ۱۹۱۴ء)

اس نیک سرشت بزرگ کا یہ نیک عزم اور مولوی محمد علی صاحب کی روش چند ہی دنوں میں حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے جماعت قادیان میں شامل ہونے کا موجب بن گئی۔ الحمد للہ۔

زمانہ گزر گیا۔ مولوی محمد علی صاحب بوڑھے بھی ہو گئے۔ انہوں نے گرم و سرد بھی چکھ لیا۔ مگر ان کے رویّہ میں تبدیلی نہ ہوئی۔ انہوں نے جناب سید امجد علی شاہ صاحب کی نیک تحریک کا جو جواب دیا۔ وُہ اوپر درج ہے۔ اب آپ مکرم سید صاحب موصوف کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"میں خدا تعالیٰ کے لئے حق گوئی کا واسطہ دے کر پہلے تو یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ میری کوئی رعایت کئے بغیر اس حق کا اظہار فرمائیں۔ اور یہ بھی فرما دیں۔ کہ میرے اس اقدام میں میری نیت میں اس کی آرزو انہوں نے میرا سینہ پھاڑ کر دیکھ لی ہے۔ میں بچپن سے ان کا شاگرد ہوں۔ اور ۱۹۱۵ء سے ان کو امیر مان کر ان کی جماعت میں رہا ہوں۔ کیا صحت کے ساتھ باقاعدہ چندہ دینے والوں میں چوٹی کے آدمیوں میں میرا شمار ان کی نظر میں نہیں رہا؟ کیا ہنگامی چندے استطاعت بھر ساری عمر نہیں دیئے؟ کیا میری ملازمت ایسی نہ تھی۔ کہ ہر قدم پر ناجائز مفاد کی طرف رغبت دلانے والے حالات نہ تھے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر چھوٹے بڑے موقعہ پر اپنے فضل سے میری مدد فرمائی۔ اور محفوظ رکھا۔ اور کیا وہ نہیں جانتے۔ کہ افسران بالا کے اقرار کے باوجود کہ میرا کام بہترین تھا۔ میں نے سرکار کے گھر سے کبھی غیر معمولی ترقی نہیں لی۔ صرف اس لئے کہ میں نے اس کے لئے بھی خواہش یا

خوشامد نہیں کی۔ کیا جب خدمت کے لئے مولوی صاحب نے لگایا۔ وہ اپنی وسعت کے موافق ادا نہیں کی؟ میں جانتا ہوں۔ کہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ مجھے اس میں کمزوریاں اور نقائص ناشناسی میں خدا بچائے۔ نہ معلوم کتنا خدا کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا صرف اس کی رحمت کا سہارا ہے۔ مگر حضرت مولوی صاحب کیا بتا سکتے ہیں۔ کہ میں نے ان سے کبھی کسی حق یا اجر کی خواہش یا توقع کی ہو۔ یا ان سے کوئی سرٹیفکیٹ مانگا ہو۔ یا اپنی کسی دُنیا کی خواہش کے پورا ہونے یا تکلیف کے دُور ہونے کے لئے دُعا کرنے کی بھی تکلیف ان کو دی ہو؟ (الا ماشاء اللہ) بلکہ میں تو دُوسروں کو کہتا رہا۔ کہ یہ لوگ ہماری آمدنی میں چند پیسوں کی ایزادی یا بخار اترنے کی دُعاؤں کے لئے نہیں۔ کہ ان کے وقت کو اس طرح خراب کیا جائے۔ جناب نے جو کیریکٹر میری طرف اب منسوب فرمایا ہے۔ کیا یہی دیکھ کر جناب نے اور جناب کی جماعت نے مجھے مجلس معتمدین میں شامل فرمایا تھا۔ اور پھر مجلس منتظمہ کا ممبر بنایا۔ اور محاسب اور جنرل سیکرٹری کا کام میرے سپرد فرمایا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے دوامی ممبر بنایا۔ یہ صحیح ہے۔ کہ انسان تمام عمر نیک عمل کر کے آخر ایک عمل سے جہنمی بن جاتا ہے۔ مگر کیا ان تمام امور کے بعد میری اٹھاون سال کی عمر میں یک لخت میرا سینہ چیر کر آپ نے میری نیت کی تبدیلی دیکھ لی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جناب نے مجھ پر بھی اور نہ معلوم کس کس پر اس نوازش سے ظلم کیا۔ نہ جماعت کی نوازش ہوتی۔ نہ فرض کے رنگ میں مجھے جماعت میں کسی نقص کے دُور کرنے کا خیال اور احساس ہوتا۔ میں صرف اپنے ہی نفس کی فکر میں رہتا۔ اور آج جماعت کی یہ طعن و تشنیع کی زبان بھی نہ سنتا۔ خدا کے لئے میری پوشیدہ نیتوں کا معاملہ میرے، اور خدا تعالیٰ کے درمیان چھوڑ دیجئے۔ اور شریعت اور عقل کی کسوٹی پر دلائل کو وزن کر کے مجھے مجرم بنائیں۔ یا کسی چیز کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں۔ ہاں تو یہ ان اسباب میں سے ایک ہے۔ جو منافرت پیدا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا۔ کہ ذاتیات کو درمیان میں لانا اور کسی کی ذاتی برائیوں کی تشہیر پر کسی کو ذلیل کرنے کی امید رکھنا اور اس سے اپنی پوزیشن کی مضبوطی کا گمان کرنا یہ صحیح رستہ نہیں۔ اس کے جواب میں میرے ساتھ وہی مثل ہوئی۔ کہ پشاور میں کسی انگریز نے کسی بہت بڑے خان صاحب سے کہا۔ کہ خانصاحب سنا ہے کہ آپ گالیاں بہت دیتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا "کون حرامزادہ کہتا ہے" اس انگریز

نے اعتراف کیا۔ کہ خان صاحب لوگ جھوٹ بولتے ہیں" (الفضل ۱۳ستمبر ۱۹۴۲ئہ)

ہم ان احباب سے جو جانتے ہیں۔ کہ صحیح عقائد اور تقویٰ کا انسان کے ظاہری اخلاق پر بھی اثر پڑتا ہے۔ درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین اور مکرم جناب سید امجد علی شاہ صاحب سیالکوٹی کے اخلاق کا موازنہ کریں۔ ہماری دلی دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب موصوف کے دردِ دل کو بار آور کرے۔ اللّٰھم آمین۔

مولوی محمد علی صاحب سے ایک ضروری استفسار

از مکرم سید مسعود احمد صاحب خلف الرشید حضرت میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ

جناب مولوی صاحب! رسالہ "فرقان" میں آپ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ:۔

"جو صدر انجمن احمدیہ سے ہزار ہا روپیہ تنخواہ لے کر ترجمہ قرآن کرتا رہا ہو۔ اور پھر بغیر اجازت صدر انجمن اس نے اس ترجمہ کو ذاتی ملکیت قرار دے لیا ہو۔ اور اس پر حقِ تصنیف وصول کرتا ہو۔ بلکہ اُسے اپنی بیوی وغیرہ کے نام لگا دیا ہو"

اس کے متعلق آپ سے استفسار کرتا ہوں۔ کہ آیا واقعی یہ بات درست ہے۔ کہ آپ اس ترجمہ کا حقِ تصنیف وصول کر رہے ہیں۔ یا یہ الزام کسی غلط فہمی پر مبنی ہے؟

اس استفسار کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اس ترجمہ کے متعلق یہ کہہ گئے ہیں "ہم اس کو ذریعہ کمائی بنانا ایک لعنت سمجھتے ہیں" اور آپ نے بھی سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام لکھا تھا۔ کہ:۔

"مطبوعہ ترجمہ کی قیمت اس قدر رکھی جائے گی جس سے اصل لاگت یعنی خرچ طیاری ترجمہ وچھپائی ترجمہ پورا ہو سکے۔ منافع مطلق نہ لیا جائے گا"

یہ دونوں اقتباس خواجہ کمال الدین صاحب کے ٹریکٹ موسومہ "احمدی جماعت میں مقدمات" میں سے علی الترتیب صـ۶ و ۹ سے لئے گئے ہیں۔

اگر "فرقان" کی تحریر صداقت پر مبنی ہے۔ اور آپ اس ترجمہ کا حق تصنیف برابر وصول کر رہے ہیں۔ تو کیا اب بھی آپ اور آپ کی انجمن کے دوسرے ارکان اس ترجمہ کو ذریعۂ کمائی بنانا ایک لعنت سمجھتے ہیں؟

افکارِ پریشان

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل قادیان



ہم نے اے مہدیٔ دوراں تجھے پہچان لیا — اور پہچان کے پھر مان لیا، مان لیا
تیری ہی ذاتِ مقدس سے ہے دنیا آباد — ہم نے اس عالمِ امکاں کو بہت چھان لیا
قادیاں دارِ اماں مسکن و مدفن ہوگا — آج سے ہم نے یہی جی میں ہے بس ٹھان لیا
یہ سلیمان کا ہے دور، زمانے کے طور — ہم نے دیکھے جو بغور اسوۂ سلمان لیا
قرنِ اول کا جو منظر تھا وہی جب دیکھا — کس ادب سے قدمِ صاحبِ اقران لیا
لاکھ ہوں اپنی نگاہوں میں وہی ہے ساقی — جس سے یک جرعۂ جامِ مئے عرفان لیا
سرخروئی اسے حاصل ہوئی، بے منتِ خلق — جس نے ان ہاتھوں سے عرفان کا اک پان لیا
مسئلے جتنے سمجھتے تھے کہ ہیں لاینحل — حل ہوئے جب سے خریداری میں فرقان لیا
جرمنی کا تو زوال آپ ہیں سب دیکھ رہے — کوئی دن جاتا ہے سن لو گے کہ جاپان لیا
سب نشانات سے ظاہر ہے کہ مصلح موعود — یہی محمودِ زمن ہے جسے پہچان لیا
عقلِ خود کام نے کچھ کام نہ کر دکھلایا — اس لئے ہم نے جنوں! اب ترا دامان لیا
شانِ خدام و رفیقانِ خلافت دیکھی — ان سے اسلام ترقی کرے گا، مان لیا
جس پہ حق چاہے عطایا کی نوازش کردے — حاسدوں نے نہ بجز سوزِ دروں دان لیا
عمر اس دیرِ مکافات میں گزری بے سود — نفع کے بدلے میں ہر طرح سے نقصان لیا

کوسِ رحلت تو ہے بجنے کو مگر اے اکمل
تو نے عقبیٰ کے لئے کچھ بھی نہ سامان لیا



رستگاری کی تمنّا ہے مجھے

نتیجۂ فکر جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم بی اے۔ ایل ایل۔ بی گجرات

ذیل کی نظم برادرم مکرم جناب ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم نے "فرقان" میں اشاعت کے لئے عنایت کی ہے۔ آپ گزشتہ مہینوں میں سخت بیمار رہے ہیں۔ ایسا وقت بھی آگیا تھا کہ اطباء واحباب کو شدتِ مرض اور انتہائی کمزوری کے باعث صحت سے مایوسی سی ہونے لگی۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے خاص دعا فرمائی۔ اور جماعت کے احباب نے بھی بکثرت دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ملک صاحب موصوف کو شفا بخشی اور اب آپ ہمارے امام ہمام ایدہ اللہ بنصرہ کے ایک زندہ نشان ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خدمتِ دین کی بیش از پیش توفیق بخشے اور لمبی عمر عطا فرمائے۔ آمین (ایڈیٹر)

تجھ پہ اے فضلِ عمر لاکھوں سلام
ہو خدا کا فضل اے پیارے امام!

آپ ہیں پیارے مسیح کے جانشیں
مہبطِ انوارِ ربّ العالمیں

بالیقیں ہیں مصلح موعود آپ
ظاہر و باطن میں ہیں محمود آپ

آپ سے راضی ہے ربِّ کبریا
آپ سے وہ ہے بکثرت بولتا

میں بھی ہوں کوئے مسیحا کا گدا
آپ ہی کا ہوں پیارے خاکِ پا

ہوں میں دنیا کے ہر انساں سے حقیر
ہر طرح کی معصیت میں ہوں اسیر

اک نظر لطف و کرم کی اور دعا
ہے فقط اتنا ہی میرا مدعا

رستگاری کی تمنا ہے مجھے

ہاں تری الفت کا دعویٰ ہے مجھے

آستانِ مصلحِ موعود پر سر دھر کے دیکھ

از جناب مولوی برکت علی صاحب لائق، امیر جماعت احمدیہ لدھیانہ



آستانِ مصلحِ موعود پر سر دھر کے دیکھ
معرفت کے موتیوں سے اپنی جھولی بھر کے دیکھ

نارسائی پر نہ رو آوارۂ دشتِ خیال
آنکھ کر پیدا طلب کی نقشِ پا رہبر کے دیکھ

جا رہا ہے منزلِ مقصود سے کوسوں پرے
دیکھ اے ناداں کرشمے ایک ہی ٹھوکر کے دیکھ

جائے غیرت ہے جبیں سائی درِ اغیار پر
ایک چلو ہے بہت دشمن کا پانی بھر کے دیکھ

المدد ہاں المدد! ربِّ مسیحِ قادیاں
پار ہو جائے گا بیڑا یہ وظیفہ کر کے دیکھ

بن کے بزدل رہ گیا دنیا سے ڈر کے کیا لیا
جرأتیں تجھ پہ ہوں قرباں اب خدا سے ڈر کے دیکھ

موت سے آزاد ہو تیرا جہانِ زندگی
دینِ حق کی راہ میں اے جینے والے مر کے دیکھ

چبھ کے ہر نشتر نے بخشی اک بہارِ زندگی
ہمنشیں لطف و کرم یہ میرے چارہ گر کے دیکھ

بہہ رہے ہیں چشمے عرفاں کے لبِ محمود سے
پی کے دو گھونٹ آ ذرا آبِ جو کوثر کے دیکھ

ذرہ ذرہ قادیاں کا جلوہ زارِ عشق ہے
جھلکیاں حسنِ ازل کی دیکھ ہاں جی بھر کے دیکھ

بن گیا رشکِ چراغِ طور ہر داغِ جگر
یہ تجلّی ریز جلوے اک حسیں پیکر کے دیکھ

بن کے پر رحمت کی موجوں پہ بہا جاتا ہوں میں
رفعتوں میں شہپرِ پرواز اس بے پر کے دیکھ

کر دیا لائق اجابت کو دعا کا ہمنوا
درد میں ڈوبے ہوئے نالے کسی مضطر کے دیکھ

مُبارکباد

مکرم خان بہادر میاں محمد صادق صاحب اور تازہ واردان کے نام

در احمد پہ پھر سے لوٹ آنے کی مبارک ہو
دوبارہ نعمتِ عرفان پانے کی مبارک ہو

مبارک ہو مثیلِ مہدیِ موعود کی بیعت
خدا کے دین سے پھر لو لگانے کی مبارک ہو

فضا جس کی مکدر ہو چکی تھی بدگمانی سے
وہ محفل نورِ ایماں سے سجانے کی مبارک ہو

خلافت بن نظامِ احمدیت ہو نہیں سکتا
انہیں یہ نغمۂ تقدیس گانے کی مبارک ہو

حضرت فضلِ عمر سے حق سے دوری تھی
حقیقت کا یہ نکتہ مان جانے کی مبارک ہو

جن میں تند خوئی، سخت گیری، لاابالی سی
وہ بے ترتیب افسانے بھلانے کی مبارک ہو

سحر کے بھولے دن ڈھلتے ہی ثاقب گھر جو آ پہنچے
انہیں اس بھول سے دامن چھڑانے کی مبارک ہو

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کا حتمی بیان

نبوت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق فیصلہ

"گجرات پنجاب کے ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح کو کہا کہ آپ جو حضرت مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں۔ تو اس میں آپ شرک فی النبوت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دوسرا نبی بناتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب دیا۔ کہ وہ شرک ہے جس کے واسطے موسیٰ جیسے نبی نے دعا کی۔ کہ میرے بھائی کو میرے ساتھ شریک کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کیا۔ اور موسیٰ کے ساتھ ہارونؑ کو بھی نبی بنایا۔ (پارہ ۱۶۔ رکوع ۱۱)" اخبار بدر ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء

جناب خانبہادر میاں غلام رسول صاحب تمیم

کی

مخلصانہ دعوتِ فکر کا دردمندانہ جواب

(۲)

جناب میاں غلام رسول صاحب تمیم جھنگ کے مضمون مندرجہ پیغام صلح "۱۴۔ جون ۴۴ء کے جواب کی قسط اول فرقان بابت جون ۱۹۴۴ء میں شائع ہو چکی ہے۔ اِس نمبر میں بقیہ جواب قسط ۲ درج کیا جاتا ہے۔ امید ہے۔ کہ خان بہادر صاحب موصوف، اور دُوسرے اہلِ فکر دوست غیر جانبدارانہ رنگ میں اس پر غور فرمائیں گے۔ (ایڈیٹر)

محترم مضمون نگار نے اپنے مقالہ میں بیس ۲۰ امور پیش فرمائے ہیں۔ میں ذیل میں نمبروار ہر اعتراض کا جواب عرض کرتا ہوں۔ پہلے ہر اعتراض کو انہی کے الفاظ میں مختصراً درج کروں گا۔ اور پھر اختصار سے جواب لکھوں گا۔ وباللہ التوفیق

اعتراض نمبر ۱ "شرط نمبر ۱ میں حضرت اقدس کے ساتھ عقدِ اخوت کا جو اقرار ہے۔ اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور ابتدا سے آج تک وُہی عقدِ اخوت کا اقرار چلا آرہا ہے۔ نبوت کا کوئی اقرار نہیں لیا جاتا تھا"

جواب ۱ اوّل۔ آپ غور فرمائیں۔ کہ شرط نمبر ۱ میں "عقدِ اخوت" کے لفظ کے ہونے سے اگر حضور علیہ السلام کے دعوئ نبوت کی نفی لازم آتی ہے تو کیا اسی طور پر یہ استدلال نہیں ہو سکتا۔ کہ حضور کو مسیح موعود مہدئ مسعود، حکم و عدل ہونے کا بھی دعوی نہ تھا؟ ذرا سے غور سے واضح ہو جائے گا۔ کہ ہر دو استدلال غلط ہیں:۔ دوم:۔ سورہ ممتحنہ میں جہاں شرائط بیعت مذکور ہیں۔ ان شرائط میں "نبوت کا اقرار نہیں لیا جاتا تھا" لیکن بایں ہمہ یہ غلط ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدعئ نبوت و رسالت نہ تھے۔ کیونکہ وحی الٰہی میں آپ کو نبی اور رسُول قرار دیا جا چکا ہے۔ مکرم خان بہادر صاحب! بعینہٖ یہی جواب اس جگہ ہے:۔

سوم:۔ شبہ ہوتا ہے۔ کہ آپ "عقدِ اخوت" کو دعوئ نبوت کے منافی سمجھتے ہیں۔ اس لئے عرض کرتا ہوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰے نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی قوم کا اَخ یعنی بھائی قرار دیا ہے۔ فرمایا:۔ واذکر اخا عاد اذانذر قومہ بالاحقاف (سورۂ احقاف ۲۱/۲) اس آیت قرآنی پر امام راغب اصفہانی

لکھتے ہیں:۔

"قوله اخا عاد سمّاه اخًا تنبيهًا على اشفاقه عليهم شفقة الاخ على اخيه وعلى هذا قوله والى ثمود اخاهم والى عاد اخاهم والى مدين اخاهم" (مفردات القرآن)

یعنی اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کو اپنی اپنی قوم کا اخ کہکر یہ بتلایا ہے۔ کہ وہ اسی طرح ان اقوام پر شفیق و مہربان تھے جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی پر ہوتا ہے:۔

علاوہ ازیں حدیث نبوی میں ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کے آئندہ افراد کا ذکر کرتے ہوئے یا اپنی بعثت ثانیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔ واشوقاہ الی اخوانی یعنی بعد میں آنے والے مخلص مومن میرے بھائی ہیں۔ پس بیعت کی شرط نمبر ۱۰ میں "عقد اخوت" کا اقرار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے منافی نہیں۔ بالخصوص جبکہ خدا کی وحی میں بکثرت، اور بار بار آپ کو نبی اللہ قرار دیا جا چکا ہے:۔

اعتراض نمبر ۲ و نمبر ۳ میاں غلام رسول صاحب تمیم ان دو نمبروں میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ (۱) کتبہ مزار حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں حضور کو "مسیح موعود۔ مہدی معہود، اور مجدد صد چہار دہم دکھلایا گیا تھا۔ اور منصب نبوت کا اس میں کوئی ذکر نہ تھا" (۲) اب تقریباً تہائی صدی کے عرصہ کے بعد کتبہ مذکورہ بالا تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اور اس میں سے الفاظ مجدد صد چہار دہم حذف کر دیئے گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس کی پوزیشن دونوں جماعتوں کے درمیان ما بہ النزاع ہے"!

جواب اوّل:۔ اس امر پر تو دونوں جماعتوں میں ہرگز نزاع نہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام "مجدد صد چہار دہم" تھے۔ یہ لفظ کتبہ پر لکھا ہو۔ یا نہ لکھا ہو جماعت احمدیہ بالاجماع حضرت اقدس علیہ السلام کے دوسرے دعاوی کے علاوہ آپ کے مقام مجدد صد چہار دہم پر بھی ایمان لاتی ہے۔ کتبہ میں جب "مسیح موعود" کا جامع لفظ موجود ہے۔ تو آپ کی نبوت مذکور ہے۔ مسیح موعود بالاتفاق نبی اللہ ہے کیا خان بہادر میاں غلام رسول صاحب تسلیم کریں گے۔ کہ جس جس مقام یا دعویٰ کا ذکر کتبہ میں موجود نہیں۔ ان سب کا انکار کر دیا جائے؟ جب یہ اصول ہی غلط ہے۔ تو نبوت کے ذکر یا عدم ذکر کا کونسا موقعہ تھا۔ البتہ میں یہ بتا چکا ہوں۔ کہ نبوت کا ذکر خود لفظ "مسیح موعود" میں موجود ہے:۔ دوم:۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ میاں غلام رسول صاحب اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ کہ جو شخص مجدد ہو۔ وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اس غلط فہمی کے ازالہ کے لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فیصلہ کن حوالہ پیش کرتا ہوں حضور تحریر فرماتے ہیں:

"اسرائیلی شریعت کے زندہ کرنے کے لئے مسیح چودھویں صدی کا مجدد تھا" (رسالہ مسیح ہندوستان میں صفحہ ۲۷)

اگر حضرت عیسیٰ "مجدد صد چہار دہم" ہونے کے باوجود نبی اور رسول ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے

جواب} جماعت احمدیہ میں سلسلۂ خلافت ۱۹۰۸ء میں قائم ہوا۔ اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم، اور دیگر اکابرِ غیر مبایعین نے حسب ذیل اعلان کیا تھا۔ کہ :۔

"آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ **الوصیّت** کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا ءِ حضرت مسیح موعودؑ و باجازت حضرت ام المؤمنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی۔ اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔" (اخبار بدر ۲ر جون ۱۹۰۸ء صلہ)

اب آپ ہی فرمائیں۔ کہ اگر رسالہ الوصیت میں خلافت کا "اشارہ" تک بھی نہ تھا۔ تو ساری جماعت نے "وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق" حضرت مولوی صاحب کو "خلیفہ" مان کر آپ کے ہاتھ پر "بیعت" کیونکر کر لی تھی؟

اعتراض نمبر ۸} "حضرت اقدس کا اپنا دعویٰ قرآن کریم کی آیت استخلاف کی رُو سے تھا۔ اور ہم سب نے بھی ارشادِ الٰہی کے ماتحت آپکو خلیفۃ الرسول مانا۔ پھر خلیفہ کی خلافت کے کیا معنے؟"

جواب} اوّل ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک جملہ غیر مبایعین حضرت خلیفۂ اولؓ کی خلافت کی بیعت میں رہے۔ اس وقت کیوں یہ سوال پیدا نہ ہوا۔ کہ خلیفہ کی خلافت کے کیا معنے؟ **دوم**۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ الرسول بھی ہیں۔ کیونکہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اجراء کے لئے آئے ہیں۔ مگر آپ نبی اور رسول بھی ہیں۔ اختصاراً دُو حوالے درج کرتا ہوں۔ حضورؑ تحریر فرماتے ہیں :۔

(۱) "مجھے بتلایا گیا تھا۔ کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ اور تُو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ کہ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" (اعجاز احمدی صلے)

(۲) "اس (آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ) سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنے والی قوم میں ایک **نبی** ہوگا۔ کہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صلہ ۶۷)

پس آپ کے بعد سلسلۂ خلافت عین منشاء خداوندی ہے :۔ **سوم** :۔ اگر خلیفہ کی خلافت کے کوئی معنے نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیوں تحریر فرمایا کہ :۔

"یسافر المسیح الموعود او خلیفة من خلفائه الی ارض دمشق" (حمامۃ البشریٰ صلہ ۳۷) میں خود یا میرے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سرزمینِ دمشق میں جائے گا؟ لفظ "خلیفة من خلفائه" بالکل

جواب ﴿ اس کے جواب میں سیدنا حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کا واضح فتویٰ پیش کر دینا کافی ہے۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں :-

"یہ ایک بیہودہ بات ہے، ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ کہ احمدی کس طرح غیر احمدی کا جنازہ پڑھ سکتا ہے" (اخبار بدر ۲ر اگست ۱۹۱۲ء)

اب ظاہر ہے۔ کہ ایسی صراحت کے باوجود اگر کسی شخص نے احمدی کہلا کر غیر احمدی کا جنازہ پڑھ دیا تھا۔ تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا۔ کہ بقول سیدنا حضرت خلیفۂ اول رضؓ اس نے "ایک بے ہودہ بات" کا ارتکاب کیا۔ اس کے اس فعل کو "جماعت کا مذہب" کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے؟

اعتراض نمبر ۶ ﴿ "غیر احمدی کی امامت نماز اگرچہ کتنی ہی اور کیسی ہی شرائط سے مشروط ہے۔ مگر آخر جواز اور رخصت کا حکم رکھتی ہے۔ اور ان شرائط میں بیعت احمدیت کی کوئی شرط نہیں"

جواب ﴿ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :- "اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں۔ کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذب نہ ہوں" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)

حضرت حکیم فضل الدین صاحب بھیروی نے حضور علیہ السلام کے عہدِ مبارک میں ایک غیر احمدی کو جواباً لکھا :- "اگر سوائے اپنے فرقہ کے کوئی اور امام ہو۔ تو ہمارے فرقہ والے کی نماز اس کے پیچھے جائز نہیں۔ اس لئے کہ مرزا صاحب کے نہ ماننے والے ہمارے نزدیک بلکہ کل اہل اسلام کے نزدیک کافر ہیں۔ اور کافر کے پیچھے نماز جائز نہیں"

(الحکم ۲۴ر مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۰)

حضرت اقدس علیہ السلام نے امامت کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ :-

"یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے۔ کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو" (اربعین نمبر ۳۔ صفحہ ۶۶)

کیا اب بھی جناب میاں غلام رسول صاحب کہہ سکتے ہیں۔ کہ "آخر جواز اور رخصت کا حکم" ہے؟

اعتراض نمبر ۷ ﴿ "ساری الوصیت میں ایسی کسی خلافت کا اشارہ تک نہیں۔ جو آج قادیان میں قائم ہے"

جواب} جماعت احمدیہ میں سلسلۂ خلافت ۱۹۰۸ء میں قائم ہوا۔ اس وقت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم، اور دیگر اکابرِ غیر مبایعین نے حسب ذیل اعلان کیا تھا۔ کہ:۔

"آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیّت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان و اقربا، حضرت مسیح موعود و باجازت حضرت ام المؤمنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی۔ اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی۔ والا مناقب حضرت حاجی الحرمین الشریفین جناب حکیم نور الدین صاحب سلمہٗ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔" (اخبار بدر ۲؍ جون ۱۹۰۸ء ص)

اب آپ ہی فرمائیں۔ کہ اگر رسالہ الوصیت میں خلافت کا "اشارہ" تک بھی نہ تھا۔ تو ساری جماعت نے "وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق" حضرت مولوی صاحب کو "خلیفہ" مان کر آپ کے ہاتھ پر "بیعت" کیونکر کر لی تھی؟:

اعتراض نمبر ۸} "حضرت اقدس کا اپنا دعویٰ قرآن کریم کی آیت استخلاف کی رُو سے تھا۔ اور ہم سب نے بھی ارشادِ الٰہی کے ماتحت آپ کو خلیفۃ الرسول مانا۔ پھر خلیفہ کی خلافت کے کیا معنے؟"

جواب} اوّل ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک جملہ غیر مبایعین حضرت خلیفہ اول رضؓ کی خلافت کی بیعت میں رہے۔ اس وقت کیوں یہ سوال پیدا نہ ہوا۔ کہ خلیفہ کی خلافت کے کیا معنے؟ دوم۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلیفۃ الرسول بھی ہیں۔ کیونکہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے اجراء کے لئے آئے ہیں۔ مگر آپ نبی اور رسول بھی ہیں۔ اختصاراً دو حوالے درج کرتا ہوں۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "مجھے بتلایا گیا تھا۔ کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے۔ اور تُو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔ کہ ھُوالذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہ" (اعجاز احمدی ص۷)

(۲) "اس (آیت وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم) سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا۔ کہ وُہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا۔ اس لئے اس کے اصحاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۷)

پس آپ کے بعد سلسلۂ خلافت عین منشاء خداوندی ہے:۔ **سوم**:۔ اگر خلیفہ کی خلافت کے کوئی معنے نہیں۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیوں تحریر فرمایا کہ:۔

"یسافر المسیح الموعود اوخلیفۃ من خلفائہ الی ارض دمشق" (حمامۃ البشریٰ ص۳۷)

میں خود یا میرے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سرزمینِ دمشق میں جائے گا؟ لفظ "خلیفۃ من خلفائہ" بالکل

واضح ہے۔ اب یا تو خان بہادر میاں غلام رسول صاحب خلیفہ کی خلافت کے کوئی معنے قرار دے لیں۔ اور یا پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مقام نبوت کو تسلیم کرکے آپ کے بعد سلسلہ خلافت کو اب بھی جاری مانیں جس طرح ۱۹۰۸ء سے ۱۹۱۴ء تک جاری مانتے رہے ہیں۔

اعتراض نمبر ۹ "کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کو جنہیں ۱۸۶۷-۶۸ء سے الہام کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۸۷۹ء سے ۱۸۸۴ء تک براہین احمدیہ لکھی جس میں سینکڑوں الہامات شائع ہوئے اور ان میں کثیر التعداد الہاموں میں آپ کو صریح طور پر نبی اور رسول کہا گیا۔ بلکہ اکثر انبیاء علیہم السلام کے نام دیئے گئے۔ ۱۸۸۲ء میں دعوٰی مجددیت کیا۔ اور ۱۸۹۱ء سے دعوٰی مسیحیت موعودہ کیا (نعوذ باللہ) ۱۹۰۱ء تک اپنے منصب نبوت کے سمجھنے میں غلطی رہی۔"

جواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے کہ:۔
"اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح بن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے۔ اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰)

اس اقتباس سے تبدیلیٔ عقیدہ کا ہونا بالبداہت ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ اپنے منصب، مقام اور دعوٰی کو خوب سمجھتے تھے۔ اور آپ کو یقین تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہی میرا نام نبی رکھا ہے۔ لیکن چونکہ آپ مروجہ عقیدہ کے ماتحت نبی کے لئے براہ راست یا صاحب شریعت ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے براہین احمدیہ کے کثیر التعداد الہاموں کی تاویل فرماتے۔ اور لفظ نبی کو غیر نبی کے معنوں پر محمول کرتے۔ لیکن خدا کی وحی نے جو بارش کی طرح بکثرت نازل ہوئی۔ آپ کی اس تاویل کو نادرست قرار دیا۔ اور آپ کو تابع شریعت محمدیہ نبی ورسول قرار دیا۔ دشمنان احمدیت آج تک حضورؑ کے مقام نبوت کو نہیں سمجھے۔ وہ آپ کی طرف ایسا دعوٰی نبوت منسوب کرتے ہیں جس سے آپ تابع شریعت محمدیہ قرار نہیں پاتے۔ اس لئے ان کا بیان سراسر غلط ہے اور یہ کہنا کہ "اعداء نے ابتداء ہی سے آپ کے منصب کو صحیح سمجھا تھا" محض مغالطہ خوردہ ہونے کا ثبوت ہے۔

باقی رہا "غلطی" کا سوال۔ سو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تحریر فرمایا ہے کہ:۔
"انبیاء وملہمین صرف وحی کی سچائی کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ اپنے اجتہاد کے کذب اور خلاف واقعہ نکلنے سے وہ ماخوذ نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ وہ ان کی اپنی رائے ہے۔ نہ خدا کا کلام۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۰)

خان بہادر صاحب اگر تعریفِ نبوت کے بارے میں رسمی عقیدہ کی وجہ سے "غلطی" کو قابلِ اعتراض قرار دیتے ہیں تو خدارا حضور علیہ السلام کی عبارت ذیل پر غور فرمائیں کہ:۔

"میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے۔ اور میں حضرت عیسٰیؑ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے۔ تب وہ وقت آگیا۔ کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے۔ کہ تو ہی مسیح موعود ہے" (اعجاز احمدی صے)

اعتراض نمبر ۱۰ "آج تک بھی باوجود ہر چند مطالبات شدیدہ کے کوئی خاص وقت، کوئی خاص دن، کوئی ہفتہ، کوئی ماہ بلکہ کوئی خاص سال بھی مقرر نہیں کیا جا سکا جس میں اتنی بڑی تبدیلی پیدا ہوئی"

جواب:۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ کے مندرجہ بالا اقتباس میں اس تبدیلی کا موجب خدا کی متواتر اور بارش کی طرح وحی کو قرار دیا ہے۔ زمانہ کی تعیین حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارت ذیل سے ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں" (رسالہ ایک غلطی کا ازالہ صا مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

پس اس عبارت سے خدا ترس انسان کے لئے تبدیلی کا وقت بھی معین ہو جاتا ہے۔ لیکن ذرا غور کیا جائے کہ اگر بالفرض ہم تبدیلی کا دن اور ہفتہ نہ بتا سکیں اور خدا کا پاک مسیح صاف فرماتا ہو۔ کہ بارش کی طرح وحی نے مجھے پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ تو ہم محض تاریخ اور ہفتہ نہ جاننے کے باعث (معاذ اللہ) اسے جھوٹا کہہ دیں اور تبدیلی کا سرے سے انکار کر دیں:۔

اعتراض نمبر ۱۱ "سلطان القلم حضرت اقدس کی کسی تحریر میں اس تبدیلی کی بابت اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔"

جواب:۔ آپ حقیقۃ الوحی، اور ایک غلطی کے ازالہ کے مندرجہ بالا اقتباسات پر غور فرمائیں:۔

اعتراض نمبر ۱۲ و ۱۳ (۱۲) اتنی بڑی جماعت میں سے ایک شخص بھی اس شہادت کی جرأت نہیں کر سکا۔ کہ فلاں دن یا فلاں ایام میں حضرت اقدس یا ہم نے عقیدہ بدل لیا تھا۔ (۱۳) جماعت قادیان سے تبدیلی کے بارے میں حلفی شہادت کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر شہادت ادا نہیں کرتی:۔

جواب:۔ تبدیلی کا ثبوت حضرت اقدس علیہ السلام کی عبارت میں صراحتاً موجود ہے۔ فلاں دن یا فلاں ایام کا سوال

ہی بے معنی ہے۔ قطعی دلائل اور جماعت کے علمی و اعتقادی کھلے بیان کے باوجود پیچ دار الفاظ اختیار کرنا اور اس کا نام حلفی شہادت کا مطالبہ رکھنا طریق انصاف نہیں۔ زمانۂ تبدیلی کی تعیین جب حضور علیہ السلام کے منصوص کلام سے ہوتی ہے۔ تو ادھر اُدھر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ بایں ہمہ صدہا صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حلفیہ شہادتیں موجود ہیں۔ کہ ہم حضور علیہ السلام کو آپ کی زندگی میں بلحاظ نفسِ نبوت ویسا ہی سچا یقین کرتے تھے۔ جیسے دوسرے انبیاء ہیں۔ متعدد صحابہ کی شہادتوں میں یہ تصریح بھی موجود ہے۔ کہ ہمارے اس عقیدہ کی بنیاد رسالہ ایک غلطی کا ازالہ وغیرہ کتب تھیں۔ البتہ ہم نے پرانے غیر مبایع اصحاب سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ وہ حلفیہ شہادت دیں۔ کہ "آیا انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضور کو کبھی سچ مچ نبی سمجھا۔ یا لکھا۔ یا کہا۔ یا سلسلہ کے اخبارات اور رسائل میں حضور کے لئے اس لفظ کا استعمال پڑھا ہے یا نہیں؟" (فرقان نومبر ۱۹۴۲ء) مگر افسوس کہ آج تک ایک شخص نے بھی شہادت شائع نہیں کی۔ کیا اب میاں غلام رسول صاحب اس طرف توجہ فرمائیں گے؟"

اعتراض نمبر ۱۴ رسالہ "فرقان" میں کچھ عرصہ سے شہادتوں کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ان امور کے متعلق نہیں۔ جن پر حلف کا مطالبہ اور تقاضا تھا۔"

جواب وہ شہادتیں شائع شدہ موجود ہیں۔ ہر شہادت میں حلفیہ گواہی موجود ہے۔ کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں حضور کو سچ مچ کا نبی، زمرۂ انبیاء میں شامل ہونے والا نبی یقین کرتے تھے۔ ایسی واضح شہادتوں پر اعتراض کیونکر جائز ہے؟

اعتراض نمبر ۱۵ "بعض پُرجوش اصحاب کی شہادت ہے۔ کہ جب انہوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے بھی پہلے حضرت اقدسؑ کی بیعت کی تھی۔ تو حضرت اقدس کو نبی سمجھ کر کی تھی۔"

جواب اوّل تو آپ نے اس شہادت کو معین نہیں فرمایا۔ دوم لفظ نبی و رسول وحی الٰہی میں تو ابتداء سے موجود تھے۔ ہر شخص اپنے فہم کا ذمہ وار ہے۔ سوم۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو عبارت سمجھنے میں غلطی لگی ہو کیونکہ جن لوگوں نے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی بیعت کی تھی۔ وہ بہرحال حضرت اقدس کی زندگی میں (بلا تعیین سال) حضورؑ کو نبی مانتے تھے۔

اعتراض نمبر ۱۶ "قاعدہ کلیہ بلا استثناء ہے۔ کہ لوگ اپنے پیشواؤں، بزرگوں، اور پیروں کی شان میں غلو اور مبالغہ کیا کرتے ہیں۔ تاریخِ عالم میں کوئی گروہ امتی یا مرید ہو کر اپنے نبی یا پیر کی شان کو کم کرنے والا نہیں پایا جاتا۔"

جواب پہلے نبیوں اور ان کی امتوں کو جانے دیجئے۔ ہمارے سامنے **چکڑالویوں** کا گروہ موجود ہے۔ کیا یہ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور مرتبہ میں "غلو اور مبالغہ" کرتے ہیں۔ یا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اور مرتبہ کو کم کرنے والے ہیں؟ آپ کے قاعدہ کلیہ بلا استثناء کا نقض تو اسی جگہ موجود ہے۔ پھر آیت قرآنی ما قدروا اللہ حق قدرہ پر بھی غور کیجئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تو الہامات میں خبر موجود تھی۔ کہ آپ کے نام لیوا کچھ لوگ آپ کے درجہ اور شان کو کم کرنے کا قصد اور سعی کریں گے، مگر آخر ناکام رہیں گے (باقی آئندہ انشاء اللہ)

ایڈیٹر اخبار "زمیندار" کی خدمت میں مولوی محمد علی صاحب کا گرامی نامہ

"زمیندار" کا مولوی صاحب کے حق میں تازہ سرٹیفکیٹ

مولوی محمد علی صاحب نے ہمیشہ یہ طریق اختیار کیا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان کے خلاف عوام اور جہلاء کو بھڑکانے کے لئے وہ اپنے آپ کو غیر احمدی علماء کا ہمنوا ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ اس غرض کے حصول کے لئے وہ ان کے آگے عاجزانہ التجا بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔ حال میں بھی مولوی صاحب نے اپنے اس پرانے ہتھیار کو ایک دفعہ پھر آزمایا۔ اور اپنا کاسۂ گدائی لے کر غیر احمدیوں کے ہاں پہونچے چنانچہ اخبار "زمیندار" نے لکھا ہے کہ:۔

"آج کل مرزائیوں کی لاہوری پارٹی اور قادیانی جماعت کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے۔ دونوں ایک دوسری پر ملامتوں کی بوچھاڑ کر رہی ہیں۔ یہ امت مرزا کی مقامی جنگ ہے۔ اس لئے اس پھڈے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور نے ایک گرامی نامہ کے ذریعہ سے اس بحث پر نظر ڈالنے کی دعوت دی ہے۔ اس مکتوب کے ساتھ دو رسالے بھی بھیجے گئے۔ جن میں موضوع بحث اور اس کے متعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔"

مولوی محمد علی صاحب نے جس مقصد کے پیش نظر یہ کارروائی کی تھی۔ وہ ظاہر و باہر ہے۔ لیکن اس میں انہیں کس قدر کامیابی ہوئی۔ اس کا اندازہ ذیل کے جواب سے لگ سکتا ہے۔ "زمیندار" لکھتا ہے:

(الف) "ان رسالوں کے مطالعہ سے ہمیں راولپنڈی کے ایک جیب تراش گروہ کی کارفرمائی یاد آگئی۔ اس گروہ کے دو رکن کسی بارونق بازار میں لڑ پڑتے تھے۔ لڑائی دیکھنے کے لئے تماشائیوں کا ہجوم ہو جاتا تھا۔ چند ہمدرد انسان آگے بڑھ کر دونوں کے درمیان حائل ہو جاتے۔ چند ایک کو پکڑ لیتے۔ چند دوسرے کو گرفت میں لے لیتے۔

اس ہنگامے میں لڑنے والے بیچ بچاؤ کرانے والوں کی جیبوں پر ہاتھ صاف کر جاتے تھے مرزائیوں کی بھی یہی حالت ہے۔ لاہوری و قادیانی دکھاوے کی لڑائی اس لئے کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کو ان کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت محسوس ہو اور یہ ان کے ایمان کی جیبوں سے صحیح الاعتقادی کا بٹوا نکال کر چل دیں۔ ورنہ دونوں کے بنیادی اعتقاد میں کوئی فرق نہیں۔"

(ب) "قادیانی جس عقیدے کی تشہیر کر رہے ہیں۔ لاہوری اس پر خفیہ طور سے عمل پیرا ہیں۔ اصولی طور پر دونوں کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ دو کانیں مختلف ہیں۔ لیکن جنس ایک ہے۔" (۱۷ ستمبر ۱۹۴۲ء)

افسوس کہ مولوی محمد علی صاحب پر تو وہی مثل صادق آئی ع۔ چاہ کن را چاہ درپیش۔ ہم تو ایڈیٹر "زمیندار" کے فتوی یا اس کی رائے کو پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ لیکن مولوی محمد علی صاحب تو اس کو نہایت قیمتی سمجھتے ہیں۔ کیا امید رکھی جائے۔ کہ مولوی صاحب اس اہم سرٹیفکیٹ کو اپنے آرگن "پیغام صلح" کے ذریعہ اپنے ساتھیوں تک پہونچائیں گے؟

میری حلفیہ شہادت

(از جناب بابو محمد ایوب صاحب ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر)

(۱) مینے ابتدائی تعلیم قادیان میں حاصل کی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ فرمایا کرتے تھے اکثر اوقات خطبہ میں ان کی زبان مبارک سے عاجز یہ سنا کرتا تھا۔ کہ ہمارا دعوی منہاج نبوت پر ہے۔ ان دنوں عاجز کی عمر چھوٹی تھی۔ کوئی چودہ سال کی ہوگی۔ ان الفاظ کے معنوں کی سمجھ نہ تھی۔ مگر الفاظ یہی ہوا کرتے تھے۔ عاجز اس پر اللہ تعالے کی قسم اٹھاتا ہے :: (۲) اوائل میں جبکہ نبوت کی عام تشریح نہ تھی۔ ایک دفعہ قبلہ امام حضرت مولوی محمد علی صاحب بدوملہی و بزرگ شیخ علی محمد صاحب پٹواری رضی اللہ عنہما، اور چوہدری مولوی محمد عبد اللہ صاحب ساکن جیون گورایہ نے بدوملہی کے جنوب کی طرف مسجد برنیا نوالی میں ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ نماز کے بعد چودھری صاحب مذکور نے کوئی سوال کیا جس پر حضرت والد صاحب مرحوم نے آیت یا بنی آدم امّا یأتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم اٰیٰتی الخ تلاوت فرمائی جس پر چودھری صاحب بالکل خاموش ہوگئے۔ یہ غالباً سنہ ۱۹۰۰ء کی گرمیوں کے دن تھے۔ اس سے عاجز کا یہ مطلب ہے کہ عموماً صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بغیر کسی تشریح یا اینچ پیچ کے حضور علیہ السلام کو نبی تسلیم کرتے تھے، عاجز کو حضرت والد صاحب مرحوم کے ابتدائی ایمان کا یہی علم ہے۔ اس ایمان پر مخالفوں کو کئی دلائل دیا کرتے تھے، عاجز اس واقعہ اور حضرت والد صاحب کے اس ایمان پر اللہ تعالے کی قسم اٹھاتا ہے ::

مولوی محمد علی صاحب کے چند سوالات کے جواب

از قلم جناب سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب امیر جماعت احمدیہ بمبئی

سوال نمبر ۱۔ میاں صاحب نے دُنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔

الجواب:- تیرہ سو سال قبل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ آخری زمانہ میں میری امت کے لوگ یہود و نصاریٰ کے قدم بہ قدم چلیں گے۔ اس وقت مسیح ابن مریم نبی اللہ اور مہدی آخر زمان میرا اُمتی آئے گا۔ اس وقت مسلمانوں میں تہتّر فرقے ہونگے۔ بہتّر ناری ہوں گے۔ اور جو فرقہ مسیح و مہدی کے ساتھ ہو گا۔ وُہ ناجی ہو گا۔ الفاظ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ ہیں۔ اب مولوی صاحب جواب دیں۔ کہ یہ کُلُّھُمْ فِی النَّارِ مسلمان ہونگے۔ یا کافر؟ اگر میاں صاحب نے کسی اور الفاظ میں کہہ دیا ہو۔ کہ جو مسیح موعود نبی اللہ کو نہیں مانتا وُہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ تو کیا یہ میاں صاحب کی ایجاد ہے۔ یا حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان؟

کیا یہ غلط ہے۔ کہ جو فرقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانتا ہے۔ وُہی دائرہ اسلام میں داخل ہے اور دائرہ اسلام وُہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسلام ہے۔ اس دائرہ سے باہر رہنے والا بموجب فرمانِ نبوی کیا دائرہ اسلام سے باہر نہیں۔ کیا کُلُّھُمْ فی النّار کوئی ایسا کلام ہے کہ ایک شخص اسلام کے دائرہ میں بھی ہے۔ اور جہنمی بھی ہو؟

سوال نمبر ۲۔ میاں صاحب نے مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری قرار دے کر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کو منسُوخ کر دیا۔

الجواب:- جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تاکید کر دی۔ کہ مسیح موعودؑ کو ماننا۔ اس کا ساتھ دینا تو کیا اس کے ماننے والے اور اس کا ساتھ دینے والے کلمۂ طیبہ کو منسوخ کرنے والے ٹھہرے۔ یا محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان بردار؟ آجتک مرزا صاحب کو نبی اللہ ماننے والوں میں سے کسی نے محمد رسُول اللہ کے بدلے احمد رسول اللہ کا کلمہ نہیں بنایا۔ یہ بات سوائے مولوی محمد علی صاحب کے دماغی اختراع کے اور کسی احمدی کی زبان سے نہیں سُنی۔

سوال نمبر ۳ - میاں صاحب کے مریدین پیر پرست ہیں۔ اور آنکھیں بند کر کے ہر ایک بات وحی اللہ کی طرح مانتے ہیں۔ ان میں حق بات کہنے کی اور پوچھنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی؟

الجواب :- میاں صاحب کے مریدین تو دنیا میں کوئی نظر نہیں آتے۔ ہاں میاں صاحب کو خلیفہ ماننے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مرید ہیں۔ سنہ ۱۹۱۴ء سے پہلے بیعت کرنے والے اور سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد میں بھی بیعت میں داخل ہونے والے۔ کیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ کی خلافت ماننے والے ان کے مرید ہو گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ خطبہ الہامیہ میں فرمایا۔ کہ میں خاتم الخلفاء ہوں۔ جیسا میرا نبی خاتم الانبیاء تھا۔ اگر خاتم الانبیاء کے فیضِ نبوت سے نبی کا درجہ کوئی پا سکتا ہے۔ جو پہلے امتی ہو۔ باہر کا کوئی یہ درجہ نہیں پا سکتا۔ تو اس بات کو کیوں احمدی نہ مانے۔ کہ مرزا صاحب کے بعد کوئی ایسا شخص خلیفۃ الرسول کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ جو مرزا صاحب کی جماعت کا یعنے جماعت احمدیہ میں سے نہ ہو سلسلۂ خلافت احمدیہ وہی ہے جس کو حضرت مرزا صاحبؑ نے الوصیت میں قدرتِ ثانیہ کہا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ دائمی تمہارے ساتھ رہے گی۔ لیکن قدرتِ ثانیہ آ نہیں سکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ اب اس کلام سے واضح ہوتا ہے۔ کہ قدرتِ ثانیہ خلافتِ احمدیہ ہی ہے۔ جس کے مولوی محمد علی صاحب منکر ہیں خلیفۂ اولؓ کو غلطی سے مان کر اب افسوس کریں۔ تو کرتے رہیں۔ سچ بات تو یہ ہے۔ کہ اگر جماعت کثرتِ رائے سے مولوی محمد علی صاحب کو خلیفہ منتخب کرتی۔ تو میاں صاحب خلیفہ کب ہوتے۔ لیکن جو کچھ منشائے ایزدی تھا۔ ہو گیا۔ اب اطاعت کرنے میں خیر ہے۔ ورنہ شر تو لازم ہے۔ اللہ پاک ہر احمدی کو خیر سے حصہ دے۔ اور شر سے بچائے :-

سوال نمبر ۴ - میاں صاحب نے غلو کیا۔ پہلے مسیح کی امت نے مسیح کو خدا بنایا۔ مسیح محمدیؑ کے پیروؤں نے غیر نبی امتی کو نبی بنا دیا۔

الجواب :- یہ ایک دھوکا ہے۔ خدائے واحد کی موجودگی میں کوئی دوسرا خدا بن نہیں سکتا۔ لیکن خالقِ کائنات انسانوں میں نبی بنایا کرتا ہے۔ اس میں میاں صاحب کا غلو کس طرح ہوا۔ کیا خدا اپنی صفتِ کلام سے معطل ہو گیا۔ اب جس پر خدا کا کلام نازل ہو۔ اصلاح خلق کے لئے خدا اس کو مبعوث کرے۔ اس کا نام نبوت نہیں۔ تو کیا ہے۔ مولوی صاحب سمجھا دیں۔ میاں صاحب اور ان کے ساتھی یہی تو کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو خدا تعالے نے اس مقام پر کھڑا کیا تھا۔ سابقہ مجددین و محدثین اس مقام پر کھڑے ہی نہیں کئے گئے۔ اس لئے مرزا صاحب

نبی تھے۔ اس میں غلو کیا ہے۔ پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک امتی کو نبی اللہ کے نام سے منسوب کرنا کیا کوئی غلطی تھی۔ بزعم دوسرے مسلمان کہلانے والوں کے خدا پاک کا دو ہزار سال سے ایک نبی کو زندہ رکھنا۔ اور پھر آخری زمانہ میں اس کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل کرنا خدا تعالےٰ کی شان کو گھٹاتا ہے یا نہیں۔ دراصل اس بات میں اس کی شان ہے۔ کہ ایک امتی کو نبی کا درجہ عطا کرے۔ اور یہی اس کا راز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مخفی تھا۔ جو مرزا صاحب نے مخلوق کو سمجھایا۔ اور مولوی محمد علی صاحب بھی سمجھتے تھے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اب تک نہیں سمجھے۔ مولوی محمد علی صاحب بتا دیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کیوں آج تک سمجھے نہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کیوں سمجھے ہیں؟

سوال نمبر ۵ - میاں صاحب مصلح موعود کے دعوٰی میں جھوٹے ہیں۔ آج تک مرزا صاحب کیوں اس کا تعین نہیں کر گئے؟

الجواب:۔ مرزا صاحب عرفانِ الٰہی میں موجودہ امتِ محمدیہ میں سب سے بڑھ کر تھے۔ اور "ہر کہ عارف تر است ترساں تر" تھے۔ کیا مولوی محمد علی صاحب اس وقت مرزا صاحب کے مرید تھے۔ جب آتھم کے مباحثہ کے بعد ۱۵ ماہ کی پیشگوئی کی مرزا صاحب اور ان کے ماننے والے اس پیشگوئی کا کیا مطلب سمجھتے تھے۔ اور ۱۵ ماہ کے گزرنے کے بعد جب آتھم نہ مرا۔ تو کیا فرمایا؟ کیا یہ سچ نہیں۔ کہ خدا تعالےٰ کے راز خدا ہی جانتا ہے۔ نبی وُہی کہتا ہے۔ جو خدا تعالےٰ سمجھائے۔ مرزا صاحب کو بھی جو خدا نے سمجھایا۔ وُہی فرمانے لگے۔ جن کو مرتد ہونا تھا۔ وہ مرتد ہو گئے۔ اور جن کو سمجھ آئی۔ وہ مستقیم رہے۔ حضرت مرزا صاحب مصلح موعود کی پیشگوئی کو اشارتاً متعین کر رہے تھے۔ کہ میاں محمود احمد صاحب اس کے مصداق ہیں۔ میں نے جو ٹوپی مخملی جس پر مظھر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء کا الہام کڑھوا کر سنہ ۱۹۰۲ء میں میاں صاحب کی شادی کے وقت بھیجی تھی۔ کیا مولوی صاحب اس وقت قادیان میں موجود نہیں تھے۔ کیوں انہوں نے اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں کہا۔ کہ اسمٰعیل آدم غلط سمجھتا ہے۔ کیا حضرت اقدس کا مبارک احمد کی زندگی تک اس راز کو نہ سمجھنا ہر کہ عارف تر است ترساں تر کا ثبوت نہیں؟ مولوی صاحب، اور ان کے ساتھی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب میں خدائی دیکھیں۔ وہ خود انسان تھے۔ مگر نبی ضرور تھے۔ اور امتی حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ اور وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی پر عامل۔ یہ خدا کا کام تھا۔ مگر خدا من ارتضیٰ من رسول کہہ

چکا ہے۔ رسول انسان ہوتا ہے۔ عالم الغیب خدا نہیں ہوتا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول تھے جیسے اور رسول ہوئے۔ قل ما کنت بدعا من الرسول۔ انہوں نے مسیح ابن مریم نبی اللہ کے آنے کی بموجب وحی خفی پیشگوئی کی۔ تیرہ سو سال تک امت محمدیہ اس کی تفصیل سے واقف نہیں ہوئی اشارتاً بزرگان امت محمدیہ مسیح علیہ السلام کی موت کے قائل تھے۔ پیشگوئی پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ لیکن جب تک مدعی مسیحیت اس عہدہ پر فائز خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں ہوا کسی بزرگ نے اس راز کا کما حقہٗ انکشاف نہیں کیا۔ اسی طرح مصلح موعود کی پیشگوئی ۱۸۸۶ء میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے فرمائی۔ اس کا مصداق اشارۃً میاں صاحب کو سمجھتے رہے۔ جماعت کے بعض افراد بھی سمجھتے رہے۔ مگر وفات تک کوئی صریح تعیین نہیں کیا۔ میاں صاحب بھی ۱۹۱۴ء میں خلیفہ ہوئے۔ مگر دعویٰ نہیں کیا۔ جب وقت عالم کباب آگیا۔ اور خدا نے سمجھایا۔ کہ تو ہی وہ مصلح موعود ہے۔ تب انہوں نے دعویٰ کیا۔ یہ تو صداقت کا نشان ہے۔ کہ جب تک خدا نے اس راز کا انکشاف نہ کیا۔ آپ بھی خاموش رہے ؛

حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ مسیح موعود و مہدئی آخر زمان کے بعد اپنی صداقت منہاج نبوت پر پرکھنے کا مسلمانوں کو فرمایا۔ کیا سابقہ کسی مجدد نے ایسا کیا؟ حضرت مرزا صاحب نے خدا کا کلام جری اللہ فی حلل الانبیاء اپنے لئے سنایا۔ کیا کسی سابقہ مجدد نے ایسا کیا؟ پھر خدا تعالےٰ نے کہا۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا" دوسری قرأت میں نبی آیا ہے۔ کیا کسی سابقہ مجدد نے ایسا کہا؟ حضرت مرزا صاحب کے متعلق مسیح ابن مریم نبی اللہ حکماً عدلاً۔ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ۱۳۰۰ سال قبل خبر دی تھی۔ کیا دوسرا کوئی مجدد اس کا مدعی ہوا ہے؟ مولوی محمد علی صاحب ہی جواب دیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں مختلف انبیاء کا ذکر کیا ہے۔ اور نہ ماننے والوں پر عذاب زلزلہ۔ سیلاب۔ طوفان باد و باراں۔ طاعون جنگ وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ جو ۱۸۸۹ء کے بعد یہ سب عذاب دنیا پر یکے بعد دیگرے نہیں آئے؟ تو ما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً کے مطابق وہ کونسا رسول آیا سوائے حضرت مرزا صاحب کے؟ مولوی صاحب جواب عنایت فرمائیں۔ اور یہ بتائیں۔ کہ کونسا سابقہ مجدد ہے۔ جس کے زمانہ میں ایسا ہوا؟ حضرت مرزا صاحب ؑ پر وحی نازل شدہ ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ ویقولون لست مرسلا۔ خدا نے اس کا جواب دیا۔ قل یا ایہا الکفار۔ میں حوالے نہیں دیتا۔ آپ خود پرانے احمدی ہونے کے مدعی ہیں۔ غور کریں۔ کہ آپ اس کے مصداق تو نہیں ہو رہے۔ جو مرزا صاحب کو لست مرسلا کہہ رہے ہیں۔ توبہ کریں۔ خدا رحیم کریم ہے۔ اور غفار وستار ہے ؛

ایک اور خطرناک انکشاف

مولوی محمد علی صاحب اپنے سوا سارے مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں

مولوی محمد علی صاحب اپنے اصولی عقیدہ کا اعلان بایں الفاظ فرماتے ہیں:-

"بے شک ختم نبوت کے منکر کو میں بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں" (پیغام صلح ۲۷ر جنوری ۱۹۴۱ء)

بطور واقعہ "پیغام صلح" نے واضح اعلان کر دیا ہے کہ:-

(الف) "جو لوگ نیا نبی تو نہیں مانتے۔ لیکن وہ کسی پرانے نبی کا آنا بعد از حضرت ختمی پناہ مانتے ہیں۔ وہ بھی ایسے ہی منکر ختم نبوت ہیں، جیسے کہ وہ جو آپ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں"

(ب) "حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں سوائے ایک ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے کوئی جماعت اسلامی ختم نبوت کی قائل نظر نہیں آتی" (پیغام صلح ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۲ء)

اس تازہ ترین اعلان میں "پیغام صلح" نے اپنے گروہ غیر مبایعین کو مستثنیٰ کر کے باقی سب کلمہ گو مسلمانوں کو خواہ وہ کسی ملک میں بستے ہوں۔ اور خواہ کوئی زبان بولتے ہوں منکرِ ختم نبوت قرار دیا ہے۔ جس کے ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ کہ غیر مبایعین کے نزدیک اب روئے زمین پر بجز ان کے جتھے کے اور کوئی مسلمان دائرہ اسلام کے اندر موجود نہیں۔ یہ اتنا واضح استدلال ہے۔ کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ خود مولوی محمد علی صاحب بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ غیر مبایعین کے مندرجہ بالا دونوں عقیدوں کو اگر منطقی شکل دی جائے۔ تو نتیجہ بالکل بدیہی ہے:-

صغریٰ

تمام کلمہ گو یعنی اسلامی جماعتیں (بجز فریق لاہور) ختم نبوت کے منکر ہیں

کبریٰ

جو ختم نبوت کا منکر ہے۔ وہ بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

نتیجہ

تمام کلمہ گو (بجز فریق لاہور) بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں:-

کیا کوئی منصف مزاج غیر مبایع اس بدیہی الانتاج شکل کے اس نتیجہ کا انکار کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس آفتاب نصف النہار کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ غیر مبایعین اپنے سوا کل روئے زمین کے کلمہ گوؤں کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں:-

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دعوت

نتیجۂ فکر جناب قاضی محمد یوسف صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد پشاور

بشنو ایم اے تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
محمد مصطفےٰ یابی بہ شکلِ حضرتِ احمد
زمین قادیاں گشتہ مثیلِ مکہ و یثرب
ترا گر خواہشِ دیدارِ اصحابِ نبی باشد
ہماں اللہ ہماں قرآں ہماں حضرت محمد را
بہ قربِ مرقدِ احمد مزارِ نور دیں باشد
بجائے احمدِ مرسل تو نورش جانشیں یابی
میاں محمود احمد را بیابی مظہرِ احمد
و کنعاں بہ ملکِ مصر یابی بر سریرِ حکم
محمد صادق از لاہور در دار الاماں یابی
بیا تو توبہ کن از بغی لا تثریب و بشنو
میاں محمود احمد را حسینِ کربلا یابی
بسے از ہم نشیناتت بیابی اندر آں قریہ
تو آں ایم اے کہ بر در قادیاں صالح عمل مردے
بہ ارضِ قادیاں کانجا تو کفر و شرک می جوئی
منارِ مسجدِ اقصیٰ زِ نورِ برق رخشاں است
جہاں کافر شود مومن محمدؐ نیز احمدؐ را
امام و پیروانش را بہ ذکر اللہ دریابی
بہ مصر و شام و افریقہ بہ فارس ہند یا جاوا
کسے در چین در جاپاں کسے در یورپ امریکہ
چرا تو چشم نکشائی کہ تا حاصل کنی عبرت
بگفت یوسفِ محزون تو گر در قادیاں آئی

مقدس ایں زمیں بینی مبارک آسماں بینی
تو احمد را جری اللہ بہ نفسِ مرسلاں بینی
خدا بینی، نبی بینی، گروہِ قدسیاں بینی
بیا اینجا بچشمِ خود ہجومِ آں کساں بینی
سکونت در قلوبِ مومناں باعزوشاں بینی
بگردِ پیش اصحابش خزیدہ در جناں بینی
در واحسان و حسنِ او بچشمِ خود عیاں بینی
بپیشانیٔ او انوارِ احمد ضوفشاں بینی
دد و انساں خود را پیشِ او سجدہ کناں بینی
فقیر اللہ با امجد ورا ہمراہیاں بینی
چو یوسف بر برادرہا تو او را مہرباں بینی
دلش صد پارہ از نخچیرِ قوسِ کوفیاں بینی
زِ خلق و فعلِ تو بیزار ہم شکوہ کناں بینی
بہ لاہور آمدہ صدرِ گروہِ باغیاں بینی
ہمہ باشندگاں مہجور سوئے آں نگاں بینی
مساجد را تو بے رونق ز جمعِ عابداں بینی
دریں جد و جہد مصروف ہر پیر و جواں بینی
ہماں حبِ محمد در قلوبِ مومناں بینی
بہ ہر جا احمدی باشد تو تبلیغش فشاں بینی
بہ تبلیغِ پیامِ حق مجاہد رجز خواں بینی
وگرنہ وقت مے آید کہ حشمت خوں فشاں بینی
دوا بینی۔ شفا بینی غرض دار الاماں بینی

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

اپنے ترجمہ اور تفسیر القرآن کی روشنی میں

احباب جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کے لئے لمحہ فکریہ

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس   توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

از قلم جناب خان بہادر میاں محمد صادق صاحب سابق جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ترجمۂ قرآن مجید (حمائل) کے صفحہ ۸۰۰ - نوٹ (۲) میں لکھا ہے:- کہ

"جہاں اپنی خواہش کا معاملہ ہوتا ہے۔ وہاں خدا کا کلام بھی بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔"

واقعی اسلامی دُنیا کا آجکل یہی نقشہ ہے۔ الاماشاء اللہ۔ لیکن سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ خود توبہ فرمایاں اور مفسر قرآن بھی اس حالت سے مستثنیٰ نظر نہیں آتے۔ یوں تو مولوی صاحب کی جماعت سے میرا تعلق قریباً ۳۰ سال تک یعنی ۱۹۱۲ء سے ۱۹۴۲ء تک لیکن ۱۹۳۲ء سے پہلے مجھے انہیں زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ جبکہ میں کئی سال بسلسلہ ملازمت لاہور سے باہر رہنے کے بعد مسلم ٹاؤن میں مولوی صاحب کے قرب میں آکر رہنے لگا۔ اس عرصہ میں میں نے مولوی صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کو حرف بحرف درست پایا۔ کہ "جہاں اپنی خواہش کا معاملہ ہوتا ہے۔ وہاں خدا کا کلام (بلکہ اپنا فتویٰ اور حکم) بھی بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔" آج کی صحبت میں اسی موضوع پر کچھ عرض کیا جاتا ہے:-

(۱) سورۃ الزخرف رکوع ۲ - آیت ۳۳ - کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے ترجمۂ قرآن کے صفحہ ۷۸۶ پر مولوی صاحب صاف تحریر فرماتے ہیں:-

"آج اس آیت کی سچائی کس قدر عیاں ہو رہی ہے۔ کہ یورپ کی کافر قوموں کو اللہ تعالےٰ نے کچھ وافر حصہ مال دنیا سے دیا۔ تو کس طرح پر سب لوگ اس کی پیروی کر کے مال دنیا کے حصول پر ہی گر گئے۔ اور شب و روز ہر ایک کو یہی فکر ہے۔ کہ اس کا گھر نہایت خوبصورت بن جائے۔ اور اس میں بیش قیمت سامان ہو۔ اس ہوس نے آج دنیا کو اخلاق فاضلہ کے لئے قدم اٹھانے سے محروم کر دیا ہے۔ ہاں یہ چیزیں اپنی ذات میں بُری بھی نہیں۔ لیکن ان کو مطلوب اور مقصود بنا لینا انسان کو اپنے مقصود حقیقی سے محروم کر دیتا ہے۔"

بعض ضروری فقروں کے اوپر مَیں نے خط کھینچ دیئے ہیں۔ کیونکہ ان کا اس مضمون سے خاص تعلق ہے۔ اس نوٹ میں مولوی صاحب نے یورپ کی کافر قوموں کی پیروی میں مالِ دُنیا کے حصول کے لئے تگ و دو۔ اپنے گھر کو نہایت خوبصورت بنانے، اور اس میں بیش قیمت سامان رکھنے کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ اس لئے کہ ایسی باتوں سے اخلاقِ فاضلہ کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور انسان اپنے مقصودِ حقیقی یعنی راست بازی سے محروم ہو جاتا ہے مگر یہ الفاظ مولوی صاحب نے ۱۹۲۹ء میں لکھے تھے۔ جبکہ وُہ احمدیہ بلڈنگس میں ایک چھوٹے سے مکان میں جو مسجد کے قریب واقع ہے۔ رہا کرتے تھے۔ آج صورت اور ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وُہ اب مسلم ٹاؤن میں مغربی وضع کی ایک عالیشان کوٹھی میں جو مغربی طرز پر ساز و سامان سے آراستہ ہے۔ اور جس کو بعض غیر احمدی دوست واشنگٹن کے وائٹ ہاؤس (جس میں مسٹر روزولٹ پریذیڈنٹ ممالک متحدہ کی رہائش ہے) کے نام سے پکارا کرتے ہیں۔ بود و باش رکھتے ہیں۔ اسی قسم کی ایک کوٹھی اپر بکروٹہ ڈلہوزی میں بھی موجود ہے۔ جو مولوی صاحب کے موسم گرما کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہ ہر دو کوٹھیاں مولوی صاحب نے خود اپنی نگرانی میں بنوائیں۔ اور خود آراستہ کیں۔ جن احباب کو حضرت مولانا سے فخرِ تقرب حاصل ہے۔ وُہ ان خوبصورت کوٹھیوں اور ان کے بیش قیمت سامان کی تفصیلات سے بخوبی واقف ہیں۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سنہ ۱۹۴۲ء کا ذکر ہے کہ مَیں بخیالِ تبلیغ اپنے ایک نوجوان دوست پروفیسر شیخ نجم الدین عزیز گورنمنٹ کالج لاہور کو حضرت مولوی صاحب کے دولتکدہ واقع مسلم ٹاؤن لے گیا۔ اتفاق سے ملاقات ڈرائنگ روم میں ہوئی۔ جو مغربی وضع پر بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ کچھ دیر گفتگو کے بعد جب پروفیسر صاحب رخصت ہوئے۔ تو انہوں نے کچھ طنز آمیز لہجہ میں کہا۔ کہ مولوی صاحب کا aesthetic sense (ذوقِ آرائش) تو بہت اعلیٰ ہے یہ کہہ کر وُہ دوست چلے گئے۔ اور پھر کبھی مولوی صاحب کے قریب نہیں آئے۔ کچھ چندہ دینے کا وعدہ بھی کیا۔ وُہ بھی کبھی ایفا نہ ہوا۔

مجھے اس بات میں مولوی صاحب سے کلی اتفاق ہے۔ کہ یہ چیزیں انسان کے اخلاقِ فاضلہ کو بالکل تباہ کر دیتی ہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے۔ کہ جو لوگ مغربی وضع کی کوٹھیوں اور ساز و سامان سے زیادہ وابستہ ہیں۔ وُہ غرباء اور عوام الناس سے ملنا جلنا خلافِ شان سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ حضرت مولانا مکرم بھی اس مرض سے نہیں بچے۔ چنانچہ مولانا کے نمونہ کی بدولت ان کی اپنی جماعت دو طبقوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک امراء کا طبقہ ہے۔ دوسرا غرباء کا۔ امراء کے طبقہ کو حضرت مولانا سے ممکن ہے کوئی شکایت نہ ہو۔ مگر غرباء کے طبقہ کو ضرور احساس ہے۔ کہ مولوی صاحب ان کے ساتھ وُہ سلوک نہیں کرتے۔ جو حضرت نبی کریمؐ، حضرت مسیح موعودؑ، اور حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اول غرباء کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ مَیں اس کی نام بنام بہت سی مثالیں بتلا سکتا ہوں۔ مگر ڈرتا ہوں۔ کہ

ایک تو وہ دوست مشیت ایزدی کے باعث غریب ہونے کی وجہ سے پہلے ہی تکلیف میں ہیں۔ لیکن ان پر اور عتاب امارت نہ نازل ہونے لگے۔ ایک موٹی بات کا تو سب کو علم ہے۔ عرصہ دو تین سال کا ہوا حضرت مولانا کی بچی کی شادی کی تقریب تھی۔ برات ملک کرم الٰہی صاحب پنشنر ڈپٹی کلکٹر اہنار کے لڑکے کی تھی۔ مولوی صاحب نے وزرائے گورنمنٹ اور امراء کو تو دعوت پر بلایا۔ لیکن ان کے اخلاقِ فاضلہ نے ان کو یہ اجازت نہ دی کہ اپنی جماعت کے غریب احباب اور دفتر کے کم تنخواہ والے کارکنوں کو جو ان کی رات دن خدمت کرتے ہیں۔ بھی اپنی میز پر کھانا کھانے کا شرف بخشیں۔ اپنے ذاتی تلخ تجربہ کا بھی ایک واقعہ یاد آگیا۔ میں ابھی انجمن کا سیکرٹری تھا۔ اکتوبر کا مہینہ تھا۔ مولوی صاحب اپنے موسم گرما کے ہیڈ کوارٹر ڈلہوزی سے تشریف لائے۔ شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری جو ان دنوں مسلم ٹاؤن میں ایک موسمی تبلیغی کلاس کے انچارج تھے۔ مولوی مرتضیٰ خان صاحب مبلغ انجمن اور چوہدری فضل حق صاحب جو مولوی صاحب کے عزیز ہیں۔ اور انجمن کی کتابوں کی فروخت کے سول ایجنٹ ہیں مجھ سے پہلے برآمدہ وائٹ ہاؤس مسلم ٹاؤن یعنی کوٹھی مولوی صاحب پر موجود تھے۔ جبکہ میں بھی حاضر ہوا۔ کافی دیر تک انتظار کیا گیا۔ مگر حضرت مولوی صاحب موصوف کئی دفعہ اطلاع بھیجنے کے باوجود تشریف نہ لائے۔ آخر اس مغربی وضع کے سلوک سے تنگ آکر میں تو یہ کہکر واپس چلا آیا۔ کہ مجھ سے یہ ذلت برداشت نہیں ہو سکتی۔ اور وہ دوست وہیں بیٹھے رہے۔ خدا جانے کب باریابی ہوئی۔ انہی ایام کا ذکر ہے۔ انجمن کے کارکنوں کی ترقیوں کا معاملہ حضرت مولوی صاحب کے حضور پیش تھا۔ مولوی صاحب نے دو اعلیٰ کارکنوں کو ایک ذاتی رنجش کی وجہ سے نہ کہ کام خراب ہونے کی وجہ سے ترقی دینی نہ چاہی۔ میں نے بحیثیت ناظر امور عامہ ہر چند کوشش کی۔ مگر بے سود۔ آخر وہ کارکن حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں خود حاضر ہوئے۔ انہوں نے واپسی پر بعد افسوس ظاہر کیا۔ کہ مولانا نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا۔ جو کہ ایک انگریز اپنے ماتحت کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ حالانکہ انجمن ایک اخلاقی ادارہ ہے سرکاری کارخانہ نہیں۔ مولوی عبد الواحد صاحب بی۔ اے ایک ہونہار نوجوان تبلیغی کلاس بھی یہی رونا روتا ہوا تبلیغی کلاس کو چھوڑ کر اور جگہ چلا گیا۔ وہ دو نوں کارکن بھی تبلیغ کے مقدس کام کو چھوڑ کر علیحدہ ہونے والے تھے۔ کہ طبقہ امراء کے بعض احباب کو خبر ہو گئی۔ اور انہوں نے ان کو سنبھال لیا۔ ان میں سے ایک اس وقت لائل پور اور دوسرے دہلی میں کار تبلیغ انجام دے رہے ہیں۔ اگر کوئی بڑے عہدہ اور تنخواہ والا پوزیشن کا مالک مولوی صاحب کو ملنے آئے۔ تو مولوی صاحب اس کی بلائیں لینے سے بھی نہیں رکتے۔ لیکن اگر وہ غریب احمدی ہو۔ تو بیٹھنے کی اجازت تو کجا۔ کھڑے کھڑے برآمدہ میں ملاقات بھی مشکل ہوتی ہے۔ اور مولوی صاحب کی بد مزاجی اور غریب عملہ انجمن پر سختی تو ضرب المثل بن چکی ہے ؎

در نظر ہمچو گوسفند سلیم — در قفا ہمچو شیر مردم در

(ب) نوٹ نمبر ۲۔ تفسیر آیت نمبر ۲۔ سورہ احقاف صفحہ ۸۰۶ ترجمہ قرآن۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:۔

"صلحاء کی زندگی میں نمونہ یہی پایا جاتا ہے۔ کہ وہ دنیوی لذات[1] کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ سادہ غذا[2] سادہ لباس[3]

سادہ مکان پر ہی گزارہ کرتے ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے۔ کہ بالخصوص اس زمانہ میں جبکہ چاروں طرف لذات دنیوی کے لئے ایک جنون سا لوگوں کی طبائع پر غالب ہے۔ صُلحاء کی زندگی کی طرف رجوع کرنا سب سے پہلی ضرورت ہے "

دُنیوی لذات کی گو مولوی صاحب نے علیحدہ تفسیر نہیں کی۔ مگر سادہ غذا۔ سادہ لباس۔ سادہ مکان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب کی مراد کیا ہے۔ اب دیکھنا ہے۔ کہ صلحا کی سادہ زندگی کی طرف رجوع کرنے کی سب سے پہلی ضرورت کی طرف حضرت مولانا خود کس طرح رجوع فرماتے دکھائی دیتے ہیں۔ سادہ مکان، اور اس کے اثاثات کا کچھ حال تو آپ پہلے دیکھ چکے ہیں۔ سادہ غذا۔ اور سادہ لباس کے متعلق عرض ہے۔ کہ تازہ مکھن۔ انڈے۔ چوزہ اور مرغ۔ مچھلی اور ترکار، پھل خشک اور تر دونو حضرت مولانا کی مرغوب غذا ہے۔ جو وہ بالعموم تناول فرماتے ہیں۔ اس کے لئے حضرت نے ایک مختصر سی ڈائری (دودھ اور مکھن کے لئے) اور پولٹری (انڈہ مرغی کے لئے) کا خاص اہتمام کر رکھا ہے۔ پھل اور سبزی اور ترکاری کا بھی خاص انتظام ہے۔ مولوی صاحب کا باورچی جو در اصل انجمن کی طرف سے ایک چپڑاسی کے بجائے رکھا جاتا ہے۔ بتلا سکتا ہے۔ کہ دن میں بریکفاسٹ۔ ڈنر۔ لنچ اور سپر پر کیا کیا انتظام ہوتا ہے۔ غریب لوگ دین کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کا کوئی باورچی یا ملازم کبھی احمدی نہیں ہوا۔ وہ بیچارا احمدی کیونکر بن سکتا ہے۔ جب اس کے سامنے پرخوری اور خوش خوری کا یہ نمونہ ہو۔ ایک تازہ واقعہ ہے۔ مرحوم مولوی بہادر یار جنگ اپنی موت سے پہلے جب آخری مرتبہ لاہور تشریف لائے۔ تو مولوی صاحب نے ان کو چائے پر بلا لیا۔ ایک دوست کا بیان ہے۔ کہ تھی تو وہ نام کو چاء۔ مگر تھی اس قدر پُر تکلف اور ایسے کورسس پر مشتمل کہ مرحوم مغفور نے بھی حضرت مولانا کے اس پُر تکلف رویہ کو بنظرِ استحسان نہیں دیکھا۔ بلکہ اس پر اظہارِ تعجب کیا۔

اب اس کے مقابل ذرا حکیم الامت حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم و مغفور خلیفۃ المسیح الاول کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو سنہ ۱۹۱۴ء کے اختلافات اور تقسیم جماعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ خان یعقوب خان صاحب ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول اور ایڈیٹر اخبار لائٹ ابھی قادیان میں ہی تھے۔ ایک دن حضرت خلیفہ اول نے ان کو کھانے کی دعوت دی۔ خانصاحب وقت مقررہ پر حاضر ہوئے۔ حضرت اسوقت حسب معمول اس جگہ بیٹھے تھے۔ جہاں وہ اکثر قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے اور جسمانی اور روحانی مریضوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب کی طرح حضرت اٹھ کر کبھی کھانے کے کمرہ میں نہیں گئے۔ کیونکہ ان کا کوئی ایسا کمرہ ہی نہ تھا۔ یہ تو مغربی تہذیب کی لعنت ہے۔ بلکہ وہیں بیٹھے رہتے۔ کھانا آیا۔ اس میں ایک شوربے کا پیالہ اور کچھ گرم پھلکے تھے۔ مولوی صاحب اور خانصاحب نے مل کر وہ کھانا کھایا۔ کچھ شوربا بچ رہا۔ جو حضرت نے پیالہ اٹھا کر پی لیا۔ یہ تھی وہ محمدی دعوت اور سادگی جس نے تمام جماعت احمدیہ کو پکڑ کر حضرت خلیفہ اول کے ہاتھ پر متحد کر دیا تھا۔ آہ! وہ حالت بعض نفس پرست اور جاہ طلب ہاتھوں نے قائم نہ رہنے دی اور بعض خود غرضی کے بندوں نے اس شیرازہ کو توڑنے کے بعد بھی اب تک رُکنے کا نام نہیں لیا۔

سادہ لباس کی نسبت عرض ہے۔ کہ بظاہر حضرت مولانا خود سادہ لباس پہنے نظر آتے ہیں۔ مگر اصل حالت یہ نہیں۔ اس

کے متعلق ایک تو میرا اپنا مشاہدہ ہے۔ خان بہادر قبلہ میاں غلام رسول صاحب کی بچی کی شادی کی تقریب پر بمقام جھنگ راقم الحروف اور حضرت مولانا دونوں اتفاق سے ایک ہی کمرہ میں ٹھہرے۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ سردی زور پر تھی۔ رضائیاں ساتھ لے جانی پڑیں۔ جب سونے کا وقت آیا۔ تو بدقسمتی سے میری نظر مولانا کے بیش قیمت و عصہ سے ہٹ کر ان کی خوشنما دھنائی پر پڑی۔ جو ریشمی کپڑا کی تھی۔ اور اس پر مور کی شکل بنی ہوئی تھی۔ ریشمی کپڑا تو خیر۔ مور کی تصویر دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ کیا ہوا مولانا ستر سالہ بزرگ ہیں۔ مگر دل تو جوان رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ ادائیں جوانی سے زیادہ مناسبت رکھتی ہیں۔ مگر سے وقت پیری شباب کی باتیں۔ ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ ہے۔ ایک اور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جو انجمن کے ریکارڈ میں ایک مبلغ کی ڈائری میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

"کپڑا جو مولوی عبدالحق صاحب کے ہاتھ بھیجا تھا۔ اس کے متعلق ایک غلط بات لکھی گئی۔ یہ کپڑا ہے تو اورنگ آباد کا لیکن ہاتھ کا بنا ہوا نہیں۔ ایک مسلمان سیٹھ نے اورنگ آباد میں ریشمی کپڑا کی بہت بڑی مل قائم کی ہے۔ اسی کا یہ کپڑا ہے۔ ہاتھ کا بنا ہوا بہت کمیاب ہے۔ اس کا بھی انتظام کر رہا ہوں مہیا ہونے پر انشاء اللہ پیش کروں گا"

انجمن کے ایک تنخواہ دار کارکن اور مبلغ کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مولانا کو پنجاب کی بجائے اورنگ آباد کا اور ریشمی اور ہاتھ کا بنا ہوا اور کمیاب کپڑا زیادہ پسند ہے۔ کہا جا سکتا ہے۔ کہ شاید مولانا کو سودیشی سے کچھ رغبت ہو۔ مگر سودیشی تحریک سے مولانا کو جو ذاتی نفرت ہے۔ اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ یہ نہیں۔ یہ دنیوی لذات کا ایک کرشمہ ہے۔ ورنہ دنیوی لذات کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں۔

تحریر مندرجہ بالا حضرت مولانا کے ایک عزیز شیخ انعام الحق صاحب کے قلم کی ہے۔ جو حیدر آباد میں فریضہ تبلیغ انجام دے رہے ہیں۔ ان کا اس مشن پر تقرر اب تک تعجب اور شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ تعجب تو اس لئے کہ شیخ صاحب خود اپنی ڈائریوں میں جو میں نے خود پڑھی۔ اور انجمن کے ریکارڈ میں موجود ہیں لکھتے رہے ہیں۔ کہ وہ نہ تو عالم ہیں اور نہ ہی واعظ۔ اور مباحثہ کے قابل۔ شک اس لئے چلا جاتا ہے۔ کہ تجویز جو اجلاس میں ہوئی۔ یہ تھی۔ کہ کلکتہ بمبئی اور دہلی میں تبلیغی مشن کھولے جائیں۔ حیدر آباد کے مشن کے متعلق نہ تو کوئی تحریک تھی۔ اور نہ ہی تجویز میں ذکر تھا۔ اس دن کی کارروائی کا رجسٹر دفتر انجمن میں موجود ہے۔ جس دوست کو اطمینان کی ضرورت ہے۔ وہ دفتر میں جا کر رجسٹر دیکھ کر خود تسلی کر سکتے ہیں۔ وہ تجویز میں حیدر آباد اور شیخ انعام الحق صاحب کا کہیں ذکر نہ پائیں گے۔ انجمن کے اجلاس کے فیصلے ان دنوں جبکہ شیخ انعام الحق صاحب کا حیدر آباد میں تقرر ہوا۔ بعض وقت بعد میں لکھے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ فیصلہ میں اس کا نام اور حیدر آباد کا ذکر موجود ملے گا۔ یہ کس طرح ہوا مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ میں اس وقت سکرٹری نہ تھا۔ بعد میں میں نے مشکوک حالات دیکھ کر اس معاملہ کو اٹھایا۔ انجمن نے فیصلہ بھی کیا۔ کہ چند ماہ تک شیخ صاحب کو واپس بلا لیں گے۔ لیکن وہ اب تک وہیں موجود ہیں۔ جہاں تحائف قبول کرنے کی عادت ہو وہاں ایسا ہی ہوا کرتا ہے:-

لباس کے متعلق اندرونی حالات اور بھی شرمناک ہیں۔ اس لئے ان کو چھوڑتا ہوں۔ ممبران انجمن کو اپنی اپنی جگہ اس کا بخوبی علم ہے۔ اور ان کے گھروں میں اس کا کافی چرچا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کے بعد مولوی صاحب کی جو عزت ابتدائی زمانہ میں تھی۔ وُہ اب برائے نام اور زمانہ سازی کے طور پر رہ گئی ہے۔ اور حقیقت سے خالی ہے۔ ان باتوں پر روشنی ڈالنے سے میرا اس سے زیادہ اور کچھ مدعا نہیں۔ صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ مولوی صاحب کے اپنے الفاظ میں کسی راست باز کی زندگی میں یہ نظر نہیں آتا۔ کہ اس کے دل میں یہ آرزو ہو کہ رہنے کو آراستہ محل۔ کھانے کو اعلےٰ درجہ کی چیزیں۔ اور پہننے کو فاخرہ لباس ہو" (تفسیری نوٹ نمبر ۲ آیت نمبر ۱۷ سورت الزخرف صفحہ ۷۹۱۔ ترجمہ قرآن مولوی محمد علی صاحب) احباب جماعت احمدیہ اشاعت اسلام لاہور ملِلّٰہ غور فرمائیں۔ کہ کیا ان حالات میں مولوی صاحب راست باز کہلانے کے بھی مستحق ہو سکتے ہیں؟

(ج) تفسیری نوٹ نمبر ۲۔ آیت نمبر ۲۸۲ سورۂ بقرہ رکوع نمبر ۳۸۔ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب۔

(ترجمہ) "اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ جب تم آپس میں مقررہ وقت کے لئے قرض کا معاملہ کرو۔ تو اسے لکھ لو اور چاہیئے کہ تمہارے درمیان لکھنے والا عدل کے ساتھ لکھے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا اور ضرور لکھدے۔ اور چاہیئے۔ کہ وُہ جس پر حق ہے۔ لکھائے۔ اور وُہ اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے۔ اور اس میں کچھ کمی نہ کرے"

(تفسیری نوٹ) "پچھلے تین رکوعوں میں ایک طرف انفاق فی سبیل اللہ پر زور دے کر دُوسرے سُود کو حرام قرار دے کر مال کی محبت کی جڑ کاٹی ہے۔ تو اب یہ بھی بتا دیا۔ کہ مال کی حفاظت کی کس قدر ضرورت ہے۔ یہاں تک مال کی حفاظت کو ایک دینی حکم قرار دیا ہے۔ بلکہ ان لوگوں کو جو اپنے مال کی حفاظت نہیں کرتے سفیہہ قرار دیا ہے"۔

اس ترجمہ اور تفسیری نوٹ سے مندرجہ ذیل احکام نکلتے ہیں:۔ (۱) قرضہ کا معاملہ مقررہ وقت کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) اس کو لکھ لینا چاہیئے۔ (۳) لکھنے والا قرض دینے اور لینے والے کے درمیان عدل سے لکھے (۴) شرائط ادائیگی وُہ لکھائے۔ جو مقروض ہو۔ اور اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے۔ اس میں کچھ کمی نہ کرے۔ (۵) مال کی (خواہ اپنا ہو۔ خواہ کسی انجمن کا) حفاظت ایک دینی فرض ہے۔ (۶) جو لوگ اپنے مال کی حفاظت نہیں کرتے۔ وُہ سفیہہ قرار پائیں گے۔

اپنے مال کی حفاظت ایک فطری تقاضا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے ماننے والوں میں مناسب احکام دیئے ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک اپنے ذاتی مال کی حفاظت کا تعلق ہے۔ مولوی صاحب اس پر غیر معمولی بلکہ ناواجب سختی سے قائم ہیں اور کبھی ایک پائی تک ضائع نہیں ہونے دیتے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۲۱ء میں جب میں سکرٹری تھا۔ انجمن کے رجسٹر چندہ کی پڑتال کرتا ہوا جب میں مولوی صاحب کے نام پر پہونچا۔ تو میں نے حسب ذیل نقشہ دیکھا:۔

نمبر	مہینہ	بچت فنڈ	رقم چندہ ماہوار	کیفیت	نمبر	مہینہ	بچت فنڈ	رقم چندہ ماہوار	کیفیت
۱	فروری سنہ ۱۹۲۱ء	×	۳-۲-۰	(ماہوار آمدنی ۱/۲ حصہ)	۳	اپریل سنہ ۱۹۲۱ء	×	۶-۹-۳	
۲	مارچ "	×	۹-۸-۶		۴	مئی "	×	×	

۵	جون ۱۹۴۲ء	×	۵ - ۱ - ۰۰		۷	اگست ۱۹۴۲ء	×	۰۰ - ۱۳ - ۳	
۶	جولائی "	×	×		۸	میزان	×	۲۲ - ۲ - ۰	

گویا سات ماہ کے عرصہ میں مولانا نے بچت فنڈ میں تو ایک پائی بھی ادا نہیں کی۔ اور ماہوار چندہ کی رقم بھی صرف ۲۲ روپے ۲ آنے بنی یعنی اوسطاً ۳ روپیہ ماہوار تھے۔ حالانکہ مولوی صاحب اکثر وعظ کرتے وقت بچت فنڈ اور چندہ ماہوار کی بڑی شدومد سے تاکید کیا کرتے ہیں۔ ممبران انجمن اور کارکنان دفتر انجمن جانتے ہیں۔ کہ الاؤنس مہمان داری اور دیگر لوازمات (جن کا ذکر آگے آئے گا) کو چھوڑ کر مولوی صاحب کی مقررہ آمدنی ۳۵۰ روپے سے کم نہیں۔ اس آمدنی کا دسواں حصہ ۳۵ روپیہ اور ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے کم سے کم ۲۱ روپے ۱۴ آنے بنتا ہے۔ مگر بچت فنڈ کو چھوڑ کر مولوی صاحب کا ماہوار چندہ کبھی ۷ روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوا۔ شائد بعض احباب کو جو واقف کار نہیں۔ اس گورکھ دھندے کے سمجھنے میں کچھ دقت ہو۔ بعض ان کی آگاہی کے لئے لکھتا ہوں۔ کہ اس ۳۵۰ روپیہ ماہوار آمدنی کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ جب تک مولوی صاحب کی کتابوں کی بکری کافی تھی۔ ان کا رائلٹی پر گزارہ تھا۔ بعد میں جب کساد بازاری کا زمانہ آیا۔ اور وہ صورت قائم نہ رہی۔ تو مولوی صاحب نے انجمن کے سامنے قرضہ کا سوال پیش کیا۔ اور فرمایا کہ ان کا ۳۵۰ ماہوار سے کم رقم میں گزارہ نہیں ہوسکتا۔ بعض ممبران انجمن نے جن میں مَیں خود بھی بحیثیت ممبر (نہ کہ سکرٹری) شامل تھا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ وہ رائلٹی اور قرض کا قصہ چھوڑ کر انجمن سے ایک مقررہ رقم لے لیا کریں۔ لیکن مولوی صاحب بضد تھے۔ کہ نہیں وہ انجمن سے قرض تو لے لیں گے۔ لیکن کوئی مقررہ رقم نہیں لیں گے۔ اور انجمن اگر اس پر تیار نہ ہو تو وہ استعفیٰ دیدیں گے۔ ناچار انجمن کو مولوی صاحب کا حکم ماننا پڑا۔ اس وقت سے انجمن مولوی صاحب کو ۳۵۰ ماہوار (کچھ رقم رائلٹی۔ کچھ رقم قرضہ) دیتی چلی آتی ہے۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں کتابوں کی بکری اچھی نہ تھی۔ نیز رائلٹی تین حصوں میں تقسیم ہوا کرتی تھی۔ (اب خدا جانے کیا حال ہے) ایک حصہ مولوی صاحب کو جاتا تھا۔ دوسرا آپ کی بیگم صاحبہ کو۔ اور تیسرا آپ کے صاحبزادہ صاحب کو۔ مؤخر الذکر ہر دو نے ان ایام میں کبھی چندہ ماہوار نہیں دیا۔ البتہ صرف مولوی صاحب اپنے حصہ رائلٹی پر چندہ دیا کرتے تھے۔ جو ان ایام میں کبھی سات روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں ہوا۔ قرض پر چندہ دینا شائد شرعاً ناجائز ہو۔ اس لئے مولوی صاحب رقم قرضہ پر چندہ نہیں ادا کیا کرتے تھے۔ اس لئے مولوی صاحب کے چندہ کی رقم سات روپیہ ماہوار سے کبھی نہیں بڑھی۔ اور جہاں کہنے کو گزارہ صرف اس رقم پر ہو۔ وہاں بچت فنڈ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اس لئے بچت فنڈ کا خانہ بھی خالی رہا۔ اس وقت میری سمجھ میں نہ آیا۔ کہ مولوی صاحب رائلٹی اور قرض پر کیوں اس قدر اصرار کے ساتھ قائم ہیں۔ بعد میں علم ہوا۔ کہ اس میں ایک قانونی نکتہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اگرچہ کتابیں جو مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ انجمن کے خرچ پر تیار ہوتی ہیں اور شائع کی جاتی ہیں۔ مولوی صاحب حق رائلٹی کو وراثت بنا رہے ہیں۔ تاکہ جس وقت چاہیں۔ اپنی کتابیں انجمن کی تحویل سے لے کر خود علیحدہ شائع کرسکیں اور انجمن والے کوئی قانونی کارروائی نہ کرسکیں۔ چنانچہ میں نے سُنا ہے۔ کہ اب ایسا ہو رہا ہے۔ یا ہونے والا ہے۔ دوسرا ادعا

یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب دُنیا کو یہ دکھلاتے رہیں۔ کہ وُہ رائلٹی پر گزارہ کرتے ہیں۔ انجمن پر ان کا کوئی بوجھ نہیں حالانکہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ کہ قرضہ برائے نام ہے۔ اور دراصل یہ ان کی آمد کا ایک حصہ ہے۔ یہ اس قرضہ کی ابتدا اور ماہوار چندہ کی کیفیت ہے۔ اب میں دکھانا چاہتا ہُوں کہ یہ قرضہ لیتے وقت مولوی صاحب نے اللہ تعالےٰ کے احکام جو انہوں نے اپنے ترجمہ اور تفسیری نوٹ میں دیئے ہیں۔ خود ان کی کس طرح اور کس حد تک تعمیل کی ہے۔ مجھے نہایت افسوس اور قلق کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ مولوی صاحب اس امتحان میں بھی پاس ہوتے نظر نہیں آتے۔ کیونکہ:۔ (۱) جیسا کہ دُنیا کا اور قانون کا تقاضا اور منشا ہے۔ قرض لیتے وقت مولوی صاحب نے انجمن کو کوئی اشٹام لکھ کر نہیں دیا کم از کم ۱۹۴۰ء تک جبکہ میں سکرٹری تھا۔ ایسا نہیں کیا گیا۔ اور شائد بعد میں اب تک بھی نہیں ہوا۔ (۲) قرضہ کی ادائیگی کی کوئی میعاد مقرر نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اس کے لئے مقررہ میعاد ہونی چاہیئے (۳) اس قرضہ کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر کوئی جائداد انجمن کے پاس رہن نہیں کی گئی۔ جیسا کہ عام دستور ہے۔ (۴) یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ یہ قرضہ کوئی اور کس طرح اور کب ادا کرے گا۔ (۵) انجمن نے اس قرضہ کو ماہ بماہ دینے کیلئے کوئی قرضہ فنڈ بھی قائم نہیں کیا۔ جو بوقت ضرورت بطور وجہ ثبوت پیش کیا جاسکے۔ (۶) رقم قرضہ صیغہ اغراض عام سے دی جاتی ہے۔ گویا جہاں تک قرضہ کے ماہ بماہ دیئے جانے کا سوال ہے۔ اس کا کوئی قانونی ثبوت موجود نہیں۔ کیا لوگ قرضہ اسی طرح لیا اور دیا کرتے ہیں۔ اور کیا ان حالات کو دیکھ کر یہ کہنا غلط ہوگا۔ کہ "جہاں اپنی خواہش کا معاملہ ہوتا ہے۔ وہاں خدا کا کلام بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے"

اگر عوام ایسا کریں۔ تو ممکن ہے کسی قدر معذور سمجھے جائیں۔ مگر ایک امیر جماعت اور قائد ملت۔ ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی اور مترجم اور مفسر قرآن کے لئے تو یہ بات افسوسناک اور باعث شرم ہونی چاہیئے۔ مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب ثبوت ہی موجود نہ ہوگا۔ تو رقم قرضہ کیونکر وصول کی جائیگی۔ انجمن خود بخود اس قرض پر خط تنسیخ کھینچ دے گی۔ بظاہر ایسا موقعہ حضرت مولانا کے ایام زندگی کے بعد ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں سوال ہوگا۔ کہ سالہاسال کی اس قرضہ کی قسم کی آمدنی پر جو سینکڑوں روپیہ چندہ واجب الادا ہوگا۔ وُہ کون ادا کرے گا۔ حضرت مولانا نہ صرف انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے رکن اعلیٰ اور امیر ہی ہیں بلکہ پریذیڈنٹ بھی ہیں۔ اس حالت میں ممبران انجمن کے علاوہ وُہ انجمن کے اموال کی حفاظت کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں۔ یہ تو صرف ایک نمونہ حفاظت اموالِ انجمن ہے۔ اب دیکھئے۔ کہ یہ جانشین صحابہ کرامؓ اس امانت کی اور کس کس طرح حفاظت فرما رہے ہیں۔ اور یہ مدعیان تقویٰ جو اکثر اپنے وعظوں میں بیان کرتے سنے گئے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کی ایسی سادہ زندگی تھی۔ اور وُہ بیت المال کے معاملہ میں اسقدر محتاط تھے۔ کہ ایک دفعہ جبکہ حضرت بیت المال کا کام کر رہے تھے۔ ان کو کوئی صحابی کسی خانگی کام کے لئے ملنے آئے۔ تو انہوں نے جونہی معلوم کیا۔ کہ وُہ بیت المال کا کام نہ تھا" دیا بجھا دیا۔ خود ہماری آنکھوں کے سامنے کیا کر رہے ہیں۔

(۲) برائے نام قرضہ کے علاوہ مولوی صاحب انجمن سے ۵۰ روپیہ ماہوار بطور الاؤنس مہمانداری بھی وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ انجمن کا علیحدہ مہمان خانہ احمدیہ بلڈنگس میں موجود ہے۔ اور اکثر مہمان وہاں ہی آتے ہیں۔ کم از کم مسلم ٹاؤن میں مخصوص ٹی پارٹیوں کے علاوہ کبھی شاذ ہی کوئی مہمان آتا ہوگا۔ پھر جب مولوی صاحب خود کسی کے ہاں جا کر مہمان ہوتے ہیں۔ اور کھانے

کی قیمت ادا نہیں کرتے۔ ان کو کیا حق ہے۔ کہ وُہ اپنے مہمانوں کے لئے انجمن سے الاؤنس وصُول کریں۔ میں نے ایک دفعہ اجلاس معتمدین کے موقع پر ۱۹۴۰ء میں یہ سوال اٹھایا تھا۔ حضرت مولوی صدر الدین صاحب تو اپنا الاؤنس چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ فوراً استعفٰے دینے پر تیار ہو گئے۔ یہ ہے حضرت کے اموال انجمن کی حفاظت کا دُوسرا نمونہ:۔

(۳) برائے نام قرضہ اور الاؤنس مہمانداری کے علاوہ مولوی صاحب انجمن سے اپنے باورچی کی تنخواہ بھی اس کو چپڑاسی دکھا کر وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ خود اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ جو شخص رات دن باورچی خانہ کا کام کرے۔ وُہ چپڑاس کا کام نہیں کر سکتا۔ اور اس لئے وُہ بحیثیت چپڑاسی مطلقاً غیر ضروری ہے۔ دراصل چپڑاسی کا کوئی کام نہیں۔ وُہ دفتر کے چپڑاسی انجام دیتے ہیں۔ یا مولوی صاحب کا بحیثیت پی۔ اے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اس چپڑاسی کی کم و بیش تنخواہ ۲۰-۲۵ روپیہ ہو گی۔ یہ انجمن کے اموال کی حفاظت کا تیسرا نمونہ ہے:۔ (۴) چپڑاسی کے علاوہ مولوی صاحب نے انجمن سے پرسنل اسسٹنٹ بھی لے رکھا ہے جس کی تنخواہ ۶۰-۷۰ روپیہ ماہوار سے کم نہیں۔ چھوٹی سی انجمن کے کام کے لئے اس کارکن کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ اور فی الحقیقت وُہ انجمن کا کوئی کام کرتا ہی نہیں۔ وُہ مسلم ٹاؤن میں مولوی صاحب کی کوٹھی پر موجود رہتا ہے۔ اور ان کے لئے اور مولوی صاحب کے مویشیوں کے لئے سودا سلف اور چارہ کا انتظام کرتا ہے۔ جو ایک نچ کے ملازم کا کام ہے۔ پی۔ اے نہیں اور کبھی کوئی معقول آدمی اس کام کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اگر طبع بہت بُری بلا ہے اس وقت یہ کام ایک مولوی فاضل انجام دے رہا ہے موسم گرما میں وُہ آپ کے ساتھ ڈلہوزی بھی جایا کرتا ہے۔ اور اخراجات آمد و رفت کی زد انجمن کے بیت المال پر پڑتی ہے۔ یہ انجمن کے اموال کی حفاظت کا چوتھا نمونہ ہے:۔ (۵) لائبریری کے نام پر مولوی صاحب انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ اور کچھ اردو اخبارات انجمن کے خرچ پر حاصل کر کے پڑھتے ہیں۔ اور پڑھنے کے بعد لائبریری یا دفتر انجمن میں واپس بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ردی اخبارات کی قیمت بھی دن بدن چڑھتی جا رہی ہے۔ یہ اموال بیت المال کی حفاظت کا پانچواں نمونہ ہے (۶) انجمن کی خط و کتابت کے پردہ میں اپنی ذاتی ڈاک بھی انجمن کے خرچ پر روانہ کی جاتی ہے مجھے اس کا تجربہ یوں ہوا کہ جن ایام میں میں سکرٹری تھا ٹکٹوں کا خرچ زیادہ دیکھ کر میں نے تجویز کی۔ کہ تمام شعبوں کی ڈاک دفتر سکرٹری میں آیا کرے۔ اور میرے سامنے ٹکٹ لگا کر باہر بھیجی جایا کرے۔ مگر مولوی صاحب اس پر رضامند نہ ہوئے۔ حالانکہ اس سے صرف مراد اس قدر تھی۔ کہ لوگوں کے چندے کے پیسے ضائع نہ جائیں۔ اور کفایت شعاری سے کام لیا جائے۔ یہ انجمن کے اموال کی حفاظت کا چھٹا نمونہ ہے۔ جو حضرت مولوی صاحب نے قائم فرمایا ہے:۔ (۷) ساتواں نمونہ بڑا دلچسپ ہے۔ اور اگرچہ کئی سالوں سے چلا آتا ہے۔ لیکن اس کا انکشاف حال ہی میں ہوا ہے۔ مولوی صاحب کی رائلٹی کے متعلق قاعدہ مقرر ہے کہ جونہی کتابیں انجمن کے سٹاک سے سول ایجنٹ صاحب کی تحویل میں جائیں۔ رائلٹی واجب الادا ہو جاتی ہے۔ ان کی فروخت سے رائلٹی کا کوئی واسطہ نہیں۔ سول ایجنٹ صاحب مولوی صاحب کا اپنا عزیز ہے۔ وُہ فوراً رقم ان کو ادا کر دیتا ہے بلکہ ان کے تمام خانگی کاموں کے لئے وُہ ذمہ وار ہے۔ برائے نام قرضہ اور رائلٹی کا حساب ماہ بماہ چلتا رہتا ہے۔ اور مولوی صاحب کو بالمقطع ۳۵ روپیہ کی رقم ہر ماہ ادا ہوتی رہتی ہے۔ لیکن سال میں دو تین دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ سول ایجنٹ کئی ماہ کم کتابیں

لیتا تھا۔ سٹاک سے اکیڈم اپنی کتابیں لے لیتا ہے۔ کہ ان کی رائلٹی کئی صد روپیہ ہو جاتی ہے۔ اور سیدھی مولوی صاحب کی جیب میں چلی جاتی ہے۔ مگر یہ رقم ۳۵۰۰ روپیہ کے قرضہ والے حصہ سے نہیں کاٹی جاتی۔ یہ انجمن کے اموال کی حفاظت کا ساتواں اور نہایت متقیانہ نمونہ ہے۔ جو مولوی صاحب ہمارے سامنے پیش کر رہے ہیں:۔

ایسے اور نمونہ بھی ہونگے۔ جن کا خدا تعالیٰ کو علم ہے بعض حقیقت سے ناآشنا لوگ۔ یہ باتیں سنکر کہدیا کرتے ہیں۔ کہ چونکہ انجمن کے بعض ممبران ان تمام حالات سے واقف ہیں۔ اس لئے یہ جائز ہیں۔ اور حضرت مولوی صاحب کی خدمات دینیہ کے مقابلہ میں یہ رقوم کوئی حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ درست ہوگا۔ مگر میں ان سے باادب پوچھتا ہوں۔ کہ کیا تقویٰ بھی اسی کا نام ہے۔ اور حقیقی طور پر متقی کہلانے والے ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ کیا لوگوں کے اموال او قافہ کی حفاظت اسی طرح ہونی چاہیئے۔ کیا حق امانت اسی طرح ادا ہونا چاہیئے۔ اور کیا مال وقف سے منول حاصل کرنا درست ہے۔ اور کیا اپنا پیٹ کاٹ کر چندہ دینے والوں کو بھی یہ حالات معلوم ہیں۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ میرے نزدیک تو جو ممبران انجمن یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی منافقت سے کام لے رہے ہیں۔ بیت المال کے اموال کی حفاظت کے معاملہ میں امانت کا پورا حق ادا نہیں کر رہے۔ اور خود مولوی صاحب کے فتوے کے مطابق بھی پاپ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہیں۔ خیانت اور چوری خواہ کسی چالاکی اور ہوشیاری یا حیلۂ شرعی کے پردہ میں کی جائے۔ بہرحال بری چیز ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ایک صوفی منش کا قول ہے۔

فقیہہ مدرسہ دی مست بود وفتوے داد۔ کہ مے حرام ولے بہ ز مالِ اوقاف است۔ (حافظ)

(د) سورۂ انعام آیت نمبر ۱۱۵۔ نوٹ نمبر ۱۰۰۴ صفحہ ۷۰۷۔ بیان القرآن مولوی محمد علی صاحب۔ مولوی صاحب تفسیر کرتے ہوئے فتوے دیتے ہیں۔ کہ "مذہبی اختلافات میں کوئی شخص حکم نہیں بنایا جا سکتا" اور اس کی مزید توضیح یوں فرماتے ہیں "آج بھی بعض لوگ مسائل دینی میں بحث کرتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ فلاں شخص کو حکم بنالیں۔ جس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ اس شخص کا فیصلہ بری من الخطاء ہے۔ اس کا جواب (اللہ تعالیٰ نے) دیا ہے۔ کہ جب کتاب (قرآن) مفصل ہے یعنی اس کے اندر دعاوی بھی ہیں۔ اور دلائل بھی۔ تو پھر دوسرے کو حکم بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اسکے دعاوی اور دلائل پر غور کرکے خود ہی فیصلہ کر لو۔" مذہبی مسائل میں اختلاف کی صورت میں فیصلہ کا یہ ربانی طریق ایک طرف رکھ لو۔ اور دوسری طرف جناب مولوی صاحب کا حضرت امام جماعت احمدیہ قادیان کو بار بار چیلنج دینا۔ کہ اختلافی مسائل (مسئلہ نبوت، تکفیر اہل قبلہ وغیرہ) پر بحث کے لئے ثالث مقرر کرکے فیصلہ کرالو۔ دیکھ لو۔ کہ مولوی صاحب خود فتویٰ کیا دیتے ہیں۔ اور اس پر عمل کیونکر کرتے ہیں۔ یہ تو باور نہیں ہو سکتا کہ مولوی صاحب کو اپنا مندرجہ بالا فتویٰ یاد نہ ہو پھر اس کے سوا اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔ کہ اپنے فتوے اور خدا تعالیٰ کے حکم کو پس پشت ڈالکر مولوی صاحب اپنی نمود کے لئے اپنی قابلیت کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ ایسے گندم نما اور جو فروش علمائے کرام سے اپنی مخلوق کو اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین۔

یہاں تک میں نے محض مولوی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر قرآن کریم کی روشنی میں ان کے متعلق کچھ لکھا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو انشاء اللہ ان کے خطبات کو سامنے رکھ کر بھی کچھ عرض کروں گا۔ وباللہ التوفیق۔